

مکتوبات معصومہ اردو ترجمہ

بسم اللہ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرحدی قدس سرہ کے
صاحبزادے اور جانشین حضرت غوثہ الفتی خواجہ محمد معصوم فاروقی قدس سرہ کے
'مکتوبات قدسی آیات کے'

دفترِ اول کا اردو ترجمہ

از

حضرت مولانا سید زفر حسین شاد صاحب رح

الحمد لله والمنته کہ کتاب مستطاب

مکتوبات معصومہ

اردو ترجمہ

لئے

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم فاروقی سرسندی قدس سرہ
ابن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرسندی قدس سرہ کے
مکتوبات قدسی آیات کے

دفتراول کا اردو ترجمہ

از

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مؤلف: عمدۃ الفقہ، زبدۃ الفقہ، عمدۃ السلوک، حضرت مجدد الف ثانی
اور حیات سعیدیہ وغیرہ

۱۹۶۸ء

۱۳۹۸ھ

بانتہام
ادارہ مجددیہ، ناظم آباد، کراچی

مطبوعہ: احمد برادر س پرنٹرس ناظم آباد قیمت

فہرست مضامین

- ۱۸ مقدمہ: اور تحسین
- ۲۱ دینا چاہئے کتاب: از محمد دم زادہ سوم حضرت خواجہ محمد عبید اللہ مروج الشریعہ جامع ذرا دل
- ۲۴ { مکتوب: خطا و حرج کے مراتب کو نہایت انتہایت کی بلندیوں تک طے کرنے کے بارے میں اپنے پیر اور والدہ بزرگوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔
- ۲۶ { مکتوب: بہت مخصوص اذواق (کیفیات) کے بارے میں نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عنایات کے شامل حال ہونے کے بیان میں اپنے پیر بزرگوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔
- ۲۷ مکتوب: ایک عزیز کی نسبت کے انکشاف میں اپنے پیر بزرگوار رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔
- ۲۸ { مکتوب: اس بلند مقام کے حصول کے بارے میں جو کہ اصل الاصل کے ساتھ متعلق ہے اپنے پیر اور والدہ بزرگوار رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔
- ۲۸ { مکتوب: سابقین کی نسبت کے حصول اور اس کے متعلقہ معارف کے بیان میں نیز اپنے والد بزرگوار رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔
- ۲۹ { مکتوب: فنائے اتم اور بقائے اکمل کے بیان میں اپنے پیر بزرگوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔
- ۳۰ { مکتوب: مطلوب کی عظمت اور اس کے ادراک سے عاجزی کے بارے میں یہ بھی اپنے پیر بزرگوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔
- ۳۲ { مکتوب: ارشاد پناہ میر محمد نعمان قدس سرہ کی خدمت میں ظاہر کے اذواق و تلویں اور باطن کی بے رنگی و تمکین کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۳۵ مکتوب: شیخ عبداللطیف لشکر خانی کی خدمت میں وعظ و نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۳۶ { مکتوب: خواجہ دینار کے نام سرود کائنات غیر مخلوقات علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت اور آپ کی اتباع پر ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۱: قلیع اللہ فاں کی خدمت میں اُن سوالوں کے جواب میں جو انھوں نے کئے تھے، اُن میں سے صفحہ
 ایک سوال یہ تھا کہ سَبَقَتْ رَجَعَتْیَ عَصَیِّیَ کے بموجب چاہئے کہ اہل رحمت اہل غضب سے زیادہ
 ہوں حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے، دوسرا سوال تھا کہ ایک مختصر نثر کا حساب پچاس ہزار
 سال میں لینا انصاف سے بعید معلوم ہوتا ہے، تیسرا سوال تھا کہ جَفَّ الْقَلَمُ اُھ کے مقتضائے
 مطابق اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو مجبور ماننا پڑیگا، چوتھا سوال تھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے محبوب بننے کے باوجود حیرت کی خواہش کیوں کی ہے، پانچواں سوال تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کا یہ فرمان یَا لَیْتَ رَبِّیَ مُحَمَّدٌ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا (اے کاش کہ محمدؐ کا رب محمدؐ کو پیدا ہی نہ کرتا)
 کس معنی میں ہے۔ چھٹا سوال تھا کہ میت کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے تیسرے روز کھانا
 اور پھول دینے کی کوئی اصیلت ہے یا نہیں، ساتواں سوال تھا کہ پینزدادوں کا وراثت کے
 طور پر اپنے باپ کی جگہ سجادہ نشین ہونا جائز ہے یا نہیں؟

مکتوب ۲: خواجہ مومن جنابی کے نام فتاویٰ عدم اور وجود فنا و وجود عدم کی تحقیق اور ان کے
 درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۳: حافظ محمد شریف کے نام مطلوب (حق تعالیٰ) کی عظمت اور اسم مبارک اللہ کی بزرگی کے بارے میں تحریر فرمایا۔
 مکتوب ۴: بعض نصیحتوں کے بارے میں جو کس راستہ کے مطالب کے لئے لازمی ہیں اور نماز کے کچھ
 کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۵: میرضیاء الدین حسین کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس آیت کا سب سے بڑا حجاب اب کف ہے۔
 مکتوب ۶: میر معصوم کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ صوفی کائنات میں ہوتا ہے۔

مکتوب ۷: ارشاد نبیہا میر محمد نعمان قدس سرہ کی خدمت میں اعمال کی کوتاہیوں کو دیکھنے اور توبوں کو
 متہم رکھنے کے بارے میں اور اپنے بعض مخصوص اذواق و واردات کے بیان اور محبت و
 محبوبیت ذاتیہ کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۸: مولانا محمد صدیق پشوری کے نام ان کے خطوط کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ احوال و واقعات پر مشتمل تھے۔
 مکتوب ۹: حافظ عبدالرشید کی خدمت میں اپنے پیر دستگیر محمد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکاشفہ
 کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۱۰: حاجی محمد جان طالب القانی کے نام مضبوط قلبیہ دل کے بعض مہر کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔
 مکتوب ۱۱: شیخ محمد جان اکبر آبادی کے نام محبت کی خصوصیات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۱۲: مولانا محمد ضیف کے نام سنت کو زندہ کرنے اور بدعت کو مٹانے کی تحریروں اور سید سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
 محبت و متابعت پر غریبوں اور ان کے خط کے جواب میں جو کہ ان کے دونوں حالات پر مشتمل تھا تحریر فرمایا۔

- کتوب ۱: جلد ۱ بیگم کے نام، اقسام توحید اور اس کے ہر مرتبہ کے متعلقہ معارف کو توضیح و اختصار صفحہ ۷۰ کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے اس کی شرح کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- کتوب ۲: مرزا امام احمد ربیان پوری کے نام، ان کے خطوط کے جواب میں جو کہ ان کے اور ان کے دوستوں کے حالات اشواق اور واقعات پر مشتمل تھے تحریر فرمایا اور اس میں ہر مقام کے متعلق معارف کا ذکر اور حقیقت کعبہ معظمہ کا بیان حدیث علی مع اللہ وقت کی تشریح اور حقیقت ہر رکعات علیہ علی آلہ الصلوٰات والسلام کی دوسرے حقائق پر فضیلت بیان فرمائی ہے۔
- کتوب ۲۵: مرزا عبید اللہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ہر خط کے لئے ایک خاص حکم ہے اور ہر مرتبہ کا ایک مخصوص فیض ہے۔
- کتوب ۲۶: حاجی حسین کے نام مرتبہ جمع کے بیان میں جو کہ کفر حقیقی ہے اور اس سے اوپر کے مقابلہ کو جو کہ اسلام حقیقی ہے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- کتوب ۲۷: شاہ نعمت اللہ قادری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ممکن کی ذات عدم ہے اور اس کا حسن و جمال عارضی (مستعار) ہے۔
- کتوب ۲۸: شیخ محمد علیم جلال آبادی کے نام ان کے اور ان کے دوستوں کے احوال کی وضاحت میں جو ان کے عریضے میں درج تھے تحریر فرمایا۔
- کتوب ۲۹: میرزا عبید اللہ بیگ کے نام ان لوگوں کے رد میں تحریر فرمایا جنہوں نے صوفیہ کلام کے طریقہ کو ترک تعرض جانا ہے اور استفادہ عمل اور دیگر مفاسد کے قائل ہوئے ہیں، اس میں ان احادیث کا ذکر بھی ہے جو معروف و نہی منکر کے فرض ہونے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اور ان احادیث کا ذکر بھی ہے جو جہاد کے فضائل میں ہیں۔
- کتوب ۳: سیادت افادت دستگاہ میرک شیخ کی خدمت میں ایک کرمیہ فاعلند کرمیہ بنفند و فاعلند اللہ باقی کے اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- کتوب ۳۱: ایک اہل زمانہ کے نام اس خط کے جواب میں تحریر فرمایا جس میں اس نے مدنیوں کے حال سے تعرض کیا تھا۔
- کتوب ۳۲: یار محمد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عز و سلطانی کے بارگاہ میں شریک بغیر خالصین مطلوب ہے۔
- کتوب ۳۳: حاجی محمد افغان کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ کامیابی کا مدار شیخ کامل کی محبت اور روشن سنت کی پیروی پر ہے۔
- کتوب ۳۴: حافظ عبد الکریم کے نام آیات دیوبندی جات بزرگ صغریٰ کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- کتوب ۳۵: جامع العلوم شیخ بادلین سلطانپوری کے نام اس بیان میں کہ قریش لایت میں فناء علم و ازلت دکھانے اور قرب نبوت میں ان اوصاف کی فائز و انہیں ہوا اور اس شبہ کے حل میں جو اس حقین پر وارد ہوتا ہے تحریر فرمایا۔

صفحہ
۱۲۸

مکتوب ۳۶: شمس الدین خویشکی کے ناگاہ کے ظاہر و باطن کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۳۷: غلام محمد افغان کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ ذکر مقصود ادلی نہیں ہے اور جس عمل پر دوام نہ ہو وہ اعتبار کے لائق نہیں ہے۔

مکتوب ۳۸: رفعت بیگ کے نام ان امور کو بجالانے کی ترغیب میں تحریر فرمایا جو اس اہل کمال کیلئے ضروری ہیں۔

مکتوب ۳۹: ملا حسن علی کے نام اس شبہ کو دور کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا جو انھوں نے میرزا عبد اللہ شہ کے نام تحریر کردہ مکتوب پر کیا تھا۔

مکتوب ۴۰: رفعت بیگ کے نام نصیحت کے طور پر تحریر فرمایا۔

مکتوب ۴۱: ملا محمد شریف کابلی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مرید کیلئے اپنے پیر کو راضی رکھنا ضروری ہے۔

مکتوب ۴۲: ملا محمد وفا کے نام اس خط کے جواب میں جو انھوں نے معیشت کی تنگی کے بارے میں لکھا تھا اور فقر کے فضائل کی احادیث کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۴۳: خواجہ عبدالصمد کابلی کے نام حصول قرب الہی جمل شانہ کے ذرائع کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۴۴: محمود صادق بخاری کے نام صراطِ مستقیم پر ہدایت کی توضیح میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۴۵: شاہ خواجہ کی طرف اپنے حضرت پیر و سنگیر رضی اللہ عنہ کے بعض مکاتبات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۴۶: میرغل کے نام سنتِ منورہ کے اتباع پر ترغیب دینے اور شیخ کی محبت پر تنبیہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۴۷: حقانی آگاہ مولانا محمد ضیف کے نام اطالباں کی طریقت کو سلوک طے کرنے کے طریقے اور مراتب کمالِ توفیق کے متعلقہ معارف کی توضیح کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۴۸: میر محمد فانی کے نام ذکر کے التزام پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۴۹: نیز میر محمد فانی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ فانی لذات کی تکمیل کے امراض کا علاج اللہ تعالیٰ کے اوامر و نہی کی تعمیل کی دعا میں ہے۔

مکتوب ۵۰: شیخ اسد اللہ افغان کے نام ان سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے تحریر کئے تھے:

اولیٰ یہ کہ توحید کو دوام حاصل ہے یا نہیں، دوم یہ کہ سیرِ انفسی حاصل ہونے کے بعد سیرِ فانی کیلئے ریاضت کو یہ یا نہ کرے، سوم یہ کہ خورقِ فضل میں یا معارفِ چہارم یہ کہ فانی الشیخ بنی بغیر فانی اللہ مراد ممکن ہے یا نہیں، پنجم یہ کہ طالعین کیلئے یہ جو مقررہ کہ گھڑی بنی منزل ہونی چاہئے یہ باطنی محبت کے باعث ہے یا ظاہری طاعات کے باعث یا کشف کے یا فناء و بقا کے بارے میں اگر آخری بات مراد ہے تو فانی کی ترقی کس معنی کی ہے ششم یہ کہ جب مرید کی حالت میں روح کی ہوجائے کہ جب چاہے مرضی کی صورت ظاہر ہو جائے تو کیا اس کو لازم ہے کہ حضور میں آئے یا نہیں، ہفتم یہ کہ جب سالک کا وقتِ خلوت اور انجمن میں کسماں ہو جائے تو وہ خلوت میں بیٹھے یا نہیں، ہشتم یہ کہ ارواح کا مشاہدہ ہونا مراقبہ میں بہتر ہے یا معائنہ میں۔

- مکتوب ۱۵۱: محمد مقیم تصوری کے نام فضائل ظاہری سے اعراض اور کمالات باطن حاصل کرنے پر ترغیب اور بعض کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۲ {
- مکتوب ۱۵۲: ارشاد پناہ محمد نعمان قدس سرہ کی خدمت میں آیہ کریمہ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ اور اس کے ساتھ والی آیہ کریمہ کی تاویل میں تحریر فرمایا۔ یہ مکتوب اتفاق و تکمیل کو نہیں پہنچا۔ ۱۵۳ {
- مکتوب ۱۵۳: خاقانی و معارف پناہ خواجہ محمد شمس کشمی کے نام ان کے بعض کمالات کے بیان میں اور اپنے مخصوص اسرار میں سے کسی ستر کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۴ {
- مکتوب ۱۵۴: جانان سلیم کے نام محبوب کے رنج دینے کی خوبی اور عشق کے اسرار کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۵ {
- مکتوب ۱۵۵: مولانا محمد حنیف کے نام ایک دوست کے حال کے جواب میں لکھا ہے کہ اس نے لکھا تھا کہ اس کے دل و دماغ سے خطہ بر طرف ہو گیا ہے۔ ۱۵۶ {
- مکتوب ۱۵۶: مولانا محمد صدیق کے نام مراقبہ کے علاوہ (دوسرے اوقات میں) کیفیت کے کثرت سے ظاہر ہونے کے بعد میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۷ {
- مکتوب ۱۵۷: میرزا عبد اللہ کے نام بعض مواجہہ (و جدہ حال) کے جواب میں انھوں نے لکھے تھے تحریر فرمایا۔ ۱۵۸ {
- مکتوب ۱۵۸: مولانا شہزادہ کے نام نسبت باطن کی محافظت پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۹ {
- مکتوب ۱۵۹: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام نیاز راجازی کو لازم پکڑنے اور جوہر کی نفی کرنے کی ترغیب میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۰ {
- مکتوب ۱۶۰: خواجہ محمد فاروق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ شریعت تمام کمالات کی اصل ہے خواہ وہ کمالات نبوت ہوں یا کمالات ولایت ہوں۔ ۱۶۱ {
- مکتوب ۱۶۱: مولانا حسن علی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ حال کا علم نہ ہونے کی وجہ سے حال کی نفی نہیں کرنی چاہئے اور یہ کس طرفیت کی تعلیم دینے کی اجازت و طرح پر ہے۔ ۱۶۲ {
- مکتوب ۱۶۲: ملا محمد قلی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ رضا کے مقام میں دو اعتبار ہیں۔ ۱۶۳ {
- مکتوب ۱۶۳: مخدوم زادہ عالی مقام جامع کمالات تصوری و معنوی شیخ محمد بیضی اللہ سلمہ رسی کی خدمت میں اس بیان میں کہ مخلوق کے ساتھ حق سبحانہ و تعالیٰ کی نسبت تمثیل کے طور پر ہے اور اس کے مناسب بعض معارف کے ذکر میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۴ {
- مکتوب ۱۶۴: شہزادہ دین پناہ سلطان محمد اورنگ زیب سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام جہاد اصغر کے فضائل کے بیان اور جہاد اکبر کے معارف کی شرح کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۵ {
- مکتوب ۱۶۵: مولانا حسن علی کے نام تسلیف یعنی آج کا کام کل پر نہ چھوڑنے اور ارادہ کی نفی پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۶ {
- مکتوب ۱۶۶: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام ان کے عرضیہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ دارِ عظم پر مشتمل تھا۔ ۱۶۷ {

- مکتوب ۶: مخدوم زادہ عالی قدربا مع علوم ظاہری باطنی خواجہ محمد شہنشاہ مدظلہ کی خدمت میں مسئلہ کلام الہی حل شانہ کے بارے میں علماء کا مذہب بیان کرنے اور اس مسئلہ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تحقیق کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۶۸: مکترین خان محمد عبداللہ غنی عنہ کے نام بعض مراتب اصول کو اجمال حکماقی پر بیان کر کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۶۹: حقائق آگاہ خواجہ محمد صدیق کشمی و خواجہ محمد صالح کولابی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عارف خواہ کمال الکمال تک پہنچ جائے اس کو ذات تعالیٰ و تقدس کے بعض وجوہ میں حصہ ملے گا، اور بعض کا مل اولیٰ ایسے ہوں گے جن کو ذات سبحانہ و تعالیٰ کے تمام وجوہ حصہ ملے گا۔
- مکتوب ۷۰: ملا محمد افضل ولد شیخ بدال دین سرسندی کے نام احادیث القبر و روضہ من ربانہ الحیۃ کے معنی اور اس بشارت کے بیان میں کہ جس کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ تشریف ہوئے ہیں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۷۱: محمد حرمین بیگ کالی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ماموی اللہ سے تعلق رکھنا نہایت شدید مرض ہے۔
- مکتوب ۷۲: ملا مسافر کے نام اقتضائے الہی جل شانہ پرماتھی رہنے کی ترغیب میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۷۳: مولانا حسن علی کے نام ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے مرزا عبید اللہ کے (نام والے) مکتوب پر کیا تھا۔
- مکتوب ۷۴: حقائق آگاہ نعمت اللہ قادری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سبقت اصل کی طرف سے ہے اور ظل میں جو کچھ ہے وہ اصل سے مستعار ہے اور اصل سے ظل کا نصیب اصمحلل ہے۔
- مکتوب ۷۵: مرزا طاہر بیگ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ذکر کسی غرض کے ساتھ مخلوط نہ کریں اگرچہ ہوا و اجزاء و احوال ہی ہوں۔
- مکتوب ۷۶: مرزا ابان اللہ برہانپوری کے نام سورۃ اخلاص کی تاویل کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۷۷: شیخ عبدالحمید برہانپوری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ درجہ کمال تک پہنچنے کیلئے علامات ہیں۔
- مکتوب ۷۸: میر محمد ابراہیم ولد سیادت دستگاہ میر محمد نعمان کے نام رابطہ و فانی الشیخ و اتباع سنت حاصل کرنے اور شیخ کامل کی صحبت اور فانی اللہ جو کہ اس راستہ کا پہلا قدم ہے کے اختیار کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۷۹: خواجہ محمد حنیف کے نام مقام بندگی کی تحقیق اور سورۃ قل اعوذ برب الناس کے رموز و اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۸۰: مرزا محمد فاروق کے نام بندگی اور ارادہ میں تضاد کے بارے میں اور حضرت تیاں (مجدد الف ثانی) قدس سرہ کے روضہ مبارک کی تعریف اور ختم سرسندی کی بزرگی کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۸۱: رفعت بیگ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ کثرت کا ترک کرنا اس راستہ کی شرط ہے۔
- مکتوب ۸۲: محمد کا شغف نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مطلوب تک پہنچنا اپنی گزیرے بغیر ممکن نہیں ہے۔

- مکتوب ۸۷: خواجہ عبدالصمد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ظاہری سبب کا ختم ہونا باطنی معاملہ کا مددگار ہے۔ ۱۹۰
- مکتوب ۸۸: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام اس بارے میں کہ ذوق و شوق مثلاً اور حضور غیر صلب تو مطلقاً (درجائی منزل) ہیں اور انتہا میں خوفِ حق عز و جل اور اس کلمہ کی شرح جن اعلیٰ اشارت کے ضمن میں اہم ہو اتھا تحریر فرمایا۔ ۱۹۱
- مکتوب ۸۹: پیر زادہ خواجہ محمد عید اللہ کے نام ان شبہات کے حل میں جو کہ انھوں نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام پر کئے تھے اور حضرت ذاتِ تعالیٰ سے منزل وجود خواہ عیداً ہو یا زائداً کے بارے میں حضرت عالی قدس سرہ کے مذہب اور حیات کے علم پر مقدم ہونے کی تحقیق اور یوں ہر وجہی اور ہر منہا کے متعلق مناسب تحقیقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۹۳
- مکتوب ۹۰: مولانا محمد حنیف کے نام نسبتِ قیومیت کے حاصل ہونے اور اصالتِ محبوبیت ذاتی و کمالِ انفعالی سے حصہ پانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۴
- مکتوب ۹۱: میر منصور کے نام ان امور کے بیان میں تحریر فرمایا کہ جن کی تبلیغ ضروری ہے۔ ۲۱۶
- مکتوب ۹۲: مولانا محمد حنیف کے نام اقریبیت کے معارف اور اس سیر کی تفصیل میں جو کہ آفاق و انفس کے بار اور ہے اور فنا کے دقائق اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے طریقہ عالیہ میں عجوبیت کے غلبہ کے راز کو منکشف کرنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۷
- مکتوب ۹۳: یہ بھی مولانا محمد حنیف کے نام عارف کی جامعیت کے متعلق اشارے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۵
- مکتوب ۹۴: خواجہ دینار کے نام عارف کی عدمیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۶
- مکتوب ۹۵: شیخ طاہر بدخشی جونپوری کے نام اپنے پیرونگیر (حضرت مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت اور حضرت عالی کے اصحاب کی محبت کے اظہار میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۷
- مکتوب ۹۶: شیخ حمید احمدی کے نام طریقہ بندگی حاصل کرنے پر ترغیب دینے اور اعمال میں عجب پیدا ہونے کے علاج کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۸
- مکتوب ۹۷: حقائق آگاہ شیخ زحیر شیشی کے نام اس بات کے حل میں تحریر فرمایا کہ فنا حاصل ہو جانے کی صورت میں فنا کا علم کس طرح ہوگا۔ ۲۲۹
- مکتوب ۹۸: حقائق و معارف آگاہ شیخ عبدالحی شیشی کے نام صاحبِ نرمیت کے اس شبہ کو دور کرنے کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے قوم کے ثباتِ مذاہن پر کیا ہے کہ تم ہو جانے (فنا) کی صورت میں یافتہ (الینا) کس طرح ہوگا۔ ۲۳۰
- مکتوب ۹۹: خواجہ مومن جذبی کے نام ان بزرگواروں کی نسبت حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۲
- مکتوب ۱۰۰: خواجہ محمد کاظم کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۳
- مکتوب ۱۰۱: ارشادِ چاہا میر محمد نعمان کے نام دوستانہ شکایت کے اظہار میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۳

- مکتوب ۹۸: مولانا حسن علی کے نام عودیت کے پسندیدہ طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۳
- مکتوب ۹۹: خواجہ محمد فاروق کے نام معرفت حاصل کرنے پر غیب دینے اور ضبط اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۴
- مکتوب ۱۰۰: مہرز الطفائشہ کے نام صوفیہ کرام کے طریقہ عالیہ کے ماحصل اور بعض نصیحتوں کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۵
- مکتوب ۱۰۱: سیادت پناہ میر محمد نعمان کے نام اس بارہ میں تحریر فرمایا کہ صوفیہ کرام کی نسبت کے حصول کا مصداق احکام شریعت کے ساتھ آراستگی ہے۔ ۲۳۶
- مکتوب ۱۰۲: اکبر آباد کے اجاب خصوصاً ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام اصنافِ جل و علا (ارشادِ تعالیٰ) کی معرفت حاصل کرنے پر نصیحت اور اس کی محرومی پر خوف و دلا کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۸
- مکتوب ۱۰۳: ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام محبت کے اظہار اور قصودِ اعمال کے دیکھنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۱
- مکتوب ۱۰۴: میرزا عبید اللہ کے نام فنائے نفس کی تحقیق اور آدابِ شرعیہ کے التزام پر دلالت کرنے اور مطلوبِ جل و علا کے ماوراء ہونے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۲
- مکتوب ۱۰۵: شیخ محمد صالح تھانی سہری کے نام فکری فضیلت اور فاضل کرنے پر غیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۴
- مکتوب ۱۰۶: خواجہ محمد فاروق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ محبت ذاتی میں جمال سے زیادہ جلالِ ملت تختہ ہے۔ ۲۴۵
- مکتوب ۱۰۷: شاہ فضل اللہ برہانپوری کے نام مطلوب کی عظمت اور طالبِ راق کی بزرگی کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۶
- مکتوب ۱۰۸: محمد فاروق ولد خواجہ عبدالغفور سمرقندی کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۷
- مکتوب ۱۰۹: خواجہ محمد فاروق کے نام تحریر فرمایا اس حالت کی تفصیل میں جو کہ قیامت میں ماورائے موت اور زندگانی کے وقت میں پیش آتی ہے اس نسبت پر جو کہ اس (دار دنیا) میں حاصل ہوتی ہے اور جانے کی حالت میں پیش آتی ہے اور اس بارے میں کہ جس طرح دنیا میں عالمِ امر اصل ہے اور عالمِ خلق اس کے تابع و آخرت میں معاملہ عکس ہے اور بعض کاسین ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی دنیا کیلئے آخرت کا حکم ہوتا ہے۔ ۲۴۸
- مکتوب ۱۱۰: فقیر حقیر محمد عبداللہ عفی عنہ کے نام عارف بلند مقام شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کی رباعی کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۰
- مکتوب ۱۱۱: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۳
- مکتوب ۱۱۲: شیخ محمد شریف کابلی کے نام خطا کے موقع پر تنبیہ کے متعلق اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مرید کو پیر کی خوشنودی طلب کرنا لازم ہے۔ ۲۵۵
- مکتوب ۱۱۳: مخدوم زادہ عالی قدس سرہ جامع علوم ظاہری و باطنی خواجہ محمد نقشبند سلمیہ کی خدمت میں آیت کریمہ اللہ نور السموات والارض (آیہ کی تاویل میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۶
- مکتوب ۱۱۴: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام بلند ہی ہمت و محبت و حزن کی فضیلت میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۹
- مکتوب ۱۱۵: شیخ عبداللطیف لشکر خانی کے نام محبوبِ حقیقی صل شانہ کے منزلیہ (پاکی) کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۶۱

- مکتوب ۱۱: میرزا عبید اللہ کے نام حق سبحانہ و تعالیٰ کی درائیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۶۱
- مکتوب ۱۲: ملا شہزاد کے نام خائے قلب و نفس کے مائل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۶۲
- مکتوب ۱۳: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام مقام شہادت کی رعایت اور اس کے بعض لوازم کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۶۳
- مکتوب ۱۴: مولانا محمد امین کے نام ان کے خط کے جواب میں جو کہ واردات پر مشتمل تھا اور آیت کریمہ قل کل من عند اللہ اور آیت مبارکہ ما اصابک من حسنة الا بک کے درمیان توفیق دینے کی صورت میں اور حضور نقشبندیہ اور دیگر سوالات کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۲۶۴
- مکتوب ۱۵: مولانا محمد حنیف کے نام ان کے عہدہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ بن حالت اور روشن توفیق پر مشتمل تھا۔ ۲۶۵
- مکتوب ۱۶: پیرزا وہ خواجہ عبید اللہ کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سبقت (پیش قدمی) اصل کی طرف سے ہے اور ظل کسی چیز کے ساتھ مستقل نہیں ہے۔ ۲۶۸
- مکتوب ۱۷: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام ان کے احوال کی شرح اور ان سوالات کے جوابات میں جو انھوں نے پوچھے تھے اور ان کے دوستوں کے احوال کی تحسین کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۶۹
- مکتوب ۱۸: میرزا عبید اللہ کے نام بلند مقام پر ترغیب اور دوسرے مشاہدات پر اس شہود کی تفصیلات کے بارے میں جو کہ احکام شرعیہ میں رونا ہوتا ہے تحریر فرمایا۔ ۲۷۵
- مکتوب ۱۹: مولانا محمد صدیق کے نام عوام و خاص اخص الخواص کے ایمان کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۷۷
- مکتوب ۲۰: مولانا حسن علی کے نام وعظ و نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۷۸
- مکتوب ۲۱: شاہ خواجہ زبیری کے نام آیت کریمہ استجبوا للربکم لآیہ میں ذکر کی ہوئی استجابت کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ بیشک تمام کمالات شریعت غوا میں مندرج ہیں۔ ۲۷۹
- مکتوب ۲۲: افادت دستگاہ شریعہ کے نام ممکن کی حقیقت اور فائدے حقیقی کی وضاحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۰
- مکتوب ۲۳: حافظ عبد الغفور کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ موجد کا طالب ماسوی کا طالب ہے۔ ۲۸۰
- مکتوب ۲۴: مولانا محمد صدیق کے نام اس اقدس عالی کی تعبیر میں تحریر فرمایا جو انھوں نے لکھا تھا۔ ۲۸۱
- مکتوب ۲۵: خواجہ محمد حکیم ولد قاضی سلم کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تمام کمالات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع میں مختص ہیں اور اس بات کے بیان میں کہ مشرک کے باطن سے فیض حاصل کرنا مرید کی محبت کے انداز سے مطابقت ہے۔ ۲۸۳
- مکتوب ۲۶: حافظ محمد شریف کے نام خائے قلب و نفس مائل کرنے کی نصیحت و ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۴
- مکتوب ۲۷: یہ بھی حافظ محمد شریف کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۵
- مکتوب ۲۸: مولانا محمد صدیق کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں جو کہ حالات و سوالات پر مشتمل تھا تحریر فرمایا۔ ۲۸۵

- مکتوب ۱۳۴: مولانا حسن علی کے نام اس طریقہ عالیہ کے بزرگوں کی تعریف میں اور ان کے اسرار عالیہ کے اشارات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۶ {
- مکتوب ۱۳۵: یہ بھی مولانا حسن علی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ منصب قضا کی عہد پر آج نہایت مشکل ہے۔ ۲۸۷ {
- مکتوب ۱۳۶: ملا نعمت اللہ کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۸ {
- مکتوب ۱۳۷: میرزا عبید اللہ کے نام اجمالی طور پر دقیق اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۹ {
- مکتوب ۱۳۸: مولانا محمد صدیق کے نام بلند ہمتی کی ترغیب اور اس راز کو منکشف کرنے میں تحریر فرمایا کہ توجہ کے برخلاف غیر توجہ میں نسبت زیادہ ہو جاتی ہے۔ ۲۸۹ {
- مکتوب ۱۳۹: پشاور کے دوستوں کے نام عارف کامل کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۹۰ {
- مکتوب ۱۴۰: شیخ علیم جلال آبادی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت بعض درجات کی ہیں اور بعض وہی اور اعتقاد عمل کو بعض میں دخل ہے اور بعض میں دخل نہیں ہے۔ ۲۹۱ {
- مکتوب ۱۴۱: میرزا عبید اللہ ریگی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ موجود حقیقی کو توہم کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں ہے۔ ۲۹۱ {
- مکتوب ۱۴۲: محمد کاشف کے نام اس سوال کے جواب میں جو انھوں نے ذکر لسانی نفی اثبات کے بارے میں کیا تھا کہ (اس میں) کلمہ محمد رسول اللہ کو کلمہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ کتنی باریں ملائے اور نماز وتر کے بعد سجدہ کرنے کے متعلق ان کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۲۹۲ {
- مکتوب ۱۴۳: شیخ محسن کشمیری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ طالب نابینا کا حکم رکھتا ہے اور اس کا کسی کامل کی خدمت میں پہنچنا محض عطائے الہی ہے۔ ۲۹۳ {
- مکتوب ۱۴۴: مولانا محمد صدیق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اصل کا معاملہ وزراء اور اہل ہے اور جو کچھ اس کے خلاف ہے وہ ظلال سے ہے۔ ۲۹۵ {
- مکتوب ۱۴۵: محمد عاشور بخاری کے نام اس بارے میں کلمہ طیبہ توحید کے نام سلوک کے خلاصہ کو شامل ہوا و مفید نصیحتوں کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۹۶ {
- مکتوب ۱۴۶: مولانا محمد صدیق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ظہور کو اس سبحانہ کے جمال و انعام کی طرح ترقی و لذت کا سبب سمجھنا چاہئے۔ ۲۹۷ {
- مکتوب ۱۴۷: میر محمد خاں کے نام تعمیر اوقات پر ترغیب اور مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے اور حسن خلق کے فضائل کی احادیث کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۹۸ {
- مکتوب ۱۴۸: ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ بلنی و شراست حسن جمال کے آئینے ہیں۔ ۳۰۳ {
- مکتوب ۱۴۹: مولانا محمد صدیق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ حزن اس دار دنیا کے لئے لازمی ہے اور یہ کہ نسبت اگر ظاہر سے چھپ جائے اور باطن میں جلوہ گر ہو تو مضر نہیں ہے۔ ۳۰۵ {

- مکتوب ۱۵۱: شرح محمد شریف کاشانی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس راہ میں فنا پہلا قدم ہے۔ ۳۰۶
- مکتوب ۱۵۱: ملا نعمت اللہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نسبت باطن جس قدر قوی ہوتی جاتی ہے احکام شرعیہ کے ساتھ آراستگی اسی قدر زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ ۳۰۷
- مکتوب ۱۵۲: فتح خاں شیرپوری کے نام اس شبہ کے حل میں تحریر فرمایا جو انھوں نے حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاؤ الدین نقشبند) قدس سرہ کے کلام پر ظاہر کیا تھا۔ ۳۰۸
- مکتوب ۱۵۳: حاجی حسین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ فنا و بقا سے مقصود ماسوی کی گرفتاری کا زائل ہونا اور خالص بندگی ہے نہ کہ کوئی اور بات۔ ۳۰۹
- مکتوب ۱۵۴: میرزا عبید اللہ کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا جو کلام کے عریضہ میں درج تھے۔ ۳۱۰
- مکتوب ۱۵۵: شیخ عرب بخاری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ظاہر کی تعمیر باطن کی تخریب ہے اور یہ کہ جو حالت نماز میں پیش آتی ہے وہ انتہا کی خبر دینے والی ہے۔ ۳۱۴
- مکتوب ۱۵۶: اپنے پیر زادے خواجہ محمد عبید اللہ کی خدمت میں اس بارے میں کہ فتاویٰ و تجلی ذات کے ماوراء دوسرے معاملات بہت ہیں اور نواز کے بعض کمالات کے بیان اور حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ) کے اس مقام کی شرح میں کلاموں نے فرمایا ہے فتاویٰ کے بعد ہوا جس و آواز (شیطانی و نفسانی خطرات) کا ظہور مضر نہیں ہے، تحریر فرمایا۔ ۳۱۵
- مکتوب ۱۵۷: مولانا عبد الغفور سمرقندی کے نام پیر دستگیر اور ان کے اصحاب کے ساتھ بہت زیادہ محبت کے اظہار میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ یہ وقت ان کی نسبت شریفیہ کے ظہور کی نایاب نہیں رکھتا۔ ۳۱۹
- مکتوب ۱۵۸: مولانا محمد ضیف کے نام اور دوسرے اظہار اور آخرت کی بقا کے مطلوب پر کمالات کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۲۱
- مکتوب ۱۵۹: شرح حسن کے نام نعمت کے شکر پر سہمانی کرنے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے مکر (تدبیر) سے ڈرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۲۲
- مکتوب ۱۶۰: شیخ عبد اللطیف لشکر خانی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نظام (بھی) باطن کی طرح دائمی صورت کے ساتھ موصوف ہونا چاہئے۔ ۳۲۳
- مکتوب ۱۶۱: حقائق آگاہ خواجہ محمد صدیق کشمی کے نام مطلوب جل و عز کی عظمت اور بہت کو بلند کرنے پر سہمانی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۲۵
- مکتوب ۱۶۲: ارشاد سپاہ میر محمد نعمان کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مطلوب حقیقی سے مالک کا نصیب استہلاک (فنایت) کے سوا ہی نہیں ہے۔ ۳۲۶
- مکتوب ۱۶۳: یہ بھی ارشاد سپاہ میر محمد نعمان کی خدمت میں بعض دقیق اسرار اور اپنی خاص کیفیات متعلق اشارات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۲۷

کتوب ۱۶۴: تربیت خاں کے نام اس بارے میں کہ طالب حق چلے علا اس دار (دنیا) میں ہمیشہ دروگداز
۳۲۸ { کے ساتھ ہے اور دنیا کی مذمت میں تحریر فرمایا۔

کتوب ۱۶۵: شیخ الیاس کے نام اس طریقہ عالیہ کے بعض اصطلاحی کلمات کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۳۳۰

کتوب ۱۶۶: حافظ عبدالکریم کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۳۳۴

کتوب ۱۶۷: یہی حافظ عبدالکریم کے نام مطلوب کی منزلیں و دعوت کی بلندی پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۳۵

کتوب ۱۶۸: آغا رشید کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس راہ کی پہلی شرط فنا ہے۔ ۳۳۷

کتوب ۱۶۹: میرضیاء الدین حسین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عمل سے مایوسی کم (فراوانی) پر
= { اعتماد کو مستلزم ہے۔

کتوب ۱۷۰: مولانا محمد ضیف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ذکر کسی غرض کے ساتھ حتیٰ کہ احوال و
۳۳۸ { مواجد کے ساتھ بھی ملا ہوا نہیں ہونا چاہئے۔

کتوب ۱۷۱: حاجی محمد افغان کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۳۹

کتوب ۱۷۲: محمد کاشف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ کمالین کے حق میں ظاہر (دیکھی) باطن کی طرح
= { دائمی حضور کے ساتھ متصف ہے۔

کتوب ۱۷۳: خواجہ ابراہیم کے نام ان کے اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو کسی بزرگ کی عبارت کے
۳۴۱ { معنی سے متعلق تھا کہ انھوں نے کہا ہے کہ میں حق تعالیٰ کے علم کو اپنے علم میں گم پاتا ہوں۔

کتوب ۱۷۴: خواجہ گدا کے نام اجمال کے طور پر خلاصہ سلوک کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۴۲

کتوب ۱۷۵: حاجی حسین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مشاہدات اور تمحیلات کی نفی کرنی چاہئے۔ =

کتوب ۱۷۶: میرزا الطاف اللہ بن سعید خاں کے نام اس بارے میں کہ قضا معرفت کیلئے شرط ہے اور اس اعلیٰ
۳۴۳ { دولت کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

کتوب ۱۷۷: ملا جمال الدین کے نام اس بارے میں کہ کشف و قلندر پر اعتماد نہیں رکھنا چاہئے اور قابل اعتبار
۳۴۴ { کمال صانع حل و علایا معرفت ہے اور فنا کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

کتوب ۱۷۸: مولانا حسن علی کے نام علوم شرعیہ کے حاصل کرنے اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام و آلہ
۳۴۶ { کی سنتوں کو روزہ کرنے پر ترغیب دینے اور دیگر نصیحتوں کے بیان میں تحریر فرمایا۔

کتوب ۱۷۹: خواجہ محمد صدیق کے نام شریعت پر استقامت چاہئے اور شدت کی محبت پر رہنمائی کرنے کے متعلق اور
۳۴۷ { اس بارے میں کہ حصول نسبت و چیز اور وضاحت میں کہ حال ہوا اور اس حال کا علم ہو تحریر فرمایا۔

کتوب ۱۸۰: حقائق و معارف آگاہ جامع علوم ظاہری باطنی شرح محمدی و آثار کائنات کی خدمت میں حضرت محمد الفانی رضی اللہ
۳۴۹ { کی خصوصیات اجمال کے طور پر بیان کرنے اور ایک روش کے احوال کے درجے ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

اس کا نام مولانا محمد رفیع الدین ہے اور اس کا

- کتوبہ ۱۸۱: مولانا جمال الدین کے نام مقام جمع کے بیان اور فرق بعد الجمع کے حاصل کرنے کی ترغیب میں تحریر فرمایا۔ ۳۵۱
- کتوبہ ۱۸۲: میرزا عبد اللہ کے نام احوال کی تشریح، استفسارات کے جوابات اور حضرت خضر علیہ السلام کی حیات و موت کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ ۳۵۳
- کتوبہ ۱۸۳: اس مقدس درگاہ کے خاک نشینوں میں سب سے کم درجہ فقیر خیر محمد عبد اللہ عفی اللہ تعالیٰ عنہ زلاتہ کے نام بعض رفیق اسرار کے ذکا اور ان شبہات کے حل میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس کی بعض تحقیقات پر وارد ہوتے ہیں۔ ۳۶۴
- کتوبہ ۱۸۴: ارشاد نیاہ میر محمد نغان کے نام اپنے اعمال کو ناقص دیکھنے اور ان (مجدد الف ثانی) قدس کی نسبت کے انکشاف کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۷۰
- کتوبہ ۱۸۵: میرک عطار اللہ کے نام سالک کی عدمیت اور ممکن کی ماہیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۷۱
- کتوبہ ۱۸۶: میرزا امان اللہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اگرچہ قرب ولایت میں اطمینان نفس (کا حصول) ہے لیکن اس کا کمال قرب نبوت میں ہے۔ ۳۷۲
- کتوبہ ۱۸۷: آغا رشید کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ انسان کی پیدائش سے مقصود حق تعالیٰ جل شانہ کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ ۳۷۳
- کتوبہ ۱۸۸: خواجہ عبد الصمد کابلی کے نام اس بارے میں کہ مرید سیر کے کمالات کا آئینہ اور نصیحتوں کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۷۴
- کتوبہ ۱۸۹: محمد مزارہ عالی قدر شیخ محمد صنفہ اللہ سلمہ ربہ کی خدمت میں اس پاکیزہ کلام کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی قدس سرہ کو الہام کیا گیا ہے کہ میں نے تیری دنیا کو آخرت بنا دیا۔ ۳۷۵
- کتوبہ ۱۹۰: محمد مزارہ محمد سیف الدین کے نام اس معرفت کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی قدس سرہ) سے سنی گئی تھی۔ ۳۷۶
- کتوبہ ۱۹۱: فقیر خیر محمد عبد اللہ عفی اللہ عنہ کے نام کامل معرفت والے عارف کی ذات محبوب کے کمالات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۷۷
- کتوبہ ۱۹۲: یہ بھی فقیر خیر محمد عبد اللہ عفی اللہ عنہ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ایشاں سلمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اصالت کی بشارت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۷۸
- کتوبہ ۱۹۳: محمد مزارہ بلند مرتبہ خواجہ محمد نقشبند سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض مکاشفات کے بطریق اجمال بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۷۹
- کتوبہ ۱۹۴: مولانا محمد افضل کے نام حضرت ایشاں سلمہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقامات عالیہ اور اس اشارے کے بیان میں تحریر فرمایا کہ یہ مقام عالی اصالت اور محبوبیت کے ساتھ مربوط ہے۔ ۳۸۰

- مکتوب ۱۹۵: محمد زارہ خواجہ محمد نقشبند (قدس سرہ) کی خدمت میں حضرت خیرا بر علی الصلوٰۃ والسلام کے
 ۳۸۱ { ملت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اتباع کرنے کے بھید کو ظاہر کرنے اور بعض پوشیدہ اسرار کے بیان میں
 تحریر فرمایا۔ یہ معرفت حضرت مجدد الف ثانی کے ملفوظات میں ہے۔
- مکتوب ۱۹۶: محمد زارہ عالی مرتبت شیخ محمد صبغۃ الشریک کی خدمت میں اس مقام کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ
 ۳۸۲ { مقام رضا کے اوپر ہے۔
- مکتوب ۱۹۷: ملا سجاد کے نام ان کے حریف کے جواب میں جو کہ وارثات پر مثل تھا اور بعض مولوں کے جواب میں جو کہ انھوں نے چھپ کر تحریر فرمایا۔
 مکتوب ۱۹۸: آغا رشید کے نام اس بارے میں کہ اس طریقہ عالیہ میں فیض کا اخذ کرنا البتہ محبت شیخ سے تعلق رکھتا ہے اور
 ۳۸۴ { آداب شیخ کی رعایت اور دوام ذکر پر ترغیب دینے اور فناء قلبی غصہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۱۹۹: حاجی حسین کے نام ان ازواج و موافقہ کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے لکھے تھے۔
 ۳۸۵ { مکتوب ۲۰۰: صوفی نور بیگ کے نام دوام ذکر اور قوت اختیار کرنے پر ترغیب دینے اور ناقص کو طریقہ سکھانے کی
 ۳۸۶ { اجازت دینے کے سبب میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ جو کچھ واقعات میں ظاہر ہوئے ہیں کچھ اعتبار نہیں رکھتا۔
- مکتوب ۲۰۱: مولانا محمد طفیل کے نام ان کی نسبت کے بیان اور نصیحتوں کے ذکر میں تحریر فرمایا۔
 ۳۸۷ { مکتوب ۲۰۲: حافظ محمد شریف کے نام نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔
 ۳۸۸ { مکتوب ۲۰۳: ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام فتاویٰ کے پیچیدہ اسرار قیومیت کے دقائق اور انسان کامل
 ۳۸۹ { کی جامعیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۲۰۴: اسرار شریک کے نام ممکن کے فقر اور واجب تعالیٰ عزوجل کے غنا کے بیان میں تحریر فرمایا۔
 ۳۹۰ { مکتوب ۲۰۵: میرزا امان اللہ برہانپوری کے نام حق سبحانہ و تعالیٰ کی ولایت اور ولایات ثلاثہ صغریٰ و کبریٰ و علیا کے
 بعض کمالات کی باتوں اور جو کمال اس کو اوپر ہے ان سب کے مجمل و مختصر بیان میں تحریر فرمایا۔
 ۳۹۱ { مکتوب ۲۰۶: خفایا کا گاہ خواجہ محمد اکرم کشمی کے نام اپنے اور ان قدس سرہ کے بعض کمالات کے متعلق اشارات کی بارے میں اردو۔
 ۳۹۲ { مکتوب ۲۰۷: شیخ عبداللطیف شکر خانی کے نام وعظہ تذکیر اور نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔
 ۳۹۳ { مکتوب ۲۰۸: محمد یوسف خادم کے نام حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کے مکاشفہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔
 ۳۹۴ { مکتوب ۲۰۹: میرزا اسماعیل خان بیگ کے نام نصیحت اور طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہ ابراہیم کی تعریف میں تحریر فرمایا۔
 ۳۹۵ { مکتوب ۲۱۰: میرک عباد اللہ ولد قاضی محمد زبیر کابلی کے نام علم کے دو قسم میں منقسم ہونے اور جو علم واجب تعلق
 ۳۹۶ { رکھتا ہے اور جو علم ممکن سے تعلق رکھتا ہے ان دونوں میں تمیز کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۲۱۱: میر محمد خانی کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔
 ۳۹۷ { مکتوب ۲۱۲: ملا گل محمد مفتی پشاوری کے نام عزائم امور اہم کاموں پر رہنمائی کرنے کے بیان میں
 ۳۹۸ { تحریر فرمایا۔

- مکتوب ۲۱۳: حاجی محمد عارف کے نام اور جہات ولایت و لطائف عالم امر اور ان کے مناسب امور لطائف عالم خلق کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۰۰
- مکتوب ۲۱۴: مولانا محمد صدیق و مولانا حسن علی کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۰۲
- مکتوب ۲۱۵: صاحب کمالات صوری و معنوی مخدوم زادگی شیخ محمد صبغة اللہ سلمہ ربہ کے نام موت اور نیند کی نسبت کو حیات و بیداری پر ترجیح کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۰۴
- مکتوب ۲۱۶: ممر زفاں کے نام فنا حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۰۳
- مکتوب ۲۱۷: ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام عینیت و زیادتی وجود کے بارے میں مذہب علماء و صوفیہ کچیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس مسئلہ شریف میں اُن کا اپنا مختار کیا ہے۔ ۴۰۴
- مکتوب ۲۱۸: ہمت خاں کے نام اس بارے میں کہ عارف کے لئے تمام امور ترقی کا رتبہ ہو جاتے ہیں اور آیت کریمہ و اذکر ربک اذا نسیت کی تاویل میں تحریر فرمایا۔ ۴۰۶
- مکتوب ۲۱۹: بکترین درویشاں محمد عبید اللہ کے نام ان معارف کے بیان میں جو نزول سے متعلق ہیں اور بشر کے شہود کی فرشتے کی شہود پر فضیلت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۴۰۸
- مکتوب ۲۲۰: مولانا محمد صدیق کے نام اس بیان میں کہ کفار کے لئے دوزخ میں پورا پورا ایدہ ہے اور ان کو حق میں (ایک) بشارت کے ذکر میں تحریر فرمایا۔ ۴۰۹
- مکتوب ۲۲۱: ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام اس عارف کی بلند ہمتی کے بیان میں جو کہ جمہوریت بہرہ ور ہے اور اس کے مناسب معارف کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۱۰
- مکتوب ۲۲۲: یہی ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام آیت کریمہ و قد منا اللہ کی تاویل میں تحریر فرمایا۔ ۴۱۲
- مکتوب ۲۲۳: شیخ فیض اللہ بنگالی کے نام ان شہادت کے حل میں جو کہ انھوں نے امام ربانی محمد طائف ثانی (قدس سرہ) کے کلام پر کئے تھے اور بیچنی کے معاملات منکشف ہونے کی کیفیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۱۵
- مکتوب ۲۲۴: میرزا عبد اللہ ربیع کے نام بعض مباحثہ (و جہ کیفی) کی شرح اور استفسارات کے حل میں تحریر فرمایا۔ ۴۱۶
- مکتوب ۲۲۵: حاجی محمد عارف کے نام بعض حالات و مقامات کی تفصیل میں تحریر فرمایا۔ ۴۱۸
- مکتوب ۲۲۶: مولانا محمد صدیق کے نام شیخ (پیر) ہونے کیلئے بعض ضروری امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۱۹
- مکتوب ۲۲۷: میرزا امان اللہ کے نام دروہجت کی فضیلت اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ جو شخص آخرت کی تعمیر میں مشغول ہے وہ اس دروہجت کے ساتھ موصوف ہے۔ ۴۲۰
- مکتوب ۲۲۸: مولانا محمد صدیق کے نام سنت کو زندہ کرنے اور بدعت کو مٹانے پر ترغیب دینے اور الہام کے ظنی ہونے اور بندگی کے پسندیدہ طریقے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۲۱
- مکتوب ۲۲۹: مخدوم زاہد خواجہ محمد شرف کی خدمت میں اپنے حضرت پیر و شگیر فیضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض اہامات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۲۲

- مکتوب ۲۳۱: پیرزادہ خواجہ محمد عبداللہ (صاحبزادہ خواجہ باقی باللہ قدس سرہ) کی خدمت میں آنجناب کے مکتوب کے جواب میں اور اس مکتوب کے بعض معاملات پر اعتراض اور حکم کے اس قول کو دور کرنے میں کہ موجود معدوم نہیں ہوتا اور معدوم موجود نہیں ہو جاتا اور نماز کے کمالات کے ذکر میں اور اس تحقیق میں تحریر فرمایا کہ وجودِ اللہ ہے یا عین ہے۔
- مکتوب ۲۳۱: حقائق و معارف آگاہ مخدوم زادہ گرامی شیخ محمد صبغۃ اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے مکاشفہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۲۳۲: میر شمس الدین علی خلخالی کے نام کمالات فائے نفس کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۲۳۳: شیخ عبدالہادی بدایونی کے نام درویشوں کی خدمت اور ان کے ساتھ محبت کی فضیلت میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۲۳۴: خواجہ محمد کاظم کے نام ان کے والد خواجہ محمد ہاشم کی تعزیت کے بارے میں اور تحصیل کمالات کی طرف اشارہ اور نصائح کے ذکر میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۲۳۵: مخدوم زادہ محمد سیف الدین (قدس سرہ) کے نام حق سبحانہ کی نعمت کے بیان کرنے اور اعمال کی کوتاہی کو دیکھنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۲۳۶: فقیر حقیر محمد عبداللہ عفی عنہ کے نام حقیقتِ صلوٰۃ کے اسرار کے ایک رمز کو اجمال کے طور پر بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۲۳۷: مخدوم زادہ خواجہ محمد نقشبند سلمہ ربیہ کی خدمت میں حضرت ایشان سلمہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقامات کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۲۳۸: مخدوم زادہ خواجہ محمد اخذ کے نام میں حضرت ایشان (خواجہ محمد معصوم قدس سرہ) صاحب مکتوبات حضرت کے بارے میں بعض برکت حال ہونے کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۲۳۹: میرک عباد اللہ ولد قاضی محمد زاہد کابلی کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ سے سنی ہوئی ایک معرفت کی شرح میں صادر فرمایا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقدمہ

الحمد لله العلی الاعلی والصلوة والسلام علی رسولہ المصطفیٰ وعلی آلہ وصحبہ البررة التقی، اما بعد حق سبحانہ وتعالیٰ کے بے انتہا حمد و شکر اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام کے بعد عرض ہے کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرسندی قدس سرہ السامی کے صاحبزادے اور جانشین حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے مکتوبات شریفہ بھی بزبان فارسی و عربی آپ کے والد بزرگوار کے مکتوبات شریفہ کی طرح بہت بلند درجہ رکھتے ہیں اور شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت کے جامع اور ادب و انشاء کا اعلیٰ شاہکار ہیں، ان میں سالکانِ طریقت کو پیش آنے والے سوالات کے جوابات، خوابوں کی تعبیرات اور بہت سے فقہی مسائل کا حل ہے، نیز مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے بہت سے ادق مقامات کی تشریحات پر مشتمل ہیں جو سالکانِ طریقت کے لئے ایک بے بہا ذخیرہ اور انمول خزانہ ہیں۔

مکتوباتِ معصومیہ ان مکاتیبِ عالیہ کا مجموعہ ہے جو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی وفات کے بعد لکھے گئے البتہ جلد اول کی ترتیب و تدوین کی سعادت حضرت عروۃ الوثقی کے صاحبزادہ سوم حضرت خواجہ محمد عبید اللہ فرج الشریعہ کو حاصل ہوئی انھوں نے سن ۱۳۹۵ھ میں جس کا مادہ تاریخ ”درۃ التاج“ ہے اس مبارک کام کا آغاز کیا اور سن ۱۳۹۶ھ میں جس کا مادہ تاریخ ”جمع کمالاتِ نبوت“ ہے اختتام کیا۔ اس کے بعد نقل در نقل قلمی نسخوں کا سلسلہ جاری رہا، حتیٰ کہ مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول کا اصل فارسی نسخہ غالباً پہلی مرتبہ تقریباً ڈھائی سو سال بعد سن ۱۳۹۶ھ میں مطبع نظامی کانپور سے طبع ہو کر شائع ہوا اور پھر نایاب ہو گیا بعد ازاں اب ۱۳۹۶ھ میں محترم جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب، مظاہر العالی نے فارسی مکتوباتِ معصومیہ کے تینوں دفتروں کو شائع کر دیا۔

افسوس کہ اسقدر اہم خصوصیات کے باوجود ان مکتوبات شریفہ کا اردو ترجمہ کرنے کی جانب اس وقت تک کسی نے توجہ نہ دی جس کی وجہ سے اردو داں حضرات ان مکتوبات عالیہ کے مطالعہ اور ان کے فیوض و برکاتِ علمی و روحانی سے محروم رہے، بنا بریں عاجز کو ان کے اردو ترجمہ کا خیال آیا اگرچہ اپنی کم علمی اور عدم قابلیت کی بنا پر اور مکتوبات شریفہ کے مضامین کی بلندی و عظمت کے پیش نظر ترجمہ کرنے میں تاثر تھا اور چاہتا تھا کہ سلسلہ عالیہ کے کوئی بزرگ جن کو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی قدس سرہ اور حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے مکتوبات شریفہ کے مضامین پر عبور حاصل ہو نیز عربی فارسی اور اردو زبان میں بھی اچھی دسترس رکھتے ہوں اس کام کو انجام دیں تو اچھا ہے، مگر ابھی تک یہ خواہش تشنہ تکمیل رہی، ناچار حق سبحانہ و تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے خود ہی اس کام کو شروع کر دیا۔ ترجمہ کرتے وقت فارسی کا ایک قلمی نسخہ اور قدیم و جدید ہر دو مذکورہ مطبوعہ نسخے اس عاجز کے پیش نظر رہے ہیں، نقل در نقل کی وجہ سے بعض اصل عبارات میں تصحیف و تغیر ہو جانا لازمی تھا جس سے ترجمہ کرنا اور بھی دشوار تھا۔ اس تعالیٰ شانہ کا بے حد و لا انتہا شکر ہے کہ اس نے ان مشکلات کے باوجود اس نا توان کو مکتوباتِ معصومیہ کے دفتر اول کا اردو ترجمہ مکمل کرنے کے بعد ناظرین کے سامنے پیش کرنے کی سعادت بخشی۔ فالحمد للہ علی احسانہ ۛ

بشیر احمد ہر آں چیز کہ خاطر میخو است

آخر آذر پس پردہ تقدیر پدید

ترجمہ میں اس بات کا بھی اہتمام کیا گیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف والے اس تازہ مطبوعہ فارسی نسخہ کے صفحات حاشیہ میں دیدیے گئے ہیں تاکہ اگر کوئی صاحب فارسی مکتوبات سے رجوع کرنا چاہے تو تلاش میں زحمت نہ ہو، نیز جہاں جہاں قرآن کریم کی آیات مبارک آئی ہیں وہاں بھی سہولت کے پیش نظر حاشیہ میں اور پر سورت کا نمبر اور نیچے آیت کا نمبر دیدیا گیا ہے، مکتوبات شریفہ میں آئی ہوئی جن احادیث کا حوالہ مل سکا حاشیہ پر لکھ دیا ہے اور ان مکتوبات شریفہ میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات شریفہ کی جو عبارتیں مذکور ہیں ان میں سے جن عبارتوں کا حوالہ اس عاجز کو مل گیا وہ بھی حاشیہ پر درج کر دیا گیا ہے۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ جہاں کہیں کوئی غلطی پائیں اس کو اس عاجز کی کم علمی اور سہو پر محمول کرتے ہوئے معذور سمجھیں اور نہ بانی فرما کر صفحہ و سطر وغیرہ کی نشاندہی کے ساتھ

اُس غلطی اور اس کی تصحیح سے اس عاجز کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح و درستی کی جاسکے، یہ عاجز ان حضرات کا ممنون ہوگا اور انھیں ثواب بھی ہوگا کیونکہ کتاب کا ترجمہ جس قدر صحیح ہوگا صاحب کتاب کا مفہوم اسی قدر واضح ہو سکے گا اور کتاب کی اشاعت اسی قدر عوام کی اصلاح اور تبلیغ دین کے لئے مفید ہوگی۔

آخر میں ان معاونین حضرات کا ذکر بھی بیجا نہ ہوگا جنہوں نے اس کا رخیہ میں تکلیف فرما کر اور اپنا قیمتی وقت دیکر عاجز کو سہولتیں بہم پہنچائیں چنانچہ محترمی جناب مولانا ڈاکٹر محمد مظہر لقا صاحب مدظلہ العالی پروفیسر شعبہ اسلامیات کراچی یونیورسٹی نے مکتوبات معصومیہ دفتر اول کے تمام ترجمہ پر نظر فرما کر اپنے مفید مشوروں اور مناسب اصلاحات سے اس عاجز کی مدد فرمائی اور محترمی جناب پروفیسر ڈاکٹر خان رشید صاحب مدظلہ العالی نے بھی زبان کی اصلاح وغیرہ میں اپنے مفید مشوروں سے اس عاجز کی مدد فرمائی اور محترم جناب عبدالغنی صاحب نظام ایم اے، ایل ایل بی نے بھی اس کی تصحیح وغیرہ کیلئے اپنا قیمتی وقت دیا اور حاجی محمد اعلیٰ صاحب نواس عاجز کی تالیفات کے خصوصی معاون ہیں ہی۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ان سب حضرات کو اور دیگر معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے، نیز ہماری ان کوششوں کو قبول فرما کر حضرت عروۃ الوثقی کی تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی سعادت سے سرفراز فرمائے آمین ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و الواصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ۵

الراجی الی ربہ الغفور

احقر سید زوار حسین عفا اللہ عنہ وعن والذیہ

جمعہ ۲۵ شوال المکرم ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۹ ستمبر ۱۹۷۸ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

رَبِّاَ جَلَّالٌ كَبَّارٌ

۵۴

الحمد لله العلی الاعلیٰ والصلوة والسلام علیٰ رسولہ محمد کما یحب ربنا ویرضیٰ و
 علیٰ المرصحة کما یلیق بجلو شانہم فیجری اہا بعد [اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جو کہ العلی الاعلیٰ ہے اور
 اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا صلوة و سلام ہو جیسا کہ ہمارا رب پسند کرتا اور چاہتا
 ہو اور اُن کے آل و اصحاب پر بھی ان کی بلند شان کے لائق و شایاں صلوة و سلام ہو۔ اہا بعد] یہ تفرق موتی
 اور منتشر حواہیں جو کہ بحر عرفان کے شتا وروں نے غیبِ ہونیت کی گہرائی سے جذباتِ احدیت کی
 غوطہ زنی کر کے نکالے ہیں اور پردہ ہائے امکان کے کوہکنوں نے واحدیت کے سراپردوں کی کان سے
 ریاضت کے تیشہ سے بلکہ غایتِ الہی کے وسیلہ سے حاصل کئے ہیں جو امع الکلم کے صدف میں پوشیدہ
 اور مجامع الحکم کی کیمنگاہ میں مستور، اسرارِ خفیہ و علومِ بدیعہ کو شامل اور شواہدِ عجیبہ و معارفِ غریبہ
 پر مشتمل، انوارِ کمال کا گلزار، غنچہ ہائے وصال کا چمن، گلستانِ رفعت کا شگوفہ، بارغِ ہدایت کی
 شرابِ نونہ، تشبیہ کے حقائق کو حل کرنے والے، تہذیب کے دقائق کی کنجی، مراتبِ ولایت کی شرح،
 کمالاتِ نبوت کی وضاحت، شریعت کی توضیح اور حقیقت کی تنقیح (صاف ستھرا کرنا) و دلائلِ محکمات کی
 تعبیر آیاتِ متشابہات کی تاویل، علماء کے طور طریقے اُن کی ابتدائی باتوں سے ظاہر اور اکابر صوفیوں
 کے احوال اُن کے مقدمات سے نمایاں، متاخرین کے منازل اُن کے عروج کے لئے زمیہ اور اُن کا ایک
 نکتہ متقدمین کے مدارج کے لئے نگیستہ، نقطہ اصول کا دائرہ، دائرہ وصول کا نقطہ، مقاماتِ قیومیت
 خلت کی تفصیل، عجبت و محبوبیت کے مراتب کا اجمال، ۵

۵ فقی کل لفظ منہ روض من المنی وفي کل سطر منہ عقد من الدن

[پس اُس کے ہر لفظ میں تینوں کا ایک باغ و صحر اور اُس کی ہر سطر میں تینوں کا ایک ہار و پہناں ہے] اللہ تعالیٰ اپنے منظر کے ظلال اور اپنے منظر کے برکات کو ہمیشہ قائم رکھے اور وہ منظر انسان کا کل اور فرجام اولیاء کی نشانی اور انبیاء کا معجزہ، ملک ولایت کا تاج و تاجہ انتہا کے تحت کا مالک، میدان کمال کا سوار و جلال و جمال کے اسرار کا نگہبان، آسمان ہدایت کا ستارہ اُفق نہایت کا آفتاب، فیض رسانی کی کیفیات کے لئے کشادہ دست و جد و شوق کی نعمتوں کو پھیلانے والا اعراض کے درمیان جوہر اور عالم کے لئے جو کہ صفات کا ظل ہے ذات ہے، ۵

لے آتکے چو ذات خود سراپا آنی بر سر خلافت بشر برہانی

عالم عرض و ذات تو آنرا جوہر لے جوہر والا زکدامین کا نی

[لے کہ تو اپنی ذات کی طرح سراپا شان والا ہے، تو بشر کی خلافت کے بھید پر برہان ہے، عالم عرض ہے اور تیری ذات اس کے لئے جوہر ہے، اے عالی مرتبہ جوہر تو کس کان سے ہے] عالموں کے لئے تو ام اور جہانوں کے لئے قیوم، انبیاء و مرسلین کے وارث، ۵

کلید رک الوصف لمطری خصائصہ وان یکن سابقا فی کل ما وصفنا

[مبالغہ کے ساتھ تعریف کرنے والا اس کے خاصوں کا اور لک نہیں کر سکتا اگرچہ ہر اس چیز میں جس کی اس نے تعریف کی ہے سبقت لیجائے والا ہو] [نسباً فاروقی] حسباً محمدی، ماخذ کے اعتبار سے قدسی مولد کے اعتبار سے سرمہندی، او و شیخ محمد معصوم ہیں جو کہ امام ربانی و اویسی رحمانی، سبع مثانی (سورۃ فاتحہ کے اسرار کو کھولنے والے، الف ثانی کے مجدد و رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نائب مناب، حبیب اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہدایت سے ہدایت یافتہ، کمال شیخین و منصب حقین (کے حامل)، صاحب ولایت اصلہ، مخزن انوار الہیہ، خزانہ رحمت و فیض حکمت، دو سمندروں کو ملانے والے اور دو گروہوں میں صلح کرنے والے، ۵

لے ناطقہ زاکلیل کمال تو کلیل بر حال تو ہم حال تو برہان و دلیل

حسن نمک حبیب ز اعجاز امیخت باقتضی مصفی بسر خوان خلیل

[لے کہ تیرے کمال کے تلج (کی تعریف) سے زبان گونگی ہے، تیرے حال پر تیرا ہی حال برہان و دلیل ہے، تیرے حسن نے حبیب کے نمک کو خلیل کے دست خوان کی صاف قند کے ساتھ اعجاز کے طریق پر ملا دیا] امام ہمام مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی حجت، شیعہ احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ و رضی عنہ سبحانہ کے صاحبزادے ہیں۔

[اشر تعالیٰ اُن سے راضی ہوا اور وہ اشر سبحانہ و تعالیٰ سے راضی ہوئے]

صاحب یقین طالبوں اور راہِ مبین کے سالکوں پر ظاہر ہے کہ بارگاہِ ذوالجلال کے دوست اور وصال کے شراب خانہ کے بارہ نوش تخلّق و ابا خلاق اللہ [اشر تعالیٰ کے اخلاق کے ساتھ متخلّق ہو جاؤ] کے حکم کے مطابق اور فَاَتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ [پس تم میری پیروی کرو اشر تعالیٰ تم سے محبت کرے گا] کی بجا آوری کے طور پر، کلامِ الہی جل شانہ کے موافق اور سننِ مصطفوی علیٰ مصداق الصلوٰۃ والسلام کے مطابق کلام کرتے ہیں اور چونکہ کلامِ الہی کی صفت یُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَ يَهْدِي بِهِ كَثِيرًا [اس سے بہت سے لوگ گمراہی اختیار کرتے ہیں اور بہت سے لوگ ہدایت پاتے ہیں] آئی ہے، اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں (بھی) اسی طرح اضلال و اہدا دہانے والوں کو مجھکانا اور ماننے والوں کو راہِ راست پر لانا نے ظہور فرمایا اور اکابر و اولیاء کے کلام میں بھی جو کہ نیک لوگوں کے آقا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کرنے والے ہیں اسی کے مطابق کلمات واقع ہوئے ہیں بلکہ یہ برگزیدہ حضرات جَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ [اس کے راستہ میں جہاد کرو] کے مصداق اپنے بشریت کے وجود کو اُس سبحانہ و تعالیٰ کی راہ میں مشاکر حق تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے وجود کے ساتھ بقا حاصل کر چکے ہیں اور اُن کی زبان شجرِ موسیٰ کاظم اختیار کر لیا ہے، ع

زبانے زبا بود گویندہ او

[زبان تو ہماری تھی اور کہنے والا وہ تھا] الحق ینطق علی لسانِ عمر [حق حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان پر بولتا ہے] اس کے لئے گواہ ہے پس اہل بصیرت و دانشمندیوں پر لازم ہے کہ ان اکابر کے کلمات کو ایمان و یقین کے ساتھ قبول کریں اور ان کے ثمرات کے منتظر رہیں، اور ان علوم و معارف میں جو کچھ کمال درجہ کی نزاکت و لطافت کے باعث اُن کی سمجھ میں نہ آئے اور اس کے سمجھنے میں کچھ کوتاہی محسوس کریں تو ان کلمات کی بھی قرآن مجید کی آیات تشابہات کی طرح تاویل تلاش کریں یا اس کے علم کو اس کے کہنے والے پر تفویض کریں تاکہ اُن کے ثمرات سے بہرہ ور ہوں یہی حق ہے فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ [پس حق (معلوم ہو جانے) کے بعد اس کو نہ ماننا، سوائے گمراہی کے اور کیا ہے] اور چونکہ ان قدسی آیات (مکتوبات) کے اختتام کی تاریخِ غیب کے فرشتے سے ہوش کے کان میں ”جمع کمالات نبوت“ پہنچتی ہے اگر اس ”درة التلج“ کو اسی نام سے موسوم کریں تو مناسب ہے۔

مکتوب

ظلال و عروج کے مراتب کو نہایت نہایت کی بلند یوں تک طے کرنے کے بارے میں اپنے

پیر اور والد بزرگوار رضی اللہ عنہما و تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔

عرضداشت ”بندہ کترین محمد معصوم آستانہ عالیہ کے خاک نشینوں کی بلند بارگاہ میں عرض کرتا ہے
کہ اس حدود کے خادموں کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، سرفراز نامہ عالی جو کہ ممبر خاں کے ہمراہ
ارسال فرمایا گیا تھا اور اس میں اس فراق زدہ گنہگار نااہل و ناکارہ کو طرح طرح کی عنایات سے سربلند
کیا ہوا تھا اُس کے ورود سے مشرف ہوا، ۵

من کہ باشم کہ برآں خاطر عاطر گزرم لطفہا می کنی لے خاکِ دیت تاج سرم

[لے وہ ذات کہ تیرے در کی خاک میرے سر کا تلخ ہے، تو مہربانیاں فرماتا ہے (ورنہ) میں کون ہوں کہ اس معطر دل پر
میرا گزرم؟] میرے قبلہ گاہ! اللہ تعالیٰ کے احسانات کے بارے میں (یہ عاجز) کیا لکھ سکتا ہے اور کن اعضا
سے اُس سبحانہ و تعالیٰ کے احسان کا بدلہ ادا کر سکتا ہے مگر یہ کہ اپنے آپ کو خاک بناوے بلکہ اپنا کچھ نام و نشان
باقی نہ رکھے پھر بھی اس کا حق بجا نہیں لا سکتا، کیونکہ جو عبارت بھی اس طرف منسوب ہوگی وہ بہر حال
قاصر اور عیب و نقصان کے ساتھ داغدار ہوگی، اللہم کما احصی شناء علیک انت کما اثنت علی
نفسک [لے اللہ! میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا تو ایسی ذات ہے جیسی کہ تو نے خود اپنی تعریف کی ہے]

”نازہ مکتوبات و معارف مشرفہ کو برادرِ خواجہ محمد باشم نے آگرہ سے بھیجا تھا وہ بلند
شان کی وجہ سے اس قسم کے نہیں ہیں کہ ہر ناقص کی سمجھ کے لائق ہوں اور یہ جو مندرج ہے کہ تمام
افرادِ عالم ایک ذات واجب عن نشانہ کے اسماء و صفات کے ظلال ہیں پس وہ سب ایسے اعراض ہوں
۵
۱
۲
۳
۴
۵
۶
۷
۸
۹
۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

تو جانا ہے تمام تر وجوہ و اعتبارات میں جانا ہے جو کہ اصل اصول ہیں اور ان اصول و اصولِ اصول سے ذاتِ مجرد تک پہنچنا محال ہے اصول تمام منقطع ہو جاتے ہیں اور ذاتِ عزت شانہ، ماوراءِ ارباب و ارباب کیونکہ اصل کا اطلاق اس بارگاہِ جلِ سلطانہ میں ساقط ہے، آخر کار معاملہ باپوسی تک پہنچا اور کامل یقین کے ساتھ معلوم ہوا کہ جب تیری اصل صفات و اعتبارات ہیں تو تیری کوشش کی انتہا یہ ہوگی کہ اپنے آپ کو اپنے اصول میں فنا اور لائے کر دے اور اصل میں فنا ہو جانے کے بعد اصل سے گزر جانا کوئی معنی نہیں رکھتا، کوئی اور بات چاہئے تاکہ حضرت ذاتِ جلِ سلطانہ سے کچھ حصہ حاصل کرے، اس وقت دل میں خیال آیا کہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ خوب فرماتے ہیں: وما بعد هذا الا العدم المحض (یعنی اصول میں فنا و اضمحلال (نیستی اصل ہونے) کے بعد عدم محض کے سوا کچھ نہیں ہے) کیونکہ اصول کو اس بارگاہ (جلِ سلطانہ) میں منقطع ہو جانے کے سوا کوئی راہ نہیں ہے اور ذاتِ مجرد ماوراءِ ارباب و ارباب جتنا کہ اس رسالہ کی ذاتِ عطائے فرمائیں ذاتِ تعالیٰ و تقدس تک پہنچنا محال ہے اور یہ جو حضرتِ عالی (قدس سرہ) نے لکھا ہے کہ ”اس قسم کے بزرگ ایک زمانہ میں متعدد نہیں ہوتے“ (اس سے) مذکورہ بالا ناامیدی کے علاوہ (مزید ناامیدی) ہوئی اور اس قدر رنج و غم پیش آیا کہ کیا لکھے اس ناامیدی (کی حالت) میں کبھی دل میں یہ آتا ہے کہ کامل تا بعد از کو متبوع کے تمام کمالات میں سے حصہ ہے تو کچھ متعدّد نہ ہونا کس اعتبار سے ہوگا شاید اصالت و تبعیت کا فرق ہو گا لیکن اس قسم کے خیالات اس اضطراب کو تسکین نہیں دیتے کوئی ایسا محرم دروازہ نہیں تھا کہ جس سے دل کا درد بیان کرے، آخر ایتِ کریمہ حتیٰ اذا استأنشئ الرسول و طمئنا آتھم قد کذبوا لجاؤا الھم نصرنا (یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہو گئے اور خیال کرنے لگے کہ وہ (اپنی بات میں) سچے نہ بکھلے تو ان کے پاس ہمدردی مردار پہنچی) کے موافق مکاتیب جلد ثالث کے مکتوبِ ہشتادہم کے آخر پر جو کہ اس فقیر کے نام لکھا ہوا ہے اطلاع دی گئی اگرچہ (پہلے ہی) دفعہ اس مکتوب کو پڑھا تھا لیکن گویا اس بھید سے اطلاع دنیا مصلحت نہیں تھا اسی لئے آنکھ بند کئے ہوئے اس حرف (مضمون) سے گزر جانا تھا اب توجہ شریف سے امیدوار ہے کہ اس معامکا کوئی دروازہ کھل جائے، چونکہ (اس عرضداشت کے) لکھنے کے دوران اس امر پر اطلاع پائی تفصیل کے ساتھ اپنے اندر مطالعہ نہیں کر سکا انشاء اللہ تعالیٰ حضرتِ عالی کی توجہ سے بہرہ ور ہو جائے گا، والعبودیتہ (زیادہ بندگی و آداب)۔

پوشیدہ نہ رہے کہ حضرتِ عالی (خواجہ محمد معصوم قدس سرہ) جس امر کے طلبگار تھے وہ

ذات بخت تک وصول بلکہ اس مرتبہ عالیہ سے کچھ حصہ کا حصول تھا، اس مکتوب کے لکھنے کے کچھ عرصہ بعد اُس (مرتبہ عالیہ) کی بشارت دی گئی اور اس کے ساتھ متحقق ہو گئے چنانچہ اسی جلد کے مکتوب اٹھاسی میں جو کہ خواجہ محمد ضیف کے نام لکھا گیا ہے اس معنی کی تصریح مذکور ہے۔

مکتوب

بعض مخصوص اذواق (کیفیات) کے بارے میں تیرا شہ سبحانہ و تعالیٰ کی غایات کے شامل حال ہونے کے بیان میں اپنے پیر بزرگوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔

”عرضداشت“ کترین بندہ محمد معصوم ذرہ کی طرح بارگاہ عالی کے باریافتگان کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس حدود کے دعا کنندگان کے احوال تو جہات عالیہ کی برکت سے حمد کے لائق ہیں، فرقت و ہجر (جدائی) کے رنج و غم کے علاوہ اور کوئی غم و اندوہ نہیں ہے۔

خیال وصل تو تاحال زندہ می دارد و گرنہ با غم ہجران حیات یعنی چہ

[تیرے وصل کا خیال ابھی تک زندہ رکھے ہوئے ہے ورنہ جدائی کے غم کے ساتھ زندگی کے کیا معنی ہیں] (آپ کے) نہایت قیمتی گرامی نامے بلند معارف و اسرار عالیہ کے ساتھ پے درپے پہنچ رہے ہیں اور معاملہ کو پستی و بلندی تک لے جاتے ہیں، جو مکتوب کہ تجلیات ثلاثہ (کے بیان) پر مشتمل ہے اس زمانے میں پہنچا اپنی استعداد کے موافق اُس سے بہرہ ور ہوا اور کچھ حصہ حاصل کیا اور اس کے بعد وہ مکتوب جو کہ نور صرف ذاتی کے معارف پر مشتمل ہے شرف و درود لایا، اس کے مطالعہ کے وقت نور صرف کا کچھ شعور حاصل ہوا تھا۔ بلکہ اس کے ساتھ فنا و بقا سمجھی تھی اور ایک مدت تک اس میں استغراق رکھتا تھا اگرچہ (اس) تحریر کے وقت وہ نسبت پوشیدہ ہے معلوم نہیں کہ اس کی کیا وجہ ہے، حضرت سلامت! اُس تعالیٰ ثناء کی غایات کے متعلق کیا لکھے اور اُس سبحانہ و تعالیٰ کے احسانات کے بارے میں کس طرح بیان کرے کشاں کشاں لے جاتے ہیں اگرچہ نہیں جانتا کہ کہاں لے جاتے ہیں اور کہاں پہنچاتے ہیں لیکن جو لذات و کیفیات اس عرصہ میں پیش آتی ہیں ان کو بیان نہیں کر سکتا (یہ لذات و کیفیات) ذوقی ہیں بیانی نہیں ہیں۔

من نہ بافتیاز خود می روم از قہائے او آن دو کند غنبریں می بردم کشاں کشاں

[میں اس کے پیچھے اپنے اختیار سے نہیں جاتا ہوں وہ دو غنبریں کمندیں (زلفیں) مجھ کو کشاں کشاں لے جاتی ہیں]

حضرت حق سبحانہ (آپ کی) توجہ عالی سے کامل علم و تمیز عطا فرمائے، رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا [اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ کر دے] اس سے قبل ایک قاصد کے ہمراہ ایک واقعہ لکھ کر بھیجا ہے اگر اس کی صحت اور غلطی کا اتنا یاز کر دیا جائے تو کمال بندہ پروری ہوگی، والحدودۃ

مکتوب

ایک عزیز کی نسبت کے انکشاف میں اپنے پیر بزرگوار رضی اللہ سبحانہ و تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔
 ”عرضداشت“ یہ مکتوب خدام محمد معصوم آستان بوسان بارگاہ عالی کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ جس روز سے حضوری کی سعادت کے شرف سے محروم ہوا ہے اُس درگاہ کے خادموں کی کوئی خبر اس بازو شکستہ کو نہیں پہنچی، بہت منتظر ہے، اس جگہ کے خادموں کے حالات حمد کے لائق ہیں اور وہ اوقات کو دلجمعی کے ساتھ بسر کر رہے ہیں۔ حضرت سلامت! آج رات جو کہ شنبہ (ہفتہ) کی رات (اور) ۲۶ ربیع الثانی ہے میاں شیخ منزل اس دار (دانی) سے رحلت کر گئے، ان کی وفات حسن خاتمہ کے ساتھ ہوئی، دفن کے وقت حضرت عالی کی ایک متبرک کلاہ جو کہ بندہ کے پاس تھی اُس کلاہ کے علاوہ جو کہ حضرت عالی نے بندہ کو خصوصی طور پر عنایت فرمائی تھی اُن کے سر پر پہنادی، اُس کے پہننے ہی یا ایک لمحہ بعد دیکھا کہ اُن میں حضرت عالی کی خاص نسبت جلوہ گر ہو گئی اور اُس عزیز پروری طرح غالب آگئی اس کے بعد اُن کی وہ نسبت تمام قبرستان پر چھا گئی بلکہ تمام گرد و نواح کو نور سے معمور کر دیا، من قبل قبل بلا علّت (جسے قبول کیا گیا بلا سبب قبول کیا گیا)

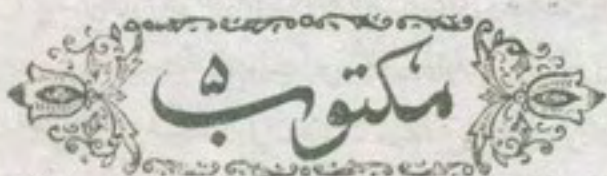
مکتوب

اُس بلند مقام کے حصول کے بارے میں جو کہ اصل الاصل کے ساتھ متعلق ہے اپنے پیر اور والدین کی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔

”عرضداشت“ درگاہ عالیہ کا نیاز مند محمد معصوم خدمت اقدس میں عرض کرتا ہے کہ اس شکستہ بازو کے احوال اُس کعبۂ خواہشات و تمنیات کی توجہ کی برکت سے استقامت کے طریق پر ہیں اور عزیمت امور میں کسی طرح کا فتور واقع نہیں ہوا ہے، امید رکھتا ہے کہ حضرت عالی کی نظر عنایت کے طفیل باقی ماندہ چند

مستعار سانسوں میں بھی فتور واقع نہیں ہوگا۔

دوسری بات یہ عرض کرتا ہے کہ فقیر بہت مدت سے قبض و غم کی حالت میں تھا آخر کار توجہِ عالی سے ایک بسطِ عظیم رونما ہوا اور اس بسط میں نہایت عجیب ترین بلند مقام ظاہر ہوا اُس وقت ایسا معلوم ہوا کہ یہ مقام تمام مقاماتِ ظلال کے اوپر ہے اور اصل الاصل کا مقام ہے کہ جس میں ظلیت کی آمیزش نے راہ نہیں پائی ہے اپنے آپ کو پوری طرح اس مقام میں داخل پایا اور اپنے سر کو اس مقام کے مرکز میں داخل دیکھا اور اپنے باقی حصہ کو اُس مرکز کے نیچے اُس کے بالمقابل دیکھا اور بعض دوسری چیزیں بھی اس وقت میں مشہود ہوئی تھیں اگر حاضر خدمت ہوتا تو شاید عرض کرتا۔



سابقین کی نسبت کے حصول اور اس کے منطبق معارف کے بیان میں نیز اپنے والدِ بزرگوار رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔

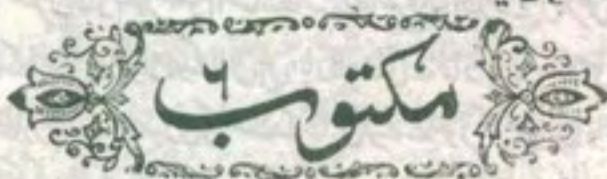
”عرضداشت“ کترین خادم محمد معصوم درگاہِ عرشِ اشتباہ کے خاک نشینوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ گرامی سرفراز نامہ جو کہ سر لے ہو دل سے ارسال کیا گیا تھا موصول ہوا، افسردہ جانوں کو کامل مسرت بخشی اور مردہ دلوں کو نئے سرے سے دائمی زندگی عطا کی، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد ہے کہ اس جگہ کے متعلقین اس مصیبت سے عافیت میں رہے، جو سفر کہ مولانا محمد صدیق نے اختیار کیا تھا شروع میں بھی فقر کی نظر میں کچھ اچھا نہیں لگتا تھا۔ ۵

پاپری روئے اگر درخائے باشد کے میل بیروں گر کند دیوانہ باشد ہے
[اگر کوئی شخص ایک گھر میں کسی پری رُو کے ساتھ ہو اگر وہ باہر جانے کا قصد کرے تو بڑا دیوانہ ہوگا] مولانا کی استعداد اور بلند ہمتی سے یہ غم عجیب معلوم ہوا، چاہئے تھا کہ جو کام انھوں نے اختیار کیا تھا اس کو پورا کر کے دوسرے کام کی طرف متوجہ ہوتے۔

دیگر یہ کہ اپنے خستہ حالات عرض کرتا ہے، حضرت سلامت! اس فقیر کو اس کے بعد سے کہ عالم میں نیچے لے آئے ہیں اُس نسبت کے نشان کو کہ جس کے ساتھ عروج کے وقت مشرف کیا گیا تھا اپنے اندر پاتا ہے کہ یہیں (دائیں) و یسار (بائیں) سے بیگانہ ہے، یہیں و یسار کو اس نسبت سے بہت کم حصہ حاصل ہے بلکہ کچھ مناسب نہیں رکھتے، یہ نسبت سابقین کے ساتھ مخصوص ہے اصحابِ یہیں (دائیں) والے حضرت

اصحابِ یسار (بائیں والے حضرات) کی طرح اس کمال سے کیا پائیں، اور ظلال والے حضرات عامِ مومنین کی طرح اس معامے کیا حاصل کریں، محبتِ ذاتیہ کہ جس میں محبوب کا رنج دینا اس کے انعام کی بہ نسبت محبت میں اضافہ کرنے والا ہوتا ہے اس مقام میں متحقق ہوتی ہے اور جب اپنے ذوق و وجدان کی طرف رجوع کرتا ہے تو بے تکلف پاتا ہے کہ جولت و صلاحات بلکہ محبت میں جو اضافہ کہ محبوب کے رنج و غم دینے کے وقت میں ہے اس کے انعام کے وقت میں نہیں ہے، کہا جاسکتا ہے کہ محبوب کے رنج و غم دینے کا تصور ایسی فرحت و مسرت بخشا ہے کہ نفسِ انعام میں وہ فرحت و مسرت ثابت نہیں ہے کیونکہ محبتِ ذاتیہ میں فرحت و مسرت نفسانیت کی آمیزش سے جس قدر پاک اور خالی ہوتا ہے (اسی قدر) زیادہ کمال پیدا کرتا ہے، عالم کو بالکلہ اعراض پاتا ہے کہ جس نے جو ہر ہونے کی بوجھ نہیں پائی ہے اور اپنی ذات کے ساتھ قائم ہونا اس کے حق میں ثابت نہیں ہے تمام اشیاء کو قائم کرنے والا وہی سبحانہ و تعالیٰ ہے، جو لفظِ انار میں (کا مشارِ الیہ ہے بلکہ تمام اشارات کا مشارِ الیہ وہی تعالیٰ و تقدس ہے کیونکہ ممکن کی ذات نہیں ہے اور عرض کا اشارہ عین اس کے قیوم ہی کا اشارہ ہے، ممکنات کو اشباح (صورتوں) سے زیادہ نہیں جانتا اور خارجی نمود و نمائش سے زیادہ انھیں تصور نہیں کرتا، اس تعالیٰ شانہ کی قدرتِ کاملہ کو ملاحظہ کرنا چاہئے کہ اُس نے نمود و نمائش کو جو کہ محض حس و فہم کے درجے میں ہے اس طرح پر ثبات و قرار دیا ہے کہ ذال سے مامون و محفوظ ہے اور ابدی معاملہ اس کے ساتھ وابستہ ہے اور اعراض کے قیام کو اس انداز پر پاتا ہے کہ حال و محل ہونے کی آمیزش سے پاک و بری ہے اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اشیاء کا ثبوت تقرر اس تعالیٰ شانہ کے ساتھ ہے۔

جب قلم کو احوال کے بیان کرنے کے لئے پکڑتا ہے اس قدر (کیفیات کی) آمد ہوتی ہے کہ اس کے ضبط و برداشت کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے اس لئے فقورے پر کفایت کرتا ہے اور باقی کو دوسرے وقت پر موقوف رکھتا ہے، والعبودیۃ



فنائے اتم اور بقائے اکمل کے بیان میں اپنے پیرنگوارِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔
 ”عرضداشت کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے اس لئے فقورے پر کفایت کرتا ہے اور باقی کو دوسرے وقت پر موقوف رکھتا ہے، والعبودیۃ“
 میں عرض کرتا ہے کہ جو حسن و جمال و ہم و گمان میں آتا تھا چونکہ بطورِ عاریت و امانت تھا (اس لئے)

اہل امانت کی طرف واپس ہو گیا اور شرف و نقص کے سوا کچھ بھی باقی نہیں رہا حضرت سلامت! اس تحریر کے دوران ایک حالت ظاہر ہوئی، دیکھا کہ وہ عدم جس کے علاوہ اور کوئی چیز ظاہر نہ تھی پوشیدہ ہو گیا اور وہ کمالات جو کہ اپنی اصل کی طرف لوٹ گئے تھے جلوہ گر ہونے لگے اسی انشائیں ایک غیبت رونما ہوئی، دیکھتا ہے کہ خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہے (جس سے) طبیعت میں بے چینی پیدا ہو گئی ہے اور شدت کی فتنے ہونے لگی ہے، (ایسا) پاتا ہے کہ ہر گاہ و پست سے حتیٰ کہ ناخنوں کی رگوں سے بھی مادہ کھینچا اور نکالا جا رہا ہے، جب افاقہ ہوا تو دیکھا کہ عدم کو پوری طرح نکال دیا گیا ہے اور ان کمالات کے علاوہ جو کہ اپنی اصل کی طرف لوٹ گئے تھے اور کوئی چیز ظاہر نہیں ہے اپنے آپ کو نہایت نورانی اور لطیف پایا، اس کے بعد دیکھا کہ وہ کمالات جن کے ساتھ بقا عطا کی گئی ہے اپنی اصل کی طرف لوٹنے لگے اور اصل الاصل کے ساتھ جاملے اور انھوں نے اُس بارگاہ میں اصالت و حقیقت کے طور پر ظاہر ہو کر بے کیف حقیقی اتصال حاصل کر لیا، اس وقت آنانے جو کہ عدم سے پوری طرح نکل کر ان کمالات کے ساتھ جاملی تھی اس جگہ اطلاق پایا اور ظاہر کی منظر کے ساتھ ایسی نسبت ظاہر ہوئی جیسی نسبت عالم خلق کو عالم امر کے ساتھ ہے انتہائی کمالات کی نسبت اسی مقام میں ظاہر ہوتی ہے اور بعض دوسرے امور بھی اس جگہ معلوم ہوئے (جن کو) نگہ نہیں سکا انشاء اللہ تعالیٰ جب حاضری کی نعمت سے مشرف ہو گا تو عرض کرے گا

مکتوب

مطلوب کی عظمت اور اس کے ادراک سے عاجزی کے بارے میں یہ بھی اپنے پیرزگوار رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔

عرضداشت "مترین قادم محمد معصوم آستانہ عالیہ کے حاضرین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس نواح کے خادموں کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، بارگاہ عالی کے خادموں کی سلامتی کی خوش کن خبریں سننے کا ہمیشہ انتظار رہتا ہے، حضوری کی نعمت کے حاصل کرنے کے شوق کو کس طرح واضح کرے اور جدائی کے سوز و گداز کو کس طرح بیان کرے، بیت

دروم خون شد آخر چند جو شدم نے اندر آ بگینہ چند نوشم

[میرا اندرون خون ہو گیا آخر میں کتنا جوش ماروں، شیشہ میں تو شراب ہے (لیکن) میں کتنی پیوں]

قبلہ گا ہی! عجیب معاملہ ہے اور انوکھا ناز و غمزہ ہے، عین آرام میں محرومی اور نفس وصل میں

جدا ہے، پاتا بھی ہے اور نہیں بھی پاتا، اور نہیں جانتا کہ کیا پاتا ہے اور کیا نہیں پاتا، تضاد در تضاد اور تناقض در تناقض ہے، ایک ایسا آرام دیتے اور ایسی لذت عطا کرتے ہیں کہ (یہ سالکین) ہزاروں لذتوں اور آسائشوں کو ان (احوال) کے بالمقابل ایک جو کے بدلے میں بھی نہیں خریدتے اور ان (احوال) کے عوض ایک کھوٹے کے میں بھی نہیں لیتے۔ ع

آنجا کہ باشد نقل وئے بیکاری است این کار با

[جس جگہ شراب و کباب ہو وہاں یہ سب معاملات بیکار ہیں] اگر عرس اس کے شکر میں صرف کرے تو کچھ بھی ادا نہ ہوا اور اگر مدتیں اس کی طلب میں گزارے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کی سبقت کے بغیر کچھ حاصل نہ ہو، اس کے باوجود محرومی ہر وقت دامگیر ہے اور دوری و جدائی ہمیشہ ساتھ ہے بیت نہ خوشنمائی نہ دار و نہ سعدی راسخ پایاں بمر دشتہ مستقی و دریا ہمنجاں باقی [نہ اس کے حسن کی کوئی انتہا ہے اور نہ سعدی کے کلام کی کوئی حد ہے، استغفار کی بیماری والا پیاسا مارتا ہے اور دریا اسی طرح باقی رہتا ہے] کیونکہ مطلوب تہایت تقدیس و رفعت میں ہے اور طالب تہایت پستی نقص میں ہے نہ اس کو اس کے ساتھ کچھ شرکت ہے اور نہ اس کو اس کے ساتھ کوئی نسبت، یہ اس کے ادراک سے عاجز ہے اور اس کا جو کچھ ادراک ہوتا ہے وہ نامتام ہے پس جب ان دونوں میں کوئی نسبت نہیں پائی جاتی اگرچہ وہ ایک اعتبار سے ہی ہو اور نہ ہی کوئی شرکت پائی جاتی ہے اگرچہ وہ نام ہی کی ہو پس لازماً اس کے ادراک کے درک سے عاجز ہونا ہی ادراک ہے اور اس کی معرفت کی کثرت سے جاہل ہونا ہی معرفت ہے اور چونکہ اس معنی کو اپنے ذوق و وجدان سے پایا اور گہری نظر سے سمجھ لیا ہے نہ کہ تکلف و تصنع کے طور پر، تو اس بنا پر حجرات و گستاخی کی، کیا کیا جائے کہ بلند ہمتی ایک ایسے مطلب کو چاہتی ہے کہ ادراک کا ہاتھ اس کے دامن سے کوتاہ ہے کیونکہ جو کچھ اس سے حاصل ہوتا ہے وہ خود وہ نہیں ہے بلکہ اس کی شبیہ و مثال ہے، ظل کے ساتھ گرفتاری، ماسوا کے ساتھ گرفتاری ہے، اگرچہ ظاہر تو اصل ہے لیکن ظلیت کی آمیزش کے بغیر نہیں ہوگی اور اصل کے گرفتاروں کے لئے ظلیت کا نقطہ بھی بڑا پہاڑ ہے اس لئے مشاہدات سے منہ موڑ کر احادیث صرف کی طرف متوجہ ہے، اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلَّذِیْ فِطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفاً وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ [میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنا منہ اس ذات کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں]۔

مکتوب

ارشاد پناہ میر محمد نعمان قدس سرہ کی خدمت میں ظاہر کے اذواق و تلوین اور باطن کی بے رنگی و
تمکین کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میرے مخدوم! بچپن ہی سے اس عاجز کی فطرت میں ایک
جوش و جنون ودیعت کیا گیا ہے اور ابتدائے پیدائش ہی سے اس خاکسار کی طینت کو عشق کے خمیر
اور جنون کی شراب سے گوندھا گیا ہے لیکن قوتِ مدرکہ کی کمزوری اور خواہشاتِ طبعی کے غلبہ کے
باعث وہ اصل فطرت پوشیدہ چیز کی مانند تھی کبھی کبھی ظاہر ہو جاتی تھی اور اکثر اوقات پوشیدہ ہی رہتی
تھی لیکن اس معنی کا یقین اس کے بعد حاصل ہوا اور ہمیشہ اس کے سر سے یہ آواز آتی رہتی ہے، بیت

دل آرائے کہ داری دل درو بند دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

[دل لگا اپنا اپنے دلبرے آنکھ کر بند سارے عالم سے]

اور یہ حقیقت زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ساتھ رفتہ رفتہ ظاہر ہونی شروع ہوئی اور قوی ہونے لگی اور
آئیہ مبارکہ خَاتَنِ حِزْبِ اللّٰهِ شَہْمُ الْعِلْبُوْنِ [اور بیشک اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی غالب ہے] کے مصداق ان
دنوں میں وہ نشہ نئے سرے سے تازہ ہو گیا ہے اور اتنے زور و شور کے ساتھ ظاہر ہوا ہے کہ ایک خاص دیوانگی
دماغ میں سما گئی ہے اور ایک تازہ جنون سر میں پیدا ہو گیا ہے۔ مصرع

در سرم سودائے شیریں دلبرے مست

[میرے سر میں ایک دلکش محبوب کا سودا ہے]

(ع) جُتُوْنِیْ مِنْ حَبِیْبِ ذِی فُتُوْنٍ [میرا جنون ایک ذی شیون حبیب (اللہ تعالیٰ) کی وجہ سے ہے]

بیت گذشت مست آنکھ چوں افسردہ چند دلم پورے بخواب و خورد خورد

کنون دل را ز بان حق پرستی مست حریف عشق را آغاز مستی مست

[وہ زمانہ گزر گیا جبکہ میرا دل چند افسردہ لوگوں کی طرح سونے اور کھانے میں ہی خوش رہتا تھا۔ اب تو دل کے لئے حق پرستی کا
زمانہ ہے اور عشق کے حریف کے لئے مستی کا آغاز ہے] یہی وجہ ہے کہ جب قلم ہاتھ میں لیتا ہے کہ کسی عزیز کو کچھ لکھے
اور دعا و توجہ کے لئے درخواست کرے تو اندر سے ایک جوش پیدا ہوتا اور قلم کو کسی دوسری جانب
موڑ دیتا ہے۔ بیت

بے چوں دل گرفتار ہوائے ست ہے دیگر بچشم اڑھائے ست

[بیشک دل چونکہ ایک (محبوب کی) محبت میں گرفتار ہے (اس نے) اس کی نگاہ میں کوئی دوسرا ہ (محبوب) اڑھائی طرح ہی] اور چند غیر مربوط الفاظ سے خط کو سیاہ کرتا ہے اور مکالمہ و مخاطب کے وقت اور حال کا لحاظ نہ کرتے ہوئے اکٹھا ہٹ کا باعث ہوتا ہے، بیت

لیلیٰ دموئے شکوہ ہر کس کہ دیدش مومبو داند کہ زنجیر از چہ رود گردن مجنوں بود

[لیلیٰ اور اس کے خوشبودار بالوں کو جب کوئی شخص غور سے دیکھ لیتا ہے تو جان لیتا ہے کہ مجنوں کی گردن میں زنجیر کیوں ہے] پس خیاطین کو چاہئے کہ براہ کرم اس قسم کے شوریدہ حال کو معذور رکھیں اور اس کی خامیوں پر نظر نہ کریں، پیارہ عاشق کیا کرے کہ اسی سے مغلوب ہے اور اسی پر فریفتہ ہے، بیت

مجنوں عشق را در گرام و ز حالت ست کاسلام دین لیلیٰ و دیگر ضلالت ست

[عشق کے مجنوں کی آج کچھ اور ہی حالت ہے کیونکہ لیلیٰ کی خراب فرائی ہی اسلام ہے اور باقی سب گمراہی ہے] وہ نہیں جانتا کہ ہر شخص کی آرزو الگ ہے اور ہر آنکھ کی بینائی جدا ہے، ایک جماعت کو دنیا کی جھوٹی زیبائشیں منظور ہیں (تو) ایک گروہ کے پیش نظر آخرت کی نعمتیں ہیں (اور) ایک فرقہ کی توجہ مولیٰ تعالیٰ پر ہی لگی ہوئی ہے، بیت

تو و طوبیٰ و ما و قامت یار فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

[تجہ کو طوبیٰ کا شوق ہے اور میں یار کے قد و قامت سے محبت ہے، ہر شخص کی فکر اس کی ہمت کے مطابق ہے]

اب ہم اصل بات شروع کرتے ہیں: عاشق مسکین کبھی وصل پر مغرور ہے اور کبھی فصل (جدائی) پر شیدا ہے، کسی وقت دوست کی مہربانیوں اور عنایتوں پر نظر کرتے ہوئے فخر و مباہات کرتا ہے اور کسی دوسرے وقت اپنے کردار و اعمال پر نظر کرتے ہوئے دعا و استغفار کرتا ہے اور کبھی اس مقدس بارگاہ کے ساتھ اپنی کمال نامناسبی کو دیکھتے ہوئے دل گرفتہ اور مایوس ہوتا ہے، بیت

شدتے کہ گفت و شنو با تو رونواد لے بے نصیب گو شتم و لے بے نوالیم

[ایک مدت ہو گئی کہ آپ کے ساتھ بات کرنے اور سننے کا موقع ہاتھ نہیں آیا، میرے کان کیسے بے نصیب ہیں اور میرے لب کیسے بے نوا ہیں] اور بوقت نظارہ اپنے شوق اور اس کے اشتیاق کے ساتھ سر و زانو امیدوار ہے، بیت

آمادہ گشتہ ام در گرام شب نظارہ را پیوند کردہ ام جگر پارہ پارہ را

[آج رات میں دوبارہ نظارہ کے لئے آمادہ ہوا ہوں، میں نے اپنے پارہ پارہ جگر کو پیوند کر لیا ہے] اگر خوش ہے تو اس کے ساتھ خوش ہے اور اگر غمگین ہے تو اس کے ساتھ غمگین ہے، بیت

جاناں غم خود دواند اندر بر من من شادی خود فدائے جاناں کردم

[پہرا محبوب اپنا غم میرے سینے میں دوڑاتا ہے، میں نے اپنی خوشی اپنے محبوب پر قربان کر دی ہے] مخمق یہ کہ (بندہ) اپنی اور پر نظر کرتے ہوئے بعید ہے اور اس پر نظر کرتے ہوئے قریب ہے، اپنی ذات میں معدوم ولاشتے اور اس (اشہ) پر نظر کرتے ہوئے حقیق قائم ہے۔ شعر

إِنِّي لَأَصْمُ إِذَا أُوْدِيْتُ بِأَسْمِي
وَلَا إِذَا أُودِيْتُ بِعَيْدِي لَأَسْمَعُ

[جب مجھے میرے نام کے ساتھ پکارا جائے تو بیشک میں نہیں سنتا اور جب مجھے میرا بندہ کہہ کر پکارا جائے تو ضرور سنتا ہوں] کبھی قاصد (قصد کرنے والا) ہے اور کبھی مقصود (جس کا قصد کیا جائے) اور طالب بھی ہے اور مطلوب بھی، اسی لئے اس کا قلم مختلف رنگوں کے ساتھ رنگین ہے اور اس کے بیان کی ادائیگیاں سمجھ کے اعتبار سے متضاد ہیں، اس کی عبارتیں پیچ در پیچ اور اس کے معاملات بالکل ہیچ ہیں، اس ہیچ سے کیا کھلے گا اور اس ہیچ سے کیا ہو سکے گا، بیت

بگولے یاد آں مہمان مارا کہ آخر چند سوزی جان مارا

[اے ہوا! ہمارے اس مہمان (محبوب) سے کہہ دے کہ آخر کتنی تو ہماری جان کو جلاتا رہے گا] طالب ہونے کی حیثیت سے گم کرنے والا ہے اور مطلوب ہونے کی حیثیت سے پانے والا ہے کیونکہ اس (مطلوب ہونے کی) صورت میں

وہ درمیان میں نہیں ہے اور پہلی (طالب ہونے کی) صورت میں وہ درمیان میں ہے، بیت

بوصلت تارسم صدرا زیا افگند شوقم
پودے کہ تو پر لازم و شاخ بلند آشیان ام

[اس کے وصل تک رسائی سے پہلے میرا شوق مجھ کو سینکڑوں باغ و ایشیوں کیونکہ میں نیا نیا اڑنے والا ہوں اور ایک بلند شاخ پر آشیان رکھتا ہوں] جاننا چاہئے کہ کل یوم ہو فی شان (ہر روز وہ نئی شان میں ہے) کے بموجب یہ تمام اختلافات اس کی صورت اور ظاہر کے اعتبار سے ہیں اور اس کی حقیقت و باطن (الذات کما کان) اب بھی ویسا ہی جیسا کہ پہلے تھا] کے مصداق متمکن (مستقل) اور یک رنگی کی حالت میں ہے بلکہ تمکین اور یک رنگی سے گذر کر بے رنگی کے ساتھ مل گیا ہے۔ سبحان اللہ۔ چاہتا تو یہ تھا کہ قلم لے کر اپنی کوتاہیوں کی معذرت کرے (لیکن) کوتاہی پر کوتاہی کا اضافہ ہو گیا، اس کا استغفار خود بہت زیادہ استغفار کا محتاج ہے بیت

یک آتش می نشان از چشم خوریز کہ سوئے دیگرش زو آتش تیز

[چشم خور بار سے ایک آگ کو بجھایا اور دوسری جانب سے تیز آگ بھر کادی] کیا کرے کہ اس کا مرض لا دوا ہے اور اس کی بیماری شفا کے ناقابل ہے مابالذات لا ینفک عن الذات (جو چیز ذات کے ساتھ ہے وہ ذات سے جدا نہیں ہوتی) کہاں تک طول کلامی کرے اور (آپ کے) وقت شریف کو ضائع کرے۔ بیت

عمر گزشتہ محدث دردما آخر نشد شب باختر شد کنوں کو تہ کنم افسانہ را
 [تمام عمر گزرتی اور ہمارے درد کی داستان ختم نہیں ہوئی، رات ختم ہوئی اس لئے اب افسانہ کو مختصر کرنا ہوں] (السلام علیکم
 وعلیٰ من لدیکم) آپ پر اور آپ کے پاس والوں پر سلام ہو۔

مکتوب

شیخ عبدالمطیف لشکر خانی کی خدمت میں وعظ و نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله العلیٰ الاعلیٰ کمایجب ربنا ویرضی، والصلوة والسلام علی رسولہ محمد
 بالمصطفیٰ صاحب قاب قوسین او ادفا، وعلیٰ آلہ واصحابہ البررة المتقی [تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ
 کے لئے ہیں جو نہایت اعلیٰ شان والا ہے، ایسی تعریفیں جن کو ہمارا رب پسند فرماتا ہے اور ان سے راضی ہوتا ہے اور
 اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی شان میں قرآن پاک میں قاب قوسین او ادفا (دو کمانوں کا
 فاصلہ یا اس سے بھی کم) آیا ہے اور آپ کی آل واصحاب پر جو نہایت نیک وقتی اور پاک ہیں درود و سلام ہو] پس میں
 تجھ کو رفیق اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) اور ہدایت کی پیروی کی طرف دعوت دیتا ہوں، بیشک تجھے تیرے رب
 کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے اور توجان لے کہ بلاشبہ اس شخص پر عذاب ہوگا جس نے جھوٹ بولا اور
 حق (تعالیٰ) سے روگردانی کی تو تجھ کو نفس و شیطان اور خواہشات کے ساتھ جنگ کرنی چاہئے پس
 میں نے تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا دیا جس میں وہی شخص داخل ہوگا جو بڑا بدبخت ہے، تجھ کو لازم ہے
 کہ پرہیزگاری اور تقویٰ اختیار کرے اور مسکینوں اور قربات داروں پر خرچ کرے اور عنقریب اس متقی
 شخص کو اس (آگ) سے بچا لیا جائے گا جو کہ اپنا مال خرچ کرتا ہے تاکہ تزکیہ و پاکیزگی حاصل ہو۔ اور دنیا
 کی زینت کی طرف آنکھیں نہ مارنے کر اور اس شخص کی طرف مائل بھی نہ ہو جو ظالم اور گمراہ ہے اور قبروں میں
 جانے اور بوسیدہ ہونے، اور جنت اور اس کی نعمتوں اور دوزخ اور اس کے عذاب کو مت بھول، اور رات
 کے وقت جبکہ وہ چھا جائے اور دن میں جبکہ وہ روشن ہو جائے غور و فکر کر، اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کی
 تعمیل میں جلدی کر اور جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے ان سے باز رہ، اور اس دن کی
 شفاعت کبریٰ کے لئے کوشش کر جبکہ کسی مرد و عورت کو مال واولاد کچھ نفع نہ دیں گے۔ بیشک یہ
 باتیں اس شخص کے لئے نصیحت ہیں جو ڈرتا ہے، اور ایسے قلب سے جو ہدایت سے پھرا ہوا اور خواہشات
 میں پھنسا ہوا ہے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف شکایت ہے، کیا وہ نہیں جانتا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے

اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور بیشک وہ نہایت پوشیدہ اور چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔ پس اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے پستی سے بلندی کی طرف متوجہ ہو کر ترقی کی اور راتوں کی تاریکیوں میں اپنے گناہوں پر رویا اور جان لیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پہنچا ہے اور بلاشبہ وہ عرش پر بھی افرور ہے اور مخلوق میں اس کی قدرت کی تاثیر کو دیکھ لیا اور یقین کر لیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی مالدار کرنا اور مفلس بنانا ہے اور منہانا اور رٹانا ہے اور وہی مالدار اور زندہ کرتا ہے اس وقت وہ اپنے نفس سے فنا ہو گیا اور اپنے رب سے بقا حاصل کر لی پس وہ نہایت قوت والا ہو گیا کہ جس کی نگاہ کبھی نہ بہکی اور نہ اس نے حد سے تجاوز کیا اور جس کو بہت بڑی مصیبت (قیامت) بھی غمگین نہیں کرے گی اور جس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ جس روز کہ انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا اور بیشک اس روز اللہ تعالیٰ اس کو قرب و درجائت عنایت فرمائے گا جبکہ دیکھنے والوں کے لئے دوزخ ظاہر کی جائے گی پس اس بارے میں پرہیزگار لوگ رغبت کرتے ہیں اور اچھے لوگ محنت صرف کرتے ہیں۔ والسلام علی من اتبع الهدی والذین متابعتہ المصطفیٰ علیہ علی آلہ الصلوٰۃ العلیٰ الی یوم النجوا [اور اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت پر عمل کیا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو لازم کیا، ان پر اور ان کی آل پر قیامت تک اعلیٰ درجہ کی رحمتیں ہوں]۔

مکتوبات

خواجہ دینار کے نام، سرور کائنات خیر مخلوقات علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی نعمت اور آپ کی اتباع پر ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ [سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو] دونوں جہان کی سعادت کی متلے سید کو نبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی پر موقوف ہے، اگر دوزخ سے نجات مقصود ہے تو وہ بھی سید الارسل صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے وابستہ ہے اور اگر دارالقراری یعنی جنت میں داخل ہونا ہے تو وہ بھی پیشوائے صالحین کے اتباع پر منحصر ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہونا ہے تو وہ بھی رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ساتھ مشروط ہے، تو یہ ذہد و توکل اور دنیا سے قطع تعلق کرنا آپ کی متابعت کے بغیر مقبول نہیں ہے، اور آپ کے توسل کے بغیر اذکار و افکار و اشواق و اواق کی امید نہیں کی جاسکتی، انبیاء علیہم السلام آپ کے سرچشمہ آب حیات کے ایک پیالہ سے سیراب و مستفید ہیں اور اولیاء اللہ آپ کے بے پایاں سمندر کے ایک گھونٹ پر قانع اور

منتفع ہیں، قرشتے ان کے طفیلی اور آسمان ان کی حویلی ہے، وجود کا رشتہ ان کے ساتھ سناں اور ایجا کا سلسلہ ان کے ساتھ مربوط اور یوہیت کا ظہور ان کے ساتھ وابستہ ہے، جملہ کائنات ان ہی کے پیچھے ہے اور کائنات کا بنانے والا (اللہ تعالیٰ) ان کی رضا کا طالب ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے، انا اطلب رضاک یا محمد [اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تیری رضا چاہتا ہوں] بیت

نماند بعضیاں کے درگرو کہ دارچین سیدے پیش رو

[جس کا امام ایسا سردار ہو وہ شخص گناہوں کے بدلہ میں گروی نہ رہے گا] بیت

فان رسول الله نور سينضاء به مهند من سيوف الله مسلول

[پس بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا نور ہیں کہ جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے میان سے نکلی ہوئی ایک ہندی (عمہ) تلوار ہیں] صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ وتحياتہ سبحانہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ کما ذکرہ الذاکرون وکما غفل عن ذکرہ الغافلون صلوة تكون لك رضا وكفحة اداء و اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں اور سلامتیاں اور توازشات آپ پر اور آپ کی آل و اصحاب پر ہوں جن تک کہ ذکر کرنے والے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور جن تک ذکر سے غافل لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل رہیں ایسی رحمتیں جو اس کے لئے رضا کا باعث ہوں اور اس کے حق کی ادائیگی کا ذریعہ ہوں [پس سعادت مند جو اتوں اور ہوشمند طالبنوں پر لازم ہے کہ ظاہر و باطن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں کوشش کریں اور جو چیز اس دولت (اتباع رسول) کے منافی ہے اس سے ظاہر اور باطن کی آنکھ بند کر لیں اور یقینی طور پر جان لیں کہ اگر کوئی شخص ہزار فضائل و خوارق رکھتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں مستی کرتا ہو تو اس شخص کی صحبت و محبت زہر قاتل اور جو شخص کہ ان خوارق و فضائل میں سے کچھ بھی نہ رکھتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ثابت قدم ہو، اس کی صحبت و محبت نفع دینے والی تریاق ہے بیت

محال است سعدی کہ راہ صفا تو ان رفت جز در پے مصطفیٰ

[اے سعدی! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر پرہیزگاری کے راستہ پر چلنا محال ہے] علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوبات

ایک سوال یہ تھا کہ سَبَقَتْ رَحْمَتِي غَضَبِي کے بموجب چاہئے کہ اہل رحمت اہل غضب سے زیادہ ہوں حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ ایک مختصر عمر کا حساب یکجا اس ہزار سال میں لینا انصاف سے بعید معلوم ہوتا ہے۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ جَفَّ الْقَلَمُ کے مقتضائے مطابق اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو مجبور ماننا پڑے گا۔ چوتھا سوال یہ تھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے محبوب ہونے کے باوجود حیرت کی خواہش کیوں کی ہے۔ پانچواں سوال یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ مُحَمَّدُكَ لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا إِلَّا كَاشَ كَمْ مُحَمَّدًا كَرَبَ مُحَمَّدًا كَرَبًا** ہی نہ کرتا؟ کس معنی میں ہے۔ چھٹا سوال یہ تھا کہ میت کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے تیسرے روز کھانا اور پھول دینے کی کوئی اصلیت ہے یا نہیں۔ ساتواں سوال یہ تھا کہ سیرزادوں کا وراثت کے طور پر اپنے باپ کی جگہ سجادہ نشین ہونا جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین والہ اجمعین۔ آپ کے گرامی نامے نے جو کہ چند سوالات اور دلکش اشعار پر مشتمل تھا مشرف کیا، اپنی ناقص سمجھ کے مطابق ہر سوال کے حل میں کچھ لکھا جاتا ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ سلامت روی کی توفیق عطا فرمائے والا ہے پچھلے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ سَبَقَتْ رَحْمَتِي غَضَبِي [میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے] کا مقتضایہ ہے کہ اہل رحمت (اعداد میں) اہل غضب سے زیادہ ہوں حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ گنہگار انسانوں اور جنوں کی تعداد ان دونوں گروہ (انسانوں اور جنوں) کے نیکوں سے زیادہ ہے اور شرع کے مکلف یہی دو گروہ (انسان اور جن) ہیں، پس رحمت کا سبقت لے جانا کس طرح درست ہو سکتا ہے اور اس پر کیا اثر مرتب ہوتا ہے؟ — جواب: دنیا میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کی رحمت مومن و کافروں کے شامل حال ہے اور آیہ کریمہ **وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ** [اور میری رحمت ہر چیز کو محیط ہے] اس معنی پر دلالت کرتی ہے۔ اور کل بروز قیامت اللہ تعالیٰ کی رحمت مومنوں کے ساتھ مخصوص ہوگی اور کافراں سے محروم ہوں گے آیہ کریمہ **فَسَاءَ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ دُيُوتُونَ النَّارَ كُوفَةً** [پس میں وہ رحمت ان لوگوں کے لئے ضرور لکھوں گا جو مجھ سے ڈرتے ہیں اور کُوفہ دیتے ہیں] اس مضمون کی شاہد ہے اور رحمت کا غضب پر سبقت رکھنا دنیا میں (مومن و کافر) سب کو شامل ہے اور آخرت میں مومنوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ مومنوں کی ایک جماعت جو کہ گناہوں کے کسب کرنے کی وجہ سے غضب الہی کی مستحق ہو چکی ہوگی ان کو کمال مہربانی اور رحمت سے بخش دیا اور بہشت میں داخل کر دیا جائے گا۔

ان کے بارے میں رحمت الہی غضب الہی پر سبقت کرے گی۔ اگر غضب پر رحمت کی سبقت نہ ہو تو ہم جیسے گنہگاروں کو دنیا و آخرت میں نجات کی کوئی امید نہ رہے، یہ سبقت رحمت ہی کی وجہ سے ہے کہ ہم اس قدر گناہوں کے بوجھ کے باوجود دوائے زمین پر چل پھر رہے ہیں اور ہلاک نہیں ہوتے اور قسم قسم کی نعمتوں سے لذت اندوز ہیں اور کل قیامت کے روز نجات کے امیدوار ہیں۔ اور اگر ہم غضب پر سبقت رحمت کا مطلب ان لوگوں کی تعداد کے اعتبار سے لیں جن پر رحمت اور غضب ہوا جیسا کہ سائل کا ذہن اس طرف گیلے ہے تو بھی درست ہے کیونکہ اہل رحمت (سے مراد) اہل طاعت انسان و جن و تمام فرشتے ہیں اور اہل غضب (سے مراد) کافر انسان اور جن ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ فرشتوں کی تعداد انسانوں اور جنوں کی تعداد سے کسی گنا زیادہ ہے اور اہل رحمت کو اہل طاعت انسانوں اور جنوں کے ساتھ مخصوص کرنا اور ملائکہ کرام کو ان میں شامل نہ کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ یہ سب امر الہی کے ساتھ مامور اور اہل طاعت ہیں لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿۹۹﴾ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو جو کچھ حکم دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس چیز کا ان کو امر کیا جاتا ہے وہ اس کی تعمیل کرتے ہیں اور جو کوئی بھی امر الہی کے ساتھ مامور ہے وہ مکلفین میں سے ہے اور مکلفین کا مطلب یہ لینا کہ اس کے افراد میں اہل طاعات اور گنہگار (دونوں) ہوں ناقابل تسلیم ہے اور اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی اہل تکلیف کا ان دونوں (انسان و جن) میں حصر (محدود ہونا) مسلم نہیں ہے، بظاہر انسانوں اور جنوں کے علاوہ مختلف اجناس سے اللہ تعالیٰ کے بہت سے بندے ہیں جن میں اہل طاعت بھی ہیں اور گنہگار بھی اور ہر اپنے اپنے عمل کی مناسبت سے عذاب و ثواب دیئے جائیں گے جیسا کہ روایات میں آیا ہے اور اہل رحمت کی تعداد کا زیادہ ہونا ان کے اندازے کے مطابق ہوگا۔ وَمَا يَعْلَمُ جُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ﴿۱۰۰﴾ (اور تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا)

دوسرے سوال کا خلاصہ یہ ہوا کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا جب تک وہ دن ختم نہ ہوگا کوئی نبی یا غیر نبی بہشت میں نہیں جائے گا، ایک مختصر دنیاوی زندگی کا حساب پچاس ہزار سال میں لینا بالخصوص مومنوں کا حساب انصاف سے بعید معلوم ہوتا ہے۔

جواب: حساب تو بہت تھوڑی مدت میں ہو جائے گا۔ بدوہ السافرہ میں لکھا ہے کہ اس (قیامت کے) دن میں اعمال کے حساب کا فیصلہ ایک ساعت کی مقدار میں ہو جائے گا اور روایت کیا گیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخلوق کے محاسبہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جس طرح اُن کو دن کے ابتدائی حصہ میں رزق دیا جاتا ہے اسی طرح ایک ساعت میں اُن کا حساب کر لیا جائے گا، اور تفسیر قاضی بیہاوی

میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد وھو آشرف الخاسرین کی تفسیر میں مذکور ہے کہ مخلوق کا حساب اتنی دیر میں کر لیا جائے گا جتنی دیر میں بکری کا دودھ دہا (نکالا) جاتا ہے اور ایک شخص کا حساب دوسرے کے حساب سے مانع نہیں ہوگا اور قیامت کے دن کی اس قدر درازی حضرت مالک یوم الدین اللہ جل جلالہ کی عظمت و بزرگی وجاہ و جلال اور استغنا (بے نیازی) کی وجہ سے ہے، بزرگوں کے دروازے پر انتظار کرنا ناگزیر ہے، اور یہ انتظار استغنا اور جہا و جلال کے مطابق ہوگا، اس روز کی سختی و عذاب کی طرح جو کافروں اور فاسقوں کے ساتھ مخصوص ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ (اور وہ دن کافروں پر بہت ہی سنگی کا ہوگا) مقربانِ بارگاہِ الہی یعنی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء و تمام اہل طاعت و تقویٰ اس (قیامت) کے روز اس سختی اور عذاب سے محفوظ رہیں گے۔ لَا يَحْزَنُهُمْ اَلَّذِیْ كُتِبَ لَهُمُ سُبْحَانَ رَبِّهِمْ اَلَّذِیْ هُمْ عَلٰی سُبْحَانِهِ سَاهُونَ (ان کو اس دن کی) بہت بڑی گھبراہٹ غلغلہ نہیں کرے گی اور ان سے فرشتے ملاقات کریں گے) ان حضرات میں سے بعض عرش کے سایہ میں ہوں گے اور بعض نور کے منبروں پر جلوہ فگن ہوں گے اور بعض کرسیوں پر اور بعض مشک کے چوتروں پر اور بعض مسجدوں میں ہوں گے، یہ سب نیک لوگ آراستہ جگہوں میں قربِ الہی کی لذت سے لطف اندوز ہوں گے اور حقیقت کے کھانوں کے خوان اور بہشت کے مشروبات کی صراحیوں ان کو پہنچیں گی جبکہ دوسرے لوگ سختی میں مبتلا ہوں گے اور بعض بہشت میں جائیں گے اور پھر میدانِ ہائے حشر میں آجائیں گے، اور بعض کے لئے وہ دن اس قدر شدت و درازی کے باوجود فرض نماز کے وقت کی مقدار سے چھوٹا ہو جائے گا اور اگرچہ اہل طاعت کے لئے بھی اس روز ایسا وقت آسکتا ہے کہ جس میں وہ خوف زدہ ہو جائیں لیکن ہمیشہ کا خوف و ہراس اور دائمی عذاب و سختی سرکش اور باغی لوگوں کے نصیب ہے، برابر کا معاملہ جہاں میدانِ ہائے حشر یا برزخ یا بہشت میں جہاں کہیں بھی ہوں قرب کے درجات میں ہوں گے جو مصیبت بھی ہے وہ گنہگاروں کی جان پر ہے۔

اور یہ جواب نے لکھا ہے کہ جب تک وہ دن ختم نہیں ہو جائے گا بنی آدم میں سے کوئی شخص بھی خواہ وہ نبی ہو یا غیر نبی جنت میں نہیں جائے گا، عجیب ہے۔ آپ نے یہ کہاں سے لکھا ہے؟ ظاہر قرآن اور ظاہر احادیث سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ اس کے خلاف ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُعْلٍ فِکْهُوْنَ (بے شک اہل جنت اس دن اپنے شعلوں میں فوٹن لے رہے ہوں گے) اور دیگر ارشاد ہے: اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ خٰیِرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِيْلًا (اہل جنت کے لئے اس دن بہترین ٹھکانا ہوگا اور وہاں پر کے لئے بہترین آرام گاہ ہوگی)۔ اور قاضی بیضاویؒ اس آیت کریمہ کی سورۃ آیت ۶۰ سورۃ ۲۶ آیت ۲۳ سورۃ ۱۳ سورۃ ۳ آیت ۵۵ سورۃ ۵۵ آیت ۲۳۔

(تمہارے شائع کے مطابق) ایک ہزار سال کے برابر ہوگی۔ پس اس بنا پر چاس ہزار سال کے برابر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ یہ دن کافر پر بہت سخت ہوگا یہاں تک کہ چاس ہزار سال طویل ہوگا اور مومنوں پر آسان ہوگا حتیٰ کہ فرض نماز ادا کرنے کے وقت کی برابر ہوگا۔ اور بدورِ اسافرہ میں ہے کہ احمد و ابو یعلیٰ و ابن حبان اور سہمی نے سند حسن کے ساتھ ابو سعید سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اُس دن کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کی مقدار چاس ہزار سال ہے کہ یہ دن کتنا طویل ہوگا؟ آپ نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ یہ دن مومن پر سہل ہوگا حتیٰ کہ اس فرض نماز سے بھی سہل ہوگا جو وہ دنیا میں پڑھتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مومنین پر ظہر و عصر کے درمیانی وقفہ کی برابر ہوگا۔ اور اگر اعتراض کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت سے کوئی چیز انصاف کے خلاف اور ظلم نہیں ہے اگر وہ تمام مخلوق کو دوزخ میں بھیج دے تو یہ کوئی ظلم نہیں ہوگا کیونکہ یہ اپنی ملک و ملک میں اس کا تصرف ہے کسی دوسرے کی ملک میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا ظلم ہے اور وہ (اللہ سبحانہ و تعالیٰ) مطلق طور پر تمام کائنات کا مالک ہے وہ اپنی ملکیت میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے اُس سے اس کے کسی فعل کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا جاسکتا اور لوگوں سے ان کے افعال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

تیسرے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث شریف جَعَلَ الْقَلَمَ بِمَا هُوَ كَاشٍ [قلم ہر ہونے والی چیز کو لکھ کر خشک ہو گیا] کے مطابق یہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقدر کئے ہوئے امور پر مجبور ہوگا پس اس طرح کام معطل ہو جائے گا اور نیز کُلَّ يَوْمٍ يَهْوِي فِي شَيْءٍ (ہر دن وہ ایک نئی شان میں ہے) وَيَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ (اللہ تعالیٰ جس حکم کو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے) کے پھر کیا معنی ہوں گے؟ ————— (جواب) جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ نے ازل میں مقدر فرما دیا ہے کہ میں اپنے ارادہ و اختیار سے مختلف اوقات میں ایسا ایسا کروں گا۔ تقدیر ازل کے مطابق حق تعالیٰ ہمیشہ اپنے اختیار کے ساتھ کام میں ہے اور بیکار نہیں ہے اور اس پر کوئی جبر نہیں ہے، یہ تقدیر ازل کی کہ اپنے اختیار سے کروں گا اختیار کی تائید کرنے والی ہے اس کے منافی نہیں ہے اور جس کتاب میں محو و اثبات (مٹانا اور ثابت رکھنا) ہوتا ہے وہ لوح محفوظ ہے اور اس کا محو و اثبات بھی ازل ہی میں مقدر ہو چکا ہے اور قلم خشک ہو چکا ہے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے وَعِدَّةٌ عَلِمَا الْكِتَابِ [اسی کے پاس کتاب کا علم ہے] اعتراض کی بنیاد اس آیت مبارکہ پر رکھنا غلطی ہے

قرآن مجید میں وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ (اور اسی کے پاس ام الكتاب ہے)۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ قلم کا خشک ہونا ہمارے اعتبار سے ہے کیونکہ ہم زمانہ (وقت) کے گرفتار ہیں اور حق تعالیٰ کہ جس پر زمانہ جاری نہیں ہے ماضی مستقبل وازل وابد اس تعالیٰ شانہ کے نزدیک آن واحد ہے پس تقدیر وخلق ایک ہی آن میں واقع ہے مقدم و موخر ہونے کی اس بارگاہ میں گنجائش نہیں ہے۔

چوتھے سوال کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقامِ محبوبیت حاصل ہونے کے باوجود مقامِ حیرت کی آرزو کیوں کی ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: رَبِّ زِدْنِي تَحِيْرًا فَيَاكَ (اے میرے رب اپنے بارے میں میرا تحیر زیادہ کر دیجئے)۔

(جواب) جاننا چاہئے کہ حیرت معرفت سے کیا ہے اسے فہم باللہ اللہ ہم تبحر افیہ (اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ معرفت والا اس کے بارے میں سب سے زیادہ تبحر والا ہوگا) پس زیادتی تحیر کا سوال کرنا زیادتی معرفت کا سوال کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ مجہول و محبوب میں سب ہی معرفت کی زیادتی کے طالب ہیں۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ معرفت کا حق ادا ہو سکتا ہے اور معرفت کی کوئی انتہا ہے تو ہو سکتا ہے کہ (زیادتی تحیر کے) اس سوال کے بعد کمال معرفت کے ایسے درجے پر پہنچے ہوں جس کے اوپر اور کسی درجے کا تصور نہیں کیا جاسکتا، یا یہ دعا امت کی تعلیم کے لئے ہو۔

پانچویں سوال کا جواب: میرے مخدوم! کمالِ محبت کا مقتضا محب و محبوب کے درمیان سے دوئی کا درو ہو جانا اور بشریت و امکان اور ان دونوں کے احکام سے پوری طرح آزاد ہو جانا ہے کیونکہ جس قدر امکان و بشریت ممکن میں باقی ہے اسی قدر وہ مطلوب کے لئے حجاب ہے اور دوئی سے خالی اور درو ہونا ممکن نہیں ہے چنانچہ شیخ عطار نے فرمایا ہے بیت

نمی بینی کہ شاہے چوں پیمبر نیافت او فقر کل تو رنج کم بر

(کیا تو نہیں دیکھتا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی عظیم ہستی کو کامل فقر (افقار علی) حاصل نہیں ہوا (اس لئے) تو بھی رنجیدہ نہ ہو) اسی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوگا: يَا لَيْتَ رَبِّي مُحَمَّدٌ لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا (کاش کہ محمدؐ کا رب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیدا نہ کرتا) اور نیز فرمایا لا احدى شفاء عليك انت كما انتيت على نفسك (میں تیری شفا کا احاطہ نہیں کر سکتا تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے اپنی تعریف خود کی ہے) اس لئے کہ جس قدر ممکنہ امکان باقی ہے واجب لذات کی کما حقہ شنا کرنے سے عاجز ہے اور چونکہ معروف میں فنا ہونا ہی معرفت ہے پس

معرفت کا حق حاصل نہیں ہو گا چونکہ فنا کا کمال دونی کا دور ہو جانا ہے جو کہ وجوب ذاتی کو مستلزم ہے اسی لئے (حدیث شریف میں) مَا عَزَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ (ہم نے تجھ کو نہیں پہچانا جیسا کہ تیرے پہچانے کا حق ہے) وارد ہوا ہے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونے میں کلام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلینی یا حمید (اے عائشہ! مجھ سے بات کر) فرمانا کسی قوی کیفیت و روح کے وقت کیونکہ وجود اس پر داشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور اس وقت چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو دوسرے امور میں مشغول رکھے تاکہ اس بارے کچھ دیر کے لئے ہلکا ہو جاوے اور تباہی و بربادی میں نہ پڑ جاوے۔

حضرت مولوی رومی فرماتے ہیں بیت

این تکلفیائے من در شعر من کلینی یا حمیدائے من است

(میرے اشعار میں جو میرے تکلفات ہیں یہ میرے لئے کلینی یا حمید کا مصداق ہیں) منقول ہے کہ حضرت عبداللہ اصطخریؒ سگ بانوں کے ہمراہ سیر و تفریح کے لئے صحرا میں جاتے تھے تاکہ کچھ دریا پئے وجود کے بارے آرام حاصل کر لیں۔

پچھتے سوال کا حاصل یہ ہے کہ میت کی روح کو (ثواب) پہنچانے کے لئے تیسرے یا دسویں روز کھانا کھانا اور تیسرے روز پھول دینا کہاں سے ثابت ہے۔ (جواب) میرے مخدوم! کسی رسم اور ریا (دکھاوا) کے بغیر اللہ تعالیٰ کے لئے کھانا کھانا اور اس کا ثواب میت کو بخشنا بہت اچھی بات اور بڑی عبادت ہے لیکن وقت معین کرنے کی کوئی قابل اعتماد اصل ظاہر نہیں ہوتی اور تیسرے روز مردوں کو پھول دینا بدعت ہے البتہ عورتوں میں موگ کو دہر کرنے کے لئے تیسرے روز کوئی خوشبو لانا رواتوں میں آیا ہے کیونکہ میت کی منکوہ کے علاوہ باقی رشتہ داروں میں سے کسی کو تین دن سے زیادہ سوگ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے پس تیسرے روز خوشبو لائیں تاکہ میت کی منکوہ کے علاوہ باقی عورتیں سوگ ختم کریں۔

ساقویؒ سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے اُن پیر زادوں کے بارے میں پوچھا ہے جو وراثت کے طور پر باپ کی جگہ سجادہ نشین ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو مرید کرتے ہیں۔ (جواب) میرے مخدوم! ایسے باپ کی جانشینی کے لئے جو کہ مقتدا (پیر) ہو معنوی وراثت ہونی چاہئے جو کہ معنوی ولادت سے وابستہ ہے جس سے مراد باپ کے کمالات کے ساتھ متحقق ہونا ہی ظاہری ولادت کا نتیجہ ظاہری وراثت ہے جو کہ باپ کے مال و متاع کا حاصل کرنا ہے نہ کہ معنوی وراثت کا حاصل کرنا جو کہ ارشاد و تکمیل ہے پس محض ولادتِ صوری کی وجہ سے ولادتِ معنوی میں دخل دینا خطرناک ہے،

سہمی پیری و مریدی سے کوئی کام نہیں بنتا۔ اور آپ نے لڑکے (زبا بالغ) کے بارے میں جو سوال کیا تھا (اس کا جواب یہ ہے کہ) اگر کوئی کامل اپنی فراست باطنی سے یہ معلوم کر لے کہ اس بچے سے بالغ ہونے کے بعد اس معاملہ کا انتظام ہو جائے گا اور وہ معنوی وراثت حاصل کر لے گا اور لوگوں کو اُس سے بیعت کر دے اور اس بچے کو اپنا جانشین بنادے تو گنجائش ہے، والسلام علیکم (اور آپ پر سلامتی ہو)۔

مکتوب ۱۲

خواجہ مومن جذبی کے نام فنا و عدم اور وجود فنا و وجود عدم کی تحقیق اور ان کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد کمالات انتساب خواجہ محمد مومن جذبی کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ کے مکتوب گرامی کے مطالعہ سے شاداں و سرور ہوا، اُس میں درج تھا کہ حضرت صاحبزادہ کلاں نے مجھ کو ایک بشارت لکھی ہے تو بھی اس بارے میں متوجہ ہو کر کچھ تحریر کر رہا ہوں۔ جس بارے میں کہ انھوں نے تحریر فرمایا ہے اس امر میں کسی دوسرے کو لکھنے یا توجہ کرنے کی کیا ضرورت ہے، جو شخص کہ قطب الاقطاب (حضرت مجدد الف ثانی) قدس اللہ سبحانہ بصرہ الاقدس کی خدمت و صحبت میں صدق دل سے پہنچا ہے، اس قسم کا امر اور دوسرے امور جو کہ آپ نے لکھے اور ان کے صحیح و غیر صحیح ہونے کے بارے میں دریافت فرمایا ہے اس کے حق میں کیا بعید ہیں، آپ خود بھی، حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس) کے مقبولین میں سے ہیں آپ کے بارے میں اس سے بھی زیادہ کی توقع کی جاتی ہے، ہمت کو بلند رکھیں اور اوقات کو (اذکار و اشغال سلسلہ سے) آباد رکھیں، جن بعض چیزوں کے متعلق آج پردہ تین اٹھایا گیا ہے امید ہے کہ کل کو ان کے چہرے سے پردہ اٹھادیا جائے، کثرت قبض کے باعث دل تنگ نہ ہوں بطریق کمال بسط و تلقا (مشاہدہ) کا مقام آگے آنے والا ہے، امیدوار ہیں قَاتِ مَعَ الْعُسْرِ يُسِّرْ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسِّرْ اَہ [پس بیشک تنگی کے ساتھ کشادگی ہے بیشک تنگی کے ساتھ کشادگی ہے] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک تنگی دو آسانیوں پر گزر غالب نہیں ہوگی۔

ان دنوں فنا و عدم کے معنی کی تحقیق اور دونوں میں فرق کے بارے میں ایک توضیح تحریر کی گئی تھی جس کا جاننا اس راستہ کے طالب کے لئے ضروری ہے، چونکہ وہ آپ کے مطلب کے ساتھ ایک طرح کی مناسبت رکھتی ہے (اس لئے) اُس کو بھی اس مکتوب میں درج کر دیا ہے غور سے سنیں :-

عدم جو اس سلسلہ عالیہ کے اکابر کی عبارتوں میں آتا رہتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جو اسم الہی جل سلطانہ عارف کا مبداء یقین ہے اس اسم الہی کی ہستی کا پردوں کے پیچھے سے سالک کی قوتِ مدرکہ پر جذب و محبت کی راہ سے اس طرح وارد ہونا ہے کہ سالک کی ہستی اس کے پہلو میں چھپ جائے اور سالک اپنے آپ کو اور اپنی صفات کو گم کر دے اور نہ پائے۔ اور وجودِ عدم سے مراد اس ہستی (اسم الہی) کے ساتھ متحقق ہونا یعنی (وجودِ عدمِ سمراد) وہ جدا و بقاء جو عدم پر مرتب ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وجودِ عدم سے مراد حالتِ عدمیہ کے ساتھ متحقق ہونا ہو، یعنی سالک میں صفتِ عدم کا پیدا ہونا اور یہ عدم اور وجودِ عدم پہلے معنی کے لحاظ سے جذبہ کی جہت میں فنا و بقاء ہے اس ظہور کو دوام کہیں ہے پس جو فنا و بقاء اس پر مرتب ہوگی وہ بھی دائمی نہیں ہوگی اور وجودِ بشریت کی طرف عود کرنے سے محفوظ نہ ہوگی جب تک وہ ظہور کا تہ (ہونا) ہے سالک کی ہستی پوشیدہ ہے اور جب وہ ظہور پوشیدہ ہو جائے گا، بشریت کا وجود لوٹ آئے گا۔ فنا کے حقیقی سے مراد عارف پر مطلوب کی ہستی کا غالب آنا ہے کہ عارف اپنے اخلاق و اوصاف کو مطلوب کے اخلاق و اوصاف کا پرتو پائے یہاں تک کہ اپنے سب اخلاق و اوصاف کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں پوری طرح حوالہ کر دے اور ہر قسم کے انتسابات سے خالی ہو جائے اور کوئی نسبت بھی اس کی طرف راہ نہ پائے۔ وجودِ فنا اس بقا سے عبارت ہے جو اس فنا پر مرتب ہوتی ہے اور (سالک) ولادتِ ثانیہ کے ساتھ وہی وجود سے موجود ہو جاتا ہے، اس فنا اور بقا کے لئے دوام لازم ہے اور وجودِ بشریت کی طرف عود کرنے سے محفوظ ہے۔ پہلی صورت میں سالک کا پوشیدہ ہو جانا ہے اور دوسری صورت میں سالک کا نفی ہونا ہے اور ان دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے اس لئے کہ چھپی ہوئی چیز کبھی کبھی ظاہر ہو جاتی اور عود کر آتی ہے اور جو چیز زائل ہو گئی وہ عود نہیں کرتی، پہلی قسم کی فنا مقصود نہیں اور ولایت اس سے وابستہ نہیں ہے اور دوسری قسم کی فنا مقصود ہے اور ولایت اس کے ساتھ مشروط ہے، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ طالبِ پہلی قسم کی فنا کو دوسری قسم کی فنا کے ساتھ خلط ملط کر دیتا ہے اور خود کو وجودِ عدم کے ساتھ حقیقی فانی تصور کرتا اور کامل جانتا ہے اور اس کو اس فرق کی طرف ہدایت حاصل نہیں ہوتی اور یہ مقام بھی منجملہ ان مقامات کے ہے جن میں سالک کا قدم ڈگمگا جاتا ہے، اس حالت میں اللہ تعالیٰ اصل سلطانہ کی عنایت سے ایسا پیر کامل و مکمل ہونا چاہئے جو کہ جذبہ و سلوک دونوں طریقوں سے تربیت پا کر اس راستہ کی، انہماک پہنچا ہوا ہو تاکہ اس بیچارے بے دست و پا کو اس گرداب سے نجات دلائے اور اس کے نقص کی نشاندہی کرے اور فنا کے حقیقی کی طرف رہنمائی کرے۔

اگر کہیں کہ جب مطلوب کی ہستی کا ظہور دونوں صورتوں میں ہوتا ہے تو پھر ایک صورت کو

دوام کیوں ہوگا اور دوسری صورت کو دوام کیوں نہیں ہوگا اور ایک صورت عارف کی انتسابات کا ازالہ اور ولایت کا اثبات کیوں کرتی ہے اور دوسری صورت ایسا کیوں نہیں کرتی؟ (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ پہلی صورت میں جس کو کہ عدم سے تعبیر کرتے ہیں طالب ابھی تک مطلوب سے وصل نہیں ہوا اور چونکہ اس کا جذبہ سلوک میں ضم نہیں ہوا اور اس نے مقام قلب سے ترقی نہیں کی اور قلب کے مقبلیہ (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ وصل نہیں ہوا (اس لئے) وہ حجابات درمیان میں رکھتا ہے لیکن جذبہ و محبت کے راستہ سے اندراج النہایت فی البدایت (ابتداء کے انتہا میں درج ہونے) کے طریق پر مطلوب کا پر توپر دول کے پیچھے سے اس کے باطن پر چمکتا ہے اور اس کو اپنے آپ سے بے خود کر دیتا ہے اور چونکہ پردے درمیان میں ہیں اس لئے یہ فانییت دوام قبول نہیں کرتی اور وجود بشریت کی طرف عود کرنے سے محفوظ نہیں ہوتی، اور ظہور پردے کے اندر ہوتا ہے۔ اور نیز چونکہ ظاہر مطلوب کے ظلال میں سے ایک ظل اور اس کے نمونوں میں سے ایک نمونہ ہے نہ کہ عین مطلوب، اور ظل و نمونہ کو اس قدر قوت نہیں ہے کہ سالک کے اوصاف و انتسابات کو سلب کر سکے اور فنائے حقیقی تک پہنچا سکے پس سالک اس وقت میں اپنے اوصاف و منتسابات سے باہر نہیں ہوتا اور حقیقی فنا تک نہیں پہنچتا، اور ولایت چونکہ جذبہ و سلوک کے مجموعہ کے ساتھ وابستہ ہے نہ کہ محض جذبہ کے ساتھ، اس لئے ولایت کا نام اس پر صادق نہیں آتا اور دوسری صورت میں عارف قلب کے مقام سے نکل کر مقبلیہ قلب (حق تعالیٰ) کے ساتھ جاملتا ہے اور جذبہ و سلوک کے کام کو انجام تک پہنچا کر مقصود کو بے حجاب اپنی آغوش میں کھینچ لیتا ہے لازمی طور پر اس کے حق میں ظہور دائمی ہے اور عود نہ کرے محفوظ ہے کیونکہ کوئی پردہ درمیان میں نہیں رہا ہے کہ جس سے محبوب ہونا منظور ہوتا اور چونکہ وہ وجود و کمالات جو ممکن کے ساتھ منسوب ہیں مطلوب کے وجود و کمالات کے ظلال ہیں کہ جن کو ممکن نے مطاوب سے غیبت (پوشیدگی) کے وقت اپنے کمالات سمجھ لیا تھا اور بات میں خیانت کی تھی اس لئے برابری کا دعویٰ ظاہر کیا تھا اور اصل کے ظہور کے وقت ظل کو محو اور لاشے ہونے اور اصل کے ساتھ مل جلنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے (اس لئے) عارف بھی اس وقت ظلال کو اصل کے حوالہ کر کے اور تمام انتسابات سے خالی ہو کر صحرائے عدم کی طرف اپنا سامان لے جائے گا اور حقیقی فنا سے مشرف ہو کر اس فنا و بقا کے ساتھ جو اس پر مرتب ہوتی ہے ولایت کا نام اپنے اوپر درست کرے گا اور یہ عاریتی دید اور اصل کے سپرد ناجعلی صفات سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا کمال تجلی ذات کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ ہر مقام کی تکمیل اس مقام سے گذر جانے پر موقوف ہے۔

مکتوب ۱۳

حافظ محمد شریف کے نام، مطلوب (حق تعالیٰ) کی عظمت اور اسم مبارک اللہ کی بزرگی کے لیے میں تحریر کیا۔
حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو کمال کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز فرمائے۔ اے شفقت آتار! مطلوب حقیقی
چونکہ تصور و فہم سے بالاتر ہے اور فکر و عقل سے ماوراء ہے، اس مقدس بارگاہ میں معرفت عدم معرفت ہے
اور علم جہل ہے۔ جب وہ جلوہ فرماتا ہے بیچارہ طالب عدم کا رخ کرتا ہے بیت
گیرم کہ بغیضانہ مایا رخسار آمد کو حوصلہ و طاقت دیدار کہ دارد
[میں مانتا ہوں کہ ہمارے عجاۓ دل میں محبوب خوش خرام ہیں لیکن اس دیدار کا حوصلہ و طاقت کس کو ہے] پس اس کا طالب
سوائے اس کے کہ ہجر کے ساتھ قرار پکڑے اور ناامیدی سے آرام حاصل کرے اور کوئی چارہ نہیں رکھتا، بیت
عاشقان را نصیب از معشوق جز خرابی و جاں گدازی نیست
[عاشقوں کو معشوق سے سوائے خرابی اور جاں کو پگھلانے کے اور کچھ نصیب نہیں ہے] اور وجود محبوب کے بعد
اگر اس کو علم و شعور میں واپس لے آئیں تو وہ مطلوب کو اپنی استعداد اور یافت کے مطابق پائے گا اور اپنے
حوصلہ و طاقت سے زیادہ بھاگ دوڑ نہیں کرے گا کیونکہ مقید اگرچہ اپنے گمان میں تمام قیود سے آزاد ہو جائے
وہ پوری طرح آزاد نہیں ہو سکتا پس نایافت (نا رسائی) ہر وقت اس کی دامگیر ہے اور ناامیدی ہمیشہ
اُس کا نقدِ وقت ہے، بیت

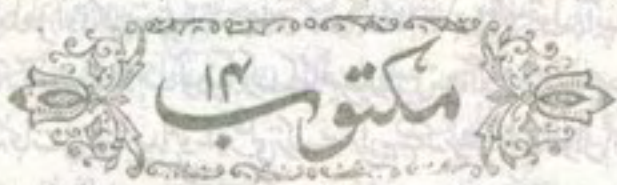
ہم صبح وصل جو یاں من و شام ناامیدی کہ سیاہ بخت ہجرم شب من سحر ندارد
(تمام لوگ وصل کی صبح کو ڈھونڈتے ہیں (لیکن میں ہوں اور شام ناامیدی ہے کیونکہ میں ہجر کا مارا ہوا سیاہ بخت
ہوں) اس لئے ہمیری رات کی صبح نہیں ہوتی)۔ درد مند عاشق کے لئے آرام نہیں ہے اور وہ کسی قسم کا بھی قرار
نہیں رکھتا اور دوری کی آگ سے اس کا سینہ ہمیشہ جلتا رہتا ہے اور وہ جدائی کے غم سے ہمیشہ زخمی جگر
رہتا ہے۔ جب محبوبوں کے سردار سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائمی حزن اور متواتر فکر کے ساتھ
موصوف ہوں پھر دوسروں کا تو ذکر ہی کیا ہے، اور ظلال و اعتبارات کے ساتھ آرام حاصل کرنا اُس پاک ذات
ساتھ آرام حاصل کرنا نہیں ہی ذات سے محبت کرنے والا اس (ظلال و اعتبارات) کے ساتھ خوش نہیں ہوتا۔
اور اُس ذات (جل سلطانہ) کا بزرگ نام لفظ مبارک ”اللہ“ ہے گویا کہ یہ اپنے سنی کے عدم دریافت
(نہ پانے) کی نشاندہی کرتا ہے، معارف کا لام چونکہ الہ کے لام کے ساتھ مل کر اُس میں مدغم اور لٹے ہو گیا ہے

اور وہی اللہ کا لام باقی رہ گیا ہے شاید کہ اس ضمن میں اس طرف اشارہ ہے کہ جب معرفت اس پاک ذات (صل شانہ) کے ساتھ تہی ہو جاتی ہے اور فانی و مستہلک ہو جاتی ہے تو معروف (حق تعالیٰ) کے سوا بغیر کی و بیشی کے کچھ باقی نہیں رہتا اور جب معرفت نہ رہی تو عارف بھی عدم سے جا ملتا کیونکہ علم کو عالم کے ساتھ اتحاد ہے، اس اسم مبارک (اللہ) کی عظمت ہی ہے کہ کابر علما اس میں حیران و متحیر رہ گئے اور اس کی کنہ (حقیقت) تک نہیں پہنچ سکے تو اس کے مسمیٰ کی کنہ تک کس طرح پہنچ سکتے ہیں۔ مضرع

چونام این ست نام آور چہ باشد

(جب نام یہ ہے تو نام والا کیسا ہوگا) ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ اسم (اللہ) سریانی (زبان کا لفظ) ہے اور ایک دوسری جماعت اس پر ہے کہ یہ عربی نام ہے اور اس کے عربی لفظ ہونے کی صورت میں بعض کے نزدیک یہ لفظ جامد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مشتق ہے اور اگر مشتق ہے تو یہ تحقیق کے ساتھ معلوم نہیں ہے کہ اس کا مادہ اللہ لام کی فتح (زیر) سے ہے جو کہ عبد کے معنی میں ہے یا آلہ لام کی کسر (زیر) سے ہے جس کے معنی تَحْوِی کے ہیں یا اَلْهَتْ اِلٰی فُلَانٍ سے ہے، اسی سکنت الیہ (مجھے فلاں شخص سے سکون حاصل ہوا) یا اَلَمْ سے جبکہ وہ کسی ایسے امر سے در او اس کو پیش آیا یا اَلَمْ الْفَصِیْلِ سے ہے اِذَا اُولِعَ بِاَمْرٍ (یعنی اونٹنی کا بچہ اپنی ماں سے جدا ہو گیا ہے جبکہ وہ اپنی ماں کا والدہ شیفہ ہو جائے) یا وَلَمْ سے جبکہ متحیر اور محبوس (بدحواس) ہوا، مشتق ہے اور ایک جماعت کہتی ہے کہ اس کی اصل کاہ ہے مصدر کا تَلِیَ لَیْطًا، جبکہ وہ پوشیدہ اور مرفوع (دور) ہو جائے اور بعض علما اس پر ہیں کہ یہ اسم علیہ ذات ہے اور بعض اس پر ہیں کہ اصل میں صفت ہے جو ذات تعالیٰ پر غالب آگئی ہے اور اسم علم کا حکم اختیار کر لیا ہے جیسا کہ الثریا۔ مختصر یہ ہے کہ اس (اسم) کی بزرگی اور اس کی حقیقت کو نہ پانا اس کے مسمیٰ کی بزرگی اور اس کی عدم یافت کی دلیل ہے۔ بیت اللہ چہ لفظ یا چہ نام است کو در زبان خاص و عام ست

(اللہ کیا در اچھا لفظ یا کیسا در اچھا) نام ہے کہ یہ ہر خاص و عام کے در زبان ہے



بعض بصیحتوں کے بارے میں جو کہ اس راستہ کے طالب کے لئے لازمی ہیں اور غار کے کچھ کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَسْتَغْیِثُ بِاللّٰهِ رَبِّکُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاتِیَ یَوْمَ لَا مَرَدَّ لَہٗ

مِنَ اللّٰهِ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّغْجَا يَوْمَئِذٍ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نَّيْكَ بِطَرَفٍ [اپنے رب کا حکم مان لو قبل اس کے کہ وہ دن آپہنچے جس کے ٹپنے کی کوئی صورت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے، نہ تم کو اس دن کوئی پناہ ملے گی اور نہ تمہارے بارے میں (اللہ تعالیٰ سے) کوئی رُک ٹوک کرنے والا ہوگا]۔

آپ نے جو مکتوب گرامی برادر مولانا محمد ضیف کے ہمراہ بھیجا تھا اور گوشہ گمنامی کے گمنام کو یاد کیا تھا اس کے مطالعہ نے بہت زیادہ مسرور کیا۔ اور چونکہ آپ کا یہ خط مطلوب بے مثال کے شوق اور گرمی طلب کی خبر دینے والا تھا مزید خوشی کا باعث ہوا۔ یہ کس قدر نعمت ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ ایسے وقت میں جو کہ آخری زمانہ کی اپنی پاک بارگاہ کا سودا کسی بندے کے سر میں پیدا کرے اور اپنی محبت کی آگ اس کے باطن میں روشن کرے اور اس کو ہجر کے سوز سے سرفراز کرے، اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر بجالانا اور اس بخشش کا احسان ماننا چاہئے اور کرمِ محبت کو مضبوطی سے کس کر رکھ لیں قریب [کیا اور بھی ہے] کہتے ہوئے اس کیفیت کی زیادتی کا متلاشی ہونا چاہئے اور نگاہِ انتظار اس بات پر رکھنی چاہئے کہ یہ مذکورہ سودا جنوں کی حزنک پہنچ جائے اور مطلوب کے ماسوا سے بیگانہ کر دے اور فضول کاموں کی کشمکش سے رہائی دے اور محبت کے شعلہ سے انانیت (میں پن) کے مینارہ کو جو کہ نفسِ امارہ کی سرکشی کی بلندی کی وجہ سے قائم ہے پوری طرح جلا دے تاکہ لازوال کمال کے انوار سے نورانیت و ضیاء ہر ہو، لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ [اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو اور زیادہ دوں گا]۔

لے سعادت آنا! جب آپ کو ان اکابر کے طریقہ کا شوق حاصل ہوا ہے تو چاہئے کہ اس سلسلہِ عالیہ کے شرائط و آداب میں حتی الامکان کوشش کریں اور سنت کا ابتلاء اور بدعت سے کنارہ کشی لازم پکڑیں کہ اس راستہ کا انحصار اسی پر ہے اور اقوال و افعال و اخلاص میں دیندار علمائے فتویٰ کے مطابق زندگی بسر کریں اور صاحبین کے عادات و اطوار کو اپنا شعار بنائیں اور فقر کو دوست رکھیں اور سونے، کھانے اور بات کرنے میں اعتدال کی حد کو مدنظر رکھیں اور جہاننگ ہو سکے صبح بہت سویرے (تہجد کے وقت) اٹھنے کو ترک نہ کریں اور اُس وقت کی نماز و استغفار و گریہ و زاری کو غنیمت جانیں اور نیک لوگوں کی صحبت کی رغبت رکھیں، دین المرء دین خلیلہ [آدمی کا دین وہی ہوتا ہے جو اس کے دوست کا ہوتا ہے] (کا مقولہ) آپ نے سنا ہوگا۔ اور جانا چاہئے کہ آخرت کے طالب کو دنیا ترک کئے بغیر چارہ نہیں ہے اگر حقیقی ترکِ بیسیرتہ ہو تو حکمی ترکِ ضروری ہے تاکہ نجات کی امید پیدا ہو۔ اور حکمی ترک سے مراد یہ ہے کہ بڑھنے والے اموال اور چرنے والے جافروں اور تجارت کے مال میں سے زکوٰۃ جس کی مقدار شرع (حدیث و فقہ) کی کتابوں میں مفصل مذکور ہے اللہ تعالیٰ کا احسان مانتے ہوئے اس کے مصارف میں دیں، اور صلہ رحم، پُرسوسی، اور سوال کرنے والے

اور قرض مانگنے والے کے حق کی رعایت کریں اور مال کو بیجا خرچ نہ کریں اور اس میں فضول خرچی نہ کریں اور اس (مال) کو ہول و لعب، زینتِ خلق اور تفاخر و تکاثر کا ذریعہ نہ بنائیں۔ جب اس پر عمل کیا جائے گا تو مال نقصان و ضرر سے محفوظ رہے گا اور دنیا آخرت کے ساتھ جمع ہو جائے گی بلکہ وہ دنیا نہیں رہے گی۔ اور نیز جاننا چاہئے کہ نماز دین کا ستون ہے اگر اس کو قائم کر لیا تو دین کو قائم کر لیا اور اگر اس کو گرایا تو دین کو گرایا پس چاہئے کہ نماز کو اس کے مستحب اوقات میں اس کے شرائط و آداب کے ساتھ جو کہ فقر کی کتابوں میں مذکور ہیں باجماعت ادا کریں اور کوشش کریں کہ تکبیر اولیٰ مل جائے اور پہلی صف میں جگہ پائیں اور ان امور (آداب) میں سے کسی ایک امر کے ترک پر غم و افسوس کیا کریں، کامل نمازی اس (نماز) کے ادا کرتے وقت گویا دنیا سے جو کہ قرب کی دولت سے بہت کم حصہ رکھتی ہے اور جو کچھ حصہ رکھتی ہے وہ بھی قریبِ ظلیٰ ہے نکل جاتا ہے اور آخرت کے ساتھ جو کہ قربِ اصلیٰ کی جگہ ہے مل جاتا ہے اور جو دولت اس عالم کے ساتھ وابستہ ہے اس سے مناسبت حاصل کر لیتا ہے اور حیرت و فراق کی وادی کے پیاسے اس عالم میں نماز کے صاف و شیریں چشمہ سے مانوس اور سیراب ہیں اور بارگاہِ جلال و کبریا کی شیدائی آج اس کی محفلِ عروسی کے سراپہ میں وصال کی خوشبو سے مدھوش ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کے اور اس کے رب کے درمیان سے حجابات اٹھا دیئے جاتے ہیں اور جو عین اس کا استقبال کرتی رہتی ہے جنت تک کہ ریتھ نہ پھینکے۔ اور اس طریقہ کے کسی کامل و مکمل شیخ کی صحبت میں پہنچنے تک (اپنے) اوقات کو تلاوت (قرآن مجید) اور طاعات کے معمولات و اوراد میں جو احادیث کی معتبر کتابوں سے ثابت ہیں بسر کریں، اس قسم کے بعض اوراد و اعمال کے معمولات کو اس فقیر نے جمع کیا ہے غالباً ملاحظہ فرمائیے کہ اس کے پاس ہوں گے۔ اور اپنے اکثر اوقات کو کلمہ طیبہ کا اَللّٰہُ اللّٰہُ کی تکرار کے ساتھ معمور رکھیں کہ یہ باطن کی پاکیزگی کے لئے کامل اثر رکھتا ہے اور اس کلمہ مبارک کی ایک معین تعداد کو وردِ بنا لیں تو اس کی بھی گنجائش ہے اور طہارت (وضو) کے ساتھ اور بے طہارت (بے وضو یعنی ہر حالت میں) پڑھتے رہیں اور ان اکابر (صوفیائے کرام) کی محبت کو سعادت کا سرمایہ جانیں اور کام گنہگار اسی پر جانیں سے

داریم ترا ز گنج مقصود نشان گرمانہ رسیدیم تو شاید برسی

(ہم نے تجھ کو گنج مقصود کی نشان دہی کر دی ہے، اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو پہنچ جائے) سلامتی ہو تم پر اور ان تمام لوگوں پر جنہوں نے ہدایت کی پیروی کی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و علی جمیع الانبیاء و المرسلین و الملائکۃ و سائر الصالحین کی پیروی کا التزام کیا۔ آمین۔

مکتوب ۱۵

۴۵

میرزا علی الدین حسین کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس راستہ کا سب سے بڑا حجاب طالع نفس ہے۔

الحمد لله وسلام علی عبدہ الذین اصطفیٰ [سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہے] انت العمامۃ علی تمسک [تو خود ہی] اپنے سوریج پر بادل ہے [طالب و مطلوب کے درمیان سب سے بڑا حجاب طالب کا نفس اور اس کا اپنے ارادوں اور تدبیر کے ساتھ مشغول ہونا ہی مصرع در تو یک یک آرزو ابلیس تست

[تیرے اندر کی ایک ایک خواہش تیرا ابلیس (شیطان) ہے] دع نفسک و تعال [اپنے نفس کو ترک کر اور آجا] مصرع بامایہ نشین و یا خود منشین [کالے سانپ کے ساتھ بیٹھ کر اپنے نفس کے ساتھ مت بیٹھا] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۶

میر معصوم کے نام، اس بارے میں تحریر فرمایا کہ صوفی کائنات میں ہونا ہے۔

سَلَامٌ عَلَیْکُمْ طِبْنُمْ فَاذْخُلُوْهُمَا خَالِدِیْنَ (تم پر سلامتی ہو اور تم خوش رہو پس اس (جنت) میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ) قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ (آپ کہہ دیجئے کہ اللہ نے (انہیں) چھوڑ دیئے) حق جل و علا کا طالب جنگ ماسوی اللہ کی محبت سے بلکہ اس (ماسوا) کے دیکھنے اور جاننے سے اپنے آپ کو فارغ نہ کرے اعلیٰ مقصد کو حاصل نہیں کر سکتا، الصوفی کائنات میں ایسی اعتبار رکھ کر آگیا ہے کہ چونکہ صوفی صورت اور ظاہر کے اعتبار سے خواہ کتنا ہی مخلوق کے ساتھ ملا ہو اور لیکن باطن اور معنی کے اعتبار سے سب سے کٹا ہوا اور الگ تھلک ہے، مختصر یہ کہ ملا ہوا رہ اور پھنسا ہوا نہ رہ۔ والسلام والا کرام۔

مکتوب ۱۷

ارشاد پناہ میر محمد نعمان قدس سرہ کی خدمت میں، اعمال کی کوتاہیوں کو دیکھنے اور نیتوں کو

متم رکھنے کے بارے میں اور اپنے بعض مخصوص اذواق و واردات کے بیان اور محبت و محبوبیت ذاتیہ کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

خادمانِ سیدی و سندی اس دور افتادہ گنہگار کا سلام و دعا قبول فرمائیں، اپنی بے توفیقی اور بے حاصلی کے بارے میں کیا بیان کرے، جو کام کہ بارگاہِ الہی کی قبولیت کے لائق ہو وہ اس گنہگار کے حق میں عقائے زمانہ (ناپید) ہے اور جو عمل کہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی کے لائق ہو اس فریب خوردہ سے اس کا صادر ہونا دور از کار ہے، اس کے اعمال کا حاصل خود غرضی اور خواہش پرستی ہے اور اس کے روزگار کی محفل اپنی تعریف کرنا اور اپنے ظاہر کو راستہ کرنا ہے، اس کی طاعت خواہش کی اطاعت ہے اور اس کی عبادت سمعہ و بیا (سنانے اور دکھانے کے لئے) ہے، اس کا کلام نفسانی غرض کے بغیر نہیں ہے اور اس کی خاموشی بے وسوسہ شیطانی نہیں ہے، اس کا استغنا (بے غرضی) طمع آمیز ہے اور اس کی گوشہ نشینی تکبر انگیز ہے، اس کی کوشش آسائشوں اور لذتوں کی تکمیل ہے اور اس کا عزم اپنے ہمسروں پر فوقیت حاصل کرنا اور خواہشات کی پیروی ہے، اگرچہ زبان پر استغفار رکھتا ہے لیکن کتنے ہی گناہ اس کے دل میں چھپے ہوئے ہیں اور اگر چہ وہ سر کی آنکھ کو حرام جگہوں سے بند کئے ہوئے ہے اس کے باوجود بہت سے ناختم اس کی چشم باطن میں پسندیدہ ہیں، اگر وہ ذکر و ورد میں مشغول ہو تو صاحبِ الورد ملعون (شیطان) کا مورد (جائے نزول) ہے، اور اگر اوراد و اذکار کے بغیر ہے تو تارکِ الورد ملعون (شیطان) کا مصداق ہے۔ مختصر یہ کہ دنیا کا طالب اور آخرت کا تارک ہے، اس کا معاملہ اپنے مالک کے ساتھ کروا سہارا کرنے والے کی طرح ہو بیت کس نکندہ با کس بیگانگان

انچہ تو با حضرت حق می کنی

[جیسا معاملہ تو حضرت حق جل و علا کے ساتھ کرتا ہے ایسا معاملہ تو کوئی بیگانوں کے ساتھ بھی نہیں کرتا] بظاہر محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور تحقیقت میں اس کا معاملہ قرنگی کا فر جیسا ہے۔ خیال کرنا چاہیے کہ اس قسم کے دعویٰ کی کیا جزا ہوگی اور اس قسم کے معاملہ کا کیا بدلہ ہوگا، دوسرے گنہگاروں کو اس قسم کے سیاہ کار کے ساتھ کچھ نسبت نہیں ہے اور معاملہ میں جھوٹ کو دوسرے تمام گناہوں کے ساتھ کیا مساوات رباہی مے خوارہ و خود پرست فاسق بودن در کوئے خرابات موافق بودن بر کام و ہوائے نفس عاشق بودن بہ زانکہ بخرقہ در منافق بودن

[شرابی و خود پرست فاسق ہونا کوئے خرابات سے لگاؤ رکھنا اور خواہشاتِ نفس کے مطالبہ پر فریقہ ہونا اس سے بہتر ہے کہ خرقة پہنے اور منافق ہوں] اس تکلیف دہی اور نیچے رسانی سے مقصود یہ التماس ہے کہ جب عزیزوں اور دوستوں نے اس شرمندہ کار کو کمال حسن ظن کی وجہ سے نیک عادتوں والا مانا ہے اور اسے ایک

اعزاز دیا ہے، اب ان (مذکورہ بالا) سطور کے ملاحظہ کے بعد جب اس فریب خودہ کے کھوٹا ہونے کی حقیقت سے واقعی طور پر اطلاع پالیں گے تو سابقہ خیال کو جو کہ وہ اس بحال کے بارے میں رکھتے ہیں ذہن سے نکال دیں گے اور اس کو مذکورہ بالا عنوان کے ساتھ تصور فرمائیں گے اور اس کی دوستی سے ڈرتے رہیں گے۔ ص

صدمہ حلہ بگر نیریدائے اہل جہاں از من

[لے اہل جہاں مجھ سے سینکڑوں منزل دور بھاگوں چونکہ ایسے لوگوں سے جو کہ اس کے کمال کا گمان رکھتے ہیں اپنا حال چھپانا خیانت میں داخل تھا اس لئے اپنی حقیقت کو جیسا کہ چاہئے بیان کر دیا تاکہ دوست آگاہ رہیں اور بعض دوسرے سادہ دل لوگوں کو آگاہ کر دیں تاکہ کسی کا محض نام سن کر ہی گرویدہ نہ ہو جائیں اور لوگوں کو بھی پہکنے نہ دیں، بیت

شیریں مثلے ست گشتہ مشہور آوازِ دہل خوش ست از دور

[مثل مشہور ہے دور کے ڈھول سہانے] ورنہ جس شخص کا معاملہ اس حد تک ہو اُس کو قلم کا ساز و سامان سنبھالنا اور سخن پردازی کرنا کہا تک روا ہے۔ قطعہ

گر عاقلے از حدیث خود کم کئے قفلے در گفتگوئے محکم کئے
ما تم زدہ چند فراہم کئے برگفتہ بگریے و ماتم کئے

[اگر میں کچھ عقلمند ہوں تو اپنی بات مختصر کرتا ہوں، گفتگو میں ایک مضبوط قفل لگاتا ہوں، چند سوگواروں کو جمع کرتا ہوں اور اپنے کلام پر وقت اور ماتم کرتا ہوں] والسلام علیکم وعلیٰٰ من لدیکم۔

فصل باخیر: اس نیاز نامہ کو تحریر کرنے کے بعد دل میں خیال آیا کہ جب اپنے

کھوٹے پن کی حقیقت لکھی ہے اگر حق تعالیٰ جل شانہ کی اُن نعمتوں میں سے جو کہ اپنے بارے میں مشاہدہ کی ہیں کچھ حصہ بھی اس مکتوب میں درج نہ کرے تو ایسا نہ ہو کہ ناشکری میں داخل ہو جائے، اس بنا پر

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ [اور البتہ اپنے رب کی نعمت کو بیان کر] کے بموجب کچھ ان میں سے بھی اظہار کرتا ہے۔

میرے مخدوم! اس قدر خرابی و تباہ کاری کا وجود (فقیر) اتنا جانتا ہے کہ ابتدا ہی سے اس گروہ کی طینت میں ایک معنی کو پوشیدہ کیا گیا ہے اور ایک (خاص اور) دلچسپی کی گئی ہے کہ وہ معنی اللہ تعالیٰ کے خاص منظورِ نظر ہیں اور پوشیدہ عنایت اس آنکھ بے میثاق ہے اس سے زیادہ بیان نہیں کر سکتا اور تفصیل میں نہیں جاسکتا کیونکہ منکم کو اس کے کہنے کی طاقت اور سننے والے کو اس کے سننے کا ہوش

نہیں ہے ہی وجہ ہے کہ گذشتہ زمانے میں اس معنی کے طور سے پہلے اپنے اندر جذب و کشش معنوی اور عشق و محبت بے کیفی پاتا تھا اس کی طبیعت مخلوق سے بھاگتی تھی اور تنہائی اور صحرا سے رغبت رکھتی تھی اور اپنے آپ سے کہتا تھا، مثنوی

پہ تنہائی چین مائل دلم چیست وزین تنہا نشستن حاصل چیست
[کیا وجہ ہے کہ میرا دل تنہائی کی طرف اس قدر مائل ہو؟ اس تنہائی سے مجھ کو کیا حاصل ہے؟] اور اس محبت کا کوئی متعلق ظاہر نہیں ہوتا تھا اور نہیں جانتا تھا کہ یہ عشق کس کو چھ کاہے اور یہ تمام کشش کس طرف ہے۔ شعر

۱- می دید چشم خود غبارے در دیدہ نہفتہ خارے

۲- آگہ نہ کہ گرد دامن کیست واں غنچہ زخار گلشن کیست

۳- در جیب گلش کہ ایں خک ریخت در چشم دلش کہ ایں نمک ریخت

۴- آتش کہ بسقف خانہ در زرد وین فتنہ ز دامن کہ سر زرد

۵- ایں تلوسہ چیست در شکیبش جادوئے کہ می دہد فریبش

۶- سوزیت ز عشق در سراو تیغیت نہاں بگوہر او

۷- از جنبش غمزمائے خوئی دارد نگرانی در وئی

۸- جانے بس خیال می داشت چہ برہ شمال می داشت

۹- سرمست نظارہ سو بسو بود در رقص نشاط مومبو بود

۱۰- ہم دیدہ براہ آرزو باز ہم گوش تمنیش بر آواز

۱۱- کز قافلہ رسد صدائے آواز بروں دہد درائے

[اپنی آنکھ میں ایک غبار دیکھتا تھا، آنکھ میں کانٹے ہی کانٹے پوشیدہ تھے۔ اس بات سے آگاہ نہیں تھا کہ یہ کس کے دامن کی گرد ہے اور یہ غنچہ کس کے گلشن کے کانٹے سے ہے۔ اس کے پھول کے گریبان میں یہ کانٹا کس نے ڈال دیا، اس کے دل کی آنکھ میں یہ نمک کس نے بکھیر دیا۔ گھر کی چھت میں کس نے آگ لگا دی، اور یہ فتنہ کس کے دامن سے ظاہر ہوا۔ اس کے صبر میں یہ بیکفراہی کس کی وجہ سے ہے، کس کا جادو اس کو فریب دیتا ہے۔ اس کے سر میں عشق کا ایک جنون ہے، اس کی ذات میں ایک تلوار چھپی ہوئی ہے، اپنے قاتل غمزوں کی جنبش سے وہ اپنے اندر کی نگرانی رکھتا ہے۔ وہ اپنے خیال میں ایک محبوب رکھتا تھا، نگاہ راہ شمال (دل) پر لگا رکھی تھی۔ ہر سمت نظارہ میں مست تھا، اس کا بال بال خوشیاں میں رقص کر رہا تھا۔ نگاہیں بھی آرزو کے راستہ پر لگی ہوئی تھیں، اس کی تمنا کے کان آواز پر لگے ہوئے تھے۔ کہ (شاید) کسی قافلہ سے ایک صدا آئے، (اور) کوئی جرس (گھنٹی) آواز دے۔]

موتوں تک اسی حالت سے مغلوب رہا اور آرزو کرتا تھا کہ اس عشق کا کوئی متعلق ظہور کرے
اور اس شورش و بے قراری کا معشوق معین ظاہر ہو جائے اور اس عشق کو حقدار بچلے درجے کے (مجازی)
معشوقوں سے متعلق کرنا تھا نہ ہوتا تھا، ایک جنون آمیز سودا اور آتش انگیز شوق تھا اور کچھ معلوم
نہیں تھا کہ اس جنون کو برا لکھنے کرنے والا کون ہے اور یہ آتش افروزی کس لئے ہے، اپنے کام سے
حیران تھا اور اپنی زبان حال سے یہ اشعار کہتا تھا۔ شعر

- ۱- دارد ز کہ موبہویم آزار و زنا خن کیست جنبش تار
- ۲- تنہا نہ بدل خلد کز اس سوئے دارد خلہ بہر بن موئے
- ۳- در دیدہ بمن کہ می زند برق و ز شعلہ کیست دشنہ برفرق
- ۴- از سوز کہ اس خراب برخواست و ز راہ کہ اس غبار برخواست
- ۵- بر ہر مژہ ام جدا نگار یست در ہر نگہم جدا بہا بر یست
- ۶- آں کیست کہ در درون سینہ بشکست ہزار آبگینہ
- ۷- ایں باد ز دامن کہ برخواست ویں دود ز خرمن کہ برخواست
- ۸- ایں مرغ کہ می پرد یریں بام ویں بوسہ کہ می دہد بہ پیغام
- ۹- ایں عشق ندانم از کجا خواست کز ہر رگ و ریشہ ام بلا خواست
- ۱۰- آں روز کہ خاک من سرشتند سودائے جنون بسر نوشتند
- ۱۱- از طرہ بئے فلندہ دام ست لیکن نشنا سمش کد ام ست
- ۱۲- تا عشق کہ شد مساعد من و اندر کف کیست مساعد من
- ۱۳- از خندہ کیست نو بہارم و از ناز کہ خار خارم
- ۱۴- ایں عشق ز عاشقاں عجیبست معشوق شناسی از ادب نیست
- ۱۵- اے عشق خوش آمدی چہیں چست در دل بنشین کہ منزل تست
- ۱۶- بنشین بنشین نشین از تست جان و خرد و دل و تن از تست
- ۱۷- روز از تو شب بہ مرا بس تخت از تو و خاک رہ مرا بس
- ۱۸- بپذیر تحفہ جان و بنشین بکشا کمر از میان و بنشین
- ۱۹- بنشین و ز عقل جوش نشان و ز خون ہوس خروش نشان
- ۲۰- از آمدنت چو گل شگفتم دامن دامن بہار رفتم

گل گرد بہارِ بختِ امروز بر گلِ بہمیدِ تخیتم امروز

۲۱-

(میرا بال کس کی وجہ سے تکلیف میں ہے اور تار میں جنبش کس کے ناخن سے ہے۔ اُس طرف سے صرف دل ہی میں غلش نہیں ہے، بلکہ ہر بال کی جڑ ایک غلش رکھتی ہے۔ میری آنکھ میں بجلی کون چمکاتا ہے اور سر پر خنجر کس کے شعلہ سے ہے۔ چنگاری کس کے سوز سے بجھ کر ہے اور یہ غبار کس کے راسخے اٹھا ہے۔ میری ہر ہلک پڑا ایک الگ عاشق ہے اور میری ہر نگاہ میں جہاں بہار ہے۔ وہ کون ہے جس نے سینہ کے اندر ہزار اُگلیں (دل توڑ دیئے ہیں۔ یہ ہوا کس کے دامن سے چلی ہے اور یہ دھواں کس کے خرم سے اٹھا ہے۔ یہ کس کا پرندہ ہے جو اس کو ٹھٹھے پڑا رہا ہے اور یہ ہوس کس کا پیغام دیتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ عشق کہاں سے اٹھا ہے کہ میرے ہر رگ و ریشہ سے تکلیف ظاہر ہے۔ جس روز کہ میری مٹی گوندی گئی (اسی روز) جنوں کا سودا میرے سر پہ لکھ دیا گیا۔ ایک بُت (محبوب) کی زلف کا جال ڈالا ہوا ہے لیکن میں اس کو نہیں پہچانتا کہ کون ہے۔ تاکہ یہ معلوم ہوتا کہ کس کا عشق میرا درد گار ہوا ہے، اور میری کلائی کس کے ہاتھ میں ہے۔ میری بہار کی تازگی کس کی ہنسی ہے؟ اور میں کس کے ناز سے زخم در زخم ہوں۔ عاشقوں سے یہ عشق کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، معشوق کو پہچانا ادب کی بات نہیں ہے۔ اے عشق! تیرا اس طرح والہانہ آنا مبارک ہے، تو دل میں بیٹھ کہ یہ تیری منزل ہے۔ بیٹھ بیٹھ یہ تیرا اپنا گھر ہے، یہ جان و عقل و دل و تن تیرا ہی ہے۔ دن تیرے لئے ہے اور شب سیاہ میرے لئے کافی ہے، تخت تیرے لئے ہے اور راسخ کی خاک میرے لئے کافی ہے۔ تو جان بوجھ قبول کر اور بیٹھ جا، کمرے ٹک کھول دے اور بیٹھ جا۔ تو بیٹھ جا و عقل سے جوش کو بٹھا دے اور ہوس کے خون سے جوش و خروش کو ٹھنڈا کر دے۔ میں تیرے آنے سے پھول کی مانند کھل گیا ہوں، میں نے دامن بھر بھر کر بہار سمیٹ لی ہے۔ میرے بخت کی بہار نے آج پھول کھلا دیئے ہیں، آج میرا تخت پھول پر رکھو۔)

اب ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں کہ کئی چینیے گزرنے پر اُس پوشیدہ معنی کے پر توڑ لانے کے بعد کامل طور پر ظاہر ہونے سے پہلے معلوم ہوا کہ اس محبت کا متعلق کون تھا اور وہ کدش و جذب کس طرف وابستہ تھی۔ ایک محبوب ظاہر ہو اکمال حسن و خوبصورتی اور بے حد بلندی و پسندیدگی والا کہ اس سے زیادہ حسن و جمال تصور میں نہیں آسکتا بلکہ اس کے مرتبے کی نزاکت ایسی ہے کہ اس بلند بارگاہ پر حسن و جمال کا اطلاق بھی گرانی رکھتا ہے اور اسی طرح ہر کمال و جمال اس بارگاہ سے (پہلے) راہ میں ہر جہاں کہیں بھی کوئی کمال ظاہر ہے اس کو اسی کے کمال کا اثر پایا اور جس طرف بھی حسن و جمال منصوب ہے اسی کے حسن و جمال کا نمونہ دیکھا، یقین کے ساتھ جان لیا کہ محبوبیت اسی کو زیب دیتی ہے اور مطلوبیت اسی کو متزاوار ہے، سب سے منہ موڑ لیا اور توجہ کی باگ اس کی جانب پھیر لی اور اس کی مہمت (عبادت) کے لئے اچھی طرح کمر بستہ باندھ لی۔ دیکھا کہ باگ موڑنے سے بھی اس منزل کا کوئی راستہ نہیں کھلتا اور یہ خدمت (عبادت) اس مقدس بارگاہ کے لائق نہیں ہے اور کسی کوشش و مہمت کو اس کے فضل کے بغیر

دخل نہیں ہے، اول اس کی عنایت ہونی چاہئے پھر اس کی کشش کی ضرورت ہے باقی سب پیچ ہے، ہر چیز ٹھک گیا اور معاملہ کو اس کے سپرد کر دیا کسی نے کیا خوب کہا ہے، بیت

۵۵ مر اگر تو سن دل نیست در راہ کند زلف او ہم نیست کوتاہ

[اگر میرے دل کا گھوڑا راستہ میں نہیں ہے (تو کیا ہوا) اس کی زلف کی کندھی تو کوتاہ نہیں ہے] اس کے بعد عنایت ازلی آپہنچی اور اپنی مہربانیوں سے اس ناکارہ کو نواز اور اپنے فضل و کرم کو آگے بڑھا کر اس خاک افتادہ کو اپنی مقدس بارگاہ کے پاس جگہ دی، اس کو ذہن میں رکھئے (اب) وہ مضمر معنی اور مستور آن اُس پر نور بارگاہ میں بروز و ظہور رکھتا ہے اور نہایت آب و تاب کے ساتھ گلزارِ ایک صحن میں دائمی رقصِ سرو میں ہے، ایک قدم ناز کے ساتھ اٹھاتا ہے اور ایک قدم نیاز کے ساتھ رکھتا ہے، نہایت خوش و خرمی کے ساتھ وصال کی خوشبو سے ہم آغوش ہے اور بندہ ہونے کے باوجود لازوال شراب کا سر مست ہے اور یہ ترانہ گارہا ہے۔ نظم

ہم اندر باز گرد اے بادِ نور روز کہ من بوئے گل خود دارم امروز
درد پیش شب از من یادم انکوں کہ من باہوش خود شادم انکوں
گرد اول می رود از گریہ آہم کوں خوش می برد در بادِ خوابم

[لے بازو بہار تو بھی دروازہ سے واپس ہو جا، کہ میں آج اپنے بھول کی خوشبو میں مگن ہوں۔ تو اب رات کو مجھے چاند کی یاد نہ دلا، کہ میں اپنے ہوش (چاند جیسا محبوب) کے ساتھ خوش ہوں۔ اگر پہلے وہ رُلا کر میرے آنسو ختم کر دیتا تھا تو میں خوش ہوں کہ اب وہ میری نیند کو بالکل اڑا دیتا ہے۔] اور اگر وہ خود اپنا ناشق ہو جائے تو اُسے زیب دیتا ہے کیونکہ وہ محبوب کا نواز اہوا ہے، اور اگر اپنے حسن کا شیفہ ہو جائے تو بھی مناسب ہے کیونکہ مطلوب کا منظور نظر ہے۔ اے عزیز! اُس محبوب موصوف کو جو کہ غنبری خوشبو والا ہے اس میلے کچیلے بدن کے ساتھ کیا نسبت ہے اور بلند معنی کو اس جسدِ خاکی و پُیس ماندہ، آوارہ و بیچارہ کے ساتھ جو کہ یار سے جبارہ گیا ہے اور دشمنوں کے ملک میں گرفتار ہو گیا ہے کیا مساوات ہے، یہ غنصری جسم ہے جو کہ حیرت و حُسر کے جنگل میں پریشان دل اور اچھے ہوئے بالوں کے ساتھ حیران و سرگردان ہے، دُوری و جدائی کی ہوا شرسِ جہت سے اس پر طمانچے مارتی ہے اور حجاب کی گرد اس کے پانچوں حواس کو باختہ کے ہوئے ہے۔

ہم بادِ زردہ طبا نچہ بر روئے ہم خاک فشرده نچہ در موئے

[ہوئے بھی پہرہ پٹیا نچہ مارا، خاک نے بھی بالوں میں نچہ جھاڑ دیا] اور کار وادکار سے عاجز رہ کر اور شوق و ہمت سے ہاتھ جھاڑ کر ترک کر کے بے ذوقی اور افسردگی کے کونے میں گوشہ نشین ہو گیا ہے، اس کی ہمت کی باگ

ہاتھ سے جاتی رہی ہے اور اس کی خدمت کی مکرٹ چلی ہے، انتہائی جبرانی کے باعث کسی چیز کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا اور نہایت پریشانی کے باعث کسی سے سوال نہیں کر سکتا۔ اگرچہ وہ معنی اس کی ملکیت تھا لیکن اس کو ایک دلبر نے پسند کر لیا ہے اس لئے وہ اس (طالب) سے کئی منزل دوری اختیار کر گیا ہے اور اس کے اور اس کے درمیان بعد مشرقین ہو گیا ہے۔

از باد صبا دلم چو بویے تو گرفت
بگذاشت مرا و جستوئے تو گرفت
انکوں زمن خستہ نمی آرد یار
بویے تو گرفتہ بود خوئے تو گرفت

[جب میرے دل نے باد صبا سے تیری بویائی، تو اُس نے مجھ کو چھوڑ دیا اور تیری جستو اختیار کر لی، اب وہ مجھ خستہ حال کو یاد تک نہیں کرتا، چونکہ اُس نے تیری بویا مل کر لی تھی اس لئے تیری خور عادت (بھی اختیار کر لی) وہ اُس کے تخت مرصع پر فرکش، اور یہ جسم خاک تیرہ میں مبتلائے کشمکش، وہ اپنی مراد سے ہمکنار و شاداں، یہ حیرت سے حسرت زدہ ماتم کناں، یہ اسقدر بآآہ و زاری و نیاز، اور وہ بصد استغنا و ناز، یہ بہر آرزو اُس کا راز جو یاں اور وہ کمال بے نیازی اپنے آپ سے رازگو یاں، یہ پیکرِ سفی (ادنی و پست جسم) اُس معنی علوی سے کہتا ہے

- ۱۔ من بے تو بخاک رہ منزہ باز تو خواب گزریں بہ بستر ناز
- ۲۔ من بے تو ز خون دیدہ گلزار تو خندہ زناں بصرین گلزار
- ۳۔ من بے تو بخون کشیدہ داماں تو رفتہ بنطع گل خراماں
- ۴۔ من بے تو بخاک غصہ پایاں تو رقص کناں بہانگ خلعاں
- ۵۔ من بے تو چورشتہ تاب در تاب تو رشتہ گسل چودرِ نایاب
- ۶۔ من بے تو بسوز دل گدازی تو عاشقِ خود بحسن بازی
- ۷۔ من بے تو گرفتہ ترکِ ہستی تو کردہ بخویش ناز و مستی

[میں تیرے بغیر ملکیں کھولے غبارِ راہ تک رہا ہوں اور تو بسترِ ناز پر مجھ خواب ہے، میں تیرے بغیر خونباری چشم سے گلزار ہوں اور تو صحنِ گلشن میں قہقہہ لگا رہا ہے، میں تیرے بغیر میرا من خون آلودہ ہے اور تو پھولوں کے فرش پر مجھ خرام ہے، میں تیرے بغیر رنج کی خاک کے ساتھ پایاں ہوں اور تو پایزب کی جھنکار کے ساتھ رقص کر رہا ہے۔ میں تیرے بغیر دھاگے کی طرح پیچ دیپچ ہوں اور تو نایاب موتی کی طرح دھاگے سے بے تعلق ہے۔ میں تیرے بغیر دل گدازی کی سوزش میں (بتلا) ہوں اور تو حسن بازی کے ساتھ خود اپنا عاشق ہے۔ میں نے تیرے بغیر ترکِ ہستی کو اختیار کر لیا ہے اور تو اپنے آپ سے مجھ ناز و مستی ہے۔]

تنبیہ لکھا: اے عزیز! کوئی شخص اس مکتوب کے اول حصے کو اس کے آخری حصے سے متصادم نہ سمجھے اور بظاہر متصادم نہ جائے اس لئے کہ جو چیز ممکن کے ساتھ منسوب ہے چونکہ ممکن بہر حال ممکن ہے (اس لئے) رد و طعن کے قابل ہے (پس) اس بارگاہ (جل و علا) کے لائق کس طرح ہو سکتی ہے، فضل و کرم کا معاملہ جدا ہے، اگر اس طرح کے دوازا کار کو نوازا دیا جائے تو یہ اس کی کمال بندہ نوازی ہے اور بندہ فی نفسہ اور اس کا عمل وہی ہے جو کہ تحریر ہو چکا ہے۔ اس جل شانہ کا کرم و عنایت اس شخص (بندہ) کے فعل پر موقوف نہیں ہے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ پہلے بیان ہو چکا ہے واردات میں سے ایک وارد (کیفیت) ہے۔ جب یہ وارد (کیفیت) غالب آتا ہے تو اپنے تمام اعمال و طاعات کو لعن و طعن کے قابل سمجھتا ہے حقیقت میں خواہ کچھ بھی ہو اور جو کچھ اس مکتوب کے آخر میں لکھا گیا ہے یہ بھی ایک وارد ہے اور ایک وارد کو دوسرے وارد کے ساتھ کوئی تضاد و تضادم نہیں ہے، پہلے اس دید (مشاہدہ) سے مغلوب تھا اس کے بعد اس دید (مشاہدہ) کا مغلوب ہو گیا ہے۔ پہلے مشاہدہ کے متعلق کسی بزرگ نے کہا ہے کہ میرے بائیں کندھے کا اعمال لکھنے والا (فرشتہ) ہمیشہ کام میں مشغول ہے اور میرے دائیں کندھے کا لکھنے والا (فرشتہ) میری کوئی نیکی نہیں پاتا جس کو وہ کاغذ پر تحریر کرے، یہ کارخانہ عارف کی نگاہ میں ہے اور پس۔ اور اس دید کا ایک نشان (اصل) ہے اور معاملات اس کے ساتھ وابستہ ہیں کہ جن میں سے ظاہری طور پر کچھ بیان ہو چکا ہے، قاصد جلدی کر رہا ہے اس لئے اس کی تفصیل میں مشغول نہیں ہو سکتا۔ اور دوسری دید (مشاہدہ) کے بارے میں وہی بزرگ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بائیں کندھے کے لکھنے والے (فرشتہ) کو نہیں پاتا ہوں اور بائیں نے بھی کلمات دیدہ سبحانہ یمین [اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ یمین یعنی داہنے ہیں] کے مصداق دائیں کی حیثیت اختیار کر لی ہے کیونکہ بایاں عدم کے مقضیات میں سے ہے اور جب عدم عین و اشکے ساتھ عارف سے زائل ہو جاتا ہے تو شمال (بایاں) اس کے لئے نہیں رہتا اور تخلقوا باخلاقی اللہ [اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ متصف ہو جاؤ] کے بموجب شمال (بایاں) یمین (داہنے) کا حکم حاصل کر لیتا ہے۔ اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ اس دید کا ایک نشان (اصل) ہے اور معاملہ اس کے ساتھ وابستہ ہے (اس کے متعلق) جاننا چاہئے کہ جو کچھ اس مقدس بارگاہ کی طرف منسوب ہے وہ سب خیر و کمال ہے، خیر و کمال کے لئے آئینہ چاہئے تاکہ اس کے خیر ہونے کا ظہور اس (آئینہ) کے ذریعہ سے ہو اور آئینہ کسی چیز کے مقابل میں ہی ہوتا ہے اور خیر و کمال کا مقابل شر و نقص ہے اس لئے کہ چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں اور ظاہر ہے کہ آئینہ اپنے آئینہ ہونے میں جس قدر کمال ہو گا اس میں منعکس ہونے والی صورت کا ظہور بھی اتنا ہی زیادہ کمال ہو گا، پس عارف کا اپنے شر کو دیکھنا جس درجہ زیادہ ہو گا اس میں خیر کا ظہور

اسی قدر زیادہ ہوگا کیونکہ ممکن فی نفسہ ہر شے نقص کا منشاء (اصل) ہے اس لئے کہ اس کی ذات عدم ہے۔
 مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ [تجہ کو جو بھی بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو بھی برائی پہنچتی ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے] اور ظہور
 غیریت کے لئے (اپنے اندر) شریعت کا دیکھنا کافی ہے، من تواضع لله رفع الله [جس نے اللہ تعالیٰ
 کے لئے تواضع کی اللہ تعالیٰ نے اس کو بلند کیا]۔ مختصر یہ ہے کہ ہر غیر و کمال اور ہر حسن و جمال جو کہ صفحہ
 کائنات میں ظاہر ہے وہ سب قربت و جود سے مستفاد و مستعار ہے، ذات ممکن عدم ہے جو کہ کچھ نہیں
 ہے اور بیچ سے سوائے بیچ کے اور کیا حاصل ہو سکتا ہے

- ۱۔ از تست طلسم این خزانه من بیچ نیم دریں میانہ
- ۲۔ از شیشہ تست این مئے ناب من خاک بلب در آتش و آب
- ۳۔ ہم گنج ز تست ہم تو گنجور من دست ہی فشانم از درو
- ۴۔ معنی تو دہی چنین شگر فم من جلد کتاب صوت و حرفم
- ۵۔ من ذرہ خاک آستانم تومی طلبی بر آسمانم
- ۶۔ از موج فیض تست این جوش من مہر بلب نہادہ خاموش
- ۷۔ از جوش و خروش خود چہ گویم این بادہ لونی دمن سبوم

[اس خزائن کا طلسم تجھ سے ہے، میں اس کے درمیان کچھ نہیں ہوں۔ یہ فاصل شراب تیرے شیشہ (صرافی) سے ہے
 میں آگ اور پانی میں خاک بلب ہوں۔ خزائن بھی تیرا ہی ہے اور خزائن والا بھی تو ہی ہے، میں نے دور سے خالی ہاتھ جھاڑ
 تو ہی مجھے ایسے عجیب و غریب معنی دیتا ہے، میں تو آواز اور حرف کی کتاب کی جلد ہوں۔ میں آستانہ کی خاک کا ایک ذرہ
 ہوں تو مجھ کو آسمان پر بلاتا ہے۔ یہ جوش تیرے ہی فیض کی موج (دھر) سے ہے، میں مہر بلب خاموش ہوں، میں اپنے
 جوش و خروش کے متعلق کیا بیان کروں، یہ شراب تو ہی ہے اور میں سبو (صرافی) ہوں]

اور اس پر مکتوب ختم ہوتا ہے۔ ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطانا الحمد لله
 اولا و آخر او الصلوٰۃ والسلام الامان الاكملان علی رسولہ محمد دائما و سمر دا و علی آلہ
 الاطهار و اصحابہ الاخیار و علی جمیع الانبیاء والمرسلین و علی ملائکہ المقربین و علی اہل الطاعة
 اجمعین۔ آمین۔ [لے ہمارے رب! اگر ہم سے بھول یا غلط ہوئی ہے تو ہم کو نہ پکڑ، اہل و آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد
 اور تمام و کمال صلوٰۃ و سلام دینی طور پر اللہ تعالیٰ کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اطہار و
 اصحاب اخیار اور تمام انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین اور تمام اہل طاعت پر ہو۔ آمین]

حاجی اکبر حسین شیخ حسین آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے امید ہے کہ آپ کی توجہات پہرہ و رہوگا
 ایں دم کہ تراست بادہ در جوش از خشک لبان مکن فراموش
 [اس وقت جبکہ تیری شراب جوش میں ہے خشک لبوں کو مت بھلا]۔ اسی طرح چاہئے کہ دوسرے دوست بھی آپ
 کی صحبت سے سیراب ہوتے اور فائدہ حاصل کرتے رہیں، بالخصوص دشمنوں کو نصیب ہو۔
 از گرمی مجلس ست بس دور تواساتی و اہل بزم محسور
 [یہ عاجز مجلس کی گرمی سے بیت دور ہے تواساتی ہے اور اہل محفل محسور ہیں] والسلام علیکم وعلیٰ سائرین
 اتباع الہدیٰ [آپ پر اور ہدایت کی پیروی کرنے والے تمام لوگوں پر سلامتی ہو]۔

مکتوب ۱۸

مولانا محمد صدیق پشوری کے نام، اُن کے اُن خطوط کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ احوال و
 واقعات پر مشتمل تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ [ہم اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتے ہیں جو کہ رحمن و رحیم ہے
 اور اسی سے مدد مانگتے ہیں] الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ [اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر
 سلامتی ہو] آپ کے دو پسندیدہ مکتوبات نے یکے بعد دیگرے موصول ہو کر مسرور کیا۔ مسرور کہ کائنات علیہ و علیٰ
 آلہ افضل الصلوٰۃ و اکل التیمات کی (خواب یا مکاشفہ میں) زیارت کرنا رحمت و بشارت ہے اور خوف کے
 سبب کا پوچھ لینا ہی تسلی دینا اور خوشخبری ہے خواہ زبانی تسلی فرمائیں یا نہ فرمائیں وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً
 لِّلْعٰلَمِیْنَ [اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے]۔

آپ نے لکھا تھا کہ "یہ خوف و اندیشہ اور غم اس طرح سے غلبہ پا چکا ہے کہ قوت و ہمت کو بالکل
 سلب کر لیا ہے اور فرض و سنن کی ادائیگی کے علاوہ کسی اور عبادت میں مشغول نہیں ہو سکتا۔ خوف خائفہ
 فکر آخرت طاعات کی توفیق میں اضافہ اور نوافل اعمال کی زیادتی کا سبب ہونا چاہئے تھا تو پھر وہ اس میں
 کمی و نقص کا سبب کیسے ہوگا اگرچہ فی نفسہ یہ خوف و اندیشہ (بھی) عبادات سے ہے اور غفلت و معاصی کا
 مانع ہے۔ نقل کرتے ہیں کہ عطار شبلی رحمہ اللہ سحانہ چالیس سال روتے رہے اور آسمان کی طرف نہ دیکھا،
 لوگوں نے ان کے رونے کا سبب دریافت کیا، فرمایا کہ قبر کے ڈر اور قیامت کے خوف سے ہے، اُس وقت
 لوگوں نے (اُن سے) آسمان کی طرف نہ دیکھنے کا سبب پوچھا، فرمایا کہ گناہ کی شرم کی وجہ سے، میں نے

گناہ بہت کئے ہیں اور مجلسوں میں بہت ہنستا اور قہقہے لگاتا رہا ہوں اس کی شرم کی وجہ سے میں نگاہ اوپر نہیں اٹھاتا ہوں۔ منقول ہے کہ فتح مصلیٰ (رحمہ اللہ) ساٹھ سال تک روتے رہے آپ کے رخسار مبارک کا گوشت پوست گل گیا تھا، انتقال کے بعد لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے بخشید یا ہے لیکن جس وقت مجھ کو اوپر لے کر حکیم الہی ہوا کہ اس کو اور اوپر لاؤ۔ جب مجھے عرش کے نیچے لے گئے تو میں نے سجد کیا لیکن کانپتے اور ڈرتے ہوئے خطاب باری ہوا کہ اے فتح کیا وجہ ہے کہ تو نے اس قدر گریہ کیا، کیا تو نے مجھے غفار نہیں سمجھا تھا، میں نے سرحد میں رکھ کر عرض کیا اے اللہ! میں تجھ کو غفار جانتا تھا لیکن میں قبر کے در قیامت کی ہیبت اور ملک الموت کی سختی سے روتا تھا کہ اُس تنگ قبر میں میرا کیا حال ہوگا۔ حکم ہوا چونکہ تو ڈرتا اور روتا تھا اس لئے میں نے اس رونے کے بدلے میں تجھ کو بخش دیا۔ یہ رونا اور یہ خوف جو کہ آپ کو نصیب ہے بڑی خوشگوار نعمتوں میں سے ہے میمون و مبارک و ترقی بخش اور باطن کو منور کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کا شکر بجالائیں اور اس (خوف) کے غلبے سے دل تنگ نہ ہوں، اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو خوف کسی آدمی میں جمع نہیں ہوتے ایک خوف دنیا میں اور ایک خوف آخرت میں، یعنی اگر آخرت کا خوف دنیا میں نصیب ہو جائے تو آخرت سے بے خوف کر دیتا ہے۔ یہ دیوانگیاں، یہ شورشیں، یہ چیخ پکار، یہ نعرے، یہ رونا اور یہ ذوق و شوق جو کہ اس وقت آپ کو نصیب ہے اور بلا طلب آپ سے ظاہر ہو رہا ہے لوگ متنا کرتے ہیں کہ اس قسم کے وقت کا ایک لمحہ ہی حاصل ہو جائے اور عذاب کی قوت سے شوق و جنون غالب آجائے اور ایک ساعت ظاہر و باطن کو ماسوی اللہ سے بیگانہ و بے تعلق کر دے، ہم جیسے سنگدل اور خشک چشم لوگ اس حقیقت سے منزلوں دور ہیں۔ مصرع

هَيْبَةُ الْاَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمًا [نعمت والوں کو ان کی نعمتیں مبارک ہوں]

آپ نے لکھا تھا کہ ایک روز بیٹھا تھا، اس عاجز کے اندر سے ایک جوش اٹھا اور قریب تھا کہ اس عاجز کے اندر سے درد بھری چیخیں نکلیں، پوری کوشش سے اپنے آپ کو چھینے سے باز رکھا اس کی وجہ سے سینہ اور پہلو میں درد پیدا ہو گیا ہے، شکر ادا کریں کہ اس طرح کے جوش و خروش میں جان سلامت رہ گئی (ورنہ بہت سے صوفیوں نے اس قسم کی حالت میں جان دیدی ہے۔) نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم خواص قدس سرہ ایک روز ایک ایسے مجمع کے پاس، گذرے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول تھا، اس جماعت کے ذکر الہی سے حضرت ابراہیم (قدس سرہ) میں فوق و شوق نے ایسا اثر کیا کہ رقص کرنے لگے سات دن رات تک اسی کیفیت میں رہے، جب ہوش میں آئے تو نے سر سے

وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی اور سجدہ میں سر رکھ کر تین بار یا اللہ یا اللہ کہا، مگر اٹھایا اور جان دیدی
 عاشق بہ ہوائے دوست بیہوش بود و از یاد محبت خویش سر ہوش بود
 [عاشق دوست کی محبت میں بیہوش ہو جاتا ہے اولیٰ اپنے محب کی یاد سے سر ہوش ہو جاتا ہے]
 آپ نے لکھا تھا کہ تیرے مکتوب میں درج تھا کہ اصل کام محبت ہے بے محبت لوگ کہاں پہنچیں گے،
 اس معنی سے بہت ہی زیادہ رنجیدہ ہے غم و اندوہ میں اس قدر نیچے چلا گیا ہے کہ سر نہیں اٹھا سکتا۔
 میرے مخدوم! تعجب ہے کہ میں نے آپ کے بارے میں جبکہ آپ محبت میں منفر د میں یہ کلمہ لکھا ہو، جس قدر
 غور کرتا ہوں میرے دل میں نہیں آتا کہ میں نے یہ کلمہ لکھا ہو مگر چونکہ آپ نے لکھا ہے تو ضرور ہو گا۔
 معلوم نہیں کس طرح یہ کلمہ قلم پر آ گیا ہے اور اس سے کیا معنی مراد ہیں بہر حال آپ کے رنج و غم کبابعت ہوا ہے۔
 مصرع بلانے درد منداں از درد یواری آید (درد منداں کی بنا (آرائش) درد یواری آتی ہے)
 آپ نے میں کوئی خیال نہ لائیں آپ کی محبت تو ظاہر واضح ہے اس میں کسی کلام کی گنجائش نہیں ہر والسلام علیکم۔

مکتوب ۱۹

حافظ عبد الرشید کی خدمت میں اپنے پیر و شکیر حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکاشفہ
 کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ [اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر
 سلام ہو] نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص مرتل ہے اور اس پر بندوں کے
 حقوق میں سے کوئی حق مثلاً قرض وغیرہ ہوتا ہے تو (فرشتے) اس کی روح کو آسمان کے اوپر نہیں لیجاتے
 اور جب تک اس میت کی جانب سے حقوق کی ادائیگی نہ ہو جائے اس کو اوپر چڑھنے سے روک دیا جاتا ہے
 اور جب حقوق ادا ہو جاتے ہیں تو اس بندہ سے نجات پالیتا ہے۔ ہمارے حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس
 بارے میں بہت فکر مند رہتے تھے آخر کار اللہ جل شانہ کے فضل و کرم سے آپ پر اس طرح منکشف فرمایا
 گیا کہ یہ قلم اس شخص کے ساتھ مخصوص ہے جس کی روح کو اس دار دنیا میں ترقی (عروج) واقع
 نہیں ہوا لیکن اگر اللہ تعالیٰ جل شانہ کے فضل سے دار دنیا میں ان تعلقات کے باوجود اس کی روح کو
 ترقی (عروج) ہوئی ہے تو موت کے بعد بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مرضی سے اس کو ترقی (عروج) حاصل ہوگی
 بخلاف اس شخص کے جو کہ (روحانی ترقی سے) محروم اور اس دنیا کا گرفتار رہا، اس کی ترقی و فات کے بعد
 ان تعلقات سے رہائی حاصل کرنے پر موقوف ہے والسلام۔

مکتوب ۲۱

شیخ محمد جان اکبر آبادی کے نام محبت کی خصوصیات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللّٰهُ تَعَالٰی آپ کو خود کامل ہونے اور دوسرے کو کامل کرنے کے درجات پر رزقیات عطا فرمائے اور سنتِ عالیہ کے راستہ پر استقامت و دوام بخشے۔ آپ کے مکتوبات گرامی یکے بعد دیگرے موصول ہو کر مسرت و مسرت کا باعث ہوئے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حمد و شکر ہے کہ آپ خیر و عافیت سے ہیں اور فقراء کی یاد سے فارغ (بے فکر) نہیں ہیں۔ اس گروہ سے محبت کرنے والا اس گروہ کے ساتھ ہے۔ ایک عزیز نے کہا ہے یا اللہ! مجھ کو اس قوم سے بنا دے یا اس قوم کے دیکھنے والوں میں سے کر دے کیونکہ میں کسی دوسری قوم سے تعلق کی طاقت نہیں رکھتا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ اس عالی مرتبہ گروہ کے ساتھ کامل محبت عنایت فرما کر ان کے فیوض و برکات سے کامل حصہ عطا فرمائے اور ان کے پوشیدہ اسرار و معانی سے سیراب و شاداب کرے۔ محبت کا تعلق ہی ہے جو کہ محبت کرنے والے کو ہمیشہ محبوب کے ساتھ رکھتا، اس کی صفاتِ کاملہ کے ساتھ متصف کرتا اور طالب کو مطلوب کے رنگ میں رنگ دیتا ہے، اور عشق کا جوش ہی ہے جو کہ سالک کو بشریت کے وجود سے ہلکا کر دیتا، انانیت (میں پن) اور سرکشی کے تنگ کو چہرے سے رہائی دیتا، اور اس کو اپنے آپ سے بخود کر دیتا ہے اور از خود رفتہ کو اس مقدس بارگاہ میں جگہ دیتا اور قرب کی منزلوں تک پہنچاتا ہے، بیشک پہلے (ازل) سے ہی ہوتا آیا ہے۔ محبت ہی ہے جو کہ وجود کا سبب بنی ہے اور جس نے سلسلہٴ یکار کو حرکت دی ہے۔ محبت ہی ظہور و اظہار کا باعث بنی ہے اور پوشیدہ خزانے کو ظہور کے میدان میں لاتی ہے۔ اول چیز جس نے تعین کو قبول کیا وہ محبت ہی ہے جو کہ سرورِ کائنات علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت ہے۔ اس محبت ہی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رب العالمین (اللہ تعالیٰ) کے حبیب بنے ہیں اور تمام کائناتِ حُب کے تقاضے اور محبت کے جوش سے وجود و ظہور میں آئی ہے۔

گر عشق نبودے و غم عشق نبودے چندیں سخنِ نغز کہ گفتے کہ شنیدے

(اگر عشق نہ ہوتا اور عشق کا غم نہ ہوتا تو اسقدر نادر باتیں کون کہتا اور کون سُنتا)

والسلام۔ امید ہے کہ اس فقیر کو کبھی کبھی دعا کے ساتھ یاد فرمایا کریں گے۔

مکتوب ۲۲

مولانا محی صغیف کے نام، سنت کو زندہ کرنے اور بدعت کو مٹانے کی تحریک اور صمد المسلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت و متابعت پر ترغیب میں اور ان کے خط کے جواب میں جو کان کے دوستوں کے حالات پر مشتمل تھا تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم و حادثاً و مصلیاً علی رسولنا الکریم، اما بعد! پس روزِ مرہ کے تمام امور لائقِ حمد و شکر ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے آپ کے لئے عافیت اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والنتیجہ کے راستہ پر استقامت مطلوب ہے۔

میرے مخدوم! اقرب قیامت اور تاریکیوں کے هجوم کا زمانہ ہے ایک دنیا ان تاریکیوں کے گرداب میں غرق ہے اور غرق ہوتی جا رہی ہے کوئی جوان مرد ایسا ہونا چاہئے جو اس طرح کے زمانے میں کسی سنت کو زندہ کرے اور کسی بدعت کو مٹائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے انوار کے بغیر سیدھا راستہ پانا بڑا محال ہے اور نبوت کے طریقوں کو اختیار کئے بغیر نجات تلاش کرنا محض واپس ہے۔ صوفیہ کے طریق پر چلنا اور محبت ذاتیہ تک پہنچنا حبیب رب العالمین (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ابتداء کے بغیر ممکن نہیں ہے، آیہ کریمہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ [دے نبی، آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا] اس بارے میں شاہد صادق ہے۔ اپنی سعادت اس میں سمجھنی چاہئے کہ ہر کام میں سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت پیدا کی جائے خواہ وہ کام عادات سے متعلق ہو یا عبادات سے یا معاملات سے تعلق رکھتا ہو۔ عالمِ مجاز میں بھی جب کوئی شخص کسی کے محبوب سے مشابہت پیدا کر لیتا ہے تو وہ محبت کرنے والے کی نگاہ میں بہت زیادہ محبوب اور پیارا لگتا اور پسندیدہ و خوبصورت معلوم ہوتا ہے، اور اسی طرح محبوب کے دوست بھی محب کے نزدیک محبوب عزیز ہوتے ہیں اور جن سے محبوب کو بغض و عناد ہوتا ہے محب بھی ان سے بغض و عناد رکھتا ہے۔ پس ظاہری باطنی کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے وابستہ ہیں اور آپ ہی کی محبت کی میزان پر وزن کئے جاتے ہیں، پس سب سے افضل طاعت (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے) دوستوں سے محبت کرنا وہ (ان کے) دشمنوں سے دشمنی کرنا ہے، کیونکہ یہ معنی فرط محبت سے ہی پیدا ہوتے ہیں اس لئے کہ دوست دوست رکھنے والوں کی دوستی اور اس کے دشمنوں سے دشمنی کرنے میں یہ شخص بے اختیار ہے اور اس بارے میں جنوں (دیوانگی) رکھتا ہے، لیکن یوں احد کہ حق یقال انه مجنون [تم میں سے کوئی شخص ہرگز کمال ایماندار نہیں ہوگا جب تک

لوگ اس کو مجنون نہ کہنے لگیں) اور جو شخص ایسا نہ ہو جائے محبت سے بے بہرہ ہے۔ مصرع
توئی بے تیرا نیست ممکن

[محبوب سے محبت اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کہ اس کے دشمنوں سے بیزاری نہ کرے] اس مقولہ پر اس جگہ کا رہند
ہونا چاہیے نہ کہ صحابہ کبار (رضی اللہ عنہم) کے بارے میں، جیسا کہ بعض لوگوں نے گمان کیا ہے کہ جناب امیر
(حضرت علی) کرم اللہ وجہہ کی محبت اکابر صحابہ سے بیزاری کے بغیر ممکن نہیں ہے، انھوں نے غلط
سمجھا ہے کیونکہ دوستی کی شرط دشمنوں سے بیزاری نہ ہے نہ کہ دوستوں سے بیزاری، اس لئے کہ حق سبحانہ
و تعالیٰ نے اصحاب کرام کے بارے میں رَحِمَاؤُ بَيْنَهُمْ [وہ آپس میں بہت دیران ہیں] ارشاد فرمایا ہے اور رَحِمَاؤُ
رحیم کی جمع ہے جو کہ بالغلط کا صیغہ ہے پس ضروری ہوا کہ یہ بزرگ حضرات (صحابہ کرام) ایک دوسرے کے
ساتھ کمال درجہ کی مہربانی کے ساتھ موصوف ہوں اور چونکہ صفت مشبہ ہمیشگی پر دلالت کرتی ہے (اس لئے)
لازمی ہوا کہ کمال مہربانی کی یہ صفت ان بزرگوں کے درمیان ہمیشگی کے طریقہ پر موجود ہو (اور) ایک دوسرے
کے بارے میں بغض و کینہ اور حسد و عداوت جو کہ رحم کے منافی ہیں ان سے دائمی طور پر محقود ہوں، حدیث شریف
میں آیا ہے: [ارحموا منی بامتی ابوبکر] میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکر میں بھلا
جو شخص سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہو اُس سے امت کے حق میں کینہ و عداوت کیونکر تصور کیا جاسکتا ہے۔
اب ہم اصل بات بیان کرتے ہیں جو کہ مذکورہ بالا بیان کی تائید کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں
محبت کرنا اور اس کے دشمنوں سے عداوت رکھنا سب سے افضل عبادت ہے جیسا کہ روایات میں آیا ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا "کیا تو نے کبھی میرے لئے کوئی عمل کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام
نے عرض کیا "یا اللہ! میں نے تیرے لئے نماز پڑھی، روزے رکھے، صدقہ دیا اور تیرا ذکر کیا۔ پس اللہ عز و جل نے
فرمایا "البتہ نماز تیرے لئے دلیل، روزہ ڈھال، صدقہ سایہ اور ذکر نور ہے، پس میرے لئے تو نے کونسا عمل کیا؟
تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا "یا اللہ! آپ مجھے اُس عمل کی طرف رہنمائی فرمائیں جو آپ کے لئے ہے"
اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے موسیٰ! کیا تو نے میرے کسی دوست سے دوستی کی یا میرے کسی دشمن سے دشمنی رکھی؟ پس
موسیٰ علیہ السلام نے جان لیا کہ وہ عمل المحب فی اللہ والبغض فی اللہ [کسی سے اللہ تعالیٰ ہی کے لئے
محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے دشمنی کرنا] ہے۔

جو مکتوب کہ سلا تیسور لایا تھا اس میں درج تھا کہ "ایک رات بیدار ہوا اور نماز خجۃ الوضو ادا
کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر نہایت عاجزی کے ساتھ دعا کرتے ہوئے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ)
کی اور فلاں بزرگ کی نسبت خاص حاصل ہونے کی التجائی، ایک لمحہ بھی نہ گذرا تھا کہ اس اس طسرح کی

ایک نسبت ظاہر ہوئی تقریباً ڈیڑھ گھری جوش رہا اس کے بعد آہستہ آہستہ کم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں کہ دعا کرتے ہی فوراً اس کی قبولیت کا کچھ اثر ظاہر ہوا اور ایک خاص نسبت نے ظہور کیا، لیکن تعجب ہے کہ آپ نے اپنے پیر دستگیر کی نسبت کے ساتھ دوسرے بزرگ کی نسبت کی بھی آرزو کی، باوجودیکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ اگر کسی دوسری جگہ سے کوئی نسبت حاصل ہو تو اس کو بھی اپنے پیر ہی کی طرف منسوب کرنا چاہئے اور اپنی توجہ کے قبلہ کو منتشر نہیں کرنا چاہئے، شاید کہ اس سے آپ کی مراد حضرت عالی رحمہ اللہ الف ثانی قدس سرہ کی نسبت خاص اور اس بزرگ کی وہ نسبت ہو جو کہ حضرت عالی (قدس سرہ) سے اُس کو پہنچی ہے، پس اس تقدیر پر دونوں نسبتیں ہمارے حضرت (قدس سرہ) ہی کی ہوں گی۔

اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ دوستوں اور رشتہ داروں اپنے گھر دوں پر (لے جانے) کی تکلیف کی جس کی وجہ سے وہ حلاوت و لذت باقی نہیں رہی۔ بوقت ملاقات بھی آپ اس بات کا اظہار کر رہے تھے اور پوچھ رہے تھے کہ اس بارے میں کیا کرنا چاہئے۔ میرے مخدوم! دعوت کو قبول کرنا خود سنت ہے، سنت کو بجالانے سے حلاوت میں فتور کس طرح واقع ہو سکتا ہے، لیکن اس (دعوت کو قبول کرنے) کے لئے شرائط ہیں جو کہ شرع کی کتابوں میں مذکور ہیں، مثلاً یہ کہ کھانا دیا و سمعہ (دکھانے اور سنانے) کے لئے نہ ہو، حلال طریقے سے لیا گیا ہو، اُس مجلس میں ہمو و لعب نہ ہوں، عام دعوت نہ ہو، اور اسی قسم کی اور بھی شرائط ہیں، اگر دعوت میں یہ تمام شرائط پائی جائیں اور سنت قائم کرنے کی نیت سے قبول کر لی جائے اور کھانا کھانا اور خصوصیت منظور نہ ہو تو امید ہے کہ ایسی دعوت کا کھانا کھانے سے باطن کی نسبت میں کوئی فتور واقع نہیں ہوگا۔ روایت میں آیا ہے کہ ولیمہ کی دعوت میں سنت قائم کرنے کی نیت سے حاضر ہونا چاہئے، کھانا کھانے کی نیت سے حاضر نہ ہو۔ اور حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس نے کسی شخص کو کسی نیت کے بغیر کھانے کی دعوت دی تو اس پر خطا (گناہ) لکھی جائے گی، اگر اس شخص نے اس دعوت کو قبول کر لیا تو اس پر دو خطائیں (گناہ) لکھی جائیں گی اور اگر شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہوگی تو اس دعوت کا قبول کرنا مسنون نہ ہوگا۔ کیا ضرورت ہے کہ اس کو قبول کر کے اپنے باطن کی حلاوت میں خلل ڈالے۔

آپ نے لکھا تھا کہ ”اس جگہ کے دوست اس نسبت سے جو کہ آپ نے اس سفر میں غایت قربانی شہی بہرہ ور ہوئے ہیں، کیا تعجب ہے، وللارض من کماں الکرام نصیب (بزرگوں کے پیالہ سے زمین کیلئے بھی حصہ ہوتا ہے)۔“ شیخ عوضؒ نے اس احقر سے متعلق جو بشارات والے واقعات دیکھے ہیں اور آفر و عالم صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر مشائخ سے جو غایات و توجہات دیکھی اور سنی ہیں جو مثلاً تیمور اور دہلیا میر نوروز کے

خطوط میں درج تھیں امیدوار ہوا اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر بجالایا۔ اور آپ نے جو کیفیات ایک جوان کے بارے میں اور جو دوسرے جوان کے بارے میں لکھی تھیں وہ اچھی اور بلند ہیں، اے اللہ! ہمارے دینی بھائیوں میں اضافہ فرما۔

۱۵/۱۲/۱۴۰۲ھ

آپ نے اپنے عزیز جگر گوشہ کے انتقال کے بارے میں تحریر کیا تھا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ [بیشک ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اور ہم سب کی طرف لوٹ جانا ہے] اللہ تعالیٰ نعم البدل عنایت فرمائے اور قضاے الہی پر صبر و رضا عطا فرمائے۔ فانما المحروم من خیر الثواب [پس بیشک محروم وہ شخص ہے جو ثواب سے محروم ہے] حدیث شریف میں آیا ہے "میں مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے تعجب میں ہوں کہ جب اس کو کوئی خیر (بھلائی) حاصل ہوتی ہے تو وہ اپنے رب کی حمد کرتا اور اس کا شکر ادا کرتا ہے اور جب اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا اور صبر کرتا ہے، مومن کو ہر چیز میں اچھا بدلہ دیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس لقمہ پر بھی اجر دیا جاتا ہے جس کو وہ اپنی عورت کے منہ کی ظرف بڑھاتا ہے والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم (تم پر اور تمہارے پاس والوں پر سلامتی ہو)۔"

مکتوب ۲۳

جانان یگم کے نام، اقسام توحید اور اس کے ہر مرتبہ کے متعلقہ معارف کو توضیح و اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے اس کی شرح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً للہ العظیم ومصلياً علی رسولہ الکریم (اللہ تعالیٰ جل شانہ کی حمد کرتے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو کہ رحمن و رحیم ہے)۔ اللہ تعالیٰ بخیر و برکت، محترمہ، متفقہ، مکرمہ کی ذات بابرکات کو اپنی بے انتہا عنایات میں شامل فرما کر مقامات قرب میں ترقی عطا فرمائے۔

انہر چمی رود سخن دوست خوشتر است [دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے] اے آپ غور سے سنیں، توحید دو قسم کی ہے: توحید عوام اور توحید خواص۔ توحید عوام کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے مضمون کی تصدیق اور کافروں کے باطل موجودوں کی نفی کرنا اور معبود برحق کا اثبات کرنا ہے حالانکہ (اس توحید میں) حق تعالیٰ جل و علا کو اس کے ماسوا کے ساتھ محبت و گرفتاری اور دید و دانش میں شریک کرنا اور نفسِ امارہ کا جو کہ اس کی فطرت میں ودیعت ہے انکار و متزاع

۱۵/۱۲/۱۴۰۲ھ

۹۶ پایا جاتا ہے۔ اور توحید خواص میں تصدیق مذکور کے باوصف دورِ جہ ہیں، پہلا درجہ دل کو ماسوی اللہ کی محبت و گرفتاری اور اس کی دید و دانش سے خالی کر دینا ہے۔

توحید بعرفِ صوفی صاحبِ سیر تخلیصِ دل از توجہ اوست بغیر

[صاحبِ سیر صوفی کے نزدیک توحید (کے معنی) دل کو غیر (شر) کی طرف توجہ کرنے سے خالی کر دینا ہے] اس کی توضیح یہ ہے کہ جب سالکِ رشید ذکر و فکر پر دلاومت کرتا ہے اور لہو و لعب اور ہر اس چیز سے جو کہ توجہ و انہماک کے منافی ہے روگردانی کرتا ہے اور عنایتِ ازلی طالب کے شامل حال ہوتی ہے بتدریج سلطانِ ذکر اس کے باطن پر اس حد تک غلبہ پالیتا ہے کہ باطن کا ذکر و اہم حاصل کر لیتا ہے اور یادِ کرد کے تکلف سے نجات دیدیتا ہے اور ظاہر کی غفلت باطن میں سرایت نہیں کرتی اس کا ظاہر خواہ کسی چیز میں مشغول ہو، غافل ہو یا حاضر، بیدار ہو یا نیندیں، باطن ہمیشہ ذکر و حضور میں رہتا ہے، خلوت و جلوت (تنہائی و مجلس) اس کے باطن میں یکساں ہے۔

از بروں در میانِ بازارم وز دروں خلوتے مست بایام

[میں باہر سے (ظاہر کے اعتبار سے) بازار میں ہوں اور اندر سے (باطن کے اعتبار سے) یار کے ساتھ تنہائی میں ہوں] اور حبیبِ باطن دائمی حضور و آگاہی سے منصف ہو جائے تو ماسوی کی محبت و گرفتاری کو آہستہ آہستہ زائل کر دے گا، اس کا علمی وحی تعلق اللہ تعالیٰ کے ماسوی سے جو کہ علمِ حصولی سے تعلق رکھتا ہے ٹوٹ جائے گا، یہاں تک کہ ماسوی کو بھلا دینا اور غیر اللہ سے پوری طرح قطع تعلق کر لیتا حاصل ہو جائیگا اس درجے تک کہ اگر ماسوا کو تکلف کے ساتھ بھی یاد کرے تو اس کو یاد نہ آئے اور اس کے دل میں اس کا خیال نہ گزرے اس وقت اس بھول کے واسطے سے جو کہ دل کو ماسوی سے حاصل ہوتی ہے نہ وہ دنیا کی خوشی سے سرور ہوتا ہے اور نہ اس کی غم خواری سے رنجور اس حالت کو فنائے قلبی سے تعبیر کیا جاتا ہے اولاً: کمالاتِ ولایت میں سے پہلا کمال ہے۔ جاننا چاہئے کہ اس کمال میں اگرچہ باطن کو دوامِ حضور حاصل ہے اور وہ ماسوی کی گرفتاری سے رہائی حاصل کر چکا ہے لیکن اس کا نفسِ حاضر اور علمِ حضوری اپنی جگہ پر موجود ہے اور اس کی منازعت اور انانیت قائم ہے۔

خواص کی توحید کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ نفسِ حاضر اور اس کا اپنا علمِ حضوری بھی زائل ہونا شروع ہو جاتا ہے اور انانیت، ہم سری اور شرکت کے دعویٰ میں غفل پیدا ہو جاتا ہے اور وہ خود کو انانیت سے تعبیر نہیں کر سکتا کیونکہ انانیت و خودی اس سے زائل ہو چکی ہے، اس وقت اگر توجہ و حضور ہے تو از خود بخود ہے کیونکہ عارف کا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہا ہے اور اس کے یہ معنی نہیں کہ عارف

۹۷ اس وقت عین حق ہو گیا ہوا اور بسجائے تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ایک ہو گیا ہے۔ اِنَّا اَحْنُ کہنا اس مقام تک نہ پہنچنے کی وجہ سے ہے اس لئے کہ فنا و نیستی اور اُن کے زائل ہونے کی صورت میں اِنَّا اَحْنُ کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور وہ سُبْحَانِی زبَان سے نہیں نکال سکتا۔

خیال کج ممبر اس جاو بشناس کسے کو در خدا گم شد خدا نیست
(اس جگہ کج خیالی مت کرو اور پہچان لے رکھو جو شخص خدا میں گم ہو گیا وہ خدا نہیں ہے)۔ اس حالت کو فنائے نفس کہتے ہیں، فنا کی حقیقت اس مقام میں حاصل ہوتی ہے۔ پہلی فنا کا حاصل باطن کے آئینہ کو یا سولہ کے نقوش اور غیر اللہ کی صورتوں کے حصول سے خالی کرنا ہے خواہ وہ ماسوی اللہ اتفاق (universe) سے متعلق ہوں یا انفس سے (self) سے ہوں، یہ کمال تجلی افعال کے ساتھ وابستہ ہے اور دوسری فنا جو کہ عارف کے علم حضوری کی نفی کے ساتھ اس کی اپنی نفی ہو جانا ہے تجلی صفات کے ساتھ وابستہ ہے اور اس کا کمال تجلی ذات کے ساتھ مربوط ہے۔ یہ ہے اہل اللہ کی سیر و سلوک کا خلاصہ اور اہل کمال کے حال کا نسخہ، ابھی اس میں گفتگو کرنے کی بہت گنجائش ہے۔

مکتوب ۲۱

مرزا امام اللہ بر بیان پوری کے نام، اُن کے خطوط کے جواب میں جو کہ اُن کے اہل ان کے دوستوں کے حالات و اشواق اور واقعات پر مشتمل تھے تحریر فرمایا اور اس میں ہر مقام کے متعلق معارف کا ذکر اور حقیقت کتبہ معظمہ کا بیان و حدیث الی مع اللہ وقت کی تشریح اور تحقیق سرور کائنات علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسرے حقائق پرفیضیت بیان فرمائی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمداً للہ العظیم ومصلياً علی رسولہ الکریم (اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے میں اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو کہ رحمن و رحیم ہے)۔
برادر میر ضیاء الدین حسین نے برادر عزیز سید اللہ تعالیٰ سبحانہ من الزلل والافات (اللہ تعالیٰ اس کو تائید و لغزشوں اور آفتوں سے سلامت رکھے) کا گرامی نامہ قابلِ قدر تحائف کے ہمراہ پہنچا کر سرور کیا، حق سبحانہ و تعالیٰ فیوض کے دروازوں کو ہمیشہ کھلا رکھے اور اپنی غنایات و الطاف کے ساتھ سر بلند کرے اور جو کچھ آپ نے مولانا ابوالمظفر نبیرہ شیخ علم اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعہ کے بارے میں دیکھا ہے کہ گویا حضرت ایشاں (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) اُن کی طرف متوجہ ہوئے وہ اس لباس سے جو کہ وہ رکھتے تھے

عربان ہو گئے اور ان کو دوسرا لباس پہنایا گیا اور حضرت عالی (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے فرمایا کہ اُن کے ورق کو پلٹ دیا گیا ہے، اور دوسرے واقعہ میں حضرت نے فرمایا کہ ہم نے اُن کو اپنے ساتھ لے لیا ہے، اس کے بعد سے اُن کا معاملہ دوسرا ہو گیا ہے۔ بہت مبارک ہے، امید ہے کہ حضرت عالی (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی خاص نسبت سے وافر حصہ حاصل کرینگے اور ان غایات سے جو کہ اس واقعہ میں آپ کے متعلق ظاہر ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر بجا لائیں کہ یہ بشارتِ عظمیٰ ہے اور جو کچھ آپ نے عجز و عدمِ ادراک کے غلبہ کے بارے میں اظہار فرمایا تھا اور لکھا تھا کہ دوسری حالت اس کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتی (یہ حالت) سب سے الگ ہے۔ بیشک جو نسبت کہ وراۃ الوار سے تعلق رکھتی ہے وہ تمام نسبتوں سے الگ ہے اس کے ادراک سے عاجز ہونے کے سوا اور کیا نصیب ہو سکتا ہے۔ جو واقعات کہ فخر شاہ نے دیکھے ہیں وہ واضح ہیں، بظاہر وہ قطبِ وقت کے ساتھ بڑی مناسبت رکھتا ہے اور اس کے انوار و برکات سے امید واریہ، حق سبحانہ و تعالیٰ قوت سے فعل میں لائے، واقعاتِ بشارت ہیں، ہمارے بزرگوں نے ان پر اعتماد رکھی نہیں رکھا ہے جو کچھ بیداری میں پیش آئے وہ اس شخص کی ملکیت ہے۔

جو غلامِ آفتاب ہمہ ز آفتاب گویم نہ شبم نہ شب پرتم کہ حدیثِ خواب گویم
[چونکہ میں آفتاب کا غلام ہوں اس لئے سب کچھ آفتاب ہی کو کہتا ہوں، میں شبوں اور شب پرست ہوں جو خواب کی بات کہوں]
اور وہ واقعہ کہ جس میں پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام حضرات نے آپ کو کعبہ معظمہ کے اوپر لے لیا اور کعبہ کی دیوار کے پورا کرنے کا امر فرمایا اور فرمایا (یہ کام) تجھ سے متعلق ہے اور تکمیل کے بعد ان حضرات فرمایا کہ جاملہ (غلافِ کعبہ) بھی تو ہی پہنا۔ آپ حضرات کی آمد کو کعبہ معظمہ کو جامعہ مبارکہ (غلاف) پہنایا، اس کے بعد سب حضرات نے مبارکباد دیکر مصافحہ کیا، بہت اعلیٰ ہے، اس سے کعبہ معظمہ کے ساتھ کامل مناسبت معلوم ہوتی ہے، حق سبحانہ و تعالیٰ اس کی حقیقت سے کچھ حصہ عطا فرمائے حقیقت کعبہ حقائقِ مخلوقات و حقیقتِ واجبی جل سلطانہ کے درمیان جو کہ مرتبہ احدیت ذات تعالیٰ و تقدس ہے برزخ ہے کیونکہ کعبہ مخلوق کا مسجدِ الیہ ہے (اسی لئے) اس کی حقیقت تمام مخلوق کے حقائق سے ضرور ممتاز ہونی چاہئے۔ چونکہ مسجدِ ذاتِ حق سبحانہ ہے (اس لئے) کعبہ کی خلقت بھی اسی مقدس بارگاہ سے ہونی چاہئے۔ ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) قدس اللہ تعالیٰ بسرہ الا قدس نے اس مکتوب گرامی میں جو کہ مکتوبات کی تینوں جلدوں میں سے کسی میں شامل نہیں ہے لکھا ہے کہ "حقیقت کعبہ ذاتِ اجبی تعالیٰ ہے اس لئے کہ مسجدِ حقیقت میں وہی مقدس مرتبہ ہے۔ ہذا" جانا چاہئے کہ مسجد اگرچہ ذاتِ بیچون ہے

لیکن اعتبارِ مسجودیت کو اس کے ساتھ ملحوظ رکھا گیا ہے اس لئے مرتبہ ادرتِ ذات سے جو کہ نسبتوں اور اعتبارات سے پاک ہے نیچے کے درجے میں ہوگا اور دید و دانش و گرفتاری میں متمیز ہو جائے گا۔

اور آپ نے دوسرے واقعہ میں لکھا تھا کہ ”حضرتِ ایشان (قدس سرہ) فقیر کے سر کو اٹھا کر فقیر کی پیشانی کا بوسہ دیکر فرماتے ہیں کہ خبردار ہو جا۔ فقیر دیکھتا ہے کہ تمام عالم کی توجہ خواہ آفاقی ہو یا انفسی پوری طرح فقیر کی طرف ہے چنانچہ اگر وہ اس توجہ سے محروم رہ جائیں تو سب لاشے (معدوم) ہو جائیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ فقیر کا حلیہ بعینہ حضرتِ عالی کا حلیہ ہے اور یہ حالت واضح طور پر دیکھتا ہے، حیرت بہت بڑھ گئی کہ یہ کون دیکھتا ہے اور کس چیز کا شاہد کرتا ہے، حضرت فرماتے ہیں حقیقت میں دونوں ایک ہی ہیں جیسا کہ نظر آ رہا ہے میرے مخدوم! جو کچھ آپ نے واقعہ میں دیکھا ہے اگر خارج میں ایسا ہو تو یہ قطب لاقطاب کا مقام ہے اور تمام عالم کا اس طرح پر توجہ کرنا اس سے تعلق رکھتا ہے، اس کا لب لباب یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرید صادق فنا فی الشیخ ہونے کی وجہ سے شیخ کی مخصوص حالت کو اپنے اندر محسوس کرتا ہے اور شیخ کے ساتھ اتحاد پیدا کر لینے کے وقت اپنے آئینے میں شیخ کے کمالات کو مطالعہ کرتا ہے۔ قطبیت کے وہ معنی جن کے ساتھ اس کا شیخ متصف ہے اگر وہ اس وقت اپنے اندر پائے تو کیا تعجب ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قطب کے معاون و مددگار اس معنی کو اپنے اندر شاہدہ کرتے ہیں اگرچہ اصالت کے طور پر یہ قدرت قطب کے ساتھ وابستہ ہے لیکن اس کی تبعیت و طفیل سے اس کے مددگار بھی اس خدمت میں اس کے شریک ہوتے ہیں جیسا کہ عالمِ مجاز میں یہ حقیقت فردا اور سلاطین میں ثابت ہے، بادشاہ کی طرف سے وزارت کا منصب ایک شخص کے لئے ہوتا ہے لیکن اس کے ارکانِ سلطنت بھی اسی کی طرح مخلوق کا مرجع (جائے رجوع) ہیں۔

جاننا چاہئے کہ ایک جماعت خواب و واقعہ میں اپنے آپ کو بادشاہ یا قطبِ وقت دیکھتی ہے اور بیداری میں ان میں سے کسی کے لئے بیداری (ثابت نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہت یا قطبیت کی صفت ان میں موجود ہے لیکن ضعیف ہے اس قابل نہیں ہے کہ عالمِ شہادت میں ظہور پائے، اس کے بعد یہ دو حال سے خالی نہیں ہے، اگر اس صفتِ قوت حاصل کر لی اور اس قابل ہو گیا کہ عالمِ شہادت میں ظاہر ہو جائے تو وہ شخص اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی قدرت سے عالمِ شہادت میں بھی بادشاہ ہو جاتا ہے اور قطب بھی بن جاتا ہے اور اگر اس قدر قوت پیدا نہ کی تو اسی مثالی ظہور کے ساتھ جو کہ بہت ہی ضعیف ظہور ہے کفایت کرتا ہے اور بقدر قوت ظہور پاتا ہے، وہ واقعات بھی اسی قسم کے ہیں جو کما س راستہ کے طالبان دیکھتے ہیں اور خود کو بلند مقامات میں پاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ اربابِ ولایت کے مناصب پر فائز ہو گئے ہیں،

ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) قدس اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں عرضداشت پیش کی کہ قطب الاقطاب ہونے کی بشارت جو کہ عالم غیب سے آتی ہے اس کی کوئی اصلیت ہو یا نہیں؟ حضرت عالی (قدس سرہ) نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ "یہ مقام قطبیت کے کمالات کے حصول کی بشارت ہے نہ کہ منصب قطبیت کے حصول کی جو کہ علم کے ساتھ مشروط ہے کیونکہ صاحب منصب کو اس کا علم ہوتا ہے انتہی کلامہ الشریف۔ آپ نے اس واقعہ کے ذیل میں لکھا تھا کہ بہت سے حقائق و معارف ظاہر ہوتے اور گزر جاتے ہیں اور ہر ایک کی حقیقت پر اطلاع دیتے ہیں اگر اس میں سے ذرا بھی ظاہر ہو جائے تو (نور) نظام عالم میں خلل آجائے۔"

قلم میں جا رسید و سر بکست [قلم میان تک بیچا اور اس کی نوک ٹوٹ گئی] ۴۱
 بیشک خاص بندوں پر ایسی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں جو عوام کے حوصلہ و ہمت سے باہر ہیں ان کا عوام سے چھپانا ضروری ہے اگر وہ ظاہر ہو جائیں تو فتنہ و فساد کا سبب بن جائیں اور بعض امور اس قسم کے ہیں کہ خواص سے بھی ان کا چھپانا ضروری ہے کیونکہ وہ امور بعض خاص بزرگوں کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں مگر اجازت سے بیان کر سکتے ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "جو کچھ اس ذرہ بمقدار پر گزرتا ہے اس کو کس زبان سے بیان کرے جو کچھ قول و فعل سے صادر ہوتا ہے دیکھتا ہے کہ تمام صفات قولی و فعلی و حسی و حرکتی پوشیدہ اور علانیہ سب کسی دوسری جگہ سے ہیں اس سیکل و سیکر (جسم و صورت) کو اس کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے یہ قالب جدا ہے اور اس کا درک (پانا) بھی قالب سے جدا ہے اور اس کا اور تمام عالم کا عدم ہونا ظاہر ہے اور آنکھ اس معنی کے حاصل کرنے میں اندھی ہے "شاید کہ آپ نے قالب و سیکر سے انسان کے ظاہر و باطن کا مجموعہ مراد لیا ہو نہ کہ صرف ظاہر جیسا کہ قالب سے عام طور پر یہی بتا دیتا ہے کیونکہ یہ صفات حقیقت میں باطن کے ساتھ قائم ہیں نہ کہ ظاہر کے ساتھ اور جب عارف اپنی ذات کے عدم ہونے پر دانا و مینا ہو جاتا ہے اور حالت فنا کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے تو باطن کو بھی ظاہر کی طرح صفات سے خالی پاتا ہے اور عدم صرف اور جماد محض خیال کرتا ہے اور ادراک و شعور کو دونوں (ظاہر و باطن) سے مسلوب (نفی کیا ہوا) دیکھتا ہے بلکہ حقیقت میں فنا و بقا باطن کی صفات میں سے ہے اور بس، عارف کا ظاہر ہمیشہ بشریت کی صفات پر (قائم) رہتا ہے اور اس نے دو بینی (دو دیکھنے) سے رہائی نہیں پائی ہے اور توحید کے ساتھ وابستہ نہیں ہوا ہے باطن قرب کے درجات میں ہے اور ظاہر اس سے منزلوں دور ہے، ظاہر کے حق میں کمال یہ ہے کہ وہ باطن کے حالات پر اطلاع پائے احوال خاص باطن کے لئے ہیں اور اگر سالک

ارباب علم میں سے ہونا احوال کا علم ظاہر کے لئے ہے اور جب ظاہر اس کے علم سے خالی ہو گا تو (ہمیشہ) رنج و اضطراب میں رہے گا یہاں تک کہ جو مقرر ہے وہ پورا ہو جائے۔

آپ نے لکھا تھا کہ صبح کی فرض نماز میں ایک وارد (کیفیت) پیش آیا جو کہ کسی اور وقت میں نہیں تھا، خیال میں ایسا ظاہر کیا گیا کہ یہ وہ حالت ہے کہ جس کے بارے میں آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لی مع اللہ وقت (الحديث) [میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے] فرما کر خبر دی تھی اویسا بتایا گیا کہ یہ حالت و نسبت آنسرور علیہ وعلی آکہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے جو کہ مقرب فرشتے اور نبی مرسل کی حالت و درجہ سے اوپر ہے کہ اس جگہ اسم کا اطلاق بھی نہیں کیا جاسکتا اور اس دولت کا حاصل ہونا اولوالعزم پیغمبر کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل سے ہے امت میں سے جس کو بھی اس دولت سے نوازتے ہیں اس نعمت کا ایک لقمہ مل جاتا ہے الی آخرہ۔

میرے مخدوم! جانئے کہ امت کے بعض کامل افراد کو اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس خاص دولت سے تبعیت وراثت کے طریقہ پر حصہ مل جائے کیونکہ خاص خادم اپنے مالک کے پس خوردہ سے امیدوار ہیں لیکن کبھی یہ معاملہ حقیقت کے طریق پر ہوتا ہے اور کبھی ظل کے اصل کے ساتھ مشابہ ہونے کے طریق پر ہوتا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ لی مع اللہ وقت کا بھید یہ ہے کہ آنسرور علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت تمام موجودات ممکنہ کے حقائق پر فوقیت رکھتی ہے خواہ وہ انبیاء مرسلین کے حقائق ہوں یا ملائکہ مقربین کے حقائق، نیز وہ حقیقت بمنزلہ کل ہے اور دوسرے تمام حقائق اس کے اجزائے مانند ہیں، پہلی چیز جو غیب کی کمین گاہ سے ظہور کے میدان میں آئی اور صادر ہوئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت ہے اور مرتبہ لائعین کا سب سے پہلا تعین بھی وہی (حقیقت محمدیہ) ہے جو کہ تعین جی ہے وجود و ایجاد سب محبت ہی کی فروعات ہیں اور کہا سنا اور محب و محبوب بھی اسی کا ثمرہ ہیں کیونکہ حب ہی ہے جس نے غیب الغیب کے قفل کو کھولا ہے اور وجود و ایجاد کے کارخانہ کو پھیلایا ہے اور پوشیدہ خزانے کو ظہور دیا ہے اور محبت ہی کا جوش ہے جس نے محبوب کے اسرار کو روشن و ظاہر بنایا اور عشق ہی کی آواز ہے جس نے کہ اس کے جمال و کمال کو پوشیدگی کے پردے سے نکالا، اگر یہ عشق نہ ہوتا تو جمال لازوال سے پردہ کون کھولتا اور اس کے کمال کی شہرت دنیا اور اہل دنیا کے کانوں تک کون پہنچاتا ہے

گر عشق نبودے و غم عشق نبودے چندیں سخن نغز کہ گفتے کہ شنودے

[اگر عشق اور اس کا غم نہ ہوتا (تو) اس قدر نادانیاں کون کہتا اور کون سنتا] یہاں سے معلوم ہوا کہ محسن خود بے پردہ ہونا چاہتا ہے اور جمال چھپنے کا خیال نہیں رکھتا ہے

پہری روتابِ مستوری ندارد چو در بندی ز روزن سر برآورد
 [پہری چہرہ چھپنے کی تاب نہیں رکھتا، اگر تو دروازہ بند کرے گا تو وہ روزن (سوراخ) سے سر نکال لے گا۔]
 کیونکہ حسن کے لئے عشق لازمی ہے اور جمال کے لئے محبت دامنگیر ہے۔
 ہر کجا حسن می نماید روئے می نہد سربسجده عشق آں سوئے
 [جہاں بھی حسن جلوہ نما ہوتا ہے عشق اس طرف سربسجود ہو جاتا ہے]

اب ہم اصل بات کی طرف رجوع کرتے اور کہتے ہیں کہ اس بیان سے ثابت ہوا کہ ہوتا ہے نہرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو ذاتِ اقدس تعالیٰ کے ساتھ ہے وہ کسی دوسری حقیقت کو نہیں ہے اس لئے
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت ممتاز ہو گا اور کسی پیغمبر اور فرشتہ کو اس وقت میں گنجائش نہ ہوگی ہاں
 اگر کسی کی حقیقت کو اس حقیقتِ الحقائق کے ساتھ طفیلی ہونے یا تبعیت کے طور پر کچھ الحاق اور انطباق
 حاصل ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ طفیلی ہو کر اس دولت میں شریک ہو جائے لیکن چونکہ اصالت و تبعیت کا
 فرق ہمیشہ باقی قائم رہے گا اس لئے ہر لحاظ سے شریک ہونے کی نفی کی گئی ہے، بلکہ اگر شرکت ہو تو وہ صورت
 شرکت ہے اور حقیقت میں کچھ شرکت نہیں ہے۔ خادم کو مخدوم کے ساتھ کیا شرکت اور طفیلی کو اصل کے
 ساتھ کیا مساوات، اور یہ الحاق و اتحاد حقیقت بعض کامل ترین افراد میں ثابت ہے اور چونکہ اس حقیقتِ الحقائق
 کیلئے مراتبِ تنزلات میں ظلال و تمثیلات کے ظہورات ہیں (اس لئے) جب کوئی سالک ان ظلال میں ہے
 کسی ظل میں پہنچتا ہے اور ظل اور اصل میں تمیز نہیں کر سکتا تو وہ خیال کرتا ہے کہ اس حقیقت کو پہنچ گیا ہے
 اور اس خاص وقت میں شریک ہو گیا ہے (حالانکہ) ایسا نہیں ہے یہ ظل کے اصل کے ساتھ مشتبہ ہونے کی
 قسم ہے۔

سوال، لی مع اللہ کے مقام کا ظل بھی آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خصوصیت
 رکھتا ہے اور کسی دوسرے کو آپ کے ساتھ شرکت نہیں ہے پس جو شخص کہ اس مقام کے ظل کو پہنچ جائے تو
 اس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مقام میں حقیقی طور پر شریک ہو جانا چاہیے۔ ہم اس کے جواب
 میں کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام انبیائے کرام و ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام
 پر اس مقام کی اصل کے اعتبار سے ہے جو کہ قرب کے تمام مقامات سے اوپر ہے نہ کہ اس مقام کے ظل کے
 اعتبار سے، اس لئے کہ یہ فوقیت وہاں مفقود ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ انبیاء و ملائکہ کے مقامات کے اصول اس
 ظل سے اوپر ہوں اگرچہ ان کے مقامات کے ظلال اس ظل سے نیچے ہوں۔ اگر کہا جائے کہ اس ظل کا ان ظلال پر
 فوقیت رکھنا بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسروں پر فضیلت کے باعث ہے (تو جواب میں) ہم کہتے ہیں

کہ اس ظل کی ان ظلال پر فوقیت دوسروں کے اصول کی اس ظل پر فوقیت کے باوجود جزئی فضیلت کا موجب ہے نہ کہ کلی فضیلت کا جو کہ بحث سے خارج ہے کیونکہ ہر شخص اپنے مقام کی خصوصیت کے اعتبار سے دوسروں پر فضیلت رکھتا ہے لیکن یہ فضیلت جزئی ہے، اگرچہ ایک جزئی فضیلت اور دوسری جزئی فضیلت میں بھی فرق ہے کیونکہ یہ ظل تمام ظلال پر فوقیت رکھتا ہے اور ان سب کا جامع ہے، اس کے باوجود اصول پر نظر کرتے ہوئے یہ فضیلت جزئی ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جولی مع اللہ وقت فرمایا ہے وہ اصل کے اعتبار سے فرمایا ہے جو کہ تمام مقامات پر فوقیت رکھتی ہے، ظل کے اعتبار سے نہیں فرمایا کیونکہ فوقیت وہاں نہیں ہے پس سالک جو کہ ظل کے مقامات میں شرکت کا گمان پیدا کر لیتا ہے (یہ ظل کے اصل کے ساتھ مشتبہ ہونے کی قسم سے ہوگا۔

سوال: ان اکابر میں سے ہر ایک کی حقیقت دوسرے کی حقیقت سے ممتاز ہے اور کسی شخص کو اصالت کے طور پر کسی دوسرے کی حقیقت میں شرکت نہیں ہے، پس ہر کسی کا وقت ممتاز ہوگا اور اس کے خاص وقت میں کسی دوسرے کو کوئی دخل نہ ہوگا۔ پس ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ کونسی خصوصیت ہوگی کہ جس کے اعتبار سے آپ نے لی مع اللہ وقت فرمایا۔ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہر کسی کے خاص وقت میں اگرچہ دوسروں کی شخصی شرکت نہیں پائی جاتی لیکن نوعی شرکت موجود ہے جو کہ مماثلت کا سبب ہے کیونکہ ہر حقیقت دوسری حقیقت کے ساتھ کچھ نہ کچھ اشتراک ہے اور تمام حقائق حقیقت الحقائق میں درج ہیں اور حقیقت الحقائق کو دوسرے تمام حقائق کے ساتھ کچھ بھی اشتراک نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے اس کو ان کے ساتھ شرکت نوعی ہوتی جس سے مماثلت ثابت ہوتی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص وقت میں دوسروں کو نہ نوعی شرکت ہے اور نہ شخصی شرکت۔ ایک دوسرا جواب یہ ہے کہ حقیقت آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت الحقائق پر وہ کل پر اور دوسرے حقائق اس کے اجزاء کے درجے میں ہیں اور یہ مسلم ہے کہ جو کمال جزو کے لئے ثابت ہے وہ کل کے لئے بھی ثابت ہے، لیکن اس کے برعکس ثابت نہیں ہے، پس دوسروں کے کمالات میں ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرکت ثابت ہوگئی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (مخصوص) کمال میں دوسروں کو شرکت نہیں ہوگی اور حدیث ثانی میں مع اللہ وقت صادق و ثابت ہوگی۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جن لوگوں کے حقائق اسمائے کلی کی جزئیات ہیں یا ان اسماء کی جزئیات کی جزئیات ہیں ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلا الصلوٰۃ والسلام کو بھی ان میں شرکت ہے اس لئے کہ جو شخص جزو کے جزو سے موسوم ہو وہ صاحب اسم جزئی کے دائرہ کے تحت ہے اور یہی نسبت صاحب اسم جزئی کو صاحب اسم کلی کے ساتھ ہے پس سمجھ لیجئے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ اس قسم کی عبارت سے فوری طور پر ذہن

اس طرف جانا ہے کہ صاحبِ عبادت کے وقت کو دوسروں کے وقت پر فوقیت اور عدم مماثلت و
مشارکت ہے، اس عبادت کے صدور میں خصوصیت محض کافی نہیں ہے پس اس عبادت کا مصدر (محل
صدر) آل سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے نہ کہ کوئی اور، کیونکہ (اس میں) فوقیت و عدم مماثلت و مشارکت
مفصود ہے اگرچہ خصوصیت ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ میں ایک روز حلقہ میں بیٹھا تھا دیکھتا ہوں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، حکم ہے کہ آج تیرے عقد کا دن ہے، میں حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ تیرا عقد کرتا ہوں، اس وقت فقیر پر ایسا ہی حال تھا کہ جس کو بیان نہیں کر سکتا، فرمایا کہ ہم نے دنیا اور آخرت کو تیرے مہر میں دیدیا الخ، جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ عقد سہمرا شاید اللہ تعالیٰ کے اس اسم کے ساتھ عقد ہو جو اس شخص کا مبداء تعین ہے یا اس اسم کے اصول کے ساتھ (عقد مراد ہو) جو کہ شیون و اعتبارات ذاتیہ پر ختم ہوتے ہیں اور عقد سے مراد اسم یا اس اسم کے اصول تک وصول اور اس اسم کا وصول اس کے ساتھ فنا و بقا کا حصول ہے کہ ولایت اور اسلام حقیقی کا حاصل ہونا اس پر موقوف ہے، چنانچہ شیخ شرف الدین یحییٰ میری قدس سرہ نے فرمایا کہ جب تک تو اپنی ماں سے جفتی نہ کرے مسلمان نہیں ہوگا یعنی جب تک تو اس اسم کے ساتھ جو کہ تیرا مبداء تعین ہے متحقق نہیں ہوگا مسلمان نہیں ہوگا۔ مختصر یہ ہے کہ جب تک معاملہ اصول کے ساتھ یا اصول اصول کے ساتھ ہے فنا و بقا اور حصول و تحقق کی نسبت کا حاصل ہونا متصور ہے اور جب کام اصول سے اوپر چلا جاتا ہے اور اصول ظل کی مانند راستہ میں رہ جاتے ہیں اور معاملہ ذات غیب تعالیٰ سے جا پڑتا ہے تو مذکورہ بالا نسبتوں میں سے کچھ بھی وہاں متصور نہیں ہوگا۔ آیہ مبارکہ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ (اس نے نہ

لاوہوڑاں سرائے روز بھی باز گشتند جیب و کیسہ تھی

[لاؤ ہوا اس بارگاہِ قدس اس حال میں پس لوٹے ہیں کہ جیب اور فصلی خالی ہوتی ہے) اور یہ جو فرمایا ہے کہ دنیا و آخرت کو تیرے ہر میں دیا گیا ہے یعنی جو کچھ کہ اسم کے ساتھ مناسبت لکھا ہے اور اس اسم کی جامعیت کے لائق ہے جیسا کہ ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے لکھا ہے کہ ہر شخص کی بہشت اس اسم الہی (جل شانہ) کے جلوے عبارت ہے جو اُس شخص کا مبداء تعین ہے اور اس اسم نے اشجار و انہار اور خود قصو کے لباس میں جلوہ فرمایا ہے، اسکا الہی (جل شانہ) کی بلندی پستی اور جامعیت عدم جامعیت میں تفاوت فرق کے مطابق جنت کے درجات میں بھی تفاوت فرق ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ مراد اس سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقد ہو کیونکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شرعیوں اور احکام الہی جل و علا کے مظہر میں تو یہ عقد شریعت کے ساتھ ہو گا خواہ ظاہر شریعت کے ساتھ ہو یا ظاہر و باطن دونوں کے ساتھ ہو اور عقد سے کنایہ احکام شرعیہ کے ساتھ آراستہ ہونا اور سنن پسندیدہ کے ساتھ مزین ہونا ہے اور شریعت کا باطن حقیقی اسلام ہے اور اس کے ساتھ متصف ہونا اولیاء اللہ کے قدموں کا انتہائی مقام ہے، اور ہو سکتا ہے کہ عقد سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کے ساتھ وابستگی ہو جو کہ حقیقتہً الحقائق ہے جیسا کہ اس کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے۔

آپ نے دوسری جگہ لکھا تھا کہ ”اس حالت میں ظاہر کیا گیا کہ یہ مقام لائقین ہے“ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جہاں تک سیر و سلوک ہے تمام ترقی و عروج مراتب تعینات میں ہے، مراتب تعینات کے اوپر قدم رکھنے کی جگہ نہیں ہے اگرچہ عروج کے وقت بلا تعین ظاہر ہو حقیقت میں تعین کے پرے کے بغیر نہیں ہے، لائقین محض میں قدم رکھنا وجوب کے ساتھ متحقق ہونا ہے جو کہ محال ہے، ہاں اس بارگاہ میں نظری وصول شاید محال نہ ہو۔

آپ نے قبر کا معاملہ متکشف ہونے کے بارے میں تحریر کیا تھا اور لکھا تھا کہ ”قبر میں میری ایسی حالت ہے جو کہ تحریر و تقریر میں نہیں آسکتی شرح و بیان سے باہر ہے اس کا وقت و حال دوسرا ہے جو کہ اس عالم کے مانند نہیں ہے اس مقام میں سرور و حضور اس عالم سے ہے کہ عالم دنیا کو مطلق اس کا تصور اور خبر نہیں ہے۔ بیشک قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے جو شخص مر گیا پس اس کی قیامت قائم ہو گئی جو معاملہ آخرت سے تعلق رکھتا ہے اس کا آغاز قبر سے ہوتا ہے، قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھ ہے، تمام دنیا ظلی ظہورات اور مثالی نمونوں کا مقام ہے۔ لایشفی علیہ ولا یروی عطشاناً [کسی علیل کو شفا نہیں بخشتے اور کسی پیاسے کو سیراب نہیں کرتے] میں اسی کا پتہ دیا گیا ہے، نہ طالب صادق کو اس سے سیری حاصل ہے اور نہ پیاسے کو سیرابی ہے۔

کوسیرابی ہے: کَسْرَابٍ یَقْبَحُ یَحْتَسِبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً [اس سیراب (وہ جگہ جس پر پانی ہونے کا دھوکا ہوتا ہے) کی طرح جو ٹھیل میدان میں ہے جس کو پیاسا سمجھتا ہے کہ پانی ہے]۔ (یہ دنیا) کھیتی اور کام کرنے کا مقام ہے اور طاعت و عبادت کی جگہ ہے۔ (یہ دنیا) آخرت کے لئے کھیتی ہونے سے زیادہ نہیں ہے کہ آخرت ہی ظہور اصل کا محل ہے اور بطریق کمال لقاد (دیدار الہی) کا مقام ہے اور اس (آخرت) کا معاملہ برزخ صغریٰ سے شروع ہوتا ہے جو کہ قبر ہے۔ مَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ [جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا امیدوار ہے پس اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا وقت آنے والا ہے] پس قبر کا معاملہ دنیا کے معاملات کی مانند نہیں ہے اگرچہ برزخ ہے لیکن وہاں اس مقام (آخرت) کے معاملات غالب ہیں ہاں تمارے

جو کہ دنیا میں اصل کا نشان رکھتی ہے اور ظلی ظہورات سے اعراض کرنے والی ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ بندہ اور حق سبحانہ و تعالیٰ کے درمیان جو پردہ ہے وہ نماز میں اٹھا دیا جاتا ہے اور حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ سجدہ کرتے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ سے اس حالت کو طلب کرنا اور اس کی رغبت کرنا چاہئے۔ نماز صورت کے اعتبار سے اگرچہ دنیا سے ہے لیکن حقیقت میں آخرت سے ہے اس لئے کہ یہ مومن کی معراج ہے اور جو چیز کہ آخرت سے تعلق رکھتی ہے (یعنی دیدار الہی) وہ اس میں کچھ حصہ دلا دیتی ہے (یعنی دنیا میں مشاہدہ کرا دیتی ہے)۔

میرے مخدوم! آپ کا ایک خط اس خط کے بعد کہ جس کو کہ میر ضیاء الدین حسین لایا تھا پہنچا اس خط میں لکھا ہوا تھا کہ ان دنوں میں ایسے حالات گذر رہے ہیں کہ (یہ بندہ) ان کے لکھنے اور بیان کرنے سے عاجز ہے۔ اکثر نماز میں ایسی حالت پیش آتی ہے کہ شرح و بیان سے باہر اور کیفیت سے ماوراء ہے عجیب و غریب امور و اسرار وارد ہوتے ہیں الی آخرہ۔ (بیشک) فرض نماز ان کمالات میں جو کہ اوپر بیان ہو چکے ہیں تمام نمازوں سے ممتاز ہے، قرب فرائض کو قرب نوافل سے کیا نسبت، ان کمالات کی ابتدا میں نوافل کے ساتھ لذت بخشے ہیں اور انتہا میں یہ حالت (قرب) فرض نمازوں پر موقوف ہے اور اس (نماز) کے باہر گویا معطل اور سیکار ہے، حدیث شریف ارحمنی یا بلال (لے بلال) مجھ کو نماز کے ساتھ راحت پہنچا) گویا اس کمال کا پتہ دیتی ہے، کیونکہ فرائض ہی ہیں جو کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت (اذان) سے وابستہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی راحت کو اس میں فرمایا۔ نوافل کا دائرہ وسیع ہے حضرت بلالؓ کی دعوت (اذان) کے ساتھ مفید اور ان کے بلاوے پر موقوف نہیں ہیں، ان کی زیبائش و آرائش فرائض کے لئے ہے جو کہ بے نشان کا کچھ پتہ و نشان رکھتے اور مطلوب کی کچھ خبر لاتے ہیں۔ ع

دعوتِ حج اگر کیا نام گراں مدد کرنا راہد [اگر وہ چاند (محبوب) میری آغوش میں آجائے تو میری گریبان سے طلوع ہوگا] جانا چاہئے کہ وہ آداب و نوافل جو کہ فرائض کو مکمل اور پورا کرنے والے ہیں وہ فرائض میں ہی شمار کئے جاتے ہیں ان کی رعایت جس قدر زیادہ کی جائے گی فرض کا نتیجہ اسی قدر زیادہ اچھا نکلے گا بلکہ مؤکدہ سنتوں میں بھی یہ نسبت اثر کرتی ہے کہ گویا وہ فرائض کو مکمل کرنے والی ہیں اور یہ اس مکتوب کا اخیر جو مانا چاہئے، الحمد للہ اوکلاً و آخراً [ادل و آخر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے] والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد و آلہ حاملاً و سارداً و علی جمیع الانبیاء و المرسلین و علی الملائکۃ المقربین و سائر الصالحین اجمعین۔ آمین۔

مکتوب ۲۵

مرزا عبید اللہ بیگ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ہر خط کے لئے ایک خاص حکم ہے اور ہر سزین کا ایک مخصوص فیض ہے۔

حمد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بعد جناب برادر عزیز مرزا عبید اللہ بیگ کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ کا مکتوب گرامی جو مبغضیہ الدین حسین کے ہمراہ پہنچا تھا پہنچا چونکہ اعلیٰ درجہ کے احوال و اذواق پر مشتمل تھا معنوی لذت بخش، اللہ تعالیٰ ہمیشہ ترقیات پر فائز رکھے اور سنت عالیہ کے اتباع پر استقامت عطا فرمائے۔ فعل الحکیمہ تعالیٰ کا یخولو اعن حکمتہ (حکیم اللہ تعالیٰ کا فعل اس کی حکمت سے خالی نہیں ہوتا)۔ صوبہ دکن کی طرف جانے میں بظاہر کوئی حکمت ہوگی، ہرزین کے فیوض مختلف اور ہر شہر کی خاصیت الگ اور ہستی کے ساتھ معاملہ جدا ہے، بصیرت والے لوگ ہر قطعہ زمین سے مخصوص فیض حاصل کرتے ہیں اور ہر سزین سے کوئی کمال اخذ کرتے ہیں۔ ہمارے حضرت قدس اللہ سبحانہ بسرہ الاقداس اس زمانہ میں جبکہ سلطان وقت کے ہمراہ شہر لاہور میں تشریف رکھتے تھے شروع کے ایک دو ہفتے حاجی سوائی کے کوچ میں خواجہ قاسم کی پُرانی چوٹی میں اقامت پذیر تھے وہاں بشمار اسرار و معارف جن میں سے اکثر اشیاء کے فنا و عدمیت کے کمالات اور عارف کے عدم محض کے ساتھ مل جاتے سے تعلق رکھتے ہیں فائض ہوتے تھے اور آپ بیان فرماتے تھے۔ اور وہ مکتوب جس کا عنوان "هَلْ آتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا" ہے دیگر چند مکتوبات کے ساتھ جو اس مکتوب کے آس پاس ہیں وہیں تحریر کیا گیا ہے۔ چونکہ وہ چوٹی بہت پرانی تھی دوسری چوٹی میں جو کہ کوچہ نلا میں تھی منتقل ہو گئے قبل اس کے کہ اُس چوٹی میں منتقل ہوں آپ نے فرمایا کہ اس جگہ میں وہ اسرار و معارف فائز ہوں گے جو کمالات بقا کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔ (چنانچہ وہاں منتقل ہونے کے بعد ایسا ہی ہوا اور کمالات بقا سے متعلق اسرار اور مقام بقا کی باریکیاں ظاہر کی گئیں، اور وہ مکتوب جس میں یہ عبارت درج ہے "برعکس مرایاے دیگر تشخص اور ماتیت خود را وامی نماید فہم من فہم" قیامت می کنی سعدی بدین شیریں سخن گفتن مسلم نیست طوطی را بد و رانت شرک خانی"۔

۱۔ مکتوبات حضرت مجدد دفر سوم مکتوب ۵۳۔ ۲۔ عبارت حضرت مجدد کے مکتوبات دفر سوم کے مکتوب ۶۱ سے لے گئی۔ ۳۔ مکتوبات معصومیہ میں عبارت اس طرح ہے "برعکس مرایاے دیگر بکلیت خود تشخص اور ماتیت خود را و انما بد"

[دوسرے مظاہر کے برعکس اس کے شخص و تعین میں اپنی مرانیت یعنی آئینہ بننے کو ظاہر کرتا ہے، سمجھا جس نے سمجھا۔
 رُوح کا ترجمہ لے سعدی! تو اس قسم کی شیریں باتیں کہہ کر قیامت برپا کرتا ہے تیرے زمانے میں طوطی کا شیریں بیان ہونا
 ستم و منظور نہیں ہے] دوسرے چند مکتوب کے ساتھ جو کہ اس مکتوب کے آس پاس ہیں وہیں تحریر کیا
 گیا ہے، دوستوں سے دعا اور غائبانہ توجہ کی امید کی جاتی ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۶

حاجی حسین کے نام مرتبہ جمع کے بیان میں جو کہ کفر حقیقی ہے اور اس سے اوپر کے مقام کو جو کہ
 اسلام حقیقی ہے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى۔ آپ کا پسندیدہ مکتوب موصول ہو کر مسرت
 حاصل ہوئی، آپ نے وہ اذواق و مواجید جو کہ سر کے جوش اور محبت کے غلبہ کے باعث پیش آئے
 ہیں تحریر فرمائے تھے واضح ہوئے وہ بہت خوب اور مبارک ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کے ذوق و شوق
 کو زیادہ کرے، عشق کی کشش ہے کہ جس نے صفات لطیفہ و کثیفہ اور رذیلہ و شریفہ کو یکساں دکھایا
 اور سکر محبت (نشہ محبت) ہے جس نے اسلام و عہد پر بار کر دیا ہے اور بُرائی اور بُری چیزوں کو نگاہوں
 سے چھپا دیا ہے، یہ وہ پھول میں جو کہ (مقام) جمع کی انجمن سے کھلے ہیں اور یہ حیرت و عدمیت
 عین الیقین سے آئی ہے جو کہ فنا و بے شعوری کا مقام ہے، یہ اچھی اور ستجدہ چیزیں ہیں لیکن اس
 مقام میں ٹھہرنا اچھا نہیں ہے، فنا اپنی ذات میں اگرچہ کمال ہے لیکن یہ دوسرے کمالات کا زینہ
 ہے اور مقامات قرب میں عروج کے لئے شرط ہے۔

بیچ کس رانا نگر درد او فنا نیست رہ در بار گاہ کبریا

[جب تک کوئی شخص فنا نہ ہو جائے اس کیلئے بارگاہ الہی میں باریابی نہیں ہے۔] جمع سے فرق بعد الجمع کے مقام
 میں آنا چاہئے، عین الیقین سے حق الیقین تک اور فنا سے بقائ تک ترقی کرنی چاہئے اور عدم سے وجود
 تک اور حیل سے علم تک پہنچنا چاہئے تاکہ حق اسلام ظاہر ہو جائے اور کفر و فسق کی برائی نمایاں ہو جائے
 آيَةُ كَرِيمَةٍ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبِيبٌ إِلَيْكُمْ إِلَّا يَمَانٌ وَرَبِّيَنَ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمْ الْكُفْرَ
 وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الرُّشِدُ وَنَ فَضَّلَا قَرْنَ اللَّهَ وَنِعْمَتُهُ [اور
 لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایمان کو محبوب و پسندیدہ بنا دیا ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں زینت

بخشی ہے اور تمہارے لئے کفر و فسق و عصیان کو ناپسند کر دیا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل و نعمت سے ہدایت پانے والے ہیں۔] اس معنی کی تائید کرتی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ منہج ایک ہی ہے بیشک سب کچھ ہی (اللہ) جل و علا کا بنایا اور پیدا کیا ہوا ہے لیکن حق تعالیٰ اپنی بعض مصنوعات و مخلوقات کو پسند کیا ہے اور اس کو حسن (اچھا) قرار دیا ہے اور بعض دوسری چیزوں کو پسند نہیں کیا اور ان کو قبیح (برا) قرار دیا ہے۔ عارف کامل جو اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق (متصف) ہے اس معرفت سے گزرنے کے بعد جو کہ آپ نے لکھی تھی ایسا ہی محسوس کرتا ہے اور حسن شرعی کو حسن (اچھا) اور قبیح شرعی کو قبیح (برا) دیکھتا ہے۔ اللہم ارنا حقایق الاشیاء کما ہی وخلصنا عن الاستغال بالملالہی [اے اللہ! ہمیں اشیا کی حقیقتیں جیسی کہ وہ ہیں دکھا دے اور ہم کو اہول و لعب میں مشغول ہونے سے بچا] والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔ [اور آپ پر اور آپ کے پاس والوں پر سلامتی ہو]۔

مکتوب ۲۸

شاہ نعمت اللہ قادری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ممکن کی ذات عدم ہے اور اس کا حسن و جمال عاریتی (مستعار) ہے۔

حاصلہ اللہ العظیم و مصلیا علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد [بعد و صلوة کے بعد] یہ زور حقیر اگرچہ خطا ہری طور پر حاضری کے شرف سے دور اور صحبت کے حصول سے محروم ہے لیکن اہل اللہ کے ساتھ خاکساری کی نسبت رکھتا ہے اور حضور و غیبت میں (سامنے اور پیٹھ پیچھے) ان کا حلقہ بگوش ہے، امیدوار ہے کہ کبھی کبھی اس ناکارہ کو اپنے معطر دل کے گوشہ میں یاد فرما کر باطنی فیوض و برکات کی نواترے اور خاص غایات سے کچھ حصہ عطا فرماتے رہیں گے۔ قلیل سرمایہ والا فقیر احتیاج کے علاوہ کیا اظہار کر سکتا ہے اور سوال کرنے کے سوا کیا بیان کر سکتا ہے، کیا کرے کہ اس کا فقر ذاتی اور اس کا فاقہ دائمی ہے، اس کا حصہ مطلوب حقیقی سے انتہا لاک (مٹ جانا) ہے اور اس بلند بارگاہ سے اس کا نصیب اضمحلال (نہیں ہو جانا) ہے، پس اس کے کمال سے کیا پائے اور اس کے حسن و جمال کو کس طرح تلاش کرے، اس (بے مایہ) کی طوت عدم ہے اور اس کا ہونا نہ ہونا ہے، خیر و کمال اس کے حق میں عاریتی ہے اور اس کا حسن و جمال انعکاسی ہے اس عاریتی کمال اور انعکاسی جمال کے باوجود اپنے آپ کو خیر و کامل گمان

کیا ہے اور اس بے بنیاد نمود پر طویل بنیاد قائم کی ہے، اگر رحمت دستگیری نہ فرمائے اور کرم خود آگے بڑھ کر امداد نہ کرے تو حسرت ہی ہے، کمال اس کے حق میں کمال کا نفی ہونا ہے اور خود کو اچھا نہ سمجھنا، ہی اچھائی ہے، کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

معشوق اگرچہ گشت ہم خانہ ما ویران تر از اول است ویرانہ ما
[اگرچہ معشوق ہمارا سمجھا نہ ہو گیا ہے (لیکن اب) ہمارا ویرانہ پہلے سے بھی زیادہ ویران ہے] اگر خیر و کمال کی نسبت اپنی طرف کرے تو خائن ہوگا اور اصل کے ساتھ برابری کا دعویٰ پیدا کرے گا مگر یہ کہ عدم (فنائیت) کے بعد اس کو موجود کیا جائے اور دوسری ولادت کے ساتھ پیدا کیا جائے تو اس وقت (ایسا ہو سکتا ہے) کیونکہ بادشاہوں کی بخششیں اور ہدیے بادشاہوں کی سواریاں ہی اٹھا سکتی ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریمؐ اور آپ کی آل اطہار علیہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام والتمیہ کے وسیلہ سے ہم جیسے دُور افتادوں کو ان معانی کی فہم عطا فرمائے اور آپ جیسے شہبازوں کے طفیل میں اس سرچشمہ سے ایک گھونٹ نصیب فرمائے۔

مکتوب ۳۸

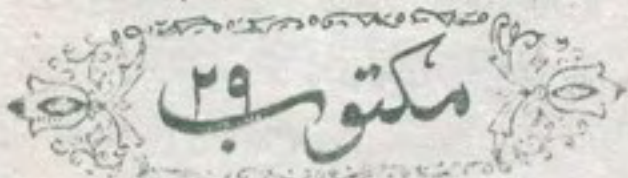
شیخ محمد علیہم جلال آبادی کے نام اُن کے اور ان کے دوستوں کے احوال کی وضاحت میں جو اُن کے عزیزین درج تھے تحریر فرمایا۔

الحمد لله وبسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ برادر عزیز شیخ محمد علیہم کا گرامی نامہ موصول ہو کر باعث مسرت ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "خطرۂ قلبی اس طور پر دُور ہو گیا ہے کہ تکلف کے ساتھ بھی خطرہ نہیں گذرتا۔" میرے مخدوم! یہ معاملہ فناۃ قلبی سے تعبیر کیا گیا ہے اور پہلا کمال ہے اور دوسرے کمالات کے لئے شرط ہے۔ اوپر آپ نے لکھا تھا کہ "اپنی رضا و اختیار کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا و اختیار میں گم پاتا ہوں۔" یہ دید (دیکھنا) بھی فنا کے شعبوں میں سے ہے، جب یہ معاملہ انجام کو پہنچ جاتا ہے اس طرح کہ کوئی مراد اس کے سینہ کی وسعت میں نہیں رہتی اور ارادے بھی مرادوں کی طرح عدم کے صحرا کو اپنا سامان لے جاتے ہیں (یعنی فنا ہو جاتے ہیں) اس کے بعد وہ فنا سے بقا کے مقام میں آتا ہے تو اس وقت اس کو صاحب ارادہ بنا دیتے ہیں اور اپنے پاس سے ارادہ عطا فرماتے ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "حق تعالیٰ عز اسمہ کا کرم و عنایت بہت زیادہ مشاہدہ ہوتا ہے اس سے پہلے کچھ عصمتک اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا اور اپنی صفات کو اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر جانتا تھا

اب معلوم ہوتا ہے کہ میں کچھ نہیں ہوں اور سب اسی سے ہے الی آخرہ۔ یہ معاملہ بقا کے ساتھ وابستہ ہے لیکن جو کچھ آپ پہلے جانتے تھے وہ قَابِ قَوْسَیْن سے مشابہت رکھتا تھا اور جو کچھ اب معلوم ہوتا ہے وہ اَوَّادُنِی سے مناسبت رکھتا ہے، حق سبحانہ و تعالیٰ اَوَّادُنِی کی حقیقت سے کچھ حصہ عطا فرمائے اس لئے کہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے اندراج (اندر ارج التہامیت فی البدایت) کے طریق پر ظاہر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں کہ قلبِ صحبت کے باوجود آپ پر اس قسم کے واردات ہونے لگے ہیں۔

اور آپ نے اپنے دوستوں کے احوال کے بارے میں لکھا تھا کہ اس قدر قلبی ذکر اور یادداشت رکھتے ہیں، شاید آپ نے یادداشت سے قلب کی دوام آگاہی مراد لی ہے نہ کہ وہ یادداشت جس کے بارے میں ہمارے حضرت قدس اللہ سبحانہ و تعالیٰ بسرہ نے اپنے بعض مکاتیب میں لکھا ہے جو کہ کامل منتہیوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور یہ جو آپ نے مَلا یا محمد کے بارے میں لکھا تھا کہ اس کے قلب سے خطرہ اس حد تک دُور ہو گیا ہے کہ تکلف سے بھی نہیں آتا اور وہ کہتا ہے کہ میں اپنے قلب میں آفتاب کے ذرات کی مانند دیکھتا ہوں جو کہ جوش مارتے ہیں، اکثر اوقات اپنے آپ کو گم پاتا ہوں اور اپنے قلب کو کبھی اس قدر وسیع پاتا ہوں کہ اگر دنیا و مافیہا کو اس میں سمودیں تو سما جائے الخ، میرے مخدوم! اس طرح پر قلبی خطرہ کا دُور ہونا اسمائی و صفائی انوار کے ظہور کے بغیر نہیں ہو تا جب تک تو (انھیں) نہ پلے رہائی نہ پائے گا۔ دل میں ذراتِ آفتاب کی مانند مشاہدہ کرنا اس راستہ (کی کیفیات) سے ہے اور قلب کا وسیع پانا بھی اسی سے ہے اس لئے کہ اس عالم کا اُن انوار کے مقابلہ میں کوئی شمار نہیں ہے، اس دوست کا ایسا دیکھنا اس کی بلند فطرتی اور وسعت استعداد کی خبر دیتا ہے حقیقی علم اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کو ہے، اگر یہ دوست کچھ عرصہ یہاں گزارے اور سر ہند کی سیر کرے تو بظاہر لا حاصل نہ ہوگا۔ دیگر یہ کہ اس سے پہلے فقیر نے ملا حسن علی کے خط میں لکھا تھا کہ جس تعداد کی آپ کو اجازت دی گئی تھی اس سر و حید کی اجازت اب لکھا جاتا ہے کہ چار گنی تعداد کو طریقہ سکھائیں۔ والسلام



میرزا عبید اللہ بیگ کے نام، ان لوگوں کے رد میں تحریر فرمایا جنہوں نے کہ صوفیہ کلام کے طریقہ کو ترک کرنا چاہنا ہے اور استقلالِ عمل اور دیگر مفاسد کے قائل ہوئے ہیں اس میں ان احادیث کا ذکر بھی ہے جو اُمیر معروف و نہی منکر کے فرض ہونے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اور ان احادیث کا ذکر بھی ہے جو جہاد کے فضائل میں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین محمد وآله وصحبه اجمعین
 [سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ اور آپ کی تمام آل و
 اصحاب پر درود و سلام ہو] میرے محترم! اہل زمانہ میں یہ بات مشہور و شائع ہو گئی ہے کہ صوفیائے کرام
 کا مسلک مخلوق کے حال سے تعرض نہ کرنا کسی کے ساتھ بُرائہ ہونا ہے (یعنی کسی کو بُرائہ جانے) چونکہ یہ بات
 واقع کے خلاف اور بہت سی برائیوں پر مشتمل ہے اس لئے (اس فقیر کے) جی میں آیا کہ اس بارے میں کچھ
 لکھ اور اس کی برائیوں کو ظاہر کرے، اور اس سلسلہ میں جو حدیثیں امر معروف و نہی منکر اور حجت فی اللہ
 و بغض فی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت اور مجاہدین کے مراتب اور شہداء کے درجات کی بلندی
 متعلق آئی ہیں بیان کر دے اور صوفیائے کرام کی بعض تحریروں کو بھی جو اس مقام سے مناسبت
 رکھتی ہیں اور شریعتِ عالیہ کے راستہ پر استقامت کی خبر دیتی ہیں اور اس جماعت کی ترویج کرتی ہیں
 جو اپنے آپ کو اس گروہ کے ساتھ منسوب کرتے ہیں اور شریعتِ حقہ کے دائرہ سے سترائی کرتے ہیں،
 درج کر کے دوستوں کو ارسال کرے اور لغزش سے حفاظت اور خیر کی توفیق اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے
 میرے کرم و بخشش کہ (صوفیائے کرام کے متعلق) اس بات کا معتقد ہے معلوم نہیں کہ صوفیہ
 سے اس کی مراد کونسی جماعت ہے۔ ہمارے پیروں کا طریقہ جو کہ نقشبندی مشائخ ہیں خود سنت کا اتباع
 اور بدعت سے اجتناب ہے جیسا کہ ان کی کتابوں اور رسالوں سے ظاہر نمایاں ہے اور امر معروف
 نہی منکر و بغض فی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلمہ سنتوں میں سے
 ہیں بلکہ انھیں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے فرائض و واجبات میں سے ہیں۔ پس امر معروف کا
 ترک کرنا (درحقیقت) اس طریقہ عالیہ کو ترک کرنا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہمارا
 طریقہ مضبوط حلقہ ہے جو کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کے
 دامن کو پکڑنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کی اقتدا کرنا ہے۔ اس طریقہ میں تھوڑے عمل سے
 بہت زیادہ کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں اور جو شخص ہمارے اس طریقے سے روگردانی کرتا ہے اس کے لئے
 بہت بڑا خطرہ ہے۔ اگر صوفیائے کرام کا طریقہ ترک تعرض ہوتا تو حضرت خواجہ نقشبند نے جو کہ صوفیوں
 کے سردار اور اس طریقہ عالیہ کے بانی ہیں اپنے پیر حضرت امیر کمال سے جو کہ ادب کے مقام پر تھے اور
 عدم تعرض کے زیادہ حقدار تھے ذکرِ چہرے کے بارے میں جو کہ حضرت امیر (کمال قدس سرہ) کا طریقہ تقصا
 امر معروف کیوں کیا اور علمائے بخارا کو جمع کر کے ان کے پاس کیوں لے گئے اور انھوں نے جذبہٴ سلطانی
 اور کمالِ حقانیت کی خوبی کی بنا پر حضرت خواجہ (بہاؤ الدین) نقشبند قدس سرہ کی بات کو قبول کر لیا اور

ذکر میں جبر کرنے کو ترک کر دیا جیسا کہ منقول ہے اور سلف و صاحب استقامت صوفیہ و مشائخ کا طریقہ بھی یہی تھا۔ صوفیائے کرام نے جو یہ تمام کتابیں سلوک و ریاضت اور وعظ و نصیحت میں لکھی ہیں اور مہلکات (ہلاک کرنے والی چیزوں) و منجیات (نجات دلانے والی چیزوں) کی نشاندہی کی ہے، یہ امر معروف و نہی منکر ہے یا کوئی اور چیز؟ اور یہ تعرض ہے یا ترک تعرض؟

حضرت خواجہ معین الدین چشتی (قدس سرہ) اپنے پیروں سے نقل کرتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ دوستی (محبت الہی) کا راستہ چونکہ تاریک اور باریک ہے (اس لئے) تجھے چاہئے کہ مخلوق کو نصیحت کرے اور ان کو (خطرات سے) ڈرائے۔

شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ جو کہ وحدۃ الوجود والوں کے پیشوا ہیں انھوں نے اپنے وقت کے ان صوفیوں کو جو سماع اور رقصی کرنے کے طریقے پر کاربند تھے کیوں روکا اور اس کے ترک پر کیوں دلالت کی ان میں سے بعض لوگ شیخ کے کہنے پر باز آگئے کہ اور اپنے طریقے کو چھوڑ دیا اور بعض (اگرچہ) باز نہیں آئے لیکن انھوں نے بھی اپنے نقص و قصور کا اعتراف کیا جیسا کہ شیخ نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے۔

غوث صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے اپنے بعض رسائل میں امر معروف و نہی منکر کے بارے میں ایک تفصیلی باب تحریر فرمایا ہے (جس میں) اس کے دقائق بیان فرمائے ہیں اور اس عظیم الشان کام (امر معروف و نہی منکر) کے بارے میں بہت احتیاط ملحوظ رکھی ہے، اسی (رسالہ) میں لکھتے ہیں: پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ اس پر برائی سے روکنا ہے یعنی عدم قدرت کے وقت نہی عن المنکر واجب نہیں ہے تو کیا انکار یعنی برائی سے روکنا اس وقت جائز ہے جبکہ اس کو اپنی جان پر خوف کا ظن غالب ہو؟ تو یہ ہمارے نزدیک جائز ہے اور اگر وہ شخص اہل عزیمت اور اہل صبر میں سے ہے تو افضل ہے پس وہ (یعنی ایسے موقع پر نہی عن المنکر کرنا) اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کفار کے ساتھ جہاد کرنے کی مانند ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ہے: وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَصْدَقُ عَلَى مَا آصَابَكَ إِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ اور نیکیوں کا حکم کر اور برائیوں سے منع کر اور اس سلسلے میں تجھ کو جو مصیبت پہنچے اس پر صبر کر، بیشک یہ عزیمت کے کاموں میں سے ہے [خاص کر جبکہ ظالم بادشاہ کے سامنے امر معروف و نہی منکر] یا کلمہ کفر کے اظہار کی بجائے اظہار ایمان کے لئے ہو اس لئے کہ فقہا اس پر متفق ہیں اور بلاشبہ ہمارے اور ان کے درمیان ان دو موقعوں کے علاوہ باقی مواقع میں اختلاف ہے۔

انصاف کرنا چاہئے کہ اگر ان بزرگوں کا مشرب جو کہ اہل ولایت کے پیشوا اور صوفیوں کے

مقدار تھے ترکیب تعرض ہوتا تو پھر وہ امر معروف (و نہی منکر) میں اس قدر مبالغہ کیوں کرتے اور نیز حضرت شیخ (عبد القادر جیلانی قدس سرہ) نے فرمایا ہے کہ ”امر معروف و نہی منکر“ دو قسم پر ہے پس جو چیز کتاب (قرآن مجید) و سنت (حدیث شریف) اور عقل کے موافق ہو وہ معروف ہے اور جو چیز ان کے مخالف ہو وہ منکر ہے، پھر ان کی دو قسمیں ہیں ان میں سے ایک ظاہر ہے جس کو عوام و خواص سب ہی جانتے پہچانتے ہیں اور وہ مثلاً پانچ وقت کی نمازوں اور ماہ رمضان کے روزوں اور زکوٰۃ اور حج وغیرہ کا واجب ہونا ہے اور منکرات میں سے مثلاً زنا، شراب نوشی، چوری، زہری، سود اور غضب وغیرہ کا حرام ہونا ہے پس اس قسم کے متعلق امر معروف و نہی منکر کرنا عوام پر بھی اسی طرح واجب ہے جیسا کہ خواص علماء پر واجب ہے اور دوسری قسم وہ امور ہیں جن کو صرف خواص ہی جانتے ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کے متعلق کس قسم کا اعتقاد جائز ہے اور کس قسم کا اعتقاد جائز نہیں ہے۔ پس اس کے متعلق امر معروف و نہی منکر کرنا علماء کے ساتھ مخصوص ہے، پھر اگر علماء میں سے کسی نے عوام میں سے کسی کو اس کی خبر دی تو یہ اُس کے لئے جائز ہے اور (خود) اس عامی شخص پر بھی بشرط قدرت اس کا امر معروف و نہی منکر کرنا واجب ہو چکا۔ فضیل بن عیاضؒ نے جو کہ اکابر صوفیہ میں سے ہیں فرمایا ”جو شخص کسی بدعتی سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو رائیگاں کر دیتا ہے اور ایمان کا نور اس کے دل سے نکال لیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے بارے میں جان لیا کہ وہ بدعتی سے بغض رکھتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ وہ اسے بخش دے گا اگر چہ اس کا عمل حقوڑا ہو اور جب تو کسی بدعتی کو راستہ میں دیکھے تو تلو دو سرا راستہ اختیار کر۔ اور حضرت فضیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ میں نے سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ جو شخص کسی بدعتی کے جنازہ کے ساتھ چلا وہ واپس آئے تک اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں رہے گا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (بدعتی پر) لعنت فرمائی ہے پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے دین میں کوئی نئی بات پیدا کی یا دین میں نئی بات نکالنے والے کسی (بدعتی شخص) کو پناہ دی تو اس شخص پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور اس شخص سے نہ کوئی صرف قبول کیا جائے گا اور نہ عدل۔ صرف سے فریضہ اور عدل سے نافرمانی مراد ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے، اے عائشہ رضی اللہ عنہا، اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا بَیْنَهُمْ وَکَاوُا شَیْعَتَہُمْ [میشک جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے کر دیا اور وہ گروہ درگروہ تھے] یہ لوگ اہل بدعت اور خواہشات کی پیروی کرنے والے ہیں، ان کے لئے توبہ نہیں ہے میرا اُن سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ان کا مجھ سے کوئی تعلق ہے۔ (طیالسی عن عمر)

اگر صوفیہ کا مشرب ترک تعرض ہوتا تو اکابر صوفیہ میں سے ایک بزرگ یہ کیوں فرماتے کہ صوفیہ کا جو دن نقار میں نہ گزرے وہ اسے اچھا نہ جانیں۔ شیخ الاسلام نے کہا ہے کہ صوفیوں کی نقار کن مکن ہے (یعنی ہر کام کے متعلق یہ سوچے کہ یہ کام کرنا چاہئے یا نہیں کرنا چاہئے) پس خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ جس روز صوفی باہم امر معروف و نہی منکر نہ کریں اور سستی بریں وہ دن اچھا نہیں ہے۔ خوب غور کرنا چاہئے، جو لوگ کہ عدم تعرض کے قائل ہیں وہ آخرت کے عذاب و ثواب اور ان سخت و عیدوں پر ایمان رکھتے ہیں یا نہیں جو کہ بُرے اعمال کے بارے میں قرآن مجید اور صحیح حدیثوں میں آئی ہیں، اگر ایمان رکھتے ہیں تو پھر وہ کسی بد نصیب کو بہت بڑی تباہی سے کیوں نہیں نکالتے اور سخت عذاب سے نجات کا راستہ اس کو کیوں نہیں دکھاتے۔ اگر کسی نابینا کے راستے میں کوئی گناواں یا کوئی سانپ ہو، یا کوئی شخص کسی اور دنیاوی ہلاکت میں گرفتار ہو تو ظاہر ہے کہ یہ لوگ اس کو آگاہ کریں گے اور اس کو راہِ نجات دکھائیں گے اور اس کے حال سے تعرض کریں گے۔ آخرت کی ہلاکت پر جو کہ سب سے زیادہ شدید اور سب سے زیادہ باقی رہنے والی ہے کیوں متنبہ نہیں کرتے اور نجات کا راستہ کیوں نہیں دکھاتے۔ یقینی بات ہے کہ وہ لوگ (آخرت پر) ایمان نہیں رکھتے اور قیامت و حشر و نشر اور جو کچھ اس میں ہے اس کے معتمد نہیں ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم کو ان کے بُرے اعتقاد سے بچائے۔

اگر مخلوق سے ترک تعرض کرنا اللہ تعالیٰ اجل شانہ کو پسند ہوتا تو اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو کیوں مبعوث فرماتا اور شریعتیں کیوں جاری کرتا اور دین اسلام کی طرف کیوں بلاتا اور اسلام کے علاوہ دوسرے ادیان کو باطل کیوں قرار دیتا اور سابقہ امتوں میں جس نے ان بزرگواروں (انبیاء کرام) کی دعوت کو قبول نہیں کیا ان کو طرح طرح کے عذاب میں گرفتار کر کے ان کو ہلاک و ختم کیوں کرتا (بلکہ) چاہئے تھا کہ مخلوق کو ان کے حال پر چھوڑ دیتا اور کچھ تعرض نہ کرنا اور منکروں کو کسی چیز پر عذاب نہ دیتا اور ہلاک نہ کرتا اور نیز اس صورت میں جہاد کو کس لئے فرض کرتا جو کہ مسلمانوں اور کفار دونوں کے ایذا و قتل پر مشتمل ہے اور جہاد و مجاہدین اور شہدائے فی سبیل اللہ کے جو فضائل و درجات نصوص قطعیہ سے ثابت ہیں جیسا کہ ان میں سے بعض کا بیان آگے آئے گا وہ فضائل و درجات کیوں ہوں کہ وہ تاحق لوگوں سے تعرض کرتے ہیں اور ایذا پہنچاتے ہیں، اور نیز نفسِ انسانی جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مخلوق ہے اس سے ہے اس کے ساتھ لڑائی اور دشمنی کا حکم کیوں دیا اور اس کے ساتھ جہاد کرنے کو جہاد اکبر کیوں فرمایا اور اپنے قُرب کو اس کے ساتھ جہاد کرنے سے مشروط کیوں کیا، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تو اپنے نفس سے دشمنی کر کیونکہ بلاشبہ یہ میری دشمنی و مخالفت کے ساتھ کھڑا ہے، چاہئے تھا کہ

کہ اس کو بھی اس کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے دشمنوں سے انتقام لے، واللہ عز وجل انتقام لہ اور اللہ تعالیٰ غالب اور انتقام لینے والا ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے) اپنی کامل رحمت سے انبیاء کرام کو اصالتاً اور اولیاء اللہ کو ان کی متابعت کے ساتھ اپنی طرف بلانے کے لئے بھیجا اور ان کی زبانی عذاب و ثواب کی خبر دی اور مخالفوں پر رحمت قائم کی اور ان کے عذر کی زبان بند کر دی، لَئِلاَّ یَکُونُ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ کہ (تاکہ رسولوں کو بھیجنے کے بعد لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ پر ہرگز کوئی حجت باقی نہ رہے) اس عظیم الشان کارخانے کے ساتھ چشم پوشی کرنے اور خواب غفلت برتنے سے یہ عذاب رفع نہیں ہوگا اور کوئی شخص اس کو دفع نہیں کر سکے گا۔ اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ مَّا لَہٗ مِنْ دَافِعٍ (بیشک تیرے رب کا عذاب ضرور واقع ہوگا کوئی چیز اس کو دور کرنے والی نہیں ہے)، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو براہ راست ہدایت دیدیتا اور دارالسلام (جنت) میں بھیج دیتا۔ وَکَوْشَاءَ لَہُمْ اَمْرٌ اَجْمَعِیْنِ ﴿۱﴾ [اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیدیتا] لیکن اللہ تعالیٰ کے ارادی نے ایسا ہی چاہا اور اس کی حکمت لازوال نے اسی طرح کا اقتضایا۔ وَلَٰکِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَآ مَکَلْتُ جَہَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنِ ﴿۲﴾ [اور لیکن میرا یہ قول حق ہے کہ میں جنہم کو ضرور بھردوں گا] مولائے تحقیقی جل شانہ سے کسی کو پوچھنے کی گنجائش نہیں ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا اور ایسا کیوں نہیں کیا۔ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَہُمْ یُسْئَلُوْنَ [اللہ تعالیٰ سے اس کے کسی بھی فعل کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا] اور ان (لوگوں) سے پوچھا جائے گا۔

کرانہرہ آنکہ از بیم او کشاید زباں جز بہ تسلیم او

[کس کی جرات ہے کہ اس کے خوف کی وجہ سے تسلیم کے سوا کسی اور بات کے لئے زبان کھولے] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ ہٰذِہٖ سَبِیْلِیْ اَدْعُوْا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَ مِنَ الْمُتَّبِعِیْنَ ﴿۱﴾ [آپ کہہ دیجئے میرا راستہ ہے میں اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح دعوت دیتا ہوں کہ میں امیرا اتباع کرنے والا واضح دلیل ہوں] پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے اور امر معروف کرنے میں آپ کے ساتھ شریک ہیں اور جو شخص کہ امر معروف کا نازک ہے وہ آپ کا پیرو نہیں ہے۔ انصاف کرنا چاہئے اگر فاسق اور کافر لوگ اللہ تعالیٰ کے مبغوض اور دشمن نہ ہوتے تو بغض فی اللہ (اللہ تعالیٰ کے لئے کسی سے بغض رکھنا) دین کے واجبات میں سے اور افضل نیکیوں اور دین کو مکمل کرنے والی چیزوں میں سے نہ ہوتا اور ولایت اور رضا و قرب الہی کے حصول کا ذریعہ نہ بنتا۔

حضرت عمر بن الجموح سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بندہ اس وقت تک صریح ایمان کا حق ادا نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کا یہ حال نہ ہو جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت کرے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بغض کرے، پس جب اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے محبت کی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے بغض کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی ولایت کا مستحق ہو گیا، اس کو امام احمد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ اور ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کیلئے محبت کی اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بغض کیا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے دیا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے منع کیا تو بیشک اس نے ایمان کی تکمیل کر لی، اس کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ اور ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ کے لئے محبت رکھنا اور اللہ تعالیٰ کے لئے بغض رکھنا ہے، اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ایمان کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا وہ یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرے اور اللہ تعالیٰ کے لئے بغض رکھے اور اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رکھے، انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اور کیا؟ آپ نے فرمایا اور یہ کہ تو لوگوں کے لئے اس چیز کو پسند کرے جس کو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور ان کے لئے اس چیز کو ناپسند کرے جس کو تو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے، اس کو امام احمد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ اہل معاصی کے ساتھ بغض رکھ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو اور ان لوگوں سے انقباض اور ترش روئی کے ساتھ ملو اور ان کے ساتھ ناراضگی و غصہ کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی طلب کرو اور ان سے دوری اختیار کر کے اللہ عز و جل کا قرب حاصل کرو، اس کو ابن شاہین اور بیہی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور الکنتراختی میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ کیا تو نے کبھی میرے لئے کوئی عمل کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ! میں نے آپ کے لئے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، صدقے دیئے اور آپ ذکر کیا، پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا البتہ نمازیں میرے لئے محبت ہے اور روزہ ڈھال ہے اور صدقہ سایہ ہے اور ذکر نور ہے تو پھر تو نے میرے لئے کونسا عمل کیا؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: یا اللہ! آپ مجھے اس عمل کی طرف رہنمائی فرمائیں جو آپ کے لئے ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! کیا تو نے میرے کسی دوست سے دوستی کی اور میرے کسی دشمن سے دشمنی کی۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے جان لیا

[اے نبی! کفار و منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی کر] اور نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ اور تم میں سے جس نے ان سے دوستی کی تو وہ انہی میں سے ہے [نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا يَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَلَوْ كَانُوا اٰبَاؤَهُمْ اَوْ اَبْنَاؤَهُمْ اَوْ اَخْوَاہُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ] تو نہیں پائے گا کسی ایسی قوم کو جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں کہ وہ دوستی رکھتے ہوں ان کو جو اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کریں اگرچہ وہ ان کے باپ دادا ہوں یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ (لے ہوں) اور نیز فرمایا وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْاِنْجِيلَ اَوْ اٰلِهَآءُ اللّٰہِ اور اگر وہ اللہ پر اور نبی پر اور اس پر جو اس نبی پر نازل کیا گیا ایمان رکھتے ہوتے تو ان (کفار) کو دوست نہ بناتے۔]

تو لی بے تبری نیست ممکن

ع

[دوست بنانا اس کے دشمنوں سے، بیزاری ظاہر کئے بغیر ممکن نہیں ہے] اس جگہ صادق آتا ہے نہ کہ اصحاب کے ائمہ کے بارے میں جیسا کہ رافضیوں نے گمان کیا ہے اس لئے کہ تبری دشمنوں سے ہونا چاہئے نہ کہ دوستوں سے۔ جو جماعت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے شرف سے مشرف ہے وہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت و دوستی کے ساتھ موصوف ہیں ان کی سختی اور شدت کفار کے ساتھ تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اَمِنْ اٰءِ اَعْلٰی الْکُفَّارِ رَحْمًا بَيْنَهُمْ (وہ کافروں پر نہایت سخت اور آپس میں نہایت ہرمان ہیں)۔ اگر یہ کہیں کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کے مظاہر اور آئینے ہیں، کمالا لہی کا مظہر ہونے کے علاوہ ان کی کوئی اور حیثیت نہیں ہے جیسا کہ وحدۃ الوجود والوں کا مسلک ہے، پس سب کو محبت کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے اور کسی شخص کے ساتھ برا نہیں ہونا چاہئے، جیسا کہ کہا گیا ہے ع

پس بدے مطلق نباشد در جہاں [پس دنیا میں برا ہرگز کوئی نہ ہوگا]

ہم کہتے ہیں کہ کفار کے ساتھ عداوت رکھنا، ان کے ساتھ دوستی نہ کرنا اور ان کے ساتھ سختی اور جہاد کرنا طائل قطعہ سے ثابت ہو چکا ہے جس میں شک و شبہ کی ہرگز کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ لوگ بذات خود خواہ کیسے ہی ہوں نصوص کی پیروی کرنا ہم پر فرض اور لازمی ہے، ہم کو نص سے کام ہے نہ کہ فص (فصوص الحکم) سے، کل کو (قیامت کے روز) نجات نص سے وابستہ ہے نہ کہ فص سے۔ خواب و خیال اور کشوف والہامات نص کے برابر نہیں ہو سکتے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ جو شخص مغلوب الحال ہے اُسے (بھی) چاہئے کہ اپنے آپ کو کوشش کے ساتھ نصوص کا پیرو بنائے اور نصوص پر عمل کرے اگرچہ اس کے کشف و وجدان کے خلاف ہی ہو، اور ہمیشہ التجا اور تضرع و زاری کرتا رہے کہ معاملہ کی حقیقت جیسا کہ

وہ ہے منکشف ہو جائے اور اس کی بصیرت کی آنکھیں انبیاء عظام و صحابہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قدموں کی خاک کا سرمہ لگا ہوا ہو۔

اس کا رد دولت مست کنوں تا کرادہند [یہ نصیب کی بات ہو دیکھئے اب کس کو عایت کرتے ہیں]۔

یہاں یہ کہتے ہیں کہ جو جماعت وحدۃ الوجود کا مشرب رکھتی ہے وہ لوگ وجود کے لئے چند مراتب ثابت کرتے ہیں اور ہر مرتبہ کے احکام کو دوسرے مرتبہ کے احکام سے جدا قرار دیتے ہیں اور کثرت کے احکام کو جن پر کہ روشن شریعت کی بنیاد ہے ترک نہیں کرتے اور اس کے رفع (ترک) کو اٹھا اور زندقہ شمار کرتے ہیں۔ حج و عمرہ کا رخصت کر دینا اور حج و عمرہ کا رخصت کرنا۔

[اگر تو حفظ مراتب نہ کنی زندقہ کی طرف گامزن ہو جائے گا]

پس امر معروف (نیکی کا حکم کرنا) اور نہی فحشاء (فحش و کفر کے ساتھ دشمنی رکھنا کثرت کے احکام میں سے ہے اس کو رفع کرنا بھی دوسرے تمام احکام شرعیہ کے رفع کی طرح اٹھا دینا زندقہ ہے اور اگرچہ وہ لوگ بدی مطلق کی نفی کرتے ہیں لیکن بدی نسبتی کو ثابت کرتے ہیں۔ حج و عمرہ کا رخصت کرنا۔

بدیہ نسبت بائند آئند اہم بدایں [اس کو بھی جان لے کہ ہم ہمیشہ نسبت کے ساتھ برا ہوتا ہے] اور کسی چیز کے برا ہونے اور اس سے پرہیز کرنے کے لئے بدی نسبتی کا ہونا ہی کافی ہے۔ وحدۃ الوجود کے ماننے والے زہر سے پرہیز کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس سے روکتے ہیں اور سانپ و کچھو کو مار ڈالتے ہیں اور لوگوں کو ان سے ڈراتے ہیں اور اپنے پیروی کرنے والوں اور معتقدوں سے راضی ہیں اور اپنے مخالفوں اور نہ ماننے والوں سے ناراض ہوتے ہیں مولوی دہم قدس سرہ جو کہ صوفیائے وحدۃ الوجود کے سرداروں میں سے ہیں فرماتے ہیں۔

۱۱۵

منکر این حرف این دم در نظر مشر مشل مرنگوں اندر مسقر

[اس بات کا انکار کرنے والا شخص اس وقت ایسا دکھائی دیا کہ وہ دفرخ میں اوندھا پڑا ہوا ہے]۔ اور وہ لوگ لذت کھاتے، شیریں پانی، نفیس چیزوں، خوش آوازی، خوشبو اور دلکش مناظر اور حسین صورتوں سے ان انفراد کی بہ نسبت زیادہ رغبت رکھتے اور لذت حاصل کرتے ہیں اور دوسروں کے مقابلے میں اپنے ہم مشربوں کے حالات کی رعایت و حمایت زیادہ کرتے ہیں اور مقاماتِ ہلاکت سے کنارہ کشی کرتے ہیں اور حتی الامکان اپنے فائدے کی چیزوں کو قبول کرتے اور نقصان دہ چیزوں سے خود کو حتی الوسع دور رکھتے ہیں اور تدبیر معاش و تربیت اولاد سے فارغ نہیں ہیں اور صلاح و مشورہ کو ترک نہیں کرتے اور اپنی عورتوں کو پردے میں رکھتے ہیں اور یہ گوارا نہیں کرتے کہ کوئی نامحرم ان کے گرد بیٹھے اور دست درازی کرے اور اپنے بچوں کو بری صحبت سے دور رکھتے ہیں اور ظلم و زیادتی کرنے والے کو سزا دیتے ہیں اور مریضوں کو ناستا

غذا سے پرہیز کرتے ہیں، یہ سب کچھ احکام کثرت کی رعایت ہے یا کوئی اور چیز پس کمینی دنیا کے کاموں میں ان احکام کی رعایت کرنا اگرچہ ان کا ترک کرنا مباح ہے، اور آخرت کے کاموں میں ان احکام کی رعایت نہ کرنا حالانکہ اللہ تعالیٰ اجل سلطانہ کا حکم ان کے بجالانے کے لئے وارد ہو چکا ہے اور وحدۃ الوجود کے حیلہ سے سر کو حلقہ بندگی سے باہر نکالنا عجیب انصاف ہے اور عقل و رواندیش کے قاعدے سے بعید ہے اور اس کا منشا اصل، اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری و تعمیل نہ کرنا اور ظہور نبوت کا اعتقاد نہ رکھنا اور قیامت اور اس کے عذاب و ثواب کا انکار کرنا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس سے بچائے۔ (امین)

اہل وحدۃ الوجود میں جو حضرات مستقیم الاحوال (درست احوال والے) ہیں ان کی پابندی شریعت اور دین میں سختی کے قصے و واقعات مشہور و ماثور ہیں اور محتاج تحریر نہیں ہیں۔ ہمارے حضرت عالی (محمد الفانی) قدس اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس یہ تمام احتیاط جو کہ وہ وضو و طہارت و نماز اور اس کے آداب میں برتے تھے فرماتے تھے کہ یہ سب احتیاط میں نے اپنے والد بزرگوار کے عمل سے اخذ کی ہے (محض) کتابوں سے اس قسم کا عمل حاصل ہونا مشکل ہے اور ان کے والد بزرگوار جو اس فقیر کے دادا تھے باوجودیکہ وحدۃ الوجود کا مشرب رکھتے تھے اور فصوص المحکم (مصنف شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ) کے ماہر و عالم تھے، ان کی پابندی شریعت بھی کمال درجہ کی تھی جیسا کہ مشہور ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے یہ احتیاط اپنے پر شیخ رکن الدین قدس سرہ کے عمل سے اخذ کی ہے جو کہ سلسلہ چشتیہ کے بزرگ تھے وہ بھی توحید و جود کی کامشرب رکھنے کے باوجود شریعت کی کامل پابندی کے ساتھ موصوف تھے اور حضرت شیخ نے اعمال میں یہ احتیاط اپنے شیخ و والد بزرگوار شیخ عبد القدوس (گنگوہی) قدس سرہ سے حاصل کی تھی اور وہ وحدۃ الوجود کے مشرب میں بہت بلند مرتبہ رکھتے تھے اور ہمیشہ مغلوب الحال رہتے تھے اس کے باوجود پابندی شریعت اور ظاہری احتیاط میں بھی فرد کامل تھے۔ حضرت خواجہ احرار (قدس سرہ) جو کہ نقشبندیہ کے چوارغ ہیں باوجودیکہ وہ توحید و جود کی کامشرب کی طرف مائل تھے شریعت کی پابندی اور اس کی ترویج میں بڑے ثابت قدم تھے، فرماتے تھے اگر میں پیری مریدی کروں تو کسی شخص کو بھی پیری مریدی کرنے کی مجال نہ رہے لیکن مجھ کو ترویج دین کے لئے (اس دنیا میں) لایا گیا ہے نہ کہ پیری مریدی کے لئے۔ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ علم حدیث میں صاحب اسناد تھے اور علم فقہ میں اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے آپ نے فرمایا ہے کہ بعض مشائخ نے حدیث حاسبوا قبل ان تمحاسبوا (قبل اس کے کہ تمہارا محاسب کیا جائے خود ہی اپنا محاسب کر لیا کرو) کے مطابق اپنے دن رات کے اعمال کا محاسبہ اختیار کیا ہے، میں محاسب میں ان سے بڑھ گیا ہوں اور میں نے اعمال کے محاسبہ کے ساتھ خطرات کا محاسبہ بھی شامل کر لیا ہے۔ سلطان العارفین (حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ) و سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادی قدس سرہ) جو گویا کہ

اس مشرب کے بانی تھے سزا یا احکام شریعت کے ساتھ آراستہ تھے نقل کرتے ہیں کہ جب بائزید (سطامی قدس سرہ) نماز ادا کرتے تھے تو ہیبت الہی و تعظیم شریعت کی وجہ سے ان کے سینہ کی ہڈیوں سے چٹخنے کی آواز نکلتی تھی اور لوگ سنتے تھے۔ عوارف میں حضرت جنید (بغدادی) قدس سرہ سے منقول ہے کہ انھوں نے ایک شخص سے کہا جس نے معرفت کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ اہل معرفت الہی اللہ تعالیٰ کی طرف نیکی اور تقویٰ کے دروازے سے حرکات کے ترک تک پہنچ جاتے ہیں، پس جنید (قدس سرہ) نے فرمایا بلاشبہ اس جماعت کا قول ہے جو اعمال کے ساقط کرنے کی باتیں کرتے ہیں اور یہ میرے نزدیک بہت بڑی غلطی ہے جو شخص چوری اور زنا کرتا ہے اس کی حالت اس شخص سے بہتر ہے جو ایسی بات کہتا ہے، اور بیشک عارف باللہ لوگ اللہ تعالیٰ سے اعمال کو اخذ کرتے ہیں اور ان اعمال میں اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اگر میں ہزار سال زندہ رہوں تو میں نیک اعمال میں سے ذرہ بھر بھی کم نہ کروں سوائے اس صورت کے کہ میرے اور ان (اعمال صالحہ) کے درمیان کوئی عذر حاصل ہو جائے اور بیشک میری معرفت میں ان کی بڑی ناکیدت اور میرے حال کو بہت قوی دینے والے ہیں۔ منقول ہے کہ منصور طالع (قدس سرہ) اس سب دعویٰ (انانیت) کے باوجود روزانہ دن رات میں ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے اور جس روز انھیں سولی دی گئی اس کی شب میں پانصد رکعت نماز ادا کی تھی۔ طبقات میں مذکور کامل مشائخ میں ایک بزرگ فرمایا کہ اپنی آنکھیں نہ کھول رکھو اور اگرچہ ایک بارہ بکری سے ہو۔ اگر وہ الو جو والوں کا مشرب تعرض و آزار خلق کا ترک ہوتا تو مولانا عبدالرحمن جامی (قدس سرہ) جو کہ ارباب وحدۃ وجود کے کابلیں اور ان کے محققین میں سے ہیں (اپنی) کتاب سلسلۃ الازہب میں اس جماعت کا رد کیوں کرتے اور ایک طویل فتویٰ ان لوگوں کی تنبیہ میں کیوں لکھتے، شہنوی کا عنوان اس عبارت کے ساتھ لکھا ہے "ان لوگوں کی مذمت میں جنھوں نے اپنے مذہب کی بنیاد کو کم آزاری پر رکھا ہے اور اباحت و اتحاد کے گرداب میں جا پڑے ہیں" مثنوی

- ۱- ترک آزار کردن اے خواجہ دفتر کفر راست دیا چہ
- ۲- منکر آمد بہ پیش او معروف شد بہ نکر عنان او مصروف
- ۳- نفس محنت گزیر و راحت جوے داردش در درہ اباحت روے
- ۴- شدیکے پیش او حرام و حلال می نہ اندیشد از کمال دو بال
- ۵- می شود مرتکب مناہی را می فتد در عقب ملاہی را
- ۶- گاہ لا قدر مذہب تجرید گہ گزافہ مذہب تو جمید

- ۷- نیست لاف و گزاف او عاری لیک اورا چونیک انگاری
۸- مذہبش جمع فضہ و ذہب ست مشربش شرب بادۂ غنبت ست
۹- از علامات عقل و دین عاری مذہبش حصر در کم آزاری
۱۰- نہ از احوال سابقش عبرت نہ از احوال لاحقش خبرت
۱۱- نسبت خود کند بدرویشاں دم زنداز ارادت ایثاں
۱۲- ہر کہ درویش ازو بود بزار کے زدرویش آید ایں کردار
۱۳- نیست درویشی آنکہ زندہ است نیست جمعیت آنکہ تفرقہ است
۱۴- اصطلاحات عارفان از ہر کردہ و می کند بیاں فر فر
۱۵- دلش از سر کار واقف نہ معرفت بے شمار عارف نہ
۱۶- ہچو جو ز تہی نماید نغز لیک چوں بشکنتی نیابی مغز
۱۷- کردہ و ہم و خیال ناپاکاں مندرج در عبارت پاکاں
۱۸- لفظ ناپاک معنیش گر گیں نافہ پھین و نافہ سر گیں
۱۹- نافہ نکشادہ مشک افشاں ور کشاید جہاں بگنڈاں

الحاجہ آزار کا ترک کرنا کفر کے دفتر کی تہدید ہے، منکر اس کے نزدیک معروف ہو گیا ہے اس کی باگ منکر کی طرف پھیر گئی ہے، اس راحت کا محنت گزین نفس اباحت کی جانب کافرن ہے، اس کے نزدیک حرام اور حلال سب برابر ہے وہ عذاب اور وبال سے کچھ نہیں سوچتا، وہ ممنوعات کا ترک نہ ہوتا ہے و فضولیات کے پیچھے پڑتا ہے، کبھی وہ تجرید کے مذہب کی ڈینگ ہانکتا ہے اور کبھی توحید کے مشرب کی شخی مارتا ہے، اس کی لاف و گزاف خالی از علت نہیں لیکن اگر تو اچھی طرح غور کرے تو دیکھے گا کہ اس کا مذہب سونا اور چاندی جمع کرنا ہے اس کا مشرب انگوری شراب پینا ہے وہ عقل و دین کی علامات سے خالی ہے اس کا مذہب کم آزاری میں محدود ہے، اس کو نہ احوال سابقہ سے عبرت ہے اور نہ احوال لاحقہ خبر ہے، وہ اپنے آپ کو درویشوں سے منسوب کرتا ہے اور ان سے ارادت کا دم بھرتا ہے جو درویش ہے وہ اس شخص سے بیزار ہوتا ہے درویش کا یہ کردار کب ہوتا ہے؟ یہ درویشی نہیں ہے بلکہ زندہ ہے اور یہ جمعیت نہیں ہے بلکہ تفرقہ ہے، اس نے عارفوں کی اصطلاحات زبانی یاد کی ہوئی ہیں اور وہ ان کو فر فر بیان کرتا ہے، اس کا دل حقیقت کا رے واقف نہیں ہے اس کو معرفت تو بہت ہے لیکن وہ عارف نہیں ہے، وہ خالی اخروٹ کی طرح ہے جو (دیکھنے میں تو) اچھا لگتا ہے لیکن جب تو اس کو توڑے تو اس میں مغز نہ پائے گا، اس نے بد باطن لوگوں کی قیاس آرائیوں کو نیک طینت لوگوں کی عبارتوں میں شامل کر دیا ہے اس کے الفاظ پاک اور اس کے معنی ناپاک ہیں

چین کا ناف ہے اور اس کے اندر گوبر بھرا ہے، وہ ناف کو کھولے بغیر (لفاظی کا) مشک بکھیر رہا ہے اور اگر وہ ناف کھول دے تو جہان میں بدبو پھیل جائے [

اور عوارض میں ہے کہ جب حضرت سہیل (قدس سرہ) سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو یہ کہتا ہے کہ میں دروازے کی مانند ہوں جب تک مجھے حرکت نہیں دی جاتی میں حرکت نہیں کرتا۔ انھوں نے کہا کہ دو شخصوں میں سے ایک کے سوا اور کوئی شخص یہ بات نہیں کہتا (یعنی) یا صدیق کہتا ہے یا زندیق، اس لئے کہ صدیق یہ (زند کوئی) بات اصول کو قائم رکھتے ہوئے اور بندگی کی حدود کی رعایت رکھتے ہوئے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اشیاء کا قیام اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، اور زندیق یہ بات اشیاء کو اللہ تعالیٰ پر حوالہ کرنے اور ملامت کو اپنی ذات سے ساقط کرنے اور دین اور اس کی رسوم سے آزاد ہونے کے لئے کہتا ہے۔

عجیب معاملہ ہے کہ جن لوگوں نے کم آزاری اور صلح کل کا مشرب اختیار کیا ہوا ہے ان میں ایک جماعت تمام فرقوں یعنی کافروں، یہودیوں، جوگیوں، برہمنوں، ملحدوں، زندقوں اور اذنیوں وغیرہ کے ساتھ اچھا سلوک کرتی ہوئی ایک دوسرے کے ساتھ صلح میل جول اور محبت رکھتے ہیں سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنے والے لوگوں کے جو کہ اہل سنت جماعت اور فرقہ ناجیہ ہیں اور جن کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو میرے طریقہ پر اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہیں کہ ان سے یہ لوگ بغض و عداوت رکھتے ہیں، ان کی صلح غیروں کے ساتھ ہے اور ان (مسلمانوں) کی ایذا و آزار کے درپے ہیں اور ان کی بربادی چاہتے ہیں۔ یہ عجیب صلح کل ہے کہ محمدیوں (مسلمانوں) کے ساتھ کہ جن کا پیشوا رحمتہ للعالمین ہے بغض و عداوت ہو اور غیر محمدیوں (غیر مسلموں) کے ساتھ کہ جن سے بغض رکھنا انصوص قرآنی سے ثابت ہے محبت و دوستی ہو، بیشک الکفر ملت واحده (کفر سب کا سب ایک ہی ملت ہے) اچھی طرح غور کر لیں۔ اگر مخلوق سے ترک تعرض قابل تعریف ہوتا تو امر معروف و نہی منکر دین مبین کے واجبات میں سے نہ ہوتے اور حق سبحانہ و تعالیٰ اس امت کو اس جلیل القدر امر کے بحال لانے کے باعث خیر امت نہ فرماتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ** اُخْرِجْتَ لِلنَّاسِ تَافَهُوْنَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَتَّهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالی گئی، تم معروف کا حکم کرنے ہو اور منکر سے روکتے ہو) اور دوسری جگہ فرماتا ہے: **الْأَمْرُ وَالنَّهْيُ وَالْمَعْرُوفُ وَالنَّاتِهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَفِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ** (وہ معروف کا حکم کرنے والے

اور منکر سے روکنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اور نیز فرمایا الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضُهُمْ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [مومن مرد اور مومن عورتیں بعض بعض کے دوست ہیں، وہ معروف کا حکم کرتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں] اور تمام انبیاء کرام اور ہمارے نبی کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام و صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور تمام سلف صالحین نے کس قدر کوششیں امر معروف و نہی منکر کے بحال لانے میں کی ہیں اور کس قدر تکلیفیں اس کام کی انجام دی ہیں اٹھائی ہیں کسی بحث کا کیلئے یہ تمام کوششیں کرنا اور تکلیفیں اٹھانا محض حماقت ہوتا، اگر ترک تعرض مستحسن (اچھا کام) ہوتا تو کسی منکر شرعی (برائی) کے دل سے بڑا جاننے کو ایمان کا سب سے ضعیف درجہ کیوں فرماتے، جیسا کہ صحیح حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی منکر خلاف شرع کام کو دیکھے تو اس کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے اس کو روک دے، پس اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے اس کو منع کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو اپنے دل سے اس کو بُرا جانے اور یہ ایمان کا سب سے ضعیف درجہ ہے اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور کسی شہر و بستی میں امر معروف ترک کرنے والے کو اس شہر و بستی والوں کے ساتھ عذاب میں کیوں داخل کیا جاتا اور اس بستی کے ساتھ اس کو بھی تباہ و برباد کیوں کیا جاتا جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ عزوجل نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ فلاں شہر کو اس کے باشندوں کے ساتھ پلٹ دے تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ! ان لوگوں میں نیر اذلال بندہ بھی ہے جس نے پلک جھپکنے (ایک لمحہ) تک بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اس بستی کو اس شخص پر اور ان لوگوں پر پلٹ دے کیونکہ بلاشبہ اس شخص کا چہرہ ہرگز ایک لمحہ کے لئے بھی اُن کے بُرے افعال پر متغیر نہیں ہوا۔ اس کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

اگر کہا جائے کہ آیہ کریمہ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا تَعْصُوا مَنْ صَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ (اے ایمان والو! تمہارے اوپر تمہاری اپنی ذات کی ذمہ داری ہے اگر تم نے ہدایت پائی ہے تو جو شخص گمراہ ہو اس کا ضرر تم کو کچھ نہیں پہنچے گا) امر معروف و نہی منکر کے ترک پر دلالت کرتی ہے۔ (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ یہ (دلیل) ناقابل قبول ہے کیونکہ اہتدا کا لفظ جو اس آیہ کریمہ میں آیا ہے اس کے معنی امر معروف و نہی منکر کو بھی شامل ہیں جیسا کہ مفسرین نے اس کو لکھا ہے یعنی جب تم اعمال صالحہ

بجالاتے رہا اور امر معروف و نہی منکر کرتے رہو تو دوسروں کی گمراہی تمہارے لئے کوئی نقصان نہیں رکھتی، اور اس آیت کا شان نزول بھی اسی معنی کی تائید کرتا ہے کہ جب مسلمان ذلیل کفار کے انکار و عدم اطاعت سے دل تنگ ہوئے تو حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس آیہ کریمہ سے تسلی دی، یعنی جب تم نے اپنی طرف سے نہی منکر کر دیا اور سیدھے راستہ پر رہنمائی کر دی اور کفر و کوشی سے ان کو ڈرا دیا تو اس کے بعد ان لوگوں کا کفر تم کو کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا، اور قصوں نے اس آیہ کریمہ کے ظاہری معنی لئے انھوں نے کہا ہے کہ یہ آیت امر معروف کی آیت سے مشور ہو گئی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے اپنے خطبہ میں کہا اے لوگو! تم یہ آیت یاد رکھو اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْنٰكُمْ اَنْفُسُكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ شَيْْءٌ وَّ نَحْنُ اِذَا اَهْتَدَيْتُمْ يَتَّبِعُكُمْ پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ بیشک جب لوگ کسی منکر (برائی) کو دیکھیں اور اس کو دور نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب ان سب پر عام کر دے (اس کو ابن ماجہ و ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے)۔ اور ابو داؤد کی روایت میں ہے جب لوگ کسی کو ظلم کرتے دیکھیں اور اسے نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب عام کر دے اور اسی کی دوسری روایت میں ہے کوئی قوم ایسی نہیں ہے کہ جس میں گناہ کے کام کئے جاتے ہوں اور وہ ان کے رکنے پر قادر ہوتے ہوئے بھی ان گناہوں کو نہ روکے مگر یہ کہ قریب ہے اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب عام کر دے، اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد عَلَيْنٰكُمْ اَنْفُسُكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اَهْتَدَيْتُمْ کے بارے میں ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قسم خدا کی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ نیکی کا امر کرو اور برائی سے روکو یہاں تک کہ (اے مخاطب) جب تو دیکھے کہ لوگوں میں سخیل پر عمل ہو رہا ہے اور خواہش نفس کی پیروی کی جاتی ہے اور دنیا کو (آخرت پر) ترجیح دی جاتی ہے اور ہر صاحب رائے اپنی ہی رائے کو پسند کرتا ہے اور تو کوئی ایسا (ناگوار) امر دیکھے جس سے تجھے مفر نہ ہو تو ان صورتوں میں تجھ پر اپنی ذات کی ذمہ داری ہے اور عوام کو ان کے حال پر چھوڑ دے، بیشک تمہارے بعد ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جس نے ان ایام میں صبر کیا تو اس نے گویا کہ ہاتھ میں انگار لایا، اس زمانے میں (احکام دین پر) عمل کرنے ۱۳۳ والے کے لئے اس جیسا عمل کرنے والے پچاس اشخاص کے عمل کے برابر اجر ہوگا، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ان میں سے پچاس آدمیوں کے اجر کی برابر؟ آپ نے فرمایا، تم میں سے پچاس آدمیوں کے اجر کے برابر رواہ الترمذی ابن ماجہ۔ اگر کہا جائے کہ امر معروف (تبلیغ) اور جہاد فی سبیل اللہ انبیائے کرام علیہم وعلیٰ اتباعہم الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ ہے اور اولیاء اللہ کا طریقہ ترک تعرض اور ترک امر معروف ہے جیسا کہ اس وقت کے بعض لوگ کہتے ہیں تو ہم (اس کے جواب میں) کہتے ہیں کہ ان امور کا وجوب و فرضیت اور ان کے بجالانے کی فیضیت اور ان کے

تذکرہ پر وعید نصوص سے ثابت ہو چکی ہے اور فرضیت اور وعدہ و وعید تمام لوگوں کے لئے ہوتے ہیں یہ خصوصیت نہیں ہوتی کہ بعض کے لئے ہوں اور بعض کے لئے نہ ہوں، خواص و عوام اور انبیاء و اولیاء فرض کے بجالانے میں برابر ہیں، اور سب وعدہ و وعید میں داخل ہیں، یا یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ نجات کا حاصل ہونا اور کمال کے درجات تک پہنچنا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت سے وابستہ ہے، اولیاء اللہ نے ولایت و محبت و معرفت اور قرب الہی سے جو کچھ بھی حاصل کیا ہے وہ سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت اور ان کے طفیل میں پایا ہے اللہ تعالیٰ تک رسائی کی راہ انہی بزرگواروں کے اتباع پر موقوف ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحِبِّکُمْ اللّٰهُ (آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو) (اس کی بدولت) اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔ اس (انبیاء علیہم السلام کی راہ) کے سوا جو بھی راستہ ہے وہ گمراہی کی طرف جاتا ہے اور شیاطین کا راستہ ہے، آیت کریمہ فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلَۃُ (حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور ہے ہی کیا؟) اس معنی پر دلیل ثانی ہے اور اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاَتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا السَّبِیْلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِیْ (اور بیشک یہ میرا راستہ ہی سیدھا ہے پس اسی پر چلو اور (اس کے علاوہ) دوسرے راستوں پر مت چلو کہ وہ تم کو اس (راستہ) کے جدا کر دیں گے) اس دعویٰ پر شاہد عدل ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچا پھر فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے پھر اس کے دائیں بائیں چنداں خطوط کھینچے اور فرمایا کہ یہ شیاطین کے راستے ہیں ان میں سے ہر راستہ پر شیطان ہے جو اس (راستہ) کی طرف بلاتا ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاَتَّبِعُوْهُ الْاٰیَۃُ اس کو امام احمد و نسائی و دارمی نے روایت کیا ہے پس جو شخص چاہے کہ انبیاء علیہم السلام کی پیروی کے بغیر راہ حق جل و علا میں داخل ہو اور کمال تک پہنچے وہ گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہ کر سکے گا اور اگر وہ کچھ حاصل کر بھی لے گا تو وہ استدراج ہو گا کہ جس کا نتیجہ آخرت میں خسارہ محرومی ہے وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو گا۔) ۵

محال سنت سعدی کہ راہ صفا تو اس رفت جزد رہے مصطفیٰ

[لے سعدی! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر راہ صفا پر چلنا محال ہے]

حضرت جنید بغدادی قدس سرہ جو کہ صوفیوں کے سردار اور سید الطائفہ ہیں فرماتے ہیں جس شخص نے

قرآن مجید یاد نہیں کیا اور حدیث نہیں لکھی ہمارے اس مسلک میں اس کی اقتدا نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ بیشک ہمارا یہ عمل کتاب اور سنت (حدیث) کے ساتھ وابستہ ہے۔ نقل کرتے ہیں کہ ایک درویش نے حضرت خواجہ عبدالغنی الخانی غجدوانی قدس سرہ سے پوچھا کہ شیطان کو اس راہ کے چلنے والوں پر کچھ قابو ہوگا حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اس راہ کا چلنے والا جو شخص فنائے نفس کی سرحد تک نہیں پہنچا ہے جب وہ غصہ میں ہوگا تو شیطان اس پر قابو پالے گا لیکن اس راہ کا چلنے والا جو شخص فنائے نفس حاصل کر چکا ہو اس کو غصہ نہیں آتا (بلکہ) غیرت (حمیت) ہوتی ہے، جہاں کہیں غیرت ہوتی ہے شیطان بھاگ جاتا ہے، اور اس قسم کی صفت اس شخص کے لئے مسلم ہوگی جو کہ اپنا رخ راہ حق کی طرف رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ عزوجل کی کتاب اپنے دامن ہاتھ میں لے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو باتیں ہاتھ میں لے اور ان دونوں کے درمیان راہ طے کرے، حضرت خواجہ احرار (قدس سرہ) سے منقول ہے وہ فرماتے تھے کہ اگر تمام احوال و مواجید (کیفیات و وجد) ہم کو دے دیئے جائیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے ساتھ آراستہ نہ کریں تو ہم اس کو خرابی کے سوا اور کچھ نہ جانیں گے اور اگر تمام خرابیاں ہم میں جمع کر دی جائیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے ساتھ نواز دیا جائے تو ہمیں خوف نہیں ہے۔

انصاف کرنا چاہئے (جکے) موت ختم ہو چکی ہے اور وحی کا زمانہ منقطع ہو چکا ہے اور دین کامل ہو گیا ہے اور نعمت مکمل ہو چکی ہے (تو) آج کوئی شخص کس دلیل اور کس سند سے ایسے حکم دین کو برطرف کر سکتا ہے اور محض اپنے خواب و خیال سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متفقہ کلمہ کو جو کہ قطعی وحی اور اللہ تعالیٰ کے خبر دینے کے ساتھ ثابت ہو چکا اور یقین کے درجے کو پہنچ چکا ہے (کس طرح) نظر انداز کر سکتا ہے عقل و دراندیش سے کام لینا چاہئے اور خواب و خیال کے ساتھ دھوکا نہیں کھانا چاہئے اور شیاطین کے راستوں سے دور رہنا چاہئے اور سنت عالیہ کے سیرے راستہ کو ترک نہیں کرنا چاہئے، انبیاء علیہم السلام کا ابتلاء ہی نجات دینے والا اور برکت کا پھل دینے والا ہے اور اس کے سوا سب کچھ خطرہ ہی خطرہ ہے فالخذر کل الخذر (بس پوری طرح بچنا چاہئے)۔

نجات قطعی کے راستہ کو چھوڑ کر خطرہ کی راہ اختیار کرنا، ملعون شیاطین کے جال میں پھنسنا اور اپنے آپ کو دائمی ہلاکت میں ڈال دینا عقل سے بہت ہی دور ہے جو وجود و حال اور خواب و خیال برحق پیغمبروں کے برخلاف ہو وہ کسراپ یقیناً تجسبہ الظلمات ماء [اس کی حیثیت اس سراب کی سی ہے جو حیل میدان میں ہو جسے پیاسا پانی سمجھتا ہے] کے مصداق ہے، جب معاملہ اللہ تعالیٰ سے پڑے گا اور قبر و قیامت درپیش ہوں گی تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے علاوہ جو کہ وحی سے ثابت شدہ ہے

بجالاتے کے ساتھ مشروط ہیں جو شخص کہ شریعتِ عالیہ کے دائرے سے باہر نکل کر ان راستوں میں سے کسی راستے سے (اللہ تعالیٰ تک) آنا چاہے تو وہ راستہ ہی میں رہ جائے گا اور مطالب کو نہیں پہنچے گا

۱۲۶

بلکہ گمراہ ہو جائے گا پس ان تمام راستوں کا منشا (اصل) شریعت ہی ہوئی اور یہ طریقے متعدد ہونے کے باوجود ایک ہی طریقے (یعنی شریعت) کی طرف لوٹ گئے۔ ایک طریق کہنا اس کے منشا کے اعتبار سے ہے اور متعدد طریقے کہنا ناشی کے اعتبار سے ہے اور دو طریقے کہنا شریعت کیلئے کے اعتبار سے ہے اور بہت سے طریقے کہنا شریعت کی طرف (بجائے والے) کے اعتبار سے ہے۔ معارج الہدایہ میں ہے بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ خالق کی طرف (بجائے والے) راستے مخلوقات کے سانسوں کی تعداد کے مطابق ہیں لیکن وہ سب شریعتِ عظمیٰ کے دائرہ میں درج و شامل و داخل اور ڈھلے ہوئے ہیں جو کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہے اور یہ سب طریقے شریعت کے درخت کے تنے، جڑوں، شاخوں، رگوں اور پھٹیوں، پتوں، پھولوں اور کلیوں کی طرح ہیں اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ شریعت کے علاوہ کوئی اور چیزیں ہیں اور اس کے مخالف امور ہیں، قسم ہے اُس ذات کی جس نے جان کو پیدا کیا اور دانہ کو شق کیا (بھاڑا) روشن دلیں اور خالص شریعتِ عالیہ کے علاوہ گمراہی اور اندھے پن کی بنیاد کے سوا اور کچھ نہیں ہے پس حق کے محکم راستے اور اللہ تعالیٰ کے صراطِ مستقیم کے بعد شیطان مردود و وحیم و ملعون کے راستوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے: فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ (پس حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّيْتُكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (اور بے شک یہی میرا راستہ سیدھا ہے سو اس پر چلو اور (دوسرے) راستوں پر مت چلو کہ وہ تم کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے ہٹا کر ہلا کر دیں گے، یہ ہے جس کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم پر ہرگز جانِ جا عوارف میں ہے کہ متصوفین کی ایک جماعت جو اپنے آپ کو ملا متیہ کہتے ہیں اور وہ صوفیوں کی لباس پہنتے ہیں تاکہ اس کے ساتھ اپنے آپ کو صوفیوں کی طرف منسوب کریں اور اُن میں صوفیوں کی کوئی بات بھی نہیں ہوتی بلکہ وہ دھوکے اور غلطی میں مبتلا ہیں کبھی وہ اپنے بچاؤ کے لئے صوفیہ کے لباس کی آڑ لیتے ہیں اور کبھی صوفیت کے دعویٰ کے لئے پہنتے ہیں اور اہل اباحت کے طریقوں پر چلتے ہیں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے دل سب سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف لگے ہوئے ہیں اور یہی اُن کے نزدیک (اداکار) لینا ہے اور (ان کے نزدیک) شریعت ظاہری اعمال کو بجالانا عوام کا اور ان لوگوں کا مرتبہ ہے جن کی سمجھ میں فتور ہے اور جو تقلید کے طور پر اقتدار کی تنگی میں گھرے ہوئے ہیں اور یہ (ان کا خیال) عین الحاد و

نزہۃ اور اللہ تعالیٰ سے دُوری ہے۔ وکل حقیقتہً ردّ تھا الشریعۃ فہی زندۃ [اور ہر وہ حقیقت جس کو شریعت رد کر دے زندہ ہے] اور ان، قریب خوردہ لوگوں کی جہالت ہے (کہ وہ کہتے ہیں) کہ بلاشبہ شریعت عبودیت کا حق ہے اور حقیقت عبودیت کی حقیقت ہے حالانکہ جو شخص اہل حقیقت میں سے ہو جائے وہ عبودیت کے حقوق (یعنی شریعت) کے ساتھ مقید ہو جاتا ہے اور اس سے کچھ اور امور و زیادات کا مطالبہ بھی کیا جاتا ہے جن کا کسی ایسے شخص سے مطالبہ نہیں کیا جاتا جو اس مقام تک پہنچا ہو، نہ یہ کہ وہ مکلف ہونے کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دے (مکلف نہ رہے) اور اس کے باطن میں کجی اور انحراف کا فتور پیدا ہو جائے۔

آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیثیں امر معروف و نہی منکر اور جہاد فی سبیل اللہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ بیان کی جاتی ہیں اچھی طرح مطالعہ کریں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر ضرور کرتے رہنا چاہئے یا پھر یقیناً قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیجے پھر تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو گے اور تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور عرس بن عمیرہ الکندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب زمین میں (یعنی کسی جگہ) گناہ کا کام کیا جائے تو جو شخص اس جگہ موجود ہو اور وہ اس کو مکروہ جانتا ہو اور ایک روایت ہے کہ وہ اس کو بُرا جانتا ہو تو وہ ایسا ہے گویا کہ وہ اس جگہ موجود نہیں ہے اور جو شخص وہاں موجود نہیں ہے لیکن اس گناہ کو پسند کرتا ہو تو گویا کہ وہ وہاں موجود ہے، اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور عدی بن عدی الکندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ہمارے ایک غلام نے ہم سے حدیث بیان کی کہ اس نے میرے دادا سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے عمل سے عام لوگوں کو عذاب نہیں دے گا مگر یہ کہ وہ کسی برائی کو اپنے سامنے ہوتا ہوا دیکھیں اور اس کو روکنے پر قادر ہوں اور اس کو نہ روکیں پس جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ عام و خاص سب کو عذاب دیگا اس کو شرح السنہ میں روایت کیا ہے۔ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہو گئے ان کے علمائے ان کو منع کیا پس وہ باز نہ آئے پھر وہ علما ان کی مجلسوں میں بیٹھنے لگے اور ان کے ساتھ مل کر کھانے پینے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کی وجہ سے بعض کو سزا دی، اور حضرت داؤد و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبان پر ان کو لعنت کی یہ اس لئے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور خدا اعتدال سے تجاوز کرتے تھے، راوی نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بیٹھ گئے اور آپ تنکبہ (ٹیک) لگائے ہوئے تھے پس آپ نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم عذاب سے نجات نہیں پاؤ گے یہاں تک کہ تم ظالموں اور فاسقوں کو گناہوں سے روکو جیسا کہ روکنے کا حق ہے، اور اگر منع نہ کر سکو تو ان کے ساتھ کھانا پینا اور اٹھنا بیٹھنا ترک کرو، اس کو توبہ دے اور ابداد دے روایت کیا ہے، اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا حق یہ کہ خدا کی قسم اتم کو چاہئے کہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کرنے رہو اور ظالم کے ہاتھ پکڑتے رہو اور اس کو پرائی سے منع اور (زبان سے) حق پر آمادہ کرتے رہو، اور اگر اتنا بھی نہ کر سکو تو ترک تعلقات کر کے ان کو حق کے سامنے جھکے پر مجبور کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم میں سے بعض کے دلوں کو بعض کے ساتھ ملا دے گا یعنی تم بھی ظالموں اور فاسقوں میں شامل ہو جاؤ گے پھر وہ (اللہ تعالیٰ) تم پر اسی طرح لعنت کرے گا جیسا کہ ان (بنی اسرائیل) پر لعنت کی (یعنی ان دو باتوں میں سے ایک بات ضرور واقع ہوگی) یا تم امر معروف نہی منکر کرتے رہو اور نہ ملنے والوں سے ترک تعلقات کرو ورنہ لعنت خداوندی کے مستحق ہو گے) اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تو میری امت کے لوگوں کو دیکھے کہ وہ ظالم سے کہتے ہوئے دریں کہ تو ظالم ہے تو ان کی صحبت ترک کرے (اوسط طبرانی) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے آخری زمانے میں ان کے حکمرانوں سے سختی ال پیچیں گی ان سے کوئی شخص نہیں بچ سکے گا مگر وہ بچے گا جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو پھیلانا ہوگا اور اس نے اپنی زبان اپنے ہاتھ اور اپنے دل سے اس پر جہاد کیا ہوگا پس وہ شخص ہے جس کے لئے دنیا و آخرت کی سعادتوں نے سبقت کی اور وہ شخص بچے گا جس نے اللہ کے دین کو پھیلانا اور اس کی تصدیق کی (یعنی زبان و دل سے جہاد کیا نہ کہ ہاتھ سے پس اس کا درجہ پہلے کو کم ہے) اور وہ شخص بچے گا جس نے اللہ کے دین کو پھیلانا لیکن اس پر خاموش رہا (یعنی اس نے صرف لکھا جہاد کیا) پس اگر کسی شخص کو حق پر عمل کرتے ہوئے دیکھتا ہے اس لئے اس سے محبت کرتا ہے اور اگر کسی شخص کو حق کے خلاف عمل کرتے ہوئے دیکھتا ہے اس لئے اس سے بغض رکھتا ہے تو یہ شخص اس پوشیدہ محبت و بغض کے باعث نجات پائے گا (اس کا درجہ دوسرے کو بھی کم ہے) اس کو بھیقی نے روایت کیا ہے۔ اور حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ کوئی ایسا نبی نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی امت میں بھیجا ہو مگر یہ اس کی امت میں سے اس کے حواری (مددگار) و اصحاب ہوتے تھے وہ اُس نبی کی سنت کو اختیار کرتے تھے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے تھے پھر ان کے بعد ان کے خلیفہ ہوئے جو ایسی باتیں کہتے تھے جن پر وہ خود عمل نہیں کرتے تھے اور ایسے کام کرتے تھے جن کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا پس جس نے ان کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کیا تو وہ مؤمن ہے اور جس نے ان کے ساتھ اپنی زبان سے جہاد کیا وہ بھی مؤمن ہے، ان صورتوں کے علاوہ رائی کے دانہ کی برابر بھی ایمان نہیں ہے اس کو امام مسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے جب کوئی گناہ پوشیدہ طور پر کیا جائے تو وہ صرف اپنے کرنے والے کو ضرر پہنچائے گا اس کے سوا کسی دوسرے کو نہیں اور جب علانیہ گناہ کیا جائے اور اس کو توبہ نہ کی جائے تو عام عذاب آجے گا (طیالسی عن ابن عمر و ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما)۔

اور یہی حدیث شریف میں ہے کہ کوئی ایسا نبی نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی امت میں بھیجا ہو مگر یہ اس کی امت میں سے اس کے حواری (مددگار) و اصحاب ہوتے تھے وہ اُس نبی کی سنت کو اختیار کرتے تھے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے تھے پھر ان کے بعد ان کے خلیفہ ہوئے جو ایسی باتیں کہتے تھے جن پر وہ خود عمل نہیں کرتے تھے اور ایسے کام کرتے تھے جن کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا پس جس نے ان کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کیا تو وہ مؤمن ہے اور جس نے ان کے ساتھ اپنی زبان سے جہاد کیا وہ بھی مؤمن ہے، ان صورتوں کے علاوہ رائی کے دانہ کی برابر بھی ایمان نہیں ہے اس کو امام مسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے جب کوئی گناہ پوشیدہ طور پر کیا جائے تو وہ صرف اپنے کرنے والے کو ضرر پہنچائے گا اس کے سوا کسی دوسرے کو نہیں اور جب علانیہ گناہ کیا جائے اور اس کو توبہ نہ کی جائے تو عام عذاب آجے گا (طیالسی عن ابن عمر و ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما)۔

اس کو بدل دے عذہب عن ابی امامۃ۔ اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے کہ تم پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس وقت تک واجب ہے جب تک تمہیں یہ ڈرنہ ہو کہ تم بھی اسی میں مبتلا ہو جاؤ جس کے شل سے تم منع کرتے ہو پس جب تم کو اس کا خوف ہو تو پھر تمہارے لئے خاموش رہنا حلال و جائز ہے، ابو نعیم والدیلی عن مسور۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا میں تم کو ان قوموں کی بابت خبر نہ دوں جو نابینا ہیں اور نہ شہداء اور قیامت کے روز ان پر انبیاء اور شہداء ان کے منازل کی وجہ سے رشک کریں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے اس حال میں کہ پہچانے جائیں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا اور اللہ تعالیٰ کو اس کے بندوں کا دوست بناتے ہوں گے وہ زمین پر نصیحت کرتے ہوئے چلیں گے آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا دوست کیسے بناتے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا وہ لوگوں کو اس چیز کا امر کریں گے جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور اس چیز سے منع کریں گے جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے پس اگر وہ ان کی اطاعت کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو دوست رکھے گا۔ ہب ابن سعد

النقاش فی معجمہ وابن النجار عن انس رضی اللہ عنہ۔ نیز حدیث شریف میں ہے جب میری امت میں گناہ گھل مٹھلا ہونے لگیں تو اللہ تعالیٰ اپنا عذاب ان لوگوں پر عام کر دیتا ہے، آپ سے عرض کیا گیا کیا ان لوگوں میں اُس وقت نیک لوگ نہیں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں لیکن ان کو بھی وہی عذاب پہنچے گا جو لوگوں کو پہنچے گا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت و رضوان کی طرف ہو جائیں گے حم طبع عن ام سلمہ۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سب سے بُری قوم وہ ہے جو شبہات کی آڑ لیکر محرمات کو حلال قرار دیتی ہے اور سب سے بُری قوم وہ ہے جو نیکی کا حکم نہیں کرتی اور بُرائی سے نہیں روکتی۔ (ابوالشیمہ عن ابن مسعود) اور نیز حدیث شریف میں ہے جس شخص نے صاحب بدعت کو مرعوب کیا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دے گا اور جس شخص نے صاحب بدعت کو چمڑ کا اللہ تعالیٰ اس کو فرزِ اکبر (قیامت کے دن کی گھبراہٹ) سے امن میں رکھے گا اور جس نے صاحب بدعت کی اہانت کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک درجہ بلند فرمائے گا اور جس شخص نے صاحب بدعت سے ملاقات کے وقت خندہ پیشانی کے ساتھ تواضع کی تو اس نے شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کی۔ (ابن عساکر عن ابن عمر) اور ایک روایت میں آیا ہے جس شخص نے صاحب بدعت سے اس کے ساتھ بغض رکھنے ہوئے روگردانی کی اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دے گا اور جس شخص نے صاحب بدعت کو چمڑ کا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے امن دے گا اور جس نے صاحب بدعت کی اہانت کی اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں سو درجہ بلند کرے گا اور جس نے صاحب بدعت کو سلام کیا یا اس سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کی اور اس چیز کے ساتھ جو

اس کو خوش کرے اس کا استقبال کیا تو بالضرور اس نے اس چیز کی اہانت کی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر
اُتری ہے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اپنی زبان سے حق کو بلند کیا تو اس کے لئے اس کا اجر
جاری ہوگا حتیٰ کہ وہ شخص قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا پس اللہ تعالیٰ اس کو پورا پورا
ثواب عطا فرمائے گا۔ (سہو بجل عن انس) اور نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص کسی مظلوم کے ساتھ چلا
یہاں تک کہ وہ اس کے لئے اس کا حق ثابت کر دے اللہ تعالیٰ اس روز اس کے دونوں قدموں کو ثابت رکھے گا
جس روز لوگوں کے قدم ڈگمگائیں گے۔ (ابوالشیخ و ابونعیم عن ابن عمر) اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ
اس فات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے بالضرور میری امت کے کچھ لوگ گناہوں میں اپنی
سستی اور نہی عن المنکر سے باز رہنے کی وجہ سے حالانکہ وہ اس کی قدرت رکھتے ہوں گے اپنی قبروں سے
بندوبست اور خنزریوں (سوءوں) کی صورت میں نکلیں گے (ابونعیم عن عبد الرحمن ابن عوف) اور نیز
حدیث شریف میں ہے کہ اخیر زمانہ میں ایک قوم ہوگی، وہ لوگ بادشاہ کے پاس حاضر کئے جائیں گے تو
اُن کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف حکم دیا جائے گا اور وہ اس کو منع نہیں کریں گے پس اُن پر اللہ تعالیٰ کی
لعنت ہوگی۔ (ابونعیم والدیلمی عن ابن مسعود)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کسی مؤمن شخص کے لئے یہ
مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے دیکھے اور وہ اس کو منع نہ کرے،
(الحکیم عن حسین بن علی رضی اللہ عنہما) اور نیز حدیث شریف میں ہے سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ یا
ظالم حاکم کے سامنے کلمہ عدل کہنا ہے (خط عن ابی سجد) اور نیز حدیث شریف میں ہے سب سے افضل عمل
اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا ہے (اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے) اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے
نزدیک سب سے پسندیدہ عمل اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بغض (دشمنی) رکھنا ہے۔
اور ذرہ بنت ابی لہب سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ لوگوں میں سب سے اچھا
 آدمی کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو اُن میں پروردگار عزوجل سے سب سے زیادہ ڈرنے والا اور اُن میں سب سے زیادہ
صلہ رحمی کرنے والا اور اُن میں سب سے زیادہ نیکی کا حکم کرنے والا اور اُن میں سب سے زیادہ برائی سے رکھنے والا،
(اس کو ابوالشیخ اور بیہقی نے روایت کیا ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ اپنے کہنے والوں کی
شفاعت کرتا رہے گا یہاں تک کہ ان سے عذاب اور سزا کو دور کر دیا جائے جب تک کہ وہ لوگ اس کے حق کو ہلکا
 نہ کریں، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کے حق کو ہلکا کرنا کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ جب علامت
 اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کام کیا جائے اور وہ اُس سے منع نہ کریں اور اس برائی کو نہ مٹائیں (اس کو اصفہانی نے
 روایت کیا ہے) اور ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی اچھی عادات کی

وصیت فرمائی مجھے وصیت فرمائی کہ میں اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں اور مجھے وصیت فرمائی کہ میں حق بات ہی کہوں اگرچہ وہ تلخ ہو (اس کو ابن جہان نے روایت کیا ہے) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سنتے تھے کہ قیامت کے روز ایک شخص کسی شخص سے جھگڑا کرے گا حالانکہ وہ شخص اس کو پہچانتا نہیں ہوگا تو وہ اس کو کہے گا تو مجھ سے کیوں جھگڑتا ہے حالانکہ میرے اور تیرے درمیان کوئی جہان پہچا نہیں ہے پس وہ کہے گا تو مجھے غلطی اور بُرائی پر دیکھنا تھا اور مجھے منع نہیں کرتا تھا (اس کو زرین نے ذکر کیا ہے)۔

۱۳۰

فضیلت جہاد :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت میں تودرجے ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کے لئے تیار فرمایا ہے ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان ہے (اس کو بخاری نے روایت کیا ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی مثال روزہ دار قیام کرنے والے اللہ تعالیٰ کی آیات کو تلاوت کرنے والے عبادت گزار کی سی ہے جو کہ نماز و روزہ نافذ نہ کرے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے والا اپنے گھر واپس آجائے (متفق علیہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر اس بات کا خیال نہ ہوتا کہ بہت سے مومنوں کے دل اس بات سے خوش نہیں ہوں گے کہ وہ مجھ سے پیچھے اور جہاد میں اور میں ایسی سواری نہیں پاتا ہوں جس پر ان کو سوار کروں تو میں کسی لشکر سے جو کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہو پیچھے نہ رہتا، اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں (متفق علیہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک دن سرحد اسلام کی پہرہ داری کرنا دنیا سے اور اس چیز سے جو دنیا میں ہے بہتر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک صبح یا ایک شام کو جانا دنیا و ما فیہا بہتر ہے (متفق علیہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں کسی بندے کے دونوں قدم غبار آلود ہو جائیں پھر ان کو آگ بھی مس کرے (رواہ البخاری) اور نیز حدیث شریف میں ہے کافر اور اس کا قاتل (دونوں) ہرگز دوزخ میں اکٹھے نہیں ہوں گے (رواہ مسلم) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بہشت میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو دنیا کی طرف واپس آنا پسند کرے اور یہ کہ اس کے لئے زمین (دنیا) میں دلچسپی کی کوئی چیز ہو مگر شہیدانِ بدر کی (اور ثواب) کی وجہ سے جو وہ (بہشت میں) دیکھتا ہے آرزو کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹ آئے اور دس بار (یعنی بکثرت اللہ تعالیٰ کی راہ میں) قتل کیا جائے (متفق علیہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دو شخصوں کی طرف ہنستا (یعنی رضا اور رحمت کے ساتھ متوجہ

ہوتا ہے جن میں سے ایک شخص نے دوسرے کو قتل کیا ہوگا اور وہ دونوں بہشت میں داخل ہوں گے، یہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قاتل کرنا ہے پس قتل کر دیا جاتا ہے (اور وہ بہشت میں داخل ہوتا ہے) پھر اللہ تعالیٰ قاتل کو (کفر سے) توبہ نصیب کرتا ہے (وہ ایمان لے آتا ہے) پھر وہ شہید کر دیا جاتا ہے (پس وہ بھی بہشت میں داخل ہوجاتا ہے) (متفق علیہ)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص صدق دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو شہدائے مراتب پر پہنچا دیتا ہے اگرچہ وہ اپنے بستر پر ہی مرے (رواہ مسلم) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص مراد اس نے جہاد کیا اور نہ ہی اس کے دل میں جہاد کا خیال نکلا وہ ایک قسم کے نفاق پر مراد (رواہ مسلم)۔ اور نیز روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ایک شخص غنیمت حاصل کرنے کے لئے جہاد کرتا ہے اور ایک شخص ذکر (شہرت) کے لئے لڑتا ہے اور ایک شخص اس لئے لڑتا ہے کہ اس کا مرتبہ دیکھا جائے (شجاعت دکھانے یعنی ریا کے لئے لڑتا ہے) پس ان میں سے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لڑنے والا (مجاہد فی سبیل اللہ) کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو شخص اس لئے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ (دین) بلند ہو تو وہ (مجاہد فی سبیل اللہ ہے) (متفق علیہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ ہر میت کا عمل موت پر ختم ہو جاتا ہے (یعنی اس کا عمل اس کی زندگی تک ہے مرنے کے بعد اس عمل میں اضافہ نہیں ہوتا) سوائے اس شخص کے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرحد اسلام کی چوکیداری کرتے ہوئے مرے یا بیشک اس کے واسطے اس کا عمل قیامت کے روز تک بڑھایا جاتا ہے اور وہ قبر کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے (رواہ الترمذی و ابوداؤد والدارمی) اور نیز ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اونٹنی کی فواق (پہلی اور دوسری دفعہ دودھ دینے کا درمیانی وقفہ) کی مقدار اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑا تو بلاشبہ اس کے لئے بہشت واجب ہوگی اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں (دشمن کے ہتھیار سے) زخمی کیا گیا یا کسی غیر دشمن سے) رنج و غم پہنچا یا گیا پس وہ زخم قیامت کے روز اس سے بہت زیادہ ہو کر آئے گا جتنا کہ دنیا میں تھا اس کا رنگ زعفران کا اور اس کی بو مشک کی ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جس شخص کے پھوڑا نکلا تو اس پھوڑے یا پھوڑے والے پر شہیدوں کی جہر ہوگی (رواہ الترمذی و ابوداؤد والنسائی)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویہ و دوزخ کی آگ میں داخل نہیں ہوگا یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس آئے (یعنی ایسا ہونا محال ہے) اور کسی بندہ پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوں گے۔ (یعنی اس شخص کو دوزخ کا دھواں نہیں پہنچے گا) (رواہ الترمذی) اور نسائی نے ایک اور روایت میں یہ زیادہ کیا کہ کسی مسلمان کے دونوں تھنوں کے بیچ ہرگز کبھی بھی (راہ خدا کا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع

نہیں ہوگا) اور اسی (نسائی ہی) کی ایک روایت میں ہے کہ کسی بندے کے پیٹ میں کبھی بھی (راہِ خدا کا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوگا) اور کسی بندے کے دل میں بخل اور ایمان (کامل) کبھی بھی جمع نہیں ہوں گے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ دو آنکھیں ایسی ہیں جن کو دوزخ کی آگ کبھی مس نہیں کرے گی، ایک وہ آنکھ جو خوفِ خدا سے روئی ہو اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں (مجاہدین کی) نگہبانی کرتے ہوئے رات گزاری ہو (رواہ الترمذی) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں (کفر کی سرحد پر) ایک دن کی پہرہ داری کرنا اس کے علاوہ دوسرے مقامات میں ہزاروں سے افضل ہے (رواہ الترمذی والنسائی)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ نماز کے اعمال میں سے کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا طویل قیام کرنا عرض کیا گیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا فقیر کا کوشش کرنا (یعنی فقیر کا فقر و احتیاج کے باوجود صدقہ دینا)، عرض کیا گیا کہ کون سی ہجرت افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس شخص کی ہجرت جس نے وہ چیزیں ترک کر دیں جو اللہ تعالیٰ نے اس پر حرام کی ہیں، عرض کیا گیا کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اس شخص کا جہاد جو اپنے مال اور جان کے ساتھ مشرکین سے جہاد کرے، عرض کیا گیا کہ کون سا قتل (شہادت) اشرف ہے؟ آپ نے فرمایا اس شخص کا جس کا خون بہایا جائے اور اس کے گھوڑے کی کوئی جانیں (یعنی وہ خود بھی مارا جائے اور اس کا گھوڑا بھی) (رواہ ابوداؤد) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ خصلتیں ہیں اول دفعہ (پہلے قطرہ خون کے گرنے) میں اس کی بخشش کر دی جاتی ہے اور (جان نکلنے کے وقت) جنت میں اُس کا ٹھکانا رکھا دیا جاتا ہے، اور وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہتا ہے، اور بڑی گھبراہٹ (قیامت) سے امن میں ہوگا اور اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک یا قوتِ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا اور جو زمین میں سے بہتر بیویاں اس کے نکاح میں رہی جائیں گی اور اس کے رشتہ داروں میں سے بہتر آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی (رواہ الترمذی وابن ماجہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے جہاد کے اثر (زخم یا بخاریا تکلیف پانا یا خرچ کرنا وغیرہ علامت) کے بغیر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس شخص (کے دین) میں نقصان ہوگا (رواہ الترمذی وابن ماجہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ شہید قتل کا دکھ نہیں پاتا اگر تا جتنا کہ تم میں سے کوئی شخص چیونٹی کے کاٹے کا دکھ پاتا ہے (رواہ الترمذی والنسائی والدارمی) اور نیز حدیث حسن و غریب ہے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہے ایک تو آنسوؤں کا وہ قطرہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے نکلے ایک قطرہ اس خون کا ہر

جوانہ تعالیٰ کی راہ میں بہایا جائے اور دونشانوں میں سے ایک نشان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں (یعنی جہاد میں زخم یا بخار وغیرہ) ہے اور ایک نشان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کسی فرض (نماز و حج وغیرہ) کے ادا کرنے میں پڑتا ہے (یعنی سردی میں وضو کرنے سے ہاتھ پاؤں پھٹ جانا یا گھٹنے و پیشانی کا نشان وغیرہ) یا روزہ دار کے منہ کی بو یا سفر حج کا بخار وغیرہ) (اس کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن و غریبہ) اور ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک لشکر میں نکلے پس ایک شخص ایک غار کے پاس سے گزرا جس میں کچھ پانی اور سبزی ترکاری تھی پس اس کے جی میں آیا کہ اس غار میں ٹھہرے اور دنیا سے الگ تھلگ ہو جائے پس اُس نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میں دین یہودیت یا نصاریت کے ساتھ نہیں بھیجا گیا ہوں اور لیکن میں دین حنیفیت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جو کہ آسان ہے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے البتہ صبح کے وقت (یعنی دن کے انتہائی حصہ) یا شام کے وقت (یعنی آخری حصہ میں) اللہ کی راہ میں نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور البتہ تم میں سے کسی ایک کا صفت میں کھڑا ہونا اس کی ساتھ برس کی نماز سے بہتر ہے (رواہ احمد)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ مومن دنیا میں تین طرح کے ہیں ایک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر وہ شک و شبہ میں نہیں پڑے اور انھوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ راہِ خدا میں جہاد کیا (یہ اعلیٰ مرتبہ والے ہیں) اور (دوسرا) وہ جس سے لوگ اپنے مالوں اور جانوں پر امن ہیں (یعنی اگرچہ اس نے کسی کو نفع نہیں پہنچایا لیکن کسی کو ضرر بھی نہیں پہنچایا) پھر (تیسرا) وہ شخص ہے جو طمع پر جھانکنا ہے (یعنی اس کو طمع کا خیال آتا ہے) تو وہ اُس (طمع) کو اللہ عزوجل کے لئے چھوڑ دیتا ہے (بیادنی قسم ہے اس کے بعد اور بھی اقسام ہیں لیکن وہ اعتبار کے لائق نہیں) (رواہ احمد)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ بھیجے اور خود اپنے گھر میں رہے تو اس کے لئے ہر درم کے بدلے سات سو درم ہیں اور جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں بذاتِ خود جہاد کیا اور جہاد میں خرچ کیا تو اس کے لئے ہر درم کے بدلے سات لاکھ درم ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: **وَاللّٰهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَّبْشَأُہٗ** اور اللہ تعالیٰ جس شخص کے لئے چاہتا ہے ثواب کو کئی گنا زیادہ کر دیتا ہے (رواہ ابن ماجہ) اور فضالہ بن عبیدہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے عمر بن الخطابؓ سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ شہید چار طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ شخص جو کہ کامل ایمان والا مومن ہے اُس نے (خدا تعالیٰ کے) دشمن کا سامنا کیا پس اس نے اللہ تعالیٰ کو سچ کر دکھایا یا بہانہ کہ

وہ قتل کر دیا گیا پس یہ وہ شخص ہے جس کی طرف (بلندی مرتبہ کی وجہ سے) قیامت کے دن لوگ اپنی آنکھیں اس طرح اٹھائیں گے اور (یہ کہہ کر) آپ نے اپنا سر اوپر اٹھایا یہاں تک کہ آپ کی ٹوپی گر پڑی (حضرت فضالہ سے نیچے کے راوی نے کہا) پس میں نہیں جانتا کہ اس (فضالہ) نے عمر کی ٹوپی مراد لی یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اور (دوسرا شخص) وہ کامل ایمان والا مومن ہے جس نے (اللہ تعالیٰ کے) دشمن سے اس طرح پر ملاقات کی کہ بزدلی کی وجہ سے گویا اس کی کھال میں خار دار درخت کے کانٹے چھبوتے گئے ہیں (یعنی بزدلی سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے) اس کی طرف ایک ایسا تیر آیا جس کی سمت یا اس کا مارنے والا معلوم نہیں پس اس تیر نے اس کو مار ڈالا تو وہ شخص دوسرے درجے میں ہے اور (تیسرا) وہ مومن شخص ہے جس نے کچھ اچھے اور کچھ بُرے ملے جملے عمل کئے اس نے دشمن کا سامنا کیا پس اُس نے اللہ کو سچ کر دکھایا یہاں تک کہ وہ مارا گیا پس یہ شخص تیسرے درجے میں ہے اور (چوتھا) وہ مومن شخص ہے جس نے اپنی جان پر اسراف کیا (یعنی بہت گناہ کئے) اس نے دشمن کا سامنا کیا پس اُس نے اللہ تعالیٰ کو سچ کر دکھایا یہاں تک کہ وہ مارا گیا پس یہ شخص چوتھے درجے میں ہے (اس کو تیر نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جہاد میں مارے جانے والے لوگ تین طرح کے ہیں ایک وہ مومن (کامل) کہ جس نے اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا پس جس وقت وہ دشمن کے مقابل آیا تو اُس سے لڑا یہاں تک کہ مارا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس شخص کے بارے میں فرمایا کہ یہ (جہاد کی مشقتوں پر صبر کے ساتھ) آزمائش کیا ہوا شہید ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے خیمہ میں اس کے عرش کے نیچے ہوگا اور انبیائے کرام اس سے درجہ نبوت کی وجہ سے ہی زیادہ قرب الہی میں ہوں گے اور (دوسرا) وہ مومن شخص ہے جس نے کچھ اچھے کچھ بُرے ملے جملے عمل کئے اس نے اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا جب وہ دشمن کے مقابل آیا تو اس سے لڑا یہاں تک کہ مارا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں فرمایا کہ یہ شہادت پاک کرنے والی ہے جس نے اس کے گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیا بیشک تلوار خطاؤں کو بہت اچھی طرح مٹانے والی ہے اور یہ شخص بہشت میں جس دروازے سے چلے گا داخل کیا جائے گا۔ اور (تیسرا شخص) منافق ہے جس نے اپنی جان و مال سے جہاد کیا پس جس وقت وہ دشمن کے سامنے آیا تو اس سے لڑا یہاں تک کہ مارا گیا۔ پس یہ شخص دورِ رخ میں ہوگا (اس لئے کہ) بیشک تلوار نفاق کو نہیں مٹاتی (رواہ الدارمی) اور ابنِ عثائم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے جنازہ (کی نماز پڑھنے) کے لئے تشریف لے گئے پس جب جنازہ رکھا گیا تو (حضرت) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس پر نماز نہ پڑھیں اس لئے کہ تحقیق یہ شخص فاجر (فاسق) تھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف

منجبر ہوئے اور فرمایا کیا تم میں سے کسی نے اس کو کبھی اسلام کے کام پر دیکھا تھا؟ تو ایک شخص نے کہا کہ ہاں
 یا رسول اللہ! اس نے ایک رات اللہ تعالیٰ کی راہ میں نگہبانی کی تھی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر
 نماز پڑھی اور (دفن کے وقت) اس پر مٹی ڈالی اور فرمایا کہ تیرے ساتھی گمان کرتے ہیں کہ بیشک تو دوزخیوں میں سے
 ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ تو جنتیوں میں سے ہے، اور فرمایا لے کر! تحقیق تجھ سے لوگوں کے اعمال
 کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا و لیکن تجھ سے فطرت (تیرے دین) کے متعلق پوچھا جائے گا (اس کو یہ بھی نے
 شعب الایمان میں روایت کیا ہے)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وفات میں غازی، حاجی
 اور عمرہ کرنے والا (رواہ النسائی) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سمندر کے کنارے پر ایک رات اللہ تعالیٰ
 کی راہ میں نگہبانی کرنا کسی آدمی کے اپنے اہل و عیال میں رہ کر ایسے ایک ہزار سال کے روزے رکھنے اور راتوں کو
 نماز میں قیام کرنے سے افضل ہے کہ جس کا ایک سال تین سو دن کا اور دن ہزار سال کا ہو (رواہ ابن ماجہ)
 اور نیز حدیث شریف میں ہے سمندر میں ایک غزوہ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنا) خشکی میں دس غزوات کی مانند
 ہے اور جس شخص کو سمندر میں (غزوہ کے لئے سفر کرتے وقت) دورانِ سر لایا ہوتا ہے وہ (خشکی میں) اللہ تعالیٰ
 کی راہ میں (قتل ہو کر) اپنے خون میں لت پت ہونے والے کی مانند ہے (اس کو ابن ماجہ نے ام الدرداء سے
 روایت کیا ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سمندر کا ایک شہید خشکی کے دو شہیدوں کی مانند ہے اور
 دو لہروں کے درمیان شہید ہونے والا دنیا کی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں گزارنے والے کی مانند ہے اور بیشک
 اللہ تعالیٰ نے ملک الموت (موت کے فرشتے) کو روہیں قبض کرنے کے لئے مقرر فرمایا ہے سوائے سمندر کے
 شہید کے کہ ان کی ارواح کو قبض کرنا وہ خود اپنے ذمہ لیتا ہے اور خشکی کے شہید کے قرض کے علاوہ اور
 تمام گناہ بخش دیتا ہے اور سمندر کے شہید کے تمام گناہ اور قرض (بھی) بخش دیتا ہے (رواہ ابن ماجہ)
 اور ابی امامہ سے روایت ہے اٹھوں نے کہا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
 ہوا اور عرض کیا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس نے جہاد کیا اور اس سے وہ اجرا و شہرت
 (دونوں) طلب کرتا ہے اُس کے لئے کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس کے لئے کچھ نہیں ہے، پس اس شخص
 نے اس بات کو تین بار دہرایا (ہر بار آپ) فرماتے رہے اس کے لئے کچھ نہیں ہے پھر فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ
 سوائے اس عمل کے جو اس کے لئے خالص ہو اور جس سے اس کی ذات ہی مطلوب ہو اور کسی عمل کو قبول نہیں
 کرتا (اس کو احمد و نسائی نے روایت کیا) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک سرحدی حفاظتی چوکیوں
 سے یہاں تک کی فضیلت جہاد کی احادیث مشکوٰۃ شریف کے کتاب الجہاد میں بھی ہیں سہ جمع الفوائد الجہاد الشافعی
 کتاب الجہاد۔ سہ الترغی جلد ۴ ص ۳۰۳ کتاب الجہاد والغزوات الباب الثالث وجمع الفوائد جلد دوم ص ۱۸۔

میں (پہرہ دار کا) نماز پڑھنا (ثواب میں دوسری جگہ کی) پانچونہ نمازوں کے برابر ہے اور ان (حفاظتی چوکیوں) میں ایک درہم و دینار خرچ کرنا ان کے علاوہ اور جگہوں میں سات سو دینار خرچ کرنے سے افضل ہے (رواہ البیہقی) اور ابوالشخ وغیرہ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ سرحدی چوکیوں میں نگہبانی کرتے ہوئے نماز پڑھنا (دوسرے مقامات کی) بیس لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور اس روایت میں نکارت ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ نین آدمی ایسے ہیں جن کی آنکھ دوزخ کی آگ کو نہیں دیکھے گی (ایک) وہ آنکھ جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں نگہبانی کی ہو، اور (دوسری) وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی ہو، اور (تیسری) وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے رُک رہی ہو (رواہ الطبرانی) اور نیز حدیث شریف میں ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ) کیا میں تم کو لیلۃ القدر سے افضل رات کی خبر دوں (اور یہ وہ رات ہے جس میں) کوئی نگہبانی کرنے والا ایسی خوف کی سرزمین میں نگہبانی کرے کہ جہاں سے شاید وہ اپنے اہل و عیال کی طرف نہ لوٹے (اس کو) حاکم نے روایت کیا اور کہا کہ یہ بخاری کی شرط پر صحیح ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے روز ہر آنکھ رونے والی ہوگی سوائے اُس آنکھ کے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بند رہی ہو اور سوائے اُس آنکھ کے جس سے اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے مکھی کے سر کی مانند (آنسو) نکلا (رواہ الاصبہانی)۔ اور نیز حدیث حدیث میں ہے کہ جس شخص نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مدد کی یا کسی قرضدار کی اس کی تنگی کی حالت میں مدد کی یا کسی مکاتب غلام کو آزاد کرانے میں اس کی مدد کی اس کو اللہ تعالیٰ اس روز اپنے سایہ میں رکھے گا جس روز اس (اللہ تعالیٰ) کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا (رواہ احمد و البیہقی) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے کسی غازی کے سر پر سایہ کیا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس پر سایہ فرمائے گا اور جس نے غازی کے لئے جہاد کا سامان مہیا کیا تو اسے اُس (غازی) کے اجر کے برابر اجر ہوگا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد بنائی تاکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا (رواہ ابن جان فی صحیحہ البیہقی) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے (یعنی خالص اللہ تعالیٰ کے لئے) اور اس کے وعدہ (یعنی ثواب عظیم) کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے ایک گھوڑا باندھا پس تحقیق اس گھوڑے کی سیری و میرانی (پیٹ بھر کر کھلا ناپلانا) اور اس کی لید اور پشتاب (ثواب کی صورت میں ہو کر) قیامت کے دن اس کے (اعمال کے ساتھ) میزان میں تولے جائیں گے یعنی نیکیاں ہوگی (رواہ البخاری وغیرہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اس شخص کے لئے سعادت ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی

راہ میں جہاد کرتے ہوئے کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا پس بیشک اس کے لئے ہر کلمہ کے بدلے ستر ہزار نیکیاں ہیں ان میں سے ہر نیکی دس گنا ہوگی مع اس اضافہ کے جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے الحدیث (رواہ الطبرانی) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ میری مسجد میں ایک نماز پڑھنا (دوسری عام مساجد کی) دس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور

سہرہ صبح کی چوکی کی سرزمین میں ایک نماز پڑھنا بیس لاکھ نمازوں کے برابر ہے الحدیث (رواہ ابوالفتح وابن حبان) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک تیر پھینکا خواہ وہ ٹھکانے پر نہ پہنچا ہو یا پہنچ گیا ہو اس کے لئے بنی اسماعیل میں سے چار آدمی آزاد کرنے کا ثواب ملے گا (رواہ البزار) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کسی شخص کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں صف کے اندر کھڑا ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے (اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بخاری کی شرط پر صحیح ہے)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ دو ساعتیں ایسی ہیں جن میں دعا کرنے والے کی دعا رد نہیں کی جاتی، ایک وہ ساعت جبکہ نماز قائم کی جاتی ہیں اور دوسری وہ ساعت جبکہ (دعا کرنے والا) اللہ تعالیٰ کی راہ میں (لڑائی کی) صف کے اندر ہو (رواہ ابن حبان)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک میں کسی (نیکی کے) موقف (جائے قیام) میں کھڑا ہونا ہوں (اور اس سے) اللہ کی ذات (رضامندی) چاہتا ہوں اور میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ میرا (یہ) موقف دیکھا جائے (تو میرے اس عمل کا کیا حکم ہے) پس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کو کچھ جواب نہ دیا یہاں تک کہ یہ آیت اتری: **فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِإِعْبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا** (پس جو کوئی اپنے رب سے ملنے کی امید رکھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ عمل صالح کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھهرائے) (اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ تحقیق قیامت کے روز سب سے پہلا شخص جس کے خلاف فیصلہ کیا جائے گا ایک شخص ہو گا جو شہید کیا گیا ہو گا پس اس کو لایا جائے گا پھر اس کو اس کی نعمت سے متعارف کیا جائے گا پس وہ اس کو پہچان لے گا پھر اس سے (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا کہ تو نے اس (دنیا) میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں نے تیری راہ میں قتال کیا یہاں تک کہ میں شہید ہو گیا (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا لیکن تو نے اس لئے قتال کیا تا کہ کہا جائے کہ یہ بہادر شخص ہے پس البتہ (مجھ کو) یہ بہادر کہا گیا پھر اس کے لئے حکم دیا جائے گا پس اس کو منہ کے بل (اوندھا کر کے) گھسیٹ کر لے جایا جائے گا

حتیٰ کہ آگ میں ڈال دیا جائے گا (حدیث (رواہ مسلم والحافظ والنسائی والترمذی وابن خزیمہ فی صحیحہ)۔
 اور نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص میرے ساتھ غزوہ (جنگ) میں شامل ہونے سے محروم رہا اس کو ستمند
 میں (جنگ) کرنا چاہئے (رواہ الطبرانی) اور نیز حدیث شریف میں ہے شہدائین قسم کے ہیں ایک وہ
 شخص جو کہ اپنی جان و مال کے ساتھ (ثواب کی نیت سے) اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلا اس کا یہ ارادہ
 نہیں ہے کہ قتل کرے اور نہ یہ کہ وہ قتل کر دیا جائے لیکن وہ مسلمانوں کی جماعت کو بڑھاتا ہے پس اگر
 وہ مر گیا یا قتل کر دیا گیا تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اس کو عذاب قبر سے نجات
 دی جائے گی اور قیامت کی گھبراہٹ سے امن میں رہے گا اور جو عین کے ساتھ اس کی شادی کر دیا جائے گی
 اور اس کو عزت کا لباس پہنایا جائے گا اور اس کے سر پر وفار اور ہمیشگی کا تاج رکھا جائے گا اور وہ سزاوہ
 شخص جو کہ اپنی جان و مال کے ساتھ ثواب کی نیت سے نکلا اس کا ارادہ ہے کہ قتل کرے اور وہ قتل
 نہ کیا جائے پھر اگر وہ مر گیا یا قتل کر دیا گیا تو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کے سامنے حضرت ابراہیم خلیل الرحمن
 (علیہ السلام) کے ہمراہ ہوگی وہ ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس ہوگا اور تیسرا وہ شخص
 جو اپنی جان و مال کے ساتھ ثواب کی نیت سے نکلا اس کا ارادہ ہے کہ وہ قتل کرے اور قتل کر دیا جائے
 پھر اگر وہ مر گیا یا قتل کر دیا گیا تو وہ قیامت کے روز اپنی تلوار میان سے نکال کر بلند کئے ہوئے اور اس کو
 اپنے کندھے پر رکھے ہوئے آئے گا جبکہ لوگ گھٹنوں کے بل جھکے ہوں گے (یہ میری قسم کے شہدائین ہیں گے
 دیکھو! ہمارے لئے جگہ کشادہ کر دو کیونکہ بیشک ہم نے اپنے اموال و خون اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ
 میں خرچ کئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے
 اگر وہ یہ بات ابراہیم خلیل اللہ یا کسی اور نبی کے لئے بھی کہیں تو وہ نبی ان کے لازمی حق کی وجہ سے جو وہ
 دیکھتا ہے ان کے لئے راستہ سے ہٹ جائے، یہاں تک کہ وہ عرش کے نیچے نور کے منبروں کے پاس حاضر
 ہوں گے پس ان پر بیٹھ جائیں گے (اور) دیکھیں گے کہ (دوسرے) لوگوں کے درمیان کس طرح فیصلہ کیا
 جاتا ہے، وہ نہ موت کا غم پائیں گے اور نہ ہی برزخ میں سکدرموں کے اور کوئی پیچ و پکار ان کو خوفزدہ نہیں
 کرے گی اور حساب و میزان اور سلطان کو غمزدہ نہیں کرے گا وہ دیکھیں گے کہ لوگوں کے درمیان کس طرح
 فیصلہ کیا جاتا ہے اور وہ جس چیز کا سوال کریں گے وہ ان کو دے دی جائے گی اور جس چیز کے بارے میں وہ
 شفاعت کریں گے ان کی شفاعت قبول کی جائے گی جنت کی جس چیز کو وہ پسند کریں گے وہ ان کو دیدی
 جائے گی اور جنت میں وہ جہاں چاہیں گے ان کو رکھا جائے گا (رواہ ابن الزوار والبیہقی والاصغہانی) اور
 نعیم بن عمار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ

کو جسے شہداء افضل ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ کہ اگر وہ (لڑائی کی) صف میں دشمن کے مقابل ہوں تو اپنے منہ کسی اور طرف نہیں پھرتے یہاں تک کہ وہ قتل کر دیئے جاتے ہیں وہ جنت کے بلند بالا خانوں میں چلے جائیں گے اور ان کا رب ان کی طرف ہنسے گا (اُن سے خوش ہو جائے گا) اور جب تیرا رب کسی بندے کی طرف دنیا میں ہنستا (خوش) ہوتا ہے تو اس پر کوئی حساب نہیں ہوتا (اس کو احمد ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا میں تم کو سب سے زیادہ فیاض کی خبر دوں اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ فیاض ہے اور میں اولاد آدم میں سب سے زیادہ فیاض ہوں اور میرے بعد ان میں سب سے زیادہ فیاض وہ شخص ہے جس نے علم سیکھا پھر اپنے علم کو پھیلا یا وہ قیامت کے روز ایک امت (کی حیثیت) سے اٹھایا جائے گا اور وہ شخص ہے جس نے اپنی جان کے ساتھ اللہ عزوجل کیلئے جہاد کیا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا (رواہ ابو یعلیٰ والبیہقی)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے تین شخص ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور ان سے اظہارِ مسرت کرتا اور خوش ہوتا ہے۔ ایک وہ شخص ہے کہ جب (دشمن کا) کوئی گروہ سامنے آتا ہے تو وہ یہ نفس نفیس اللہ تعالیٰ کے لئے قاتل کرتا ہے پس یا وہ قتل کر دیا جاتا ہے اور یا اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے اور اس کو کفایت کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے اس بندے کی طرف دیکھو کہ اس نے اپنے نفس پر کس طرح صبر کیا۔ اور (دوسرا) وہ شخص ہے جس کی ایک خوبصورت بیوی ہے اور اس کا نرم خوبصورت بستر ہے پس وہ رات کو قیام (عبادت) کرتا ہے اور اپنی شہوت کو چھوڑ دیتا ہے اور محبت کو یاد کرتا ہے اور اگر وہ چاہتا تو سو جاتا، اور (تیسرا) وہ شخص ہے کہ جب وہ سفر میں ہو اور اس کے ساتھ اور سوار بھی ہوں پس وہ سب جاگے ہوں پھر وہ سب سو جاتیں پھر وہ شخص سویرے سے جاگ اٹھے خواہ وہ خوشی سے ہو یا ناخوشی سے۔ (رواہ الطبرانی باسناد حسن)۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ (اور صور پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب کے سب بیہوش ہو کر گر پڑیں گے) سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ چاہے [دریافت فرمایا کہ وہ کون لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ وہ بیہوش ہوں انھوں نے فرمایا کہ وہ شہداء ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ اپنی تلواریں لٹکائے ہوئے اس کے عرش کے ارد گرد ہوں گے پس ان کے پاس محشر کے فرشتے اچھی نسل کی تیز رفتار اوشنیاں لائیں گے جن کا رنگ یا قوت جیسا خوشنما ہو گا جن کی ہماریں سفید موتیوں کی ہوں گی ان کے

حضور
صلی اللہ علیہ وسلم

اور پیرونے کے کجاوے ہوں گے جن پر باریک اور موٹے ریشم کے پردے ہوں گے اُن کی زین کی گدیاں نرم ریشم کی ہوں گی ان کے قدم لوگوں کی نظروں کی درازی تک پڑیں گے وہ جنت میں گھوڑوں پر چلیں گے وہ طویل سیر و تفریح کے وقت کہیں گے کہ ہمیں لے چلو تاکہ ہم دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق دنیا کیسے فیصلہ فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی طرف ہنسے گا اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی طرف میدانِ حشر ۱۳۷ میں ہنسے تو اس پر کوئی حساب نہیں (رواہ ابن ابی الدنیا)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو قوم بھی جہاد ترک کر دیتی ہے اللہ تعالیٰ اُن کے لئے عذاب کو عام کر دیتا ہے (اس کو طبرانی نے اچھی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے تین قسم کے لوگ ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ ہنستا ہے ایک شخص جبکہ وہ رات کو نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور ایک جماعت جبکہ وہ نماز میں صف بناتی ہے اور ایک جماعت جبکہ دشمن کے ساتھ قتال کرتے ہوئے صف بناتی ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ تم پر ہر امیر کے ہمراہ جہاد کرنا واجب ہے خواہ وہ امیر نیک ہو یا فاجر ہو اور اگرچہ وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو (یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے (یہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں چلا تو قیامت کے روز اس شخص کے لئے اس غبار کی مانند جو اس کو اس سفر میں پہنچے گا مشک حاصل ہوگی (ابن ماجہ عن انس) اور نیز حدیث شریف میں ہے جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تلوار میان سے نکالی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی (ابن مردودہ عن ابی ہریرہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جس شخص کے سر میں درد ہوا پس اس سے ثواب کی امید رکھی تو اس کے اس سے پہلے کے گناہ بخش دیئے جائیں گے (طبرانی عن عمر) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے دشمن کے ہاتھوں سے کسی قیدی کو چھڑایا تو وہ قیدی میں ہوں (طبرانی عن ابن عباس) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ چند ساعتیں اللہ کی راہ میں لگانا پچاس حج کرنے سے بہتر ہے (یہ ابن عمر سے روایت ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ تلواریں جنت کی کینچیاں ہیں (ابو بکر بن عمر عن زید) تلوار شہادت کے لئے کافی ہے (عن سلمۃ بن المحقق) تلواریں مجاہدوں کی چادریں ہیں (فرعن ابی ایوب المحاملی فی امالیہ عن زید بن ثابت)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کیا میں تم کو مرتبے کے اعتبار سے سب سے بہتر شخص کی خبر دوں (یہ وہ شخص ہے جس نے اپنے گھوڑے کی باگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پکڑی یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا گیا یا مر گیا، کیا میں تم کو اس شخص کی خبر دوں جو اس سے ملتا ہوا ہے (یہ وہ شخص ہے) جو کسی گھائی میں تنہائی اختیار

کئے ہوئے ہے وہ نماز ادا کرتا ہے اور زکوٰۃ دیتا ہے اور گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں (تک عن ابی ہریرہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اسلام کے تین درجے ہیں سفلی (نچلا درجہ) علیا (بلند درجہ) وغرہ (بالا خانہ) پس البتہ سفلی (نچلا درجہ) وہ اسلام ہے جس میں عام مسلمان داخل ہوں گے اور ان میں سے جب کسی سے پوچھا جائے گا تو وہ کہے گا کہ میں مسلمان ہوں اور البتہ علیا (اعلیٰ درجہ) پس ان کے اعمال کا افضل ہونا ہے، بعض مسلمان بعض سے افضل ہوتے ہیں اور البتہ بلند بالا خانہ پس وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے اس کو وہی شخص حاصل کرتا ہے جو ان میں افضل ہو، (طب عن فضالہ بن عبید) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ یا ایک ساعت بیمار ہوا تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور اس کے لئے ایک لاکھ غلاموں کو آزاد کرنے کا اجر لکھا جاتا ہے جن میں سے ہر غلام کی قیمت ایک لاکھ ہو (ابن زنجویہ نے اہل حجاز میں سے کسی آدمی سے مسئلہ روایت کیا ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ البتہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ^{۱۳۸} کھڑا ہونا خواہ وہ اس میں تلوار بھی نہ کیچنے اور نیزہ بھی نہ مارے اور نیزہ بھی نہ چلائے ساٹھ سال کی ایسی عیالوت سے افضل ہے جس میں ایک پلک جھپکے تک بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کی ہو (ابن الجارعل بن عمرو) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جہاد ہمیشہ خوشگوار اور تر و تازہ رہے گا جب تک کہ آسمان سے بارش برسی رہے گی اور زمین سے نباتات اُگتی رہے گی یہاں تک کہ مشرق کی طرف سے ایسی نسل پیدا ہوگی جو یہ کہیں گے کہ نہ جہاد ہے اور نہ سرحد کی نگہبانی ہے وہ لوگ دوزخ کی آگ کا ایندھن ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن کی پہرہ داری ایک ہزار غلام آزاد کرنے اور تمام اہل زمین کے صدقہ کرنے سے افضل ہے (ابن عساکر نے اس کو حضرت انسؓ سے روایت کی ہے اور اس کو ضعیف کہا ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے (جہاد کے لئے پالے ہوئے گھوڑے پر خرچ کرنا ایسا ہے جیسا کہ صدقہ کے ساتھ ہاتھ کھول دینا کہ اس کو کبھی نہ روکے) یعنی ہمیشہ صدقہ کرتے رہنے کی مانند ہے) اور ان گھوڑوں کا پیشاب اور ان کی لید قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک پاکیزہ مشک کی مانند ہوگی (ابن سعید طب عن برید بن عبد اللہ)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص سمندر (کے سفر) میں ایک دن بیمار ہوا تو یہ (بیمار ہونا) ایسے ایک ہزار غلام آزاد کرنے سے افضل ہے جن کو وہ قیامت تک ساز و سامان دیتا اور ان کے اوپر خرچ کرتا ہے (الحديث کل عن علی) حل



مکتوب ۳

سیادت و افادت دستگاہ میرک شیخ کی خدمت میں آیہ کریمہ مَاعِنْدُکُمْ یَنْفَعُکُمْ وَمَاعِنْدَ اللّٰهِ

باقی مکے اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی ذات بابرکات کو اپنی عنایات میں شامل فرما کر باطنی جذبات و واردات کے ساتھ

مربطہ رکھے۔ ع

از ہر چہ می رود سخن دوست خوشترست [دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے۔]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَاعِنْدُکُمْ یَنْفَعُکُمْ وَمَاعِنْدَ اللّٰهِ باقی [جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہونے والا ہے اور جو کچھ

اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے] یہ آیت مبارکہ قرب کے مراتب کی جامع اور اہل اللہ کے سیر و سلوک

کے نسخہ کا حاصل ہے کلمہ ما جو کہ اس آیت کریمہ کے شروع میں ہے اس کا عموم تمام مراتب نفعی کو شامل ہے

اور اس آیت کریمہ کے رموز کے ساتھ مستحق ہونا ماسوائے نام و نشان کو (بالکل) مشادیت اور کامل فنا تک پہنچا دیتا

ہے جو کہ ولایت کا رکن اعظم ہے اور مَاعِنْدَ اللّٰهِ باقی اثبات کے مراتب کا جامع ہے اور بقا کے لئے جو کہ

قیا پر مبنی ہے ایک رمز (اشارہ) اور ولایت کا دوسرا رکن ہے، اور ولایت کے مراتب میں تفاوت ان ہر دو

رکن کے حصول میں سالکین کے قدموں کے تفاوت کے اعتبار سے ہے، کوئی شخص ان دونوں ارکان میں حقیقت

راستہ قدم رکھتا ہو گا اتنا ہی کمالات و ولایت میں کامل ہو گا، سالکین میں سے ہر شخص ان دونوں کمالات

کے حاصل کرنے میں بقدر ہیئت و استعداد ہاتھ پاؤں مارتا ہے، کون صاحب دولت (صاحب استعداد) ہے

جو اس آیت کریمہ کے اسرار کے بحرِ ذخار میں غوطہ زنی کر کے ان دونوں کمالات کے جواب پر نفیسہ سے کامل حصہ

۳۹

حاصل کرتا ہے اور مراتب نفعی (درجات فنا) کو طے کر کے اثبات کے بلند درجات سے کچھ حصہ پاتا ہے۔

سعادت ہاست اندر پردہ غیب ننگہ کن تا کر اریز تر در حجب

[پردہ غیب میں بہت سی سعادتیں ہیں، دیکھئے کس (خوش نصیب) کی حجب میں ڈالتے ہیں]

اللہ تعالیٰ نبی کریم اور آپ کی آل اجماع علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلامات التحیات البرکات الخلیل ہم جیسے رسولوں کو ان

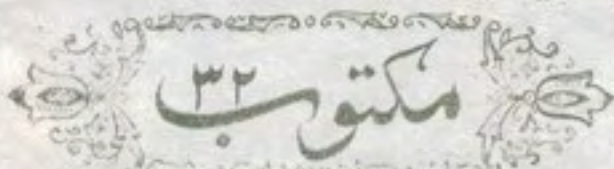
ساتھ قدر ایمان نصیب فرمائے اور اس سرچشمہ سے ایک گھونٹ عطا کرے۔

مکتوبات

ایک اہل زمانہ کے نام اس کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا جس میں اس نے درویشوں کے حال سے عرض کیا تھا آپ نے لکھا تھا "اپنی عمر میں ہرگز کبھی اس ذلت کے ساتھ زندگی نہیں گذاری جیسی کباب گذار رہا ہوں" میرے مخدوم! جب کوئی عاجز بندہ اپنے ہی جیسے کسی بندے کی خوشامد کرتا ہے اور منت سماجت اختیار کرتا ہے تو وہ اسی کا مستحق ہے کہ ذلت و خواری اٹھائے وہ غنی مطلق (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہ کا کیوں رُخ نہیں کرتا اور (وہاں) زاری و التجا کیوں نہیں کرتا کما اس بات کی مستحق وہی ذات ہے اور مشکلات کو وہی حل کرتا ہے اور بس، رزق کی فراخی و تنگی بھی اسی کی طرف سے ہے نہ کہ اس کے علاوہ کسی اور کی طرف سے؛ وَ اِنَّ يَمْسُكَ اللهُ بِصَبْرٍ فَلَآ كَاشِفَ لَهُ اِلَّا هُوَ وَ اِنَّ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهٖ مَن يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ (اور اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی تکلیف لگا دے تو اس کے سوا اور کوئی اس تکلیف کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی رد کرنے والا نہیں ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو بھلائی دینا چاہتا ہے دیر نہیں لے۔)

آپ نے لکھا تھا "فقر و درویشی تنہا یہی ذکر نہیں ہے الی آخرہ" میرے مخدوم! یہ بات اس شخص کو لکھیں جو فقر و درویشی کا دعویٰ رکھتا ہو، یہ فقیر اپنے آپ کو فقر و درویشی کی حقیقت سے منزلوں دور جانتا ہے، لوگ جو کچھ کہیں اس سے بھی زیادہ بُرا ہے اور جو عیب کہ ثابت کریں اس سے بھی زیادہ عیب دار ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "مسلمانی کی غرض و غایت نرمی و مہربانی سے پیش آنا ہے الی آخرہ" ہر ایک مسلمان اپنی حسب استطاعت ان امور میں کوشش کرتا ہے لیکن جس چیز میں اس شخص کی طاقت نہیں ہے معذور ہے اور یہ ناکارہ اپنے آپ کو مسلمان کے کمال اور اس کی حقیقت سے بہت ہی دور جانتا ہے جو کچھ آپ لکھتے ہیں درست ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ اہل اللہ کے ساتھ ارباب غرض کی صحبت مقاصد دنیا کے حصول کیلئے یا آخرت کے فائدے کے لئے ہے سب درست وقت کی پوچھی دنیاوی فوائد حاصل کرنا ہے اور آخرت کا معاملہ بعد از اعمال و افعال پیدا کرنے والے (اللہ تعالیٰ) کے ہاتھ میں ہے۔ میرے مخدوم! جو شخص اہل اللہ کے ساتھ صرف دنیا کے لئے صحبت رکھتا ہے اور اس کو آخرت ملحوظ نہیں ہوتی وہ اُن (اہل اللہ) کی برکتوں سے ^{۱۳} مطلقاً محروم ہے اور دنیا و آخرت کا خسارہ ہی اس کی زندگی کا نصیب ہے، یہ بعینہ ایسا ہے جیسے کوئی آخرت کے عمل کے عوض دنیا طلب کرے پس وہ محروم اور خسارے میں ہے جیسا کہ قرآن مجید اور

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو چکا ہے، یہ بات اُس بات کی مانند ہے جو ابوالفضل یا قیسی سے نقل کی گئی ہے کہ وہ کہتا تھا ”دنیا نقد ہے اور آخرت ادھار، کسی شخص نے بھی نقد کو ادھار کے بدلہ میں نہیں بیچا ہے۔“ بیشک آخرت کا معاملہ بقدر اعمال پیدا کرنے والے کے ساتھ ہے لیکن اعمال میں خلاص اور اُن کا حسن قبول اہل اللہ کی صحبت سے (حاصل ہوتا) ہے۔ اخلاص کے بغیر عمل بے روح جسم کی مانند ہے جو قابل قبول نہیں ہے، اہل اللہ کی صحبت ہی ہے جو وجود کے نابے کو معرفت کی کیمیا سے خالص سو بنا دیتی ہے اور شیطان کے مکر اور نفس امارہ کی شرارت سے رہائی اُن ہی بزرگوں کی صحبت سے متوقع ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کے درجات قرب اور اس کی معرفت کو پہنچتا جو کہ انسان کی پیدائش کا مقصد ہے ان اکابر کے باطن سے مطلوب ہے اور جو معاملہ کہ اعمال و افعال سے باور ہے ان ہی کے ذریعہ سے حاصل کیا جاتا ہے، نجس و حقیر دنیا کیا چیز ہے کہ جس کے لالچ میں کوئی شخص اہل اللہ کے ساتھ صحبت رکھے اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی بادشاہ کے ساتھ اس کے فضلہ کی طمع میں صاحبت کھے اگر ایسا ہو تو صوفیوں کا راستہ اور ان کے ارشاد و ہدایت کا طریقہ اور حق (اللہ تعالیٰ) کی طلب میں اُن کا میلانوں اور جنگلوں کو قطع کرنا جو کہ بزرگوں نے کیا ہے سب بیکار ہوگا، کوئی شخص فضل (الہی) کے بغیر (محض) اپنے عمل سے کسی مقام پر نہیں پہنچا ہے جس عمل کے درمیان عامل کا وجود آجائے اس کو دائرۂ اعتبار سے خارج جانیں اور عامل کے وجود کا درمیان سے اٹھ جانا درویشوں کی صحبت میں (ہی) ہے، جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ نہ صرف یہ کہ صوفیائے کرام کی صحبت کے فوائد اور ان کے باطنی ارشاد سے انکار ہے بلکہ اُن اکابر صوفیہ کا انکار ہے جو کہ صاحب ارشاد ہوئے ہیں، آپ کے گمان میں اہل اللہ کے ساتھ ارادت رکھنا اور ان کی صحبت میں رہنا صرف اس ذیل دنیا کے لئے ہے اور اکابر میں سے جو شخص کہ اپنے پیروم و مرشد کی خدمت میں رہا یا اس کا مطمح نظر دنیاوی مقاصد رہا ہے اور بس — ذَلِکَ مَبْلَغُہُمْ مِنَ الْعِلْمِ (یہ اُن کا مبلغ علم ہے) اللہ تعالیٰ ہمیں اس اعتقاد سے بچائے، آخرت کا معاملہ بقدر اعمال و افعال خالق (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ ہے اور اہل اللہ کی صحبت اہل دنیا کی صحبت کی مانند نہیں جو دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللہ تعالیٰ ہم جیسے ناپختہ عاشقوں کو فائدہ کاموں کی گرفتاری سے
نجات عطا فرما کر اپنی طلب و محبت میں یکجہت و یکسو کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ
الْخَالِصُ (آگاہ رہو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص دین ہی ہے) اللہ تعالیٰ اجل و علا کی بارگاہ میں بلا شرکت غیرے
خالص دین ہی منظور ہے اور ماسویٰ کے تعلق سے سلا مت دل مطلوب ہے: اِذْ جَاءَ رَبُّهُ بِقَلْبٍ
سَلِیْمٍ (جبکہ وہ اپنے رب کے پاس قلبِ سلیم کے ساتھ آیا) جو دل کہ ماسوا کا مسکن ہے بارگاہِ کبریا میں ذلیل و
بے مہر خاں اور انوارِ الہی سے خالی ہے۔ ع

درخانہ دو مہمان ننگیند [ایک گھر میں دو مہمان نہیں سماتے]

(ماسوا سے) باطن کے تخلیہ کی فکر اہم امور میں سے ہے کیونکہ مہمان گھر کو خالی چاہتا ہے اور ہمارے حوصلہ
کے مطابق اس سے بہتر مہمانی نہیں ہے انا عند منکسرة القلوب (میں شکستہ دل والوں کے پاس ہوں)
(یہ حدیث قدسی ہے) عالم مجاز کے برعکس عالم حقیقت میں دل کا شکستہ ہونا اس کی سلامتی کا سبب ہی مرادوں کے نہ پانے
اور ماسویٰ کی گنجائش و جس قدر زیادہ شکستہ ہوگا اللہ تعالیٰ کے انوار کے ظہور کیلئے اسی قدر زیادہ سالم ہوگا۔ والسلام علیکم

مکتوب ۳۳

حاجی محمد افغان کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ کامیابی کا مدار شیخ کامل کی محبت اور
روشن سنت کی پیروی میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ جو خط کہ برادرِ عزیز و ارشد میاں حاجی محمد نے بھیجا تھا موصول ہو کر
باعثِ مسرت ہوا، آپ نے اپنے اور اپنے مریدوں کے لئے توجہات کی درخواست کی تھی کبھی کبھی توجہ کی جاتی
ہے، انشاء اللہ تعالیٰ مزید بھی توجہ کی جائے گی، لیکن جان لیں کہ کامیابی کا مدار باطنی رابطہ پر ہے جو مرید
کی اپنے پرے محبت، عقیدت اس کا گرویدہ ہونے اور اس کے سامنے منہ تسلیم خم کرنے سے عبارت ہے، یہ
رابطہ جس قدر قوی ہوگا اس (پیر) کے باطن سے فیوض و برکات اسی قدر زیادہ اخذ کرے گا، کامل و مکمل
قطب کے باطن سے فیوض و برکات اخذ کرنے کے لئے محض محبت اور باطنی رابطہ کا ہونا کافی ہے اگرچہ
توجہ نہ بھی ہو اور محبت و رابطہ باطنی کے بغیر محض توجہ بہت کم اثر کرتی ہے، توجہ کی تائید کے لئے توجہ حاصل
کرنے والے میں صلاحیت قبول ضروری ہے یہاں جو توجہ کہ رابطہ مذکور کے ساتھ جمع ہو جائے وہ تو واقعی اور
ہوگی (غرض کہ) کامیابی کا مدار رابطہ کی قوت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے اتباع پر ہے

اگر ان دو باتوں میں رُوح (نفسی) رکھتا ہے تو کچھ غم نہیں ہر انجام کار اس کو رائیگاں نہ جانے دیا جائے گا اور اگر برکات سے محروم نہ کیا جائے گا اور اگر ان دونوں چیزوں میں سے کسی ایک میں خلل آ گیا تو خطرہ ہی خطرہ ہے اگرچہ بہت زیادہ ریاضت کرے، والسلام

مکتوب ۳۴

حافظ عبدالکریم کے نام، حیات دنیوی و حیات برزخ صوفی کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔
الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفےٰ جو حیات کہ عالم دنیوی سے تعلق رکھتی ہے حس اور حرکت دو چیزوں کا مطالبہ کرتی ہے اور جو زندگی عالم برزخ سے متعلق ہے محض حس ہے بغیر اس کے کہ اس کے ساتھ کوئی حرکت ہو، حق سبحانہ و تعالیٰ حکیم مطلق ہے اُس نے ہر مقام کے مطابق ایک زندگی عطا کی ہے برزخ میں حس کے بغیر چارہ نہیں ہے تاکہ الم اور لذت ظاہر ہو اور حرکت کی (وہاں) کچھ ضرورت نہیں ہے عالم دنیوی و اخروی کے خلاف کہ وہاں (حس و حرکت) دونوں درکار ہیں پس سمجھ لیجئے۔ والسلام

مکتوب ۳۵

جامع العلوم شہر بدر الدین سلطان پوری کے نام اس بیان میں کہ قرب ولایت میں فنا علم و ارادت درکار ہے اور قرب نبوت میں ان اوصاف کی خادکار نہیں ہے اور اس شبہ کے حل میں جو اس تحقیق پر وارد ہوتا ہے تحریر فرمایا۔

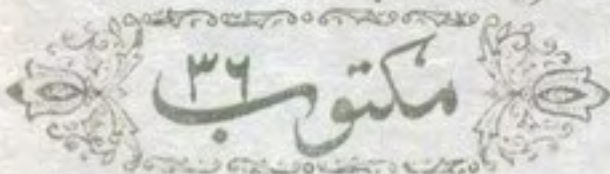
سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا بِمَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ (تیری ذات پاک ہے ہم کو اسی قدر علم ہے جتنا تو نے ہمیں دیا ہے بیشک تو ہی علیم و حکیم ہے) ع

ازہر چمی رود سخن دوست تو شتر است [دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے] میرے مخدوم! قرب ولایت میں پوری کوشش مالک کے ارادے کی صفت کے زائل کرنے میں کرتے ہیں اور فنا کے ارادہ کو ولایت کی شرط جانتے ہیں اور قرب نبوت میں اس صفت کے بُرے متعلق کا زائل ہونا مطلوب ہے اور یہ صفت جو کہ فی نفسہا صفات کاملہ میں سے ہے اپنے اصل حال پر رہتی ہے اور اس کا زوال مطلوب نہیں ہے اور اسی طرح قرب ولایت میں انبیاء کے علم کا زوال مطلوب ہے اس لئے کہ ماسوا کا (لے اس مکتوب میں یہ جگہ آئی یا غالباً اس سے بُرے ارادے اور اس کے متعلقات کٹو ہو نامراد ہے)

نسیان (بھول جانا) کہ فرائض سے عبارت ہے ولایت کے لئے شرط ہے اور قرب نبوت میں اشارہ کما حقہ
گرفتاری کا زوال مطلوب ہے اور علم جو کہ فی نفسہ کمال کی صفت ہے اس کا زوال مطلوب اور لازمی
نہیں ہے۔

سوال: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو کہ اصلاً قرب نبوت سے متحقق ہیں قرب ولایت ان کو
بھی ہر وقت حاصل ہے پس چاہئے کہ ان کو دونوں قسم کے قرب کے حصول کے اعتبار سے ارادہ علم ہر صفت
کا زوال اور ان ہر دو صفت کا قیام ایک ہی وقت میں حاصل ہو جائے کہ یہ ممکن نہیں ہے اور لوازم کی نفی
ملزومات کی نفی کی دلیل ہے پس یہ دونوں قرب ایک وقت میں جمع نہیں ہوتے اور یہ (ان دونوں کا
ایک وقت میں جمع ہونا) خلاف اصول و خلاف واقع ہے۔ ہم اس کے جواب میں کہتے
ہیں کہ قرب نبوت میں دونوں صفتوں کے باقی رہنے کی شرط کو تسلیم کرنے کی صورت میں جو قرب ولایت
کہ قرب نبوت کے غیر ہونا ہے وہ فائے علم ارادہ کے ساتھ مشروط ہے اور جب یہ قرب قرب نبوت کے ساتھ
جمع ہو جاتا ہے تو شرط و مشروط ہوتا مندرجہ ہے جیسا کہ اس کی تحقیق عنقریب آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔
یا ہم یہ کہتے ہیں کہ ولایت کے دو جزو ہیں فنا اور بقا، فنا میں ان دونوں صفتوں (علم و ارادہ) کا زوال ہر
اور بقا میں عارف کو ایک ارادہ اپنے پاس سے عطا فرماتے ہیں اور صاحب ارادہ بناتے ہیں اور اسی طرح
بقا میں اگر زائل شدہ علوم عود کر آئیں تو اس کی گنجائش ہے پس قرب ولایت والا (عارف) بقا کی
حالت میں قرب نبوت کے ساتھ متحقق ہو سکتا ہے اور وہ دونوں قربوں کا جامع ہوگا۔ یہ جواب محدود
ہے اس لئے کہ یہ جمع و تحقق اس شخص کے حق میں ہے جو کہ قرب ولایت کے راستہ سے قرب نبوت تک
عروج کرے اور ولایت کی فنا و بقا کو حاصل کر کے مقام نبوت کے کمالات تک پہنچے اور اس قسم کا وصول
کیا ہے۔ لیکن جو شخص کہ قرب نبوت کے راستہ سے اصل ہوا ہے جیسا کہ اس دولت عالم و اصلین
اسی راستہ سے پہنچے ہیں اس کے حق میں ان دونوں قرب کا جمع ہونا مشکل ہے اس لئے کہ ان دونوں
صفتوں کے ساتھ بقا کا حصول ان دونوں کی فنا کے ساتھ مشروط ہے اور قرب نبوت کے راستہ میں
یہ دونوں صفتیں لازمی نہیں ہیں اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ صفت ارادہ کا فنا ہونا قرب ولایت میں
مقصود اول اور بالاصلاتہ شرط نہیں ہے اصل مقصود ارادہ کے برے متعلق کا رفع ہونا ہے اور چونکہ
ولایت کے مقام میں ارادہ کے برے متعلق کا رفع ہونا ارادہ کے رفع ہوئے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتا اس لئے
ارادہ کے رفع اور اس کی فنا میں کوشش کرتے ہیں تاکہ اس کا برے متعلق رفع ہو جائے کیونکہ جب اصل ارادہ
نہیں ہوگا تو اچھائی اور برائی سے اس کا تعلق صورت پذیر نہیں ہوگا: ثبت المجزأ لا ثمناً انقش

(پہلے دیوار قائم کر اس کے بعد اس پر نقش و نگار بنا)۔ اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ مقام ولایت میں بُرے متعلق کا رفع ہونا ارادہ کے رفع کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتا یہ اس لئے ہے کہ قُرب ولایت ظلی قُرب ہے اور اس مقام میں گرفتار ہونا ظل کے ساتھ گرفتار ہونا ہے اور ظلی قُرب کو اس قدر قوت نہیں ہے کہ صفت ارادہ کے ہوتے ہوئے اس کے بُرے متعلق کو رفع کر سکے اس لئے ارادہ کے رفع میں کوشش کرتے ہیں تاکہ اس (کے بُرے متعلق) کا رفع ہوتا سہولت کے ساتھ صورت پذیر ہو جائے اور قُرب نبوت میں قُرب اصلی ہے اور اصل کے ساتھ گرفتاری ہے اور قُرب اصل اور اس کے ساتھ گرفتاری کو ایسی قوت ہوتی ہے کہ صفت ارادہ کے ہوتے ہوئے اس کے بُرے متعلق کو رفع کر سکتا ہے اسی لئے ارادہ کے رفع میں کوشش نہیں کرتے کیونکہ اس کے رفع سے جو مقصود تھا وہ بہت اچھے طریقہ پر حاصل ہو گیا ہے اور ارادہ فی نفسہ صفت کاملہ ہے اگر اس میں نقص اور بُرائی و قُتل پاتی ہے تو وہ اس کے متعلق کے ذریعہ آتی ہے اور جب اس کا بُرا متعلق دور ہو گیا تو حسن و کمال کے سوا اس میں کچھ نہیں رہا اور اس (ارادہ) کا باقی رہنا مطلوب بن گیا۔ اور اسی طرح ہم صفت علم کے بارے میں کہتے ہیں کہ قُرب ولایت میں زوال علم سے مقصود اول اشیا کے ساتھ گرفتاری کا زوال ہے اور چونکہ اس قُرب میں اشیا کی گرفتاری کا زوال اشیا کے علم کے زوال کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتا اس لئے کہ قُرب ظلی اور ظل کے ساتھ گرفتاری کو اتنی قوت نہیں ہے کہ اشیا کے علم کا باوجود اشیا کے ساتھ گرفتاری کو زائل کر سکے اس لئے علم کے زوال میں کوشش کرتے ہیں اور اشیا کے نسیان (بھول جانے) کی طلب کرتے ہیں تاکہ ان کے ساتھ گرفتاری نہ رہے اور قُرب نبوت میں اصل کے ساتھ گرفتاری ہے اور اصل کے ساتھ گرفتاری قوی ہے ہو سکتا ہے کہ اشیا کے علم کے باوجود اشیا کی محبت و گرفتاری کو زائل کر دے اس لئے علم کے زوال میں کوشش نہیں کرتے کیونکہ یہ صفت کمال ہے بلکہ اس کی بقا مطلوب ہے اور علم کے زوال سے جو کچھ مقصود ہے وہ اس قُرب میں حاصل ہو چکا ہوتا ہے۔ ایک جواب تو یہ ہے اور ہم اصل سوال کا دوسرا جواب بتاتے ہیں کہ دونوں صفتوں (ارادہ و علم) کے زوال کا شرط ہونا ولایت صغریٰ میں ہے جو کہ اولیاء اللہ کی ولایت ہے اور یہ ظلی ولایت ہے اور انبیاء اکرام علیہم الصلوٰۃ والبرکات کی ولایت، ولایت کبریٰ ہے جو کہ اصلی ولایت ہے اور اس ولایت میں ان دونوں صفتوں کے زوال کا شرط ہونا ثابت نہیں ہوا ہے۔



شمس الدین خوشگی کے نام گناہ کے ظاہر و باطن کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَذَرُوا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَ [ظاہری و باطنی گناہ کو ترک کرو] چونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ظاہری و باطنی نعمتوں سے نوازا ہے جیسا کہ فرمایا ہے: وَاسْبَغْ عَلَیْكُمْ نِعْمَةً ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً [اور اس نے اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کو تم پر پورا کر دیا ہے] اس لئے گناہ کے ظاہر و باطن کے ترک کے ساتھ مکلف کیا ہے تاکہ لوگ ان تین قسم کے گناہوں میں سے کسی ایک کے مرتکب ہو کر کفرانِ نعمت نہ کریں اور ہر دو طرح کے گناہ ترک کر کے ظاہر و باطن کا شکر بھی لائیں، ہو سکتا ہے کہ ظاہری گناہ سے مراد وہ ہو جس کو علمائے ظاہر نے بیان کیا ہے یعنی حرام و مکروہ کا ارتکاب، اور باطنی گناہ سے مراد باطن کی توجہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف رکھنا اور ماسوی اللہ کے ساتھ محبت و گرفتاری ہے، جو دل کے غیر اللہ کا گرفتار ہے اس سے خیر (بھلائی) کی کیا توقع ہے جو روح کہ ماسوی اللہ کی طرف مائل ہے بارگاہِ کبریا میں ذلیل و خوار اور بے سرو سامان ہے، اہل اللہ کے نزدیک دل کی سلامتی اہم امور میں سے ہے اور روح کی نجات مقصدِ اول ہے: اِذْ جَاءَ رَبُّهٖ یَقْلِبُ سَیِّئَاتِہٖ (جبکہ وہ (ابراہیم) اپنے رب کے پاس قلبِ سلیم کے ساتھ آیا) اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حاصل ہونا اور قرب کے درجات تک پہنچنا یہ سب ماسوی اللہ کی محبت اور دید و دانش سے دل کے قطع تعلق پر موقوف ہے ایک دل میں دو محبتیں جمع نہیں ہوتیں۔ رع
درخانہ دو مہمان نکلند [ایک گھر میں دو مہمان نہیں ساتے]

اس بارگاہ میں خالص دین مطلوب ہے جس میں شرکت کی گنجائش نہ ہو: اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ اَمَّا الْخَالِصُ (اگاہ رہو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص دین ہی ہے) والسلام

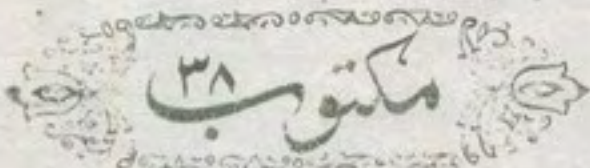
مکتوب ۳

غلام محمد افغان کے نام، اس بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ ذکر مقصودِ اولیٰ نہیں ہے اور جس عمل پر دوام نہ ہو وہ اعتبار کے لائق نہیں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللہ تعالیٰ شریعتِ منورہ اور سنتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے راستہ پر قائم رکھ کر قرب کے درجات میں ترقیات عطا فرمائے۔ مکتوبِ عزیزِ موصول ہو کر باعثِ مسرت ہوا آپ نے لکھا تھا کہ اس محتاجِ دعا کو بعض اوقات اپنی فنایت کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے اس وقت کبھی ذکرِ قلبی ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا، میرے مخدوم! ذکر مقصودِ اولیٰ نہیں ہے اس سے غرض مذکور

(ذات حق) میں فنا ہونا ہے اور جب فنا فی المذکور جو کہ مقاصد میں سے ہے حاصل ہو گئی اگرچہ ذکر نہ بھی ہو پس فنا کی حالت میں جو کما استہلاک اور بے شعوری کا وقت ہے اگر ذکر کو نہ پائیں تو کوئی نقص نہیں ہے مستہلاک (فنایت والا شخص) اگر ذکر کے باوجود ذکر کا احساس نہ کرے تو اس کی گنجائش ہے بلکہ فنا کی بعض اقسام میں ذکر کا زائل ہونا شرط اور لازمی امر ہے۔

۱۳۶ میرے مخدوم! اگر ذکر قلبی سے دل کی حرکت و جنبش مراد لی جائے تو اس کی ہمیشگی قطعی ضروری نہیں ہے نہ فنا کی حالت میں اور نہ حالت فنا کے بغیر جو چیز کہ دائمی و لازمی ہے وہ دل کی توجہ اور حضور قلبی ہے خواہ حرکت ہو یا نہ ہو۔ آپ نے فنا کی اور کوئی علامت تحریر نہیں کی تاکہ معلوم ہو جائے کہ کس قسم کی فنا حاصل ہو رہی ہے، فنائے جذبہ یا فنائے سلوک، فنائے جسدی یا فنائے لطافت، فنائے قلب یا فنائے نفس، ہر ایک کے لئے آثار و علامات ہیں اور فانیس معتبر وہ ہے جو دوام قبول کرے (ہمیشہ رہے) اور جو دوام نہیں رکھتی وہ معتبر نہیں ہے سوائے فنائے جذبہ کے۔ والسلام



رفت بیگ کے نام ان امور کو بجالانے کی ترغیب میں تحریر فرمایا جو اس اہل طالب کیلئے ضروری ہیں
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ [اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہوا] برادر عزیز میری رفعت بیگ آپ تعلقات کی پستی سے حقائق کی بلندی پر فائز ہوں اور ظاہر کی تنگی سے باطن کی وسعت کی طرف مائل ہوں، چند روزہ زندگی کو کہ جس کی بدولت ہمیشہ کا ملک حاصل ہوتا ہے فضولیات میں صرف نہ کریں اور حضرت یحییٰ (اللہ تعالیٰ) جل مجدہ کی پاک بارگاہ کی طرف متوجہ رہنے کو ترک نہ کریں۔

دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ کار می دار نہفتہ چشم دل جا تب یار
[ہمیشہ ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر کام میں دل کی آنکھ کو پوشیدہ طور پر یا رکھنا یا رکھنا تاکہ اس کا ذکر کی پابندی کے ساتھ روشن رکھیں، صبح کے وقت کے رونے اور استغفار کرنے کو غنیمت جانیں، عمر کا بہترین حصہ ہاتھ سے جا رہا ہے اور کام کا زمانہ انجام کو پہنچ رہا ہے ہم کس غدر سے آج کا کام کل پر ڈالیں کیونکہ ہر آج کا کل نہیں ہے اصل کی فکر کرنی چاہئے اور فعل سے اصل کی طرف جانا چاہئے، فِیْہِ ذِلالِی اللّٰہ [پس اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑا]۔

۱۳۷ دادیم تراز گنج مقصود نشان گریبانہ رسیدیم تو شاید برسی
[ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانے کی نشاندہی کر دی اگر ہمیں پہنچے تو شاید تو بھی پہنچ جائے] والسلام

مکتوب ۳۹

ما حسن علی نام اس شبہ کو دور کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا جو انھوں نے میرزا عبید اللہ کے نام تحریر کردہ مکتوب پر کیا تھا۔

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ! آپ نے لکھا تھا کہ فلاں مکتوب ہے جو کہ عرفان شعار عبید اللہ بیگ کے نام لکھا گیا تھا بہرہ مند ہوا، اس کے بعد آپ نے لکھا تھا کہ اگر کوئی شخص اس جگہ یہ کہے کہ یہ فرق و امتیاز مقام شریعت میں ہے اور جو لوگ کہ سب کو یکساں جانتے ہیں تو یہ مقام طریقت کے لحاظ سے ہے جیسا کہ کسی دوسرے رسالہ میں دیکھا گیا کہ جو شخص شریعت میں ہے اس کا کام خلقت کا رد و قبول ہے جب وہ اہل طریقت میں سے ہو گیا تو مخلوق پر رد و اعتراض نہیں کرنا طریقت میں سراسر صلہ اور سب کے ساتھ دوستی ہے بخلاف شریعت کے کہ وہاں دشمنوں کے ساتھ جنگ اور دوستوں کے ساتھ صلہ ہے پس جس بزرگ سے بھی کسی شخص کے حال پر نظر کرتے ہوئے رد و اعتراض کی بات واقع ہوئی ہے وہ شریعت کے غلبہ سے ہو گیا نہ کہ طریقت کے غلبہ سے، اس سوال کے جواب کی استدعا کرتا ہے۔

میرے مخدوم! اس سوال کا جواب برادر عبید اللہ بیگ کے مکتوب سے حاصل ہو جانا بظاہر اچھی طرح غور نہیں کیا گیا ہے اس کے باوجود ہم جواب میں کہتے ہیں کہ اگر مقام طریقت میں سب کو یکساں دیکھنے اور امتیاز نہ کرنے سے سائل کی مراد ذوق و حال کے طریق پر ایک طرح کا وجدان ہے جو کہ اختیار سے باہر ہے تو مسلم ہے اس لئے کہ اس دید والا شخص مقام جمع میں مستہلک اور مرتبہ وحدت میں مستغرق ہے اور مستہلک کو اچھے اور بُرے میں تمیز کرنا مفقود ہے اور وہ سب کو صراطِ مستقیم پر دیکھتا ہے لیکن چونکہ مقبول ہے اس لئے لغزش سے محفوظ ہے اور وہ احکامِ بندگی کی فرو گذاشت سے مامون ہے، اس کا باطن مستہلک (فانی) ہے اور اس کا ظاہر احکامِ شریعت کے ساتھ آلاش نہ ہے یہ (مذکورہ) مراد ہمارے (مکتوب کے) بیان کے ساتھ کوئی مخالفت و تضاد نہیں رکھتی اور اس کے بارے میں سوال کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ اہل طریقت شریعتِ حقہ کے دائرے سے باہر آچکے اور تکالیفِ شرعیہ سے آزاد ہو چکے ہیں اور بندگی کے حلقہ سے سرباہر نکال چکے ہیں تو یہ ناقابلِ قبول و ناقابلِ سماعت ہے اور اس کا معتقد محدود و تدقیق ہے آسمانی (خداوندی) احکام تمام لوگوں سے قعلق رکھتے ہیں بعض اشخاص کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتے اور عوام و خواص احکامِ شرعیہ کے بحال لانے میں برابر ہیں، اہل شریعت و اہل طریقت و اہل حقیقت کو فریق کے

اگر کسی پر میرا زیادہ چاہے تو انسانی ناقابل اعتدال پر کمال نہیں۔

بجائے اور محرمات سے پرہیز کرنے سے چارہ نہیں ہے اور کوئی شخص بھی واجبات کے ترک اور ممنوعات کے ارتکاب میں کسی طرح معذور نہیں ہے پس آپ نے اس رسالہ میں جو یہ دیکھا ہے کہ جو شخص شریعت میں ہے اس کا کام مخلوق کو رد و قبول کرنا ہے اور جب وہ اہل طریقت میں سے ہو گیا تو مخلوق پر رد و اعتراض نہیں کرتا بلکہ صم کیونکہ ہر شخص احکام شرعیہ کا پابند ہے اور کوئی شخص اس دائرے سے باہر نہیں ہے کہ (شریعت کے بغیر) اہل طریقت میں سے ہو جائے اور اچھے اور بُرے کے ساتھ دوستی اور صلح پیدا کرے اور مخلوق پر رد و اعتراض کا ترک اختیار کرے، حق سبحانہ و تعالیٰ اس قدر رحمت اور مہربانی کے باوجود ذلیل کفار کے ساتھ تبرّ اور عداوت کا اظہار فرماتا ہے اور مسلمانوں کو ان کے ساتھ عداوت و سختی و بعض اوقات قاتل کا امر کرتا ہے، یہ عجیب مسلمانی ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ عزوجل کے اس قسم کے دشمنوں کے ساتھ اس کے فرمان کے برخلاف صلح رکھے اور اظہار دوستی کرے، اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے قرب و ولایت کا دعویٰ کرے، ولایت و قربا سلام کی فرع ہے حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ اور تم میں سے جو کوئی ان (یہود و نصاریٰ و حکم کفار) کے ساتھ دوستی رکھتا ہے پس وہ انہی میں سے ہے اور نیز فرماتا ہے: وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوا آلِهَةً غَيْرَ اللَّهِ (اور اگر وہ اللہ پروردگار پر اور اس چیز پر جو اس کی طرف اتاری گئی ہے ایمان لائے ہوتے تو ان (کفار) کو اپنا دوست نہ بناتے) مخفیہ ہے کہ اہل حال اپنے حال میں معذور ہے اور اس حال کے مطابق عمل کرنے میں مجبور ہے لیکن اس رسالہ کی عبارت کو شہود و حال پر محمول کرنا چاہئے پس بیشک سُکروالوں کے کلام کی تاویل کی جاتی ہے۔ جاننا چاہئے کہ یہ حال جو کہ اچھائی اور بُرائی کے درمیان تمیز کو مٹانے والا ہے یہ طریق ولایت میں بھی نقص ہے کمال یہ ہے کہ سُکرے صحویں آئے اور جمع سے فرق بعد الجمع کی طرف اور کفر سے اسلام کی طرف مائل ہو جائے۔ والسلام علیکم

مکتوبہ

رفت بیگ کے نام نصیحت کے طور پر تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

مصلحت دیدن آنت کہ یاران ہمہ کار بگزارد و سرطہ یارے گیرند

(میں مصلحت اس میں دیکھتا ہوں کہ دوست سب کام چھوڑ دیں اور ایک دوست کی زلف کے

خیال میں محو ہو جائیں)۔ اے شفقت کے آثار والے! عمر عزیز نگذری جا رہی ہا درقرہ ساعت قریب آرہی ہے

۱۳۹ اس طرح زندگی بسر کریں کہ وقت عزیز یاطن کی اصلاح میں گزرے اور دل کی تعمیر میں صرف ہو جو کہ مولیٰ تعالیٰ کی نظر غایت کا مقام ہے، قبر و قیامت کے لئے تیاری میں کوشش کریں، اندھیری راتوں کو اڈکار کی پابندی کے ساتھ منور کریں، صبح کے رونے اور استغفار کرنے کو غنیمت جانیں، دن رات میں ایک دو وقت تنہائی کے لئے مقرر کرنے چاہئیں کہ کوئی شخص اس وقت میں دخل انداز نہ ہو اور کلمہ لا الہ الا اللہ سے اپنے مقاصد اور الادوں کی نفی کریں تاکہ دل کی وسعت میں حق سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کوئی مراد و مقصود نہ رہے رع

ایں کار دولت است کنوں تا کراد بند (یضیب کی بات ہو دیکھئے اب کس کو غایت کرتے ہیں) والسلام اولاً و آخراً

مکتوبات

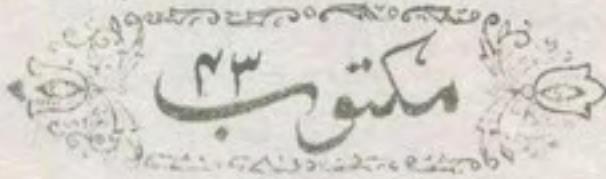
علامہ محمد شریف کابلی کے نام، اس بارے میں تحریر فرمایا کہ میرے لئے اپنے پیر کو راضی رکھنا ضروری ہے:

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: برادر گرامی مولانا محمد شریف کا خط موصول ہو کر باعث مسرت ہوا، اللہ تعالیٰ شریعت عالیہ اور سنت منورہ کے راستہ پر استقامت عطا فرمائے اور شلخ کی محبت اور عقیدت پر جو کہ اعلیٰ مقاصد تک پہنچنے کے لئے وسیلہ ہیں ہمیشگی اور خجگی غایت فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ جو چیز آپ کے دل کی تکلیف کا باعث ہوتی ہے وہ بندہ سے واقع نہیں ہوتی ہے، کابل کے دوستوں نے بعض اغراض کے تحت کچھ باتیں پہنچا کر آپ کو رنجیدہ کر دیا ہے، میرے محترم، کابل کے لوگوں میں سے کسی نے آپ کی جانب سے کوئی ایسی بات نہیں پہنچائی جو فقیہ کے دل کو رنج پہنچانے کا باعث ہو، اور فقیر کا دل کسی وجہ سے بھی آپ سے آزرہ نہیں ہے سوائے مولانا محمد صدیق کی رنجیدگی کی وجہ کے، جس کا دور ہونا مولانا کی رنجیدگی کے دور ہونے سے وابستہ ہے، اس کے علاوہ فقیر کو آپ کی نسبت سے کسی بھی طرح کی رنجیدگی نہیں ہے جس شخص نے بھی آپ کو اس کے خلاف (کوئی بات) پہنچائی ہے خلافِ حقیقت ہے، آپ اس جانب سے خاطر جمع رکھیں اور آپ کے لئے مولانا محمد صدیق کو راضی کرنا لازمی ہے، بہر حال مشار الہ (مولانا موصوف) کو خود راضی کریں تاکہ تمام پیروں کا باطن آپ سے راضی ہو جائے اور فیوض کے دروازے کھل جائیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوبات

علامہ و فیل کے نام اُس خط کے جواب میں جو انھوں نے معیشت کی تنگی کے بارے میں لکھا تھا اور فقر کے فضائل کی احادیث کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص بھی چاہتا ہے کہ دنیا میں اس کا درجہ بلند کر دیا جائے پھر اس کا درجہ بلند کر دیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کا ایک درجہ کم کر دیتا ہے جو اس درجہ سے زیادہ بڑا اور بلند ہوتا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سونے اور چاندی کے لئے ہلاکت ہے، آپ سے دریافت کیا گیا تو پھر ہم کیا چیز ذخیرہ کریں، آپ نے فرمایا ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل اور ایسی ہیوی جو آخرت کے لئے تیری مددگار ہو، جان لیں کہ جو شخص پوری ہمت و کوشش کے ساتھ آخرت کے کام میں متوجہ ہوگا اور اپنی پوری توجہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف رکھے گا حق تعالیٰ اپنے کرم سے اس کے دینی اور دنیاوی امور کے لئے کافی ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے اپنی تمام فکروں کو ایک ہی فکر یعنی آخرت کی فکر بنالیا تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام فکروں کے لئے کافی ہوگا اور جس شخص نے احوال دنیا سے مختلف فکریں (اپنی جان کو) لگالیں تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ ان (فکروں) کی کس وادی میں ہلاک ہوا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے جس شخص نے اس حال میں صبح کی کہ دنیا اس کی سب سے بڑی فکر ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز (یعنی ذمہ داری) میں نہیں ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرا پس وہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز (یعنی ذمہ داری) میں نہیں ہے اور جو شخص مسلمانوں کے لئے اہتمام نہیں کرتا تو وہ ان میں سے نہیں ہے، آپ نے تنگی معاش دور ہونے کے لئے صبح کی نماز کے بعد بعض آیتوں کے پڑھنے کی اجازت مانگی تھی میرے مخدوم اگر اس دستگی کے دور کرنے میں نیت اچھی ہے تو کیا حرج ہے پڑھ لیا کریں۔



خواجہ عبدالصمد کابلی کے نام حصول قرب الہی جل شانہ کے ذرائع کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً للہ العظیم ومصلیاً علی رسولہ الکریم اما بعد روزمرہ کے امور لائق شکر ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی خیر و عافیت، شریعتِ عالیہ اور سنتِ منورہ کے راستہ پر استقامت، موانع کا دور ہونا اور خفائق کے ساتھ آراستگی کی دعا کی گئی ہے۔ آپ کے گرامی نامہ کی وصولیابی نے مسرور کیا، ذوقِ طلب کے بارے میں جو کچھ درج کیا ہوا تھا واضح ہوا، اللہ تعالیٰ اس گرمی شوق کو اور زیادہ کرے اور اس کے شعلے کو باطن میں اور بظہر کائے ناکہ دنیاوی تعلقات سے پاک کرے اور خفائق الہی جل و علائکہ متحقق و آراستہ کرے اور اس نعمت کے حصول کے اسباب میں سے ذکر پر ہمیشگی، مخلوق سے کم آمیزی، لایعنی باتوں میں کمی اور مشائخ کی محبت کا راستہ ہونا ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۲

محمد صادق بخاری کے نام صراطِ مستقیم پر ہدایت کی توضیح میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی سید المرسلین والدا جمیعین۔ حق سبحانہ تعالیٰ کے بندہ کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کرنے سے مراد یہ ہے کہ جو تکلیف بھی اُس کے سینے میں ہو اُس کو دور کر دے اور اس کے سینے میں کوئی تکلیف بھی کسی طرح سے نہ رہے اور اوامر کے بجالانے اور نواہی سے باز رہنے میں پوری سہولت حاصل ہو جائے اور اس کی مرضی حق سبحانہ تعالیٰ کی فضا و قدر کے اس حد تک تابع ہو جائے کہ اگر ایک دنیا ناراض ہو جائے یا اس کو سخت مصیبتوں اور شدید رنج و غم میں مبتلا کر دیا جائے تو ان امور سے اس کے باطن میں کوئی گدورت پیدا نہ ہو، ان امور کو بالکل درست اور نہایت مناسب دیکھے اور پوری خوشی و رغبت کے ساتھ ان چیزوں سے راضی ہو جائے بلکہ جو بلا و مصیبت بھی پیش آئے اس کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے شمار کرے اور اس کے شکر میں کوشش کرے اور نیز خناس (شیطان) کا دوسو سو جو اس کے سینے میں قائم تھا اور وہاں (اپنا) آشیانہ رکھتا تھا، دور ہو جائے اور وہاں سے اس کے ٹھکانے کو پران کر دیا جائے۔ جب اس اعلیٰ درجہ کی بزرگی اور بہت بڑی سعادت کے ساتھ غایتِ کامل کو نوازی دیا جاتا ہے تو وہ اللہ جل شانہ کی ہدایت کے ساتھ ہدایت یافتہ ہو جاتا ہے اور صراطِ مستقیم پالیتا ہے اور شرحِ سدر بھی اسی ہدایت پانے سے عبارت ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: **فَمَنْ يَشِرْ دَلَّهٖ اَنْ يَّهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرُكَ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّصْلَحَ يَجْعَلْ صَدْرُكَ صَفِيًّا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ** [پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اسے راہِ راست دکھائے اس کے سینے کو (قبول) اسلام کیلئے کھول دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کہ گمراہ کرے اس کے سینے کو تنگ اور بھجھا ہوا کر دیتا ہے گویا اس کو آسمان میں چڑھا کر پڑا ہے] اور نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَلَوْ اَنَّكُنَّا عَلٰی قَوْمٍ اَنَّا قُلُوْا اَنْفُسُكُمْ اَوْ اٰخِرُكُمْ اَوْ دِيَارُكُمْ مَا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ وَلَوْ اَنَّكُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْخِظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّكُمْ وَاَشَدَّ تَنْبِيْهًا وَاِذَا اَلَيْنَهُمْ مِنْ لَدُنَّا اَجْرًا حَسِبْنَاهُمْ اَوْ هَدٰیْنَاهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا** [اور اگر ہم ان کو حکم دیتے کہ تم اپنے تئیں ہلاک کر لو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو ان میں سے چند آدمیوں کے سوا (ہمارے) اس حکم کی تعمیل نہ کرتے اور جو کچھ ان کو نصیحت کی جاتی ہے اگر اس کی تعمیل کرتے تو ان کے حق میں بہتر نہ ہوتا اور اس کی وجہ سے (دین پر بھی) مضبوطی کے ساتھ جھے رہتے اور اس صورت میں ہم ان کو ضرور اپنی طرف سے بہت (اچھا) بدلہ دیتے اور ان کو سیدھی راہ پر (رکھی) ضرور لگا دیتے۔] والسلام علی من اتبع الهدی۔

۱۵۲

۱۵۳

۱۵۴

مکتوب ۲۵

شاہ خواجہ کی طرف اپنے حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کے بعض مکاشفات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ حامداً ومصلياً، ہمارے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ ایک قسم میں بیٹھا ہوا تھا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے غضب کا دائرہ ظاہر ہوا اور اس دائرہ میں سیر واقع ہوئی، اللہ تعالیٰ کے صفاتی و ذاتی غضب کے اقسام اور اس جل سلفا کے طرح طرح کے انتقامات اس مقام میں مطالعہ کئے گئے اور یہ سیر بہت طویل ہوئی، اس کے بعد میں نے دیکھا کہ اس دائرہ سے باہر آیا اور اس مقام میں سیر واقع ہوئی جو اس مقام سے اور زیادہ بلند تھا، میں اس مقام کے طے کرنے کے درپے ہوا جب میں نے ملاحظہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ سیر اللہ تعالیٰ جل شانہ کی شان استغنا میں ہے اللہ تعالیٰ کے ذاتی و صفاتی استغنا کی اقسام اس مقام میں نظر آئیں اور عجیب و غریب امور اس مقام میں دیکھے گئے اس کے بعد اس مقام سے اوپر سیر واقع ہوئی اور معلوم ہوا کہ یہ اس (اللہ تعالیٰ و تقدس کی رحمت و رافت کا مقام ہے اس مقام میں جمال صرف کا ظہور ہے کہ جس کے ساتھ جلال کی کچھ بھی آمیزش نہیں ہے اور غضب انتقام و استغنا کا کوئی رنگ اس جگہ نہیں پایا گیا اور جس قدر میں نے جستجو کی عفو درگزر و رحمت و مغفرت کے سوا کچھ نہیں پایا گیا اور ان تینوں مقامات میں سے ہر ایک میں مختلف مقامات ظاہر ہوئے اس کے بعد اس مقام سے اوپر جہاں تک اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جاہا سیر واقع ہوئی، ہمارے حضرت عالی قدس سرہ العزیز نے دو شخصوں کے بارے میں فرمایا کہ آپ کو غضب کے دائرہ سے باہر کر دیا گیا ہے فوق (ترقی) کے منتظر ہیں۔ والسلام

مکتوب ۲۶

میرغل کے نام، سنہ منورہ کے اتباع پر ترغیب دینے اور شیخ کی محبت پر بخونگی کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى، برادر گرامی میرغل! ان دور افتادہ فقر اک جانب عافیت کے انجام والا سلام قبول فرمائیں، اگر چہ آپ سے ظاہری ملاقات حاصل نہیں ہے لیکن باطنی نسبت کشش اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ دو محبت آمیز کلمے لکھے جائیں میرے مخدوم! جب آپ نے فقر کے ساتھ اخلاص کا رابطہ (تعلق) قائم کر لیا ہے فقر کے طریق کی رعایت کرتے ہوئے اس کی نگاہداشت و لحاظ ضروری ہے لہٰذا ان دو شخصوں سے مراد غالباً حضرت خواجہ محمد سعید خواجہ محمد معصوم قدس سرہما ہوں گے۔ (مترجم)

شریعت عالیہ اور سنت منورہ کی پیروی ہاتھ سے نہیں دینی چاہئے اور حضرت یحیٰ (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہ میں
نیستی کی صفت کے ساتھ ہمیشہ متوجہ رہنے کو غنیمت جاننا چاہئے ع
[یہ نصیب کی بات ہو دیکھئے اب کس کو غایت کرتے ہیں] والسلام
ایں کار دولت ست کنون تا کار دہند

مکتوب

حقائق آگاہ مولانا محمد حنیف کے نام طالبانِ طریقت کو سلوک طے کرانے کے طریقے اور مراتب کمال
اور ان کے متعلقہ معارف کی توضیح کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوات اور دعا و سلام کے بعد برادرِ عزیز کی خدمت میں عرض ہے کہ طالبانِ طریقت کو
راہِ سلوک طے کرانے کے طریقے کا مختصر بیان اور کمالِ انکمال کی توضیح اپنی فہمِ قاصر کے مطابق تحریر کرتا ہوں
غور سے سنیں: **اَلَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ** کلمہ توحید ہے اور توحید کے معنی قدیم لذاتہ کو غیر قدیم لذاتہ سے جدا
کرنا ہے اور اس کے کئی درجات و مراتب ہیں: پہلا مرتبہ کلمہ توحید کو دل کی تصدیق کے ساتھ زبان سے ادا
کرنا ہے اور یہ مرتبہ عام مومنین کا ہے اور تمام زاہد و عابد اور علما جو کہ منازلِ سلوک طے نہیں کر رہے ہیں اور
سیرالی اللہ کی وسعتوں میں داخل نہیں ہوئے وہ سب اس مرتبہ میں شامل ہیں۔ دوسرا مرتبہ اہل سلوک کے
ساتھ مخصوص ہے جو کہ مراتب و جہوب کی طرف متوجہ ہیں اور سیرالی اللہ میں داخل ہو چکے ہیں لیکن اس کی
تکمیل کو نہیں پہنچے اس جماعت نے چونکہ یقین کر لیا ہے کہ مطلوب تک پہنچنا آئیہ کریمہ **اَلَا يَتَذَكَّرُ اِنَّ
اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ** [آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کلمے فاصلہ دین ہی ہے] کے بموجب تعلقات کو منقطع اور ماسوی اللہ سے
رہائی حاصل کے بغیر ممکن نہیں ہے وہ آئیہ مبارکہ **اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفٍ** [اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کے لئے اس کے جوف (سینہ) میں دو قلب نہیں بنائے] کے مطابق ایک دل میں اللہ تعالیٰ
کی محبت ماسوی اللہ کے ساتھ جمع نہیں ہوتی اس لئے پوری ہمت و کوشش سے قلب کے تعلقات کو منقطع
کرنے کے درپے ہیں اور مجاہدات یا محض اللہ تعالیٰ جل شانہ کے جذب و کشش کے ساتھ وہ لوگ چاہتے ہیں
کہ اس (قلب) کا علی یا حی تعلق غیر اللہ سے ٹوٹ جائے اور نیز اس کلمہ طیبہ کی مدد سے اپنے باطن کی وسعت
کو لمحہ بہ لمحہ ان تعلقات سے پاک کرتے ہیں یہاں تک کہ مقررہ وقت آجائے
تا بجا روبرو لا نزوی راہ کے رسی در سرائے **اَلَا اللّٰهُ**
[جب تک تورا ستم کو لا کی جھاڑو سے صاف نہیں کرے گا **اَلَا اللّٰهُ** کی سرائے میں کب پہنچے گا۔]
سلہ یعنی یہاں تک کہ باطن ماسوی اللہ سے بے تعلق ہو جائے (مترجم)

تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ ماسوا کو بھول جائے اور غیر اللہ کے علمی و حسی تعلق سے رہائی حاصل کر لے اور قدیم کو حادث سے علم و محبت کی رو سے جدا کرے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ حضوری اس درجہ تک دل کا ملکہ (قدرت) ہو جائے کہ اگر کوشش سے بھی ماسوا کو یاد کرے تو اس کو یاد نہ آئے اور اگر بالفرض حضرت توح علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر اس قلب والے کو دیدی جائے تو بھی ہرگز اس کے دل میں غیر اللہ کا خطرہ نہ آئے اس حالت کو فنائے قلب سے تعبیر کرتے ہیں اور (یہ) سیرالی اللہ کی تکمیل سے وابستہ اور واجب تعالیٰ (اللہ تعالیٰ) کے افعال کے ساتھ اصل ہونے کا نتیجہ ہے۔ چوتھا مرتبہ وجود اور تمام صفات سے جو کہ نفس حاضر کے وجود کی تابع ہیں تمام تعلقات کی نفی کرنا ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ وجود اور اس کے تابع کمالات واجب تعالیٰ و تقدس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ مخصوص ہیں، اگر ممکن میں ظاہر ہیں تو اسی بارگاہِ قدس سے مستفاد و مستعار ہیں اور چونکہ اس (ممکن) کا ذاتی ہے وہ عدم ہے کمال کے کمالات کے انعکاس کے واسطے سے ایک طرح کا ظہور پیدا کر لیا ہے اور دوسرے عبادات سے متمیز ہو گیا ہے اور ممکن نے اس نمود بے بود کے ساتھ اپنے آپ کو کامل اور خیر کا مبدا تصور کر کے شرکت و ہمسری کا دعویٰ ظاہر کیا ہے اور اپنی طرف متوجہ ہے اور اسل سے روگردانی کر لی ہے اور جب (اللہ تعالیٰ) اپنے فضل سے صاحب استعداد سالک کو اپنے قرب سے نوازا چاہتے ہیں تو اس کو یہ معرفت عطا فرماتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے آپ سے روگردانی کرنا اور اس پاک بارگاہ کی طرف متوجہ ہو جاتے اور نیز اس مبارک کلمہ کی تکرار سے ہر لحظہ عاریتی کمالات کو اصل کے حوالہ کرتا ہے تاکہ شرک خفی و دعوئے ہمسری سے رہائی حاصل کر لے امانت میں خیانت کرنے والا نہ بنے اور بعد ازاں کہ اس نے حادث کو قدیم کے مخصوص کمالات میں شریک کر دیا تھا قدیم کو حادث سے جدا کرے، کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

و صفائی خود بر غم حاسد تاکہ ترویج چنین متاع کا سد تاکہ
تو معدومی خیال ہستی از تو باشد فاسد خیال فاسد تاکہ

[تو حاسد کے خلاف منہی اپنی تعریف کینک کرے گا، تو ایسی کھوٹی پونجی کو کینک رواج دیگا، تو معدوم ہے، تیری طرف سے اپنی ہستی کا تخیل ایک خیال فاسد ہے تو یہ خیال فاسد کینک کرتا رہے گا۔]۔ پانچواں مرتبہ افراد (انقطاع) کی حقیقت ہے اور نفی کرنے سے نفی ہو جانے کی طرف آنے اور طریقت (کے ذریعہ) سے حقیقت سے ملنا ہے اور عاریتی کمالات کو اصل کے ساتھ ملحق دیکھنا اور خود کو جو کہ ان کمالات کا آئینہ تھا معدوم پانا اور بے حس و حرکت جہاد تصور کرنا ہے، اس کمال کو فنائے نفس سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ تجلی صفات کا نتیجہ ہے۔ چھٹا مرتبہ یہ ہے کہ عدم کو جو کہ کمالات کا آئینہ تھا کمالات کے اصل کے ساتھ مل جانے کے بعد عدم مطلق کے ساتھ لاحق پائے، اس مرتبہ میں نفس حاضر کا کمال درجہ کا زوال ظاہر ہوتا ہے کہ نہ وجود کا حکم رہتا ہے اور

نہ عدم کا اثر، لا یبقی ولا یتدر (۱) اس کو باقی رکھے گا اور چھوڑے گا) یہ کمال اگرچہ تجلی صفات کا منتہا (انتہائی درجہ) ہے لیکن اس کا حصول تجلی ذات کے پرتو کے بغیر میر نہیں ہے اس لئے کہ ہر مقام کی تکمیل اس سے اوپر کے مقام کے پرتو کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی۔

جاننا چاہئے کہ فنائے نفس میں (سالیکن) اقدام میں بہت تفاوت ہے دیکھئے کون خوش نصیب ہے جو اس کی حقیقت کو پہنچتا ہے، اگرچہ بہت سے لوگ اس معنی کا وہم و گمان کرتے ہیں اور مراقبہ میں اس کے سمندروں سے کوئی موتی حاصل کر لیتے ہیں اور شوق و محبت کے غلبہ میں یا تدریج انتہا میں فی البدایت کے طریق پر یا کامل مکمل پیر کے پرتو سے تھوڑی سی رہائی اور بخودی حاصل ہو جانے کو بہت جانتے ہیں لیکن وہ شخص جو اس رہائی سے طاقبت بشریہ کے مطابق پوری طرح متحقق ہو چکا ہو (ایسے لوگ) بہت تھوڑے ہوتے ہیں، اور جب تک اس رہائی و فناء میں کی حقیقت کو نہ پہنچے اپنی الوہیت کے ثابت کرنے کی پوری طرح نجات نہیں پاتا اور کلہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے تکرار سے اپنی الوہیت کا اثبات کرتا ہے جو کہ (اس میں) اپنے اندر کمال کی صفات ثابت کرنے کے ذریعہ سے آئی تھی اگرچہ اچھا نا اور ناد طور پر ہو یا بعض لطائف کے لئے ہو اور بعض کے لئے نہ ہو، یا کچھ اثبات ہو جبکہ وہ پوری طرح فناء نہ ہو اور بالکل بے رہائی حاصل نہ کر لے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک بزرگ کو جگل میں ایک تھوڑا گھائی پیش آئی، اس بزرگ نے نذر کی کہ اگر میں اس مشکل سے نجات پا جاؤں تو حق جل و علا کو ہرگز یاد نہیں کروں گا، القصہ اس نے نجات پائی اور شہر میں آگیا اور خوب سیر ہو کر دکھایا اور مر گیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ اپنی نذر میں سچا تھا اس لئے کہ اگر وہ زندہ رہتا یا دکرنا اور نہ کرنا دونوں مشکل تھا اور شیخ الاسلام نے کہا کہ اس نے جو یہ نذر دانی تھی کہ ہرگز اس کو یاد نہیں کروں گا اپنی یاد کی شرم کی وجہ سے کہا تھا کیونکہ اس شخص کا یاد کرنا کسی طرح بھی اس پاک بارگاہ کے لائق نہ ہوتا، اس کا ذکر اسی کی طرف لائق ہے۔ حضرت شیخ محی الدین قدس سرہ آیت کریمہ و لدن من شیء لا یسبحہ محمد (۲) اور ہر چیز اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتی ہے) کی توضیح میں فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ مجھ کو ضمیر شی (چیز) کی طرف راجع ہو یعنی کوئی چیز نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اپنی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اس لئے کہ اس کی تسبیح اسی کی طرف لائق ہے اور مرتبہ تقدس و تنزہ (ذات پاک باری تعالیٰ) کے لائق نہیں ہے۔

تو جان لے کہ چونکہ اشخاص عالم اسماء و صفات کے ظلال میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ہر اسم کے کتنے ہی ظلال درمیان میں ہیں تب نوبت اس شخص تک پہنچتی ہے پس فنا و بقا کی ترقی کے وقت جو اسم کہ سالک مبدائعین ہے اس کے ظلال میں سے کسی ظل کے ساتھ حصول میر ہوگا اور مستحبات (تعلقات) کو

اس اسم کے جو کہ ظلال میں سے ایک ظل ہے حوالہ کر کے اس اسم کے اوصاف کے ساتھ متحقق ہو جائے گا کیونکہ ہر اسم اسماء و صفات کا جامع ہے، اس اسم کے ساتھ متحقق ہو جانے کے بعد جب وہ فوق کی طرف متوجہ ہوگا تو اوپر کے ظل کے ساتھ جو کہ اس اسم کی اصل ہے اس اسم ہی کی طرح متحقق ہو جائے گا اور اس تختانی (نیچے والے) اسم کو چھوڑ کر فوقانی (اوپر والے) اسم کے ساتھ جو کہ اس کی اصل ہے جائے گا اور اسی طرح دوسری اصل سے تیسری اصل کے ساتھ اور تیسری سے چوتھی کے ساتھ اور چوتھی سے پانچویں کے ساتھ اور پانچویں سے چھٹی اور ساتویں اور جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے بقا حاصل کر لے گا دیکھئے کون صاحب نصیب ظلال کے ان تمام مراتب سے گذر کر اصل اسم کے ساتھ وصل ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ میں سات سال تک مولانا عارف قدس سرہ کے ہمراہ اس کوشش میں رہا کہ اصل سے آگاہی حاصل کروں تین بار حجاز کے سفر گیا، اگر میں وہاں مولانا کی مانند یا ان کے مقامات کا کچھ بھی مظہر کسی کو یا لیتا تو ہرگز واپس نہ لوٹتا۔

جاننا چاہئے کہ اسم کے ظلال میں وصول اور اس کے مراتب میں سیر کو ولایت صغریٰ سے تعبیر کرتے ہیں جو کہ اولیاء کی ولایت ہے اور اسماء و صفات کے اصول میں سیر ولایت کبریٰ کے ساتھ وابستہ ہے جو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے اور یہ دونوں ولایتیں اسم الظاہر سے تعلق رکھتی ہیں اور اس اسم سے گذرنے کے بعد اسم الباطن ہے جو کہ ملا ابراہیم (فرشتوں) کی ولایت ہے اور اسم الظاہر و اسم الباطن کا فرق حضرت قطب المحققین ہمارے مرشد قدسنا اللہ سبحانہ بسرا الاقدس کے مکتوبات قدسی آیات میں مذکور ہے مختصر یہ ہے کہ اسم الظاہر ایک اسم ہے کہ جس میں ذات بالکل ملحوظ نہیں ہے اور اسم الباطن میں اسم کے پردہ میں ذات ملحوظ ہے پس مثلاً علم میں سیر ہونا اسم الظاہر میں سیر ہے اور علم میں سیر ہونا اسم الباطن میں سیر ہے اور اسم الباطن سے گذرنے کے بعد عروج کی جانب میں انبیاء و مرسلین علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے مراتب فرق کے مطابق کمالانیت پیش آتے ہیں اور کمالانیت حاصل ہونا اصالتاً تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہے اور تبعیت و وراثت کے طور پر جسے چاہیں نوازیں، یہ ہے خلاصہ مطلب۔ اور یہ جو اوپر دومرتبہ ذلے نفس کے بارے میں کہا گیا ہے اجمال و کلیہ کے اعتبار سے تھا ورنہ ہر اسم میں فنا کا حاصل ہونا جو کہ ظلال و اصول کے مراتب میں لکھا گیا ہے مراتب توحید میں سے ایک مرتبہ ہے۔

ساتواں مرتبہ ذات تعالیٰ و تقدس کو صفات و اسماء تعالیٰ و تقدس سے جدا کرنا ہے کیونکہ ذات سے محبت کرنے والا صفات کی شرکت کو گوارا نہیں کرتا اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اس کی صفات کا جدا ہونا منظور نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کسی وقت اور کسی حال میں بھی صفات سے الگ نہیں ہے لیکن المرء لہ آپ حضرت امیر کمال کے خلیفہ ہیں آپ کا مولد و دفن قرۃ دیگ گران ہوجا رہا ہے نو فرسخ شرعی کے فاصلہ پر نہر کوہک کے کنارے واقع ہے (رحمتا معرب ص ۴۷)

مع من احب [آئی اس کے ساتھ ہے جس کو وہ محبت کرتا ہے] کے مقصدا کے مطابق ذات (سائلک) کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ایک ایسی معیت ہے کہ صفات میں سے وہاں کچھ بھی ملحوظ نہیں ہے پس ذات کا صفات سے الگ ہونا دید و محبت میں ہے جس کا (ثمرہ) معیت مذکور ہے اور پس نہ کہ خارج اور فضل لامر میں سے ومن بعد ہذا امایں ق صفاتہ وما کفہ احظی لدیہ واجل

[اور اس کے بعد مقام] جس کی صفات کا بیان بہت مشکل ہے اور وہ مقام ہے جس کا چھپانا اس کے نزدیک زیادہ مناسب (ہوتا ہے)۔ تنبیہ: اور جب معاملہ ظلال و اصول کے مراتب سے اوپر چلا جاتا ہے اور اصل کو بھی ظل کی طرح چھوڑ دیتا ہے اور کمال بلندی اور عدم تمیز کی وجہ سے حیرت و جہل تک پہنچ جاتا ہے تو جو معاملہ کلمہ طیبہ کے ساتھ وابستہ تھا تکمیل کو پہنچ جاتا ہے اور اس مقام میں اس کلمہ کی تکرار کوئی فائدہ نہیں دیتی، اس مقام میں ترقی درجات کے فرق کے مطابق نماز اور تلاوت قرآن مجید سے ہوتی ہے۔ ہمارے حضرت قدس اللہ سرہ الاقدس سے سنا گیا ہے کہ اس وقت میں اگر کلمہ طیبہ کا تکرار اس لحاظ سے کیا جائے کہ یہ بھی قرآن مجید کا لفظ ہے اور ابتدا تعوذ سے (اعوذ باللہ) پڑھ کر کی جائے تو قرآن مجید کی تلاوت کا ثمرہ اور اس کا فائدہ دیتا ہے لیکن یہ سن کر تو کچھ اخیر ہے، اول و آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ ہمیشہ صلوة و سلام ہو اور آپ کی آل و اصحاب علیہم السلام پر اور تمام انبیاء و المرسلین و ملائکہ و صالحین پر بھی صلوة و سلام ہو۔

مکتوبہ

میر محمد خاں کے نام ذکر کے التزام پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

میرے مخدوم امولیٰ محل و علا اللہ تعالیٰ کی نظر کا مقام دل ہے، دل کو پاکیزہ رکھنا چاہئے اور حق تعالیٰ شانہ کے نظر کے مقام کو مخلوق کے نظر کے مقام سے کم درجہ کا نہیں بنانا چاہئے اور زیب و زینت میں (اُس سے) کم تر نہیں رکھنا چاہئے، دل کی پاکیزگی ذکر سے وابستہ ہے ذکر و فکر پر ہمیشگی کریں، باطن کے سبق کو عزیز جانیں، نیستی کے وصف کے ساتھ اس پاک بارگاہ کی جانب ہمیشہ متوجہ رہنے کو سب سے زیادہ لذیذ نعمتوں میں شمار کریں، اس بلند بارگاہ کی گرفتاری کو عزیمت والے کاموں میں سے تصور کریں

ہر چہ جز عشق خدائے احسن ست

[ہندائے تعالیٰ کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے اگرچہ شکر ڈھال کا کھانا ہی کیوں نہ ہو وہ بھی جان لیوا ہے]

والسلام

مکتوب ۲۹

بزرگوار محمد خانی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ فانی لذات کی تکمیل کے امراض کا علاج اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی تعمیل کی دعا میں ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو دونوں جہان کے مقاصد کے حصول کے ساتھ سر بلند رکھے، فانی لذتوں کے آسائشوں کا علاج احکام شریعہ کے بجالانے اور اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی تعمیل پر موقوف ہے، اگر یہ تعمیل ارشاد اور فرمانبرداری درمیان میں نہ ہو تو وہ لذتیں مفسد و ناپسندیدہ ہیں اور ان کا نتیجہ ناراضگی و عقوبات ہے۔ حقیقی کامیابی لذات کی تکمیل کے حتی الامکان ترک کرنے میں ہے اور جو شخص کہ (ان کا) ارتکاب کرتا ہے اور ان کا علاج بھی کرتا رہتا ہے وہ بھی ان کی مضرت سے محفوظ ہے پس اس شخص پر افسوس ہے جو ان لذتوں کا ترک نہیں کرتا اور اصرار پر رہتا ہے اور اوامر و نواہی کی تلخی سے ان کا علاج نہیں کرتا اور حقیر چیزوں میں منہمک ہے اور اپنے آپ کو سر بلند نہیں کرتا پس اس پر حسرت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کیا اور خواہشات کی پیروی کی اور دنیاوی زندگی کو ترجیح دی اور خیر و باقی (یعنی آخرت) سے روگردانی کی، کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے اور بیشک آخرت متقیوں کے لئے ہے پس جب بہت بڑی ہلاکت (قیامت) آئے گی اس روز انسان اپنی کوشش و کمائی کو یاد کرے گا اور اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے اپنے رب کی طرف عروج کیا اور مخلوق کی طرف متوجہ نہیں ہوا اور اپنی دونوں آنکھوں کو دنیاوی زندگی کی رفتی پر نہیں لگایا اور اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات سے روکا اور اپنے اہل و عیال کو نماز کا امر کیا اور ان سب امور پر قائم رہا پس اس کے لئے خوشخبری اور بشارت ہے، اور اس شخص پر سلام ہے جس نے ہدایت کی پیروی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اختیار کی۔

مکتوب ۵

شیخ اسد اللہ افغان کے نام ان سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے تحریر کئے تھے۔
 اول یہ کہ توحید کو دوام حاصل ہے یا نہیں، دوم یہ کہ سیر انفسی حاصل ہونے کے بعد سیر آفاقی کئے
 ریاضت کرے یا نہ کرے، سوم یہ کہ خوارق افضل ہیں یا معارف چہام یہ کہ خانی الشیخ ہو یا غیر خانی اللہ

ہونا ممکن ہے یا نہیں، پہنچے یہ کہ طالبین کے لئے یہ جو مقرّر ہے کہ ہر گھڑی نئی منزل ہونی چاہئے یہ باطنی محبت کے باعث ہر باظاہری طاعات کے باعث، یا کثوف کے یا فافا و نقائے بارے میں اگر آخری بات مراد ہے تو فانی کی ترقی کی معنی سے ہر ششم یہ کہ جب میر کی حالت اس درجہ کی ہو جائے کہ جب وہ چاہے مرشد کی صورت ظاہر ہو جائے تو کیا اس کو لازم ہے کہ حضور میں آئے یا نہیں، ہفتم یہ کہ جب سالک کا وقت خلوت اور انجمن میں یکساں ہو جائے تو وہ خلوت میں بیٹھے یا نہیں ششم یہ کہ ارواح کا شہود (مشاہدہ ہونا) مراقبہ میں بہتر ہے یا معاشرت میں۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: برادر عزیز شیخ اسد اللہ کے مکتوب نے پہنچ کر مسرور کیا (اس میں) چند سوالات درج تھے اُن کے حل میں (اپنی) فہم قاصر کے مطابق لکھتا ہوں غور سے نہیں:-
آپ نے پوچھا تھا کہ مسعود بیگ فرماتے ہیں:-

رفت مسعود بیگ جملہ صفات بشر او کہ ہمہ ذات بود باز ہاں ذات شد

(مسعود بیگ سے تمام بشری صفات دُرِ گوشتیں وہ جو کہ ذات تھا چھوڑی ذات ہو گیا) جس شخص کو یہ حالت پیش آجائے تو کیا وہ ہمیشہ اسی میں رہتا ہے یا کبھی کبھی (ایسا) ہوتا ہے؟۔ جان لیں کہ بعض طالبین کو (یہ کیفیت) کبھی کبھی حاصل ہوتی ہے اور بعض کے لئے یہ حالت دائمی ہے، کامل اہل اللہ کے نزدیک معتبر وہی حالت ہے جو کہ دائمی ہو خواہ یہ حالت ہو یا کوئی اور حالت ہو، اور جو دائمی نہیں ہے وہ کچھ زیادہ معتبر نہیں ہے مگر یہ کہ اس حالت سے ترقی حاصل ہو جائے اور زیادہ اوپر چلا جائے۔ جانا چاہئے کہ اس حالت کا نشا (جائے پیدائش) سُکر کاغلبہ اور محبت کی زیادتی جس نے سالک کی بصیرت کی آنکھ سے تیز کو اٹھا دیا اور ممکن کو عین واجب تعالیٰ بنا دیا ہے، یہ معاملہ سالک کے شہود (مشاہدہ) میں ہے اور بس، حقیقت کا بدل جانا محال ہے۔
تو انوشوی و لیک گر جہد کنی جائے برسی کر تو توئی برخصیزد

۱۹ (تو وہ تو نہیں ہو جائے گا لیکن اگر نوکوش کرے تو ایسے مقام پر پہنچ جائے گا کہ تجھ سے تیرا ہونا جانا رہے گا) اس راستہ میں توحید شہودی درکار ہے توحید وجودی کچھ درکار نہیں ہے، چاہئے کہ سالک کا مشہود و معلوم و مطلوب ذات احدیت تعالیٰ کے سوا کچھ نہ ہو تاکہ فنا ظاہر ہو جائے و بدو نہ خطر القتاد (اور اس کے علاوہ سب بیکار ہے) اور دوسری بات آپ نے یہ پوچھی تھی کہ جس شخص کو سیرِ آفاقی کے بغیر سیرِ انفسی حاصل ہو جائے وہ سیرِ آفاقی کے لئے محنت کرے یا نہ کرے؟۔ آپ جان لیں کہ سیرِ انفسی کے کمال کو مطلوب تک پہنچنا قرار دیتے ہیں اور سیرِ آفاقی کو مطالب (مقاصد) میں سے شمار نہیں کرتے پس جو شخص کہ مطلوب سے واصل ہو گیا غیر مطلوب کے لئے محنت کیوں کرے اور منزل پر پہنچنے کے بعد راستہ کی ہوس کیوں کرے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ

جس شخص کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہے اس کو سلوک جذبہ کے ضمن میں حاصل ہو جاتا ہے اور سیرِ آفاقی سیرِ انفسی کے ضمن میں میسر ہو جاتی ہے کیونکہ جذبہ کو سیرِ انفسی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور سلوک سیرِ آفاقی ہے۔ نیز آپ نے پوچھا تھا کہ خوارقِ افضل میں یا معارف اور اگر معارف افضل میں تو تمام فاسق و فاجر معارف کہتے اور بیان کرتے ہیں اور خوارق اس قسم نہیں ہے۔ آپ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کے معارف خوارقِ عادات اور مخلوقات میں سے غائب چیزوں کے کشف سے افضل ہیں کیونکہ معارف واجب تعالیٰ و تقدس (اللہ تعالیٰ) کی ذات و صفات کے اسرار کا کشف ہے اور خوارقِ مخلوقات کے حالات کا کشف ہے، پس جیسا کہ خالق و مخلوق میں فرق ہے معارف و خوارق میں بھی ویسا ہی فرق تصور کرنا چاہئے کیونکہ پہلے (معارف) کا تعلق خالق تعالیٰ شانہ کے ساتھ ہے اور دوسرے (خوارق) کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہے اور نیز صحیح معارفِ ایمان کے کمال میں داخل اور اس کی زیادتی کا سبب ہیں اور خوارق ایسے نہیں ہیں اور کوئی انسانی کمال اُن سے وابستہ نہیں ہے صرف اتنا ہے کہ بعض کا بلین کو حاصل ہوتے ہیں اور نیز اہل اللہ میں ایک کو دوسرے پر فضیلت معارفِ الہی جل سلطانہ کی وجہ سے اور ذات و صفاتِ تعالیٰ و تقدس کے اسرار منکشف ہونے کے ساتھ ہے نہ کہ کشف و کرامات کے ساتھ، اگر خوارقِ عادات معارفِ الہی سے افضل ہوتے تو جو گیوں اور برہمنوں کو جو کہ ریاضتوں کے ذریعہ سے خوارق کا اظہار کرتے ہیں (ان کا اہل اللہ سے افضل ہونا چاہئے جو کہ معارف میں مضبوط قدم رکھتے ہیں اور خوارق کے اظہار کی طرف التفات نہیں فرماتے اور خالق تعالیٰ و تقدس کی جانب توجہ رکھنے کے باوجود مخلوق کے احوال کے کشف کی طرف توجہ کرنے میں اپنا تنزل سمجھتے ہیں۔ آپ نے عجیب عامیانہ سوال کیا ہے، خوارقِ عادات کمالِ قربِ الہی کی کچھ بھی دلیل نہیں ہیں کیونکہ اہلِ باطل کو بھی حاصل ہیں، اُن کا مدار بھوکا رہنے اور ریاضت پر ہے قرب و معرفت کے ساتھ ان کا کچھ بھی تعلق نہیں ہے اور کشف و کرامات کا طالب ماسوا کا طالب اور اس کا گرفتار قرب و معرفت سے بے نصیب ہے۔

زابلین لعین بے سعادت	شود پیدا ہزاراں خرقِ عادت
گہے از در آید گاہ از بام	گہے در دل نشیند گہ در اندام
رہا کن تشرہات و شط و طامات	خیال نور و اسباب کرامات
کرامات تو اندر حق پرستی است	جزاں کبر و ریا و عجب و ہستی است

[بداطوار لعین ابلیس سے ہزاروں خرقِ عادت ظاہر ہوتی ہیں، کبھی وہ روانہ سے داخل ہوتا ہے کبھی چھت سے، کبھی وہ دل میں بیٹھتا ہے اور کبھی جسم میں، لغویاتِ خلافِ شرع کلمات، شنی کی باتیں، نور کے خیالات اور کرامات کے اسباب ترک کر دے، تیری کرامات حق پرستی میں ہیں، اس کے ماسوا تکبر و ریا و عجب اور خود پنداری ہے]

یعنی مرتبہ انسانی کا کمال فنا و نیستی میں ہے اور طاعت و عبادت اور سلوک و ریاضت سے غرض دراصل یہ ہے کہ سالک اپنی ذات کے عدم ہونے پر دانا و مینا ہو جائے اور جان لے کہ ہستی اور اس کے متعلقات اہمال کے طور پر مرتبہ و جوب تعالیٰ و تقدس کا خاصہ ہے اور جب وہ (سالک) چاہتا ہے کہ کرامت و خرق عادت کا اظہار کرے اور عوام کو اپنا معقد بنائے اور اپنے آپ کو اس کے ذریعہ تمام مخلوق پر ممتاز کرے تو لازماً ریاس کے لئے تکبر و عجب و ہستی کا موجب ہو گا اور وہ شخص عبادت و سلوک و ریاضت کے فائدے سے بے بہرہ و محروم ہو جائے گا اور یہ بات راہ معرفت کے لئے رکاوٹ ہوگی، نعوذ باللہ سبحانہ من ذلک (امام اس) اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

سلطان وقت شیخ ابوسعید ابوالخیر (قدس سرہ) سے لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص پانی کے اور چلتا ہے آپ نے فرمایا آسان بات ہے ایک پرندہ اور ایک چڑیا بھی پانی پر چلتی ہے، لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص ہوا میں اُڑتا ہے، آپ نے فرمایا ایک چیل اور ایک کبھی بھی ہوا میں اُڑتی ہے، لوگوں نے کہا فلاں شخص ایک لکھڑی میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں پہنچ جاتا ہے آپ نے کہا شیطان بھی ایک سانس میں مشرق سے مغرب تک چلا جاتا ہے اس قسم کی چیزوں کی کچھ زیادہ وقعت نہیں ہے، مردود ہے جو کہ مخلوق کے درمیان بیٹھے، لیکن جن کے شادی کرے، خلقت کے ساتھ مل جل کر رہے اور ایک لحظہ (بھی) اللہ تعالیٰ عز و جل سے غافل نہ ہوئے

فوائد الہی

حضرت شیخ الشیوخ (شہاب الدین ہروردی قدس سرہ) عوارف میں خوارق و کرامات کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں کہ ان سب خوارق و کرامات کا مرتبہ قلب کو ذکر کے ساتھ آسان کرنے اور ذکر ذات کے وجود کے مرتبہ سے بہت نیچے ہے۔ شیخ الاسلام ہروی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اہل معرفت کی فراست یہ ہے کہ ان لوگوں کو جو حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ کے اہل ہیں ان لوگوں سے جو اس کے اہل نہیں ہیں تمیز کریں اور ان اہل استدعا کو سچا نہیں جو حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں مشغول رہتے ہیں اور مقام جمع میں پہنچ چکے ہیں اور ریاضت، بھوکا ہونے، خلوت اور تصفیہ باطن والے ایسے لوگوں کی فراست جو کہ مرتبہ ولایت کو نہیں پہنچے ہیں صورتوں کا کشف اور غائب چیزوں کی خبر دینا ہے ان کا کشف اور خبر دینا مخلوقات کے ساتھ خاص ہے کیونکہ یہ جماعت حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ سے محروم ہے، اور اہل معرفت کی مشغولیت چونکہ واردات الہی جل و علا کے معارف کے ساتھ ہے اس لئے ان کا خبر دینا بھی اسی بارگاہ سے متعلق ہے اور اکثر اہل علم چونکہ اس مقدس بارگاہ سے بیگانہ ہیں اور ان کے دل دنیا کی طرف مائل ہیں (اس لئے) صورتوں کا کشف ہونا اور غائب و پوشیدہ چیزوں کی خبر دینا ان کے نزدیک بہت بڑی بات ہے اور اس (صورتوں کے کشف) کے اہل کو اہل اللہ جانتے ہیں اور حق جل شانہ کے مقربین میں شمار کرتے ہیں اور اہل حقیقت کے کشف سرور گردانی

۱۶۱

کرتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہ کے منعلق جو کچھ یہ (بزرگ) خبر دیتے ہیں اس کا یقین نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ اگر یہ اہل حق ہیں تو مخلوقات کے احوال کی خبر کیوں نہیں دیتے اور جبکہ یہ لوگ مخلوقات کے احوال کے کشف پر قادر نہیں ہیں تو ان امور کے کشف پر جو ان سے بزرگ ہیں کس طرح قادر ہوں گے اور کیونکر اہل معرفت ہیں سے ہوں گے اور (وہ لوگ) اس فاسد قیاس کے ساتھ اہل اللہ کو جھٹلاتے ہیں، وہ نہیں جانتے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ جو اہتمام وغیرت ان حضرات کے بارے میں رکھتا ہے (اس کی وجہ سے) اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ یہ حضرات مخلوق کے حالات کے درپے اور ان میں مشغول ہوں اور غیر اللہ کی طرف متوجہ ہوں اور اگر وہ مخلوق کے احوال کے درپے ہوں تو وہ اس بلند مرتبہ کے لائق نہیں ہوں گے پس اہل حق مخلوق (سے وابستگی) کے لائق نہیں ہیں جیسا کہ اہل خلق حق تعالیٰ (سے وابستگی) کے لائق نہیں ہیں، اگر اہل حقیقت صورتوں کے کشف کی طرف ادنیٰ سی توجہ بھی کریں تو دوسروں سے زیادہ بہتر حاصل کر لیں، اور چونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے نزدیک اہل صفا و ریاضت کی فراست کچھ وقعت نہیں رکھتی اسی لئے مسلمان و یہود و نصاریٰ اور تمام جماعتیں اس میں شرکت رکھتی ہیں اور (یہ چیزیں) اہل اللہ کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتیں۔ یہاں تک شیخ الاسلام کے کلام کا خلاصہ ہے۔

ہاں بعض اولیاء اللہ کو بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی بنا پر خوارق کے اظہار کا حکم کرتے اور اجازت دیتے ہیں، تعجب ہزار تعجب کہ آپ نے خوارق کی معارف کے ساتھ کیا نسبت تصور کی ہے کہ اس قسم کے ساقط (گھٹیا) سوال کی جرأت کی ہے جن معارف الہی کو ان کی (اہلیت نہ رکھنے والے بیان کرتے ہیں ان سے معارف کی شان میں کوئی کمی نہیں آتی اور اس پر حجت درست ہو جاتی ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ قیمتی موتی خیس کناس (کینہہ خاکروب) کے ہاتھ لگ جائے تو اس موتی کی جو ہریت و نفاست میں کوئی نقص نہیں آتا پس وہ اشکال بھی دور ہو گیا جو آپ نے لکھا تھا کہ معارف کو فاسق و فاجر بھی بیان کرتے ہیں اور خوارق کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ مقدمہ شرک الالزام ہے (یعنی معارف و خوارق دونوں پر لازم آتا ہے) خوارق میں بھی اہل حق و اہل باطل دونوں شریک ہیں پس آپ کا یہ کہنا کہ خوارق اس قسم سے نہیں ہیں درست نہیں ہے، اور نیز میں کہتا ہوں کہ گفتگو معارف و اسرار الہی کے کشف کے بارے میں ہے کہ اہل اللہ جس کے ساتھ ممانہ ہیں اگر کوئی بطل (جھوٹا مدعی) تقلید کی بنا پر معارف بیان کرے نہ کہ کشف و حال کی بنا پر تو وہ بحث سے خارج ہے اور اگر یہ کہیں کہ بہت سے بطل (جھوٹے مدعی) معارف الہی میں کشف و حال کا دعویٰ کرتے ہیں اور توحید و احاطہ و سر بیان ذاتی (ذات کا سرایت کر جانا) نیز کشف بیان کرتے ہیں تو ہم جواب میں کہتے ہیں کہ ان کے دعویٰ کو تسلیم کرنے کی صورت میں کہ یہ معارف جن کو

یہ جھوٹے لوگ بیان کرتے ہیں معارف الہی کہاں سے ہوں گے اور اس توحید و سر بیان و احاطہ میں ان کا مشہد
حق تعالیٰ کی ذات اور اس کی شیون ذاتیہ کیسے ہوں گی، شیطان کے مکرو فریب ہمارے اور تمہارے احاطہ
سے باہر میں کوئی شخص کیا جانے کہ وہ (شیطان) کن راستوں سے اپنے ماننے والوں کے پاس آتا ہے اور
باطل چیزوں کو حقانیت کے عنوان سے دکھاتا ہے اور غیر حق کو حق جلاتا ہے اور اس (غیر حق) کے احاطہ و
سر بیان کو حق کا احاطہ و سر بیان سمجھاتا ہے، تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً [اللہ تعالیٰ کی شان ان (باطلوں)
سے بہت بلند اور برتر ہے]، غیب الغیب کے راستہ میں ذرات میں سے ہر ذرہ انا الحق (میں خدا ہوں) کی آواز
لگاتا ہے اور اس (راستہ کا) ہر خس و خاشاک اپنی عبادت کی طرف بلاتا ہے بد نصیبی ہو اگر رحمت (الہی)
دشگیری نہ فرمائے اور ان جہلک گرد والوں سے باہر نہ نکالے۔ ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سبحانہ بصرہ اللہ
نے لکھا ہے کہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ سالک پر عالم ارواح کا انکشاف ہوتا ہے اور وہ اس کی لطافت
بچپنی کی وجہ سے اس کو ذات حق تعالیٰ جانتا ہے اور اس کے احاطہ و سر بیان کو کہ اجسام کے ساتھ ہے
حق تعالیٰ کا احاطہ و سر بیان دیکھتا ہے اور کثرت کے آئینوں میں اس کے شہود کو کثرت میں وحدت کا
شہود تصور کرتا ہے اور اس راہ کے سالکوں کے لئے یہ ایک بڑے مغالطہ کا مقام ہے۔ مثلاً مخ متقدمین
میں سے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ میں نے تیس سال تک روح کو خدا سمجھ کر پرستش کی ہے۔ اور
حضرت (مجدد الف ثانی) قدس سرہ کے مکتوبات قدسی آیات میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ مشائخ وقت
میں سے ایک بزرگ نے حضرت (مجدد الف ثانی) قدس سرہ کو پیغام بھیجا اور اپنے احوال بیان کئے کہ
فنا اور محویت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اگر میں زمین کی طرف نگاہ کرتا ہوں تو زمین کو نہیں پاتا
اور اگر آسمان کی جانب نظر ڈالتا ہوں تو اس کو بھی نہیں پاتا اور اسی طرح عرش و کرسی و بہشت و
دوزخ کا بھی وجود نہیں پاتا اور اپنے آپ کو بھی نہیں پاتا ہوں اور جس شخص کے پاس جاتا ہوں اس کو
بھی نہیں پاتا ہوں اور حق تعالیٰ شانہ کے وجود کی کوئی انتہا نہیں ہے اس کی نہایت کو کسی شخص نے
نہیں پایا ہے الی آخر اقال۔ اور نیز لکھا تھا کہ میں اس کو کام کی انتہا جانتا ہوں اور مشائخ نے بھی
یہیں تک بات کی ہے اگر آپ بھی اس معنی کو نہایت جانتے ہیں تو بہتر ہے اور اگر اس کے علاوہ کسی دوسری
چیز کو نہایت کہتے ہیں تو مجھے اطلاع دیں تاکہ طلب حق کے لئے آپ کے پاس آجاؤں۔ حضرت عالی قدس سرہ
نے اس کے جواب میں لکھا کہ اس حالت والے (سالک) نے قلب کے چوتھے حصہ کو طے کیا ہے اور نیز حضرت
(قدس سرہ) نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کی یہ فنا و محویت عنصر معانی ہے جو کہ ذرات میں سے ہر ذرہ کو محیط ہے

اور اس شخص کا مشہور ہوا کہ سوا اور کچھ نہیں ہے اور اس نے اسی کو خدائے بے تہایت جان لیا ہی تعالیٰ اللہ عن ذلک (اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے)۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یہ توحید کشف و حال کے عنوان سے ظاہر ہوتی ہے اور حقیقت میں کشف و حال نہیں ہوتا بلکہ خیال کے غلبہ سے پیدا ہوتا ہے اور بہت زیادہ غور و فکر کرنے کی وجہ سے یہ معنی قوتِ متخیلہ میں منقش ہو جاتا ہے جیسا کہ ہمارے حضرت قدسنا اللہ بسرہ الاقدس نے توحید شہودی و وجودی کی تحقیق والے مکتوب میں لکھا ہے کہ ”توحید وجودی کا منشا (جائے پیدائش) ایک جماعت کے لئے عرفات کی مشق کی کثرت اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے معنی کا موجود الا اللہ سمجھنا ہے، اس قسم کی توحید کا ظہور حیلہ و غور و فکر اور خیال پکانے کے بعد خیال کے غلبہ کی وجہ سے ہوتا ہے کہ معنی توحید کی کثرت مشق سے یہ معرفت قوتِ متخیلہ میں منقش ہو جاتی ہے اور چونکہ اس قسم کی توحید اس صاحبِ توحید کے بنالینے سے بنی ہے اس لئے معلول (علت والی) ہے اس توحید والا شخص اربابِ احوال میں سے نہیں ہے کیونکہ اربابِ احوال وہ لوگ ہیں جو اربابِ قلوب ہیں نہ وہ (اس توحید والا شخص) اس وقت میں مقامِ قلب کی کوئی خبر نہیں رکھتا اور یہ توحید علمی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں ۔۔۔۔۔۔ لیکن علم کے بھی بہت سے درجے ہیں ان میں سے بعض کو بعض پر فوقیت ہے الی آخر“ جبکہ صوفیہ کے طبقے میں جو کہ اہل حق ہیں اس قسم کی غلطیاں رونما ہوتی رہتی ہیں تو ہم باطل لوگوں میں جو کہ شیطان لعین کی دام گاہ ہیں اللہ تعالیٰ جل شانہ ہی جانتا ہے کہ کس قسم کے مغالطے ہوتے ہوں گے کہ جن سورہ ابلیس لعین کی مکاری کے باعث نکلنے کی راہ نہیں رکھتے۔

اپنے پوچھا تھا کہ فنا فی الشیخ کے بغیر فنا فی اللہ ہو جاتا ہے یا نہیں؟ جان لیں کہ شیخ فیوض کا واسطہ ہے جب تک واسطہ درست نہ ہوگا مطلب تک کس طرح راستہ پائے گا پس فنا فی الشیخ کے بغیر فنا فی اللہ حاصل ہونا مشکل ہے اور مرید کو چاہئے کہ اپنے ارادے کو اپنے شیخ کے ارادہ کے تابع کر دے اور اپنے آپ کو پوری طرح اس کے سپرد کر دے اور اس کی صحبت میں کاملیت بینیدی الغسال ہو جائے۔

[ایسا ہو جائے جیسا کہ میت نبھانے والے کے ہاتھ میں ہوتی ہے] اور یہ معنی تمام طریقوں میں درکار ہے، خاص طور پر ہمارے طریقہ میں کیونکہ اس طریقہ عالیہ میں افادہ و استفادہ انعکاسی ہے اور صحبت پر موقوف ہے پس شیخ مقتدا کے ساتھ مناسبت کے اسباب جس قدر زیادہ رکھنا ہوگا صحبت کی تاثیر اسی قدر زیادہ ہوگی اور فیض اخذ کرنے کا راستہ اسی قدر کشادہ ہوگا، ہاں اگر کوئی شخص ایسی ہنوظاہری پیر کا محتاج نہ ہو اور صرف عنایتِ (الہی) اس کے حال کی کفالت کرنے والی ہو تو ہو سکتا ہے کہ فنا فی الشیخ کے بغیر

اس کو فانی اللہ حاصل ہو جائے۔
 آپ نے پوچھا تھا کہ مطالبان حق جنہاں و علا کہتے ہیں کہ ایک منزل اور ایک مقام میں نہیں رہنا چاہیے
 مگر ہٹری اور ہر لحظہ نئی منزل ہونی چاہئے پس یہ باطن کی محبت کے بارے میں ہے یا ظاہری طاعت یا کثوف
 یا فنا و بقا کے متعلق ہے، اگر فنا و بقا کے بارے میں ہے تو جو چیز کہ فانی ہو گئی اس کی ترقی کس معنی میں ہے؟
 (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ یہ منازل و مقامات کمالات اسمائے الہی جل شانہ میں اور ان کمالات کے ساتھ
 بقا حاصل کرنے میں ہیں۔ جب سالک رشید بشری کہ درتوں سے باطن کے آئینے کی صفائی کرتا ہے اور ماسوی اللہ
 سے سر (باطن) کا تخلیہ کرتا ہے جو کہ فنا کا حاصل (نتیجہ) ہے تو اس کے لئے مستعد ہو جاتا ہے کہ اسمائے الہی اس
 میں جلوہ گر ہوں اور وہ ایک ایک اسم کے ساتھ بقا و تحقق پیدا کر لے، پس ماسوی اللہ سے فنا حاصل ہونا
 بقا میں ترقی کا معاولہ ہے اور اسماء کے ساتھ تحقق اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ بقا فنا کے
 بعد و نہما ہوتی ہے، بزرگوں نے کہا ہے کہ کمالات محبوب کی انتہا نہیں ہے محبوب ہر گھڑی محبت کرنے والے
 کے آئینہ میں کسی ایک کمال کے ساتھ جلوہ گر ہے اور ہمیشہ ترقی کی راہ اس پر کھلی ہوتی ہے اور اگر وہ ایک تجلی
 میں رک جائے تو ترقی کا راستہ مسدود ہو جائے اور اسی معنی میں مسعود بیگ نے کہا ہے۔

بیزارم از ان کہنہ خدائے کہ تو داری ہر لحظہ مرا تازہ خدائے دگر ہست
 [میں اس پرانے خدا سے بیزار ہوں جو کہ تو رکھتا ہے میرے لئے ہر لحظہ ایک اور تازہ خدا ہے] اور نیز اسی اعتبار سے
 بزرگوں نے کہا ہے کہ وصول کی منزلیں ابد الابد تک منقطع نہیں ہوتیں۔
 یہ حسن غایت دارانہ سعدی را سخن پایاں بمیرد شش مستقی و دریا ہمچناں باقی

[اس کے جس کی کوئی انتہا ہے اور نہ ہی سعدی کے کلام کی کوئی حد ہے] استقامت والا پیا سام جاتا ہے اور دریا اسی طرح
 باقی رہتا ہے۔ اور اس سیر کو سیر معشوق و عاشق (معشوق کی سیر عاشق میں) کہتے ہیں۔ بزرگوں نے کہا ہے
 کہ عاشق اس مقام میں سیر سے سیر ہو چکا (جی بھر چکا) ہے۔

آئینہ صورت از سفر دور است کاں پذیرائے صورت از نور است
 [عاشق آئینے کی طرح سفر سے دور ہے، یعنی سفر کا محتاج نہیں ہے، کہ وہ صورت کو نور کی وجہ سے قبول کرتا ہے]
 اور یہ جواب قوم (صوفیاء) کی اصطلاح پر ہے اور ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کا اس مقام
 میں (ان سب سے) الگ قول ہے جو کمان کے مکتوبات و رسائل سے واضح روشن ہے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ جب کسی شخص کو مرشد کی صورت اس قدر غالب آجائے کہ جب بھی وہ توجہ کرے
 اس کو حاضر پائے، اس شخص کو مرشد کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ میرے مخدوم! جب مرید کو

پیر کی صورت ہر وقت مستحضر ہے تو اس کو نسبتِ رابطہ کہتے ہیں اور ہمارے بندگوں نے اسی نسبت کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ انھوں نے فرمایا ہے ع

سایہ رہبر بہ است از ذکر حق [رہبر کا سایہ حق تعالیٰ کے ذکر سے بہتر ہے]

یعنی یہ نسبت جو کہ پیر کی صورت کو مستحضر رکھنا ہے مرید کو ذکر سے زیادہ نفع دینے والی ہے اور اس معنی کا غلبہ و دوام مرید کے لئے بہت بڑی نعمت ہے گو یا وہ ہر وقت حضور میں ہے اور پیر سے بہولت فیض اخذ کرتا ہے اور نیز اس کا حاصل ہونا پیر کے ساتھ مناسبت کا ملکہ کی خبر دیتا ہے اس کے باوجود پیر کی خدمت میں حاضر ہونا ایک اور ہی اثر رکھتا ہے اور دوسرے فائدے بخشا ہے، صاحبِ رابطہ مرید کو جو کہ کمال کی حد کو نہیں پہنچا ہے پیر کی خدمت میں حاضر ہونا لازم اور ضروری ہے اور اس کو صحبت سے چارہ و مفر نہیں ہے اس کا صورت (نصویر) اور رابطہ پر اکتفا کرنا غلطی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحابِ صحبت اور حاضری کی بدولت اصحاب ہوئے ہیں اور بلند درجات پہنچے ہیں، اوّلین قرنیؑ تھے اگرچہ معنوی مناسبت کی راہ سے، آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باطن سے فیوض حاصل کئے ہیں لیکن چونکہ وہ صحبت کے شرف سے مشرف نہیں ہوئے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے درجے سے نیچے رہے اور تابعین کے گروہ میں داخل ہوئے، پیر کی صورت حقیقت میں عینِ پیر نہیں ہے اور پیر سے بے نیاز نہیں کرتی، پیر میں وہ چیزیں ہیں جو کیا اس کی صورت میں نہیں ہیں کسی نے خوب کہا ہے ۵

گر مصو صورت آں دلتاں خواہر کشید حیرتے دارم کہ نازش را چہ ساں خواہر کشید

[اگر مصو اس دلربا (محبوب) کی تصویر کھینچے گا تو میں حیرت میں ہوں کہ اس کے ناز کو وہ کس طرح (تصویریں) کھینچ سکے گا]

آپ نے پوچھا تھا کہ اگر کسی شخص پر وقت استفادہ غالب آگیا ہے کہ مجلس اور تنہائی اس کے لئے یکساں ہو گئی ہے تو اس کو خلوت اختیار کرنا اور گوشہ نشین ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ میرے مخدوم! وقتِ حال حاصل کرنے کے لئے گوشہ نشین ہونا ضروری نہیں ہے لیکن خلوت (تنہائی) میں بہت سے فائدے ہیں مثلاً طاعات و اذکار کی پابندی سے ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع کرنا اور فضول کاموں کو کم کرنا وغیرہ جیسا کہ مخلوق کے ساتھ میل جول رکھنے میں مخلوق کی گزند کے ذریعے ظاہری غفلت، فضول کلام کا ارتکاب اور نا محرموں پر نظر پڑنا وغیرہ بہت سے نقصانات ہیں، پس ان فوائد کو حاصل کرنے اور نقصانات کو دور کرنے کے لحاظ سے مخلوق سے کنارہ کشی اختیار کرنا مستحسن اور ضروری ہے بشرطیکہ مخلوق کے حقوق تلف نہ ہوں اور ادا ہو جائیں اَلْعَمَلُ لِمَنْ يَتَّقِي الصِّدْقَ يَفْقِي (گوشہ نشینی صدیقین کی آرزو ہے) اپنے سنا ہوگا۔ اور نیز اس قسم کا کوئی آدمی اگر ایک وقت و حال سے دوسرے وقتِ حال کی طرف ترقی

حاصل کرنے کے لئے بیکہ حال سے حال کو بدلتے والے کی طرف ترقی کرنے کے لئے خلوت میں بیٹھے تو گنجائش ہے
کیونکہ ایک حال میں رہنا کمال کی بات نہیں ہے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ ارواح کا شہود (نزول و شاہدہ) اور ان سے سوال و جواب کرنا مراقبہ میں
بہتر ہے یا صریحاً دیکھنا بہتر ہے۔ میرے مخدوم باصریؒ دیکھنا بہتر ہے اس کے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے
لیکن مراقبہ کے بغیر اور آنکھ بند کئے بغیر بھی جو شخص دیکھے گا وہ باطن کی آنکھ سے دیکھے گا نہ کہ سر کی آنکھ سے
اگرچہ معتد بہ (معتبر) کمال اس شہود کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔ والسلام علی من اتبع الهدی والترمذی
متابعاً لمصطفیٰ علیہ علیہ و اصحابہ الصلوٰۃ والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوبات

محمد مقیم قصوری کے نام فضائل ظاہری سے اعراض اور کمالات باطن حاصل کرنے پر ترغیب اور
بعض کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ، فضائل و سنگاہ جناب برادر دم کا گرامی نامہ موصول ہوا۔
اور مسرور و خوش وقت کیا امید ہے کہ اسی طرح اس دُور افتادہ کو یاد کرتے رہیں گے، آپ نے جو اپنے عربی و
فارسی اشعار ارسال کئے تھے ان کا مطالعہ کیا گیا اچھے ہیں اور آپ نے بلند ارادے کئے ہیں، اس برادر گرامی کی
اس قدر بزرگی دوستوں کو (ہمیں) معلوم نہیں تھی خدا کرے یہ بزرگی اور زیادہ ہو، قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا
(کہہ دیجئے کہ میرے رب میرا علم زیادہ فواد کیجئے)۔ لیکن عربی کے شعر میں علوم عربیہ کے قواعد کی رعایت
ضروری ہے جب تک ان علوم میں جہارت نہ ہو عربی کے شعر میں الجھنا کیا ضروری ہے۔ میرے مخدوم!
شعر اور اس کی مانند کوئی دوسری چیز خواہ قصی بھی بلند درجہ پر پہنچ جائے صورتی و ظاہری فضائل میں اقل ہر
کہ اہل معنی کے نزدیک اعتبار کے احاطہ سے ساقط ہے۔

قوے وجود خویش فانی رفتہ ز حروف در معانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی رہتی ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے] کوشش کریں کہ اس معنی سے
جس کو کہ سیر معشوق در عاشق سے تعبیر کیا جاتا ہے بلکہ عاشق کا نفی ہو جانا ہے کلی طور پر حاصل کریں، معنی حاصل
ہونے کے بعد حروف کے ساتھ تعلق رکھنا نقصان نہیں پہنچائے گا

ہرچہ خوباں کنند خوب آید [جو کچھ حسین کرتے ہیں اچھا ہوتا ہے]

لیکن معنی کے متحقق ہونے سے پہلے صورتوں اور حروف میں رہ جانا بیکاریات ہے (صرف کہنے اور سننے سے کوئی کام نہیں چلتا، ذلت و عاجزی کی صفت کے ساتھ ہمیشہ بارگاہ قدس کی طرف متوجہ رہنا درکار ہے اور فنایت و نیستی کی صفت کے ساتھ جو کہ حقیقت میں کمال لے و صفی اور بے رسی و متواتر مراقبہ مطلوب ہے تاکہ ایسا ہو کہ معنی کی چاشنی کا ایک قطرہ اس کی جان کے حلق میں ٹپکائیں اور اس کو اس سے ابدی میرا پی عطا کر دیں اور یہ اُس (اللہ) سبحانہ و تعالیٰ کا کام ہے اور محض عنایت و بخشش ہی جو چیز کہ بظاہر اس کے ساتھ وابستہ ہے وہ ہمیشہ کی عبودیت (مندگی) اور تلاش ہے اور ہمیشہ پیا سا اور بے آرام رہنا ہے اور اس کے علاوہ کسی اور چیز سے محبت نہ کرنا اور اس کے شوق کی آگ میں جلنا اور ہر وقت اس کے ساتھ میقرار رہنا اور اس سوز کے ساتھ ٹپھلنا ہے آیہ کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (اور میں جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے) اس معنی کے لئے شاہد ہے اور بارگاہ قدس کے بعض مشیدائی^{۱۶۸} ليعبدون سے ليعرفون مراد لیتے ہیں اور غور و فکر کے بعد دونوں عباراتوں کا نتیجہ ایک ہی ہے کیونکہ بہترین عبادت ذکر ہے اور ذکر کا کمال درجہ مذکور میں فنا ہو جانا ہے جو کہ معرفت کا حاصل ہے، کیونکہ اہل اللہ کے نزدیک معرفت سے مراد فنا فی المعروف ہے پس عبادت جب کمال کے درجے کو پہنچ جاتی ہے معرفت کے ساتھ ایک ہو جاتی ہے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ ليعبدون کے معنی یہ ہیں کہ وہ خلوص کے ساتھ میری پرستش کریں کہ خواہش نفسانی اور شیطان کو اس میں دخل نہ ہو اور وہ فنا اور معرفت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی پس اس تقدیر پر عبادت معرفت کے بغیر تصور نہیں کی جاسکتی، یہ ہے اہل بات، اے بھائی ہمیشہ کی معرفت و عبادت اگرچہ اس شخص کے ساتھ وابستہ ہے (لیکن) جب تو اچھی طرح دیکھے گا تو معلوم ہو گا کہ وہ بھی عنایت کے پیش آئے بغیر حاصل نہیں ہوگی پس وسائل و مقاصد میں لطف (مہربانی) کا پیش قدمی کرنا ضروری ہے اور ابتدا و انتہا میں عنایت کی دستگیری ہونی چاہئے باقی سب بیچ ہے اتنا ہے کہ بظاہر لوگوں نے اس بات کو اس طرف چھوڑ دیا ہے اور مقاصد نتائج کو خود سے وابستہ کر لیا ہے اور حقیقت میں سب کچھ اسی کے ساتھ وابستہ ہے اور ہر کوئی چیز درمیان میں حائل نہیں ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ رَجَعْتُ اِلَیْكَ ذَا عِبْدٌ وَّ تَوَكَّلْتُ عَلَیْكَ (اے سب سے بڑی کی طرف لوٹتا ہے پس اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ کرنا)

مکتوب ۵۲

ارشاد پناہ میر محمد نعمان قدس سرہ کی خدمت میں آیہ کریمہ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَتَّى يُفْضِلَہُ اور اس کے ساتھ والی آیہ کریمہ کی تاویل میں تحریر فرمایا ہے، یہ مکتوب اتفاق و تکمیل کو نہیں پہنچا۔

حَقَّقْنَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَايَاكُمْ بِكَمَالِ الْإِنْقِطَاعِ اَللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ اَعْلَمُ اور آپ کو اپنے ماسوائے کمالِ انقطاع و بے تعلقی کے ساتھ متحقق و مشرف کرے اس طرح پرکہ باطن کی آنکھ میں نہ اس کا عین باقی رہے اور نہ اثر باقی رہے تاکہ کامل انقطاع حاصل ہو جائے جس کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اشارہ کیا گیا ہے وَتَبْتَئِلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا (اور اس کی طرف پوری طرح انقطاع کر لے) یعنی اپنے نفس اور تمام لطائفِ عالمِ امر و عالمِ خلق سے اور کمالاتِ وجودیہ سے جو کہ ان (لطائفِ عشرہ) کی طرف راجع ہیں کامل انقطاع کر لے اور تقویٰ کی حقیقت ہی انقطاع و بے تعلقی ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَتَّى يُفْضِلَہُ الَیْہِ میں اس چیز کی طرف اشارہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے یعنی لے صورتِ ظاہری طور پر ایمان لانے والو! ماسوی اللہ سے قطع تعلق کرو اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف خلوت اختیار کرو اور حضرت ذاتِ مطلق کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے موانع و قیود سے پوری طرح قطع تعلق کر لو جیسا کہ قطع تعلق کرنے اور ہٹ جانے کا حق ہے اس طرح پرکہ تمہاری ذات اور تمہاری طرف لوٹ آنے والے کمالات کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہے اور تمہاری فنایت تمام لطائفِ عالمِ خلق و امر میں سرایت کر جائے اور تم اس موت کے ساتھ ہرگز نہ مرو جو کہ موت سے قبل ہے (یعنی فنایت) مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو یعنی ہمیشہ تمام احوال میں اسلامِ حقیقی سے مشرف ہو چکے ہو کہ (جملہ دانستہ مسلمان کا) اسمیہ ہونا دوام و استمرارِ بدالات کرتا ہے۔ پس اس آیہ کریمہ میں دائمی موت و فنا پر ترغیب ہے تاکہ اس پر جو اسلام و بقا مرتب ہو وہ بھی دائمی ہو بخلاف صاحبِ تجلی برقی کے کہ وہ دائمی موت (دائمی فنا) سے نہیں مرے تاکہ یہ تجلی بھی اس کے حق میں دائمی ہو جاتی، اور یہ جان لینا چاہئے کہ تجلی برقی کسی چیز میں خالص تجلی ذاتی سے نہیں ہے اور بلاشبہ وہ تجلی ذاتی شانِ الہی کے ملاحظہ کے ساتھ ہے جو کہ جلدی پوشیدہ ہو جانے والی ہے اور ذات جب جلوہ افروز ہے تو اس کے لئے پوشیدگی نہیں ہے اور تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط پکڑو یعنی حقیقتِ جامعہ کلیہ (کو مضبوط پکڑو) جس کو حقیقتِ محمدیہ سے تعبیر

کیا جانتے تھے کہ اس سی کو مضبوط پکڑنا حضرت ذات مطلق (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہ میں پہنچنے کا ذریعہ ہو جائے اور اسماء و اعیان جزئیہ کے متفرق (مختلف) ہونے کے ساتھ تم متفرق نہ ہو جاؤ، پس بیشک اسماء جزئیہ اور طرق متفرقہ جیتک حضرت اجمال تک پہنچی نہیں ہوں گے اُس وقت تک تم بارگاہ ذات مطلق تک نہیں پہنچو گے اور تم اپنے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو بعد اس کے کہ اس نے تم کو حقیقت جامعہ میں جمع کیا جبکہ تم اسماء کے متفرق ہونے کے ساتھ (ایک دوسرے کے) دشمن تھے کیونکہ ان کے بعض کا مقصد دوسرے بعض کے مقصد سے ٹکراتا تھا پس اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اس طرح کہ تم کو ایک ہی حقیقت جامعہ میں جمع کر دیا اور تم کو ایک قلب واحد یعنی قلب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کر دیا پس تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے جو کہ ایک ہی حقیقت (حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم) سے پیدا ہوئے ہیں اور اسی سے فیوض لینے والے ہیں جیسا کہ سب بھائی ماں سے اخذ کرتے ہیں۔

مکتوبہ ۵۳

حقائق و معارف پناہ خواجہ محمد باشم کشمی کے نام اُن کے بعض کمالات کے بیان میں اور اپنے مخصوص اسرار میں سے کسی سیر کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد و آلہ اجمعین ہم امیدوار ہیں کہ وہ برادرِ گرمی دلائل کی اقسام سے رہائی حاصل کر کے مدلول حقیقی کے ساتھ مل جائیں اور جزئی سے کلی کے ساتھ اور وہاں سے اوپر کے مقام تک ملتی ہو جائیں اور قوسین سے ادا دنی تک پہنچ کر اور خالص کو مخلوط (مکرب) سے جدا کر کے اور دائرہ صباحت سے گزر کر مباحث کے نقطہ کے دامن کے ساتھ چنگل ماریں بلکہ المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت کرے] کے بموجب مذکورہ نقطہ کے مرکز کے بطون (پوشیدگیوں) میں نفوذ کر جائیں اور علم سے نادانی (جہل) میں اور گفتگو سے خاموشی میں آجائیں اور نفی کے معاملہ کو پس پشت ڈال کر کلی طور پر اثبات کے نگران ہو جائیں بلکہ وہاں سے مجہول الکیفیتی کا حصہ حاصل کریں اگرچہ مختصر طور پر ہی ہو اور خلیل سے حبیب علیہا الصلوٰۃ والسلام و علیٰ عہدہا کی طرف متوجہ ہوں رع باکرمیاں کار ہادشوار نیست [کرمیوں کے لئے کوئی کام دشوار نہیں ہے]

آپ کی فطرت کی بلندی اور محبتوں اور رفیعتیگیوں سے یہ امور قریب ہیں بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ثابت ہیں لیکن مجھ جیسے ناقابلِ پست استعداد کو کہ جس نے اپنی تمام قابلیت کو لغزشوں اور گناہوں پر صرف کیا ہے

کیا طاقت ہے کہ ان بزرگ مطالب کا خیال کر سکے، اس بات کو تکلف یا کسر نفسی پر معمول نہ کریں کہ یہ واقعہ
کامیاب ہے ہاں اس قدر پتا ہے کہ اس نالائق و گناہ کے باوجود ایک مہر اس کی فطرت و ذات میں ودیعت
رکھا ہے کہ مستودع (جس کے پاس امانت رکھا گیا ہے) کو اس کی حقیقت سے کماحقہ اطلاع نہیں دی ہے وہ
ہمیشہ اپنی فطرت کا والد و شیرا ہے اور ہر وقت اس کے ساتھ محبتیں رکھتا ہے بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ
وہ مہر اس کے ودیعت رکھنے والے کے نزدیک بھی محبوب ہے و السلام ادلاً و آخراً۔

مکتوبہ ۵۴

جاناں بیگم کے نام محبوب کے رنج دینے کی خوبی اور عشق کے اسرار کے بارے میں تحریر فرمایا۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم و فعل الحکیمہ لا یخلو عن حکمتہ (حکیم اللہ تعالیٰ) کا فعل حکمت سے
خالی نہیں ہوتا جو کچھ جہل مطلق (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے پہنچے گوارا و پسندیدہ ہے وہ
میں تلخت جو رہ گھنڈاراں کہ ہر چند شخوری باشد گواراں
[حسینوں کا جو ستم تلخ شراب کی مانند ہے کہ اس کو جتنا بھی پیلا جائے خوشگوار لگتی ہے] بلا (مصیبت) محبوب کا ناز یا نہ
دکھتا ہے جو کہ محب کو یا سوا کی طرف التفات کرنے سے باز رکھتا ہے اور (صرف) محبوب کی جانب
رہنمائی کرتا ہے، بلا محبوب کی کمند ہے جو کہ محب (محبت کرنے والے) کے ہر رگ و ریشہ میں اٹکی ہوئی ہے اور
کشاں کشاں (اس کی طرف) لے جاتی ہے وہ

من با اختیار خود می روم از قفائے او آل دو کمندِ عنبریں می برم کشاں کشاں
[میر اپنے اختیار سے اس کے پیچھے نہیں جاتا ہوں اس کی دو عنبریں کمندیں کشاں کشاں (کھینچ کر) مجھ کو لے جاتی ہیں]
بلا (مصیبت) محب و محبوب کے درمیان دلالہ ہے جو اپنی دلائی کی خوبی سے ایک کو دوسرے سے ملاتی ہے
اور عالم مجاز میں عاشق کی جانب سے معشوق کیلئے دلالہ ہے، یہ عجیب بات ہے کہ اس مقام میں دلالہ معشوق
کی جانب سے ہے ہاں سبقت اصل کی طرف سے ہونی چاہئے، فرع جو کچھ رکھتی ہے اصل سے رکھتی ہے فرع
کسی امر میں بذاتِ خود استقلال نہیں رکھتی، یہ عشق و محبت جو اس میں ہے یہ بھی اسی کی طرف سے ہے اور
اسی کا عطیہ ہے وہ

ادائے حق محبتِ عنایت سے زبردست و گرنہ عاشق مسکین سے خود سداست
[دوست کی جہرانی ہے کہ وہ محبت کا حق ادا کرنا اور نہ کر دہ کچھ بھی (محبت) نہ کرے تو عاشق مسکین سے بھی خوش ہے]

معشوق کا ناز اگر چہ استغنا و بے پروائی کا تقاضا کرتا ہے کہ دلالہ بھیجے کی طرف مائل نہیں ہوتا لیکن جب تو اچھی طرح دیکھے (تو معلوم ہو گا کہ) عشق دونوں طرف سے ہے اور محبوب بھی محب کی طرح محب کا شائق ہے حدیثِ قدسی میں ہے الاطال شوق الابرار الی لقاء وانا اللہم لا شند شوقاً [آگاہ رہو کہ بارگاہِ شوق میرے ملنے کی طرف زیادہ عاویز ہیں ان کی ملاقات کا بہت شدت سے شوق رکھتا ہوں] کسی نے کیا اچھا کہا ہے ۵

عاشقان ہر چند شقائقِ جمالِ دلبرند
دلبران ہر عاشقان از عاشقانِ عاشق ترند

[عاشق لوگ اگرچہ دلبر کے جمال کے شائق ہیں لیکن دلبر عاشقوں پر عاشقوں سے بھی زیادہ عاشق ہیں] لیکن معشوق کا عشق پوشیدگی اور پردے میں ہے ۵

پری رُو از بروں آلودہ شرم
دروں از شعلہ ہائے دوستی گرم

[پری رُو (محبوب) باہر سے شرم آلودہ ہے اور اندر سے دوستی کے شعلوں کے ساتھ گرم ہے] اور عاشقوں کا عشق بے پردہ ہے

عشق معشوقاں نہانِ ستیر
عشق عاشق با دو صدِ طیل و نفیر

لیکے عشق عاشقاں تن زہ کند
عشق معشوقاں خوش و فریہ کند

[معشوقوں کا عشق پوشیدہ اور مستور ہے اور عاشقوں کا عشق دھواں دھول اور نفیروں کے ساتھ ہے لیکن عاشقوں کا عشق بین کو کمان (کی طرح کمزور و ڈیڑھا) کرتا ہے اور معشوقوں کا عشق خوش و فریہ کرتا ہے] والسلام

مکتوبہ ۵۶

مولانا محمد حنیف کے نام ایک دوست کے حال کے جواب میں لکھا ہے کہ اس نے لکھا تھا کہ اس کے دل دماغ سے خطرہ برطرف ہو گیا ہے۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: برادر عزیز خواجہ محمد حنیف کے مکتوبِ گرامی نے وصول ہو کر مسرور کیا، صبغة اللہ و حافظ عافیت کے ساتھ پہنچ گئے ہیں اور آپ سے بہت خوش آئے ہیں حق سبحانہ و تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، آپ نے ملا نعلان صافی کے حالات کے بارے میں لکھا تھا کہ اس کے بعد گم شدگی اور نیستی (فنائیت) بہت غالب ہوئی اور قلب و دماغ سے خطرات، یک نختہ جاتے رہے اور عجیب و غریب کیفیات ظاہر ہونے لگیں، میرے مخدوم! اس دوست کے تمام احوال (درست) ہیں لیکن دماغ سے خطرہ کا مطلق طور پر رفع ہو جانا محالِ غور ہے جب خطرہ قلب اٹھ جاتا تو دماغ میں چلا جاتا ہے، دماغ سے جو کہ حواسِ باطنہ کا محل ہے جب برطرف ہو جائے تو کہاں جائے۔ یہاں ایک بہتر ہے

کہ ہمارے حضرت قدس اللہ سبحانہ لیسرہ الاقدس اس کے ساتھ ممتاز تھے دوسروں کو کچھ کیا حاصل ہوگا، آپ نے جواباً بعض دوستوں کو دی ہے جو کچھ استخارہ کے بعد واقع ہوا ہے امید ہے کہ وہ مبارک ہے، والسلام

مکتوبہ ۵۶

مولانا محمد صدیق کے نام مراقبہ کے علاوہ (دوسرے اوقات) میں کیفیت کے کثرت سے ظاہر ہونے کے بعد میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفےٰ، برادر عزیزم مولانا محمد صدیق نے لکھا تھا کہ مراقبہ اور غیر مراقبہ کی حالت یکساں ہوگئی ہے بلکہ بعض اوقات جبکہ میں مراقبہ میں ہوں یا کیفیت بہت زیادہ ظاہر ہوتی ہے اور پابندی و توجہ و مراقبہ کے وقت میں کیفیت و جلالت بہت کم حاصل ہوتی ہے اور توجہ نہ کرنے کے وقت میں بعض اوقات خاص کیفیات مشاہدہ میں آتی ہیں۔

میرے مخدوم ایہ یافت (حصول کیفیات) اصالت نسبت کی خبر دیتی ہے اور آفاق و انفس سے ماورئی کا پتہ دیتی ہے، مراقبہ کی وضع گویا نسبت انفسی (حاصل کرنے) کے لئے ہے اگرچہ یہ کلیہ (قاعدہ) نہیں ہے اور کبھی اس کے خلاف بھی ظاہر ہوتا ہے چنانچہ ایک بزرگ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

چوں جلوہ آں جمال بیرون ز تو نیست پادرومان و سر جیب اندر کش
(جب اُس جمال (حسن) کا جلوہ تجھ سے باہر نہیں ہے تو پاؤں دامن میں اور سر گریبان کے اندر کھینچ لے) دائرہ ظل کی نہایت انفس کی نہایت ہے آفاق و انفس کے باہر ظل نہیں ہے (بلکہ) نسبت اصالت میں ابتداء ہے اور نیز ہمارے بزرگوں کی نسبت دلربا معشوق کا حکم رکھتی ہے تو اس کے ساتھ جیہ قدروا بستگی رکھے گا اور توجہ کرے گا اور اس کے لئے مراقبہ میں بیٹھے گا وہ ناز و ادائیں آئے گا اور خود کو ایک طرف کھینچے گا اور جب اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے گا تو جلوہ دکھائے گا اور اپنی شان کے مطابق ظہور فرمایا۔ والسلام علیکم وعلیٰ من لیکم۔

مکتوبہ ۵۷

میرزا عبید اللہ کے نام بعض مواجیر (وجہ حال) کے جواب میں جو کائناتوں نے کئے تھے تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفےٰ بمعزز و مکرم بھائی کے دو خطوط کہ جن میں بہت

عرصہ کے بعد دُور افتادہ فقر کو یاد کیا ہے یکے بعد دیگرے پہنچ کر نہایت سرکش ہوئے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حمد و شکر ہے کہ فقر کے ساتھ رابطہ اور باطنی ذوق و شوق میں مخالف صحبت کے باوجود کوئی فتور داخل نہیں ہوا ہے بلکہ نور و روشن احوال کے مطالعہ سے جو کہ خط میں درج کئے ہوئے تھے، ذوقِ یاب اور لذتِ اندوز ہوا، اور یہ جو دوسرے خط میں تحریر تھا کہ باطنی اذواق سے مغلوب ہونے کے باوجود ظاہر پوری طرح شریعتِ غرا کے مطابق ہے بلکہ شرائع کے آئینے میں جو مواجید شاہدہ ہوتے ہیں بہت زیادہ لذت دیتے ہیں الخ۔ (اس نے) ذوقِ پر ذوق بڑھایا، حق سبحانہ و تعالیٰ نے آخرت کی نجات کا مدار شریعتِ حقہ کے ساتھ جو کہ وحیِ قطعی ثابت ہو چکی ہے وابستہ کیا ہے اور اپنے قرب کو سنتِ منورہ کے اتباع پر موقوف کیا ہے، آیت کریمہ **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ الْاَلٰیہ** اس بات کی خبر دیتی ہے۔ اور یہ جو بعض سالکوں کو راہِ سلوک طے کرنے کے دوران بعض امور جو بظاہر طریقہٴ نبوت کے خلاف ہیں ظاہر ہوتے ہیں اگر وہ سالک مقبول بندوں میں سے ہو تو اس کے ظاہر کو احکامِ شرعیہ کے ساتھ مزین رکھتے ہیں اور ہلاکتوں کے گرداب سے اس کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کے وجدان کے خلاف اس سے عمل کراتے ہیں، ایک جماعت کو اس شہود سے باہر نکال لیتے ہیں اور کام کی حقیقت کی طرف جو کہ حقیقی اسلام ہے اور اس مقام میں کشوف کو علومِ شرعیہ کے ساتھ مطابقت ہے ہدایت دیتے ہیں اور ایک دوسری جماعت کو اسی شہود میں آترنگ رکھتے ہیں لیکن مقبول بندوں کی نمود و بیکے کی طرح حفاظت فرماتے ہیں، الحمد للہ (آپ کے) پاکیزہ خطوط کے مطالعہ سے بہت حظ حاصل ہوا، یہ جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "حتی الامکان احکام (شرعیہ) کے دائرے سے باہر نہیں جانے دیتے اور ہر حکم میں لطیفہٴ دل کو ایک خاص ذوق حاصل ہے اور تمام مواجید (وجد و حال) روشن سنت کے مطابق ہیں، یہ اصالتِ نسبت سے ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "فرائض ادا کرنے میں ایک وجدان ہے کہ سنت میں وہی معنی تفصیل کے طور پر ہے" یہ وجدان صاحبِ معنی کے کمال کی خبر دینے والا ہے اور جب کمال الیکمال تک ترقی واقع ہوتی ہو تو فرائض میں ایسے معنی حاصل کرتا ہے کہ وفاق میں ان کا کوئی پتہ و نشان نہیں ہوتا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "قرآن مجید کی قرارت میں تلاوت کرنے والا لقمہ اپنے آپ کو نہیں پاتا اور کلام میں متکلم کو پانا ہی اور اس مستی کے پانے میں بھی دوسری مستی ہے" ہاں بادشاہوں کی بخششوں کو انہی کی سواریاں اٹھاتی ہیں اور اس معنی کی طرف اشارہ کرنے والی باتوں میں سے وہ بات بھی ہے جو شیخ الشیوخ قدس سرہ عوارف المعارف میں کہی ہو کہ صوفی کے لئے جب توحید کی پیشانی کا نور چمکتا ہے اور وہ اپنے کان سے وعدہ و وعید سننے اور اپنا دل ماسوا اللہ تعالیٰ سے خالی کرنے کی طرف لگا دیتا ہے تو وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سامنے حاضر و شہید ہے

ہو جاتا ہے تو وہ ملاوت کے دوران اپنی زبان یا اپنے غیر کی زبان کو شجر موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی مانند دیکھتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خاص اُس (موسیٰ علیہ السلام) کو اُس (درخت کے واسطے) سے اپنا یہ خطاب کہ اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ [بیشک میں اللہ ہوں] سنایا پس جبکہ اس (موسیٰ علیہ السلام) کا اس کلام کو سننا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا اور یہ استماع (سننے کے لئے کان لگانا) اللہ تعالیٰ کی طرف تھا اس لئے اُس کا سننا اس کا دیکھنا اور اس کا دیکھنا اس کا سننا اور اس کا علم اس کا عمل اور اس کا عمل اس کا علم ہو گیا اور اس کا اول اس کے آخر کی طرف اور اس کا آخر اس کے اول کی طرف لوٹا۔ والسلام علیکم

مکتوب ۵۸

مولانا اللہ داد کے نام نسبت باطن کی محافظت پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، برادر عزیز میاں اللہ داد کا مکتوب مرغوب وصول ہو کر مسرت ہوئی، اسی طریق پر احوال لکھتے رہنا چاہئے کیونکہ یہ باطنی رابطہ کی تقویت کا سبب اور غائبانہ توجہ کا باعث ہے، باطنی نسبت کی حفاظت کرنا نہایت اہم کام ہے اور باسوی اللہ کی طرف التفات کرنے کے اپنے سر (باطن) کی نگاہداشت اشرف مقاصد میں سے ہے، درس سے فراغت کے بعد دن رات میں ایک دو وقت خلوت (تنہائی) کے لئے مقرر کرنے چاہئیں تاکہ اغیار کی مزاحمت کے بغیر اذکار و افکار کے وظائف میں مشغول رہیں اور اس نمود بے بود سے اپنے وجود اور اس کے تعلقات کی نفی کریں، ایک بزرگ نے کہا ہے کہ وجود بشریت کی نفی کرنے میں ایک ساعت کوشش کرنا ظاہری عبادت گذاروں کی کسی سال عبادت سے بہتر ہے۔ والسلام علیکم وعلیٰ عن لدیکم (تم پر اور تمہارے نزدیک والوں پر سلامتی ہو)۔

مکتوب ۵۹

مولانا محمد صدیق پشاورى کے نام نیاذر (عاجزی) کو لازم پکڑنے اور وجود کی نفی کرنے کی ترغیب میں تحریر فرمایا حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو ہدایت و ارشاد کے مراتب پر ترقی بخشنے، رخصت کے وقت سے (اب تک) آپ کی طرف سے کوئی مکتوب موصول نہیں ہوا، دل منتظر ہے کہ آپ کس طرح پر زندگی گذار رہے ہیں اور کن لوگوں کے ساتھ صحبت رکھتے ہیں، کوئی شخص سلسلہ میں داخل ہوا ہے یا نہیں اگر ہوا ہے تو کس

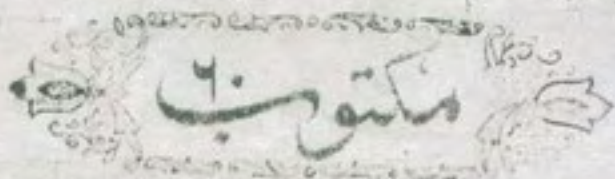
کیفیت کے ساتھ ہوا ہے، مختصر معلوم ہے کہ اوقات پختہ و مضبوط رکھتے ہیں خاص فنائیت آپ کی ذات میں و ذہنیت ہے جو کہ دوستوں کے لئے رشک کا باعث ہوتی ہے اس پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا شکر ہے امید ہے کہ ناکامی پریشانی کے حالات میں مستقیم رہیں گے اور حادثات و مصائب سے بزرگ نہ ہوں گے کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

۷۵

من بعد من و شکستگی و در دوست چوں دوست دل شکستہ میدارد دوست

[اس کے بعد میں ہوں اور شکستگی ہے اور دوست کا دروازہ ہے چونکہ دوست دل شکستہ کو دوست رکھتا ہے۔] اور عام اوقات میں بشریت کے وجود کی نفی میں کوشش کریں تاکہ معاملہ انتفاک پہنچ جائے اور ظل سے اصل کی طرف چلا جائے اور گوش (سننے) سے آغوش (حصول) تک پہنچ جائے پھر آپ کے ساتھ جو کچھ معاملہ کیا جائے گا کیا جائے گا، کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

چکہ مشک ترازدستم گراں گیسو بچنگ افتد و در صبح از گریبانم گراں مہ در کنار آید
[اگر وہ گیسو چنگ (ہاتھ) میں آجائیں تو میرے ہاتھ پر رشک پکسے گے، اگر وہ مادہ محبوب (گودیں) آجائے تو میرے گریبان سے صبح طلوع ہو جائے] والسلام



خواجہ محمد فاروق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ شریعت تمام کمالات کی اصل ہے خواہ وہ کمالات نبوت ہوں یا کمالات ولایت ہوں۔

الحمد لله وسلام علیہ الذین اصطفے۔

از ہر جہ می رود سخن دوست تو شتر است [دوست کی حیثیت بیان کی جائے پسندیدہ ہے]

میرے محرم، کمالات ولایت شریعت کی صورت (ظاہر) کا نتیجہ ہیں اور کمالات نبوت شریعت کی حقیقت (باطن) کا پھل ہیں پس ولایت و نبوت کے کمالات میں سے کوئی کمال ایسا نہیں ہے جو کہ شریعت کے دائرہ سے باہر ہو اور وہ اس (شریعت) سے بے نیاز ہو، ہاں بعض معاملات جو کہ مذکورہ کمالات کے علاوہ ہیں کہ جن کے حاصل ہونے میں اعتقاد عمل کی کوئی تاثیر نہیں ہے ان کا افاضہ ہونا تفضل و احسان کی راہ سے ہے اور وہ معاملات اصالتاً انبیاء علی نبینا وعلیہم وعلی جمیع الانبیاء الصلوٰۃ والبرکات کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں اور ان سے گزرنے کے بعد وہ معاملات ہیں کہ جن کا فیضان محبت کی راہ سے ہے جو کہ تفضل و

احسان سے اور یہ ہے کہ بالاصالت حبیب و کلیم علیہا الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے اور جو معاملات کہ محبوبیت ذاتیہ سے تعلق رکھتے ہیں حضرت حبیب علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے لئے خاص ہیں یہ بالاعمال اگرچہ شریعت غرا (روشن) کے دائرہ سے باہر ہیں لیکن چونکہ شریعت اصل و بنیاد ہے (اس لئے) اس سے کسی قسم کا استغناء نہیں رکھتے۔ جان لیں کہ یہ مذکورہ معاملات اگرچہ اصالت کے طور پر ان اکابر کے ساتھ مخصوص ہیں لیکن جائز ہے کہ ان کے کامل تابعداروں کو (بھی) وراثت کے طور پر ان کو حصہ مل جائے اور تبسوع کی طرح اس کے طفیل میں اس کی خاص دولت سے ہم آغوش ہو جائے (حاصل کر لے) ص

در صرح از گریہ بآنم گر آں مہ در کننا را آید (اگر وہ ماہ محبوب) گو دین آہائے توبہ گریبانِ صبح طلوع ہو جائے چونکہ نایاب ہمیشہ طفیلی اور اس کے دسترخوان سے کھانے والا ہے (اس لئے) تبسوع کے ہمشر کی نسبت اس کے مساوی اور افضل ہونے کا تو ہم لازم نہیں آتا ہے، یہ معارف حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے خاص اسرار میں سے ہیں، اور نایاب کامل سے مراد وہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) خود ہیں یا جو ان کے مثل ہے ہم جیسے بواہوسوں کو ان امور کا بیان کرنا اور سننا بھی حسن قبول کی شرط کے ساتھ غنیمت ہے اور اس کا ایمان رکھنا داخل کمال ہے۔ رَبَّنَا آتِنَا فَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَالسَّلَام

مکتوبات

مولانا حسن علی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ حال کا علم نہ ہونے کی وجہ سے حال کی سعی نہیں کرنی چاہئے اور یہ کہ طریقت کی تعلیم دینے کی اجازت دوطرح پر ہے۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: مولانا حسن علی احسن الله سبحانه حاله و حال اماله (اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کے حال کو اچھا رکھے اور اس کی امیدوں کو پورا فرمائے) کا مکتوب مرغوب پہنچا حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے پسندیدہ طریقہ پر قائم رکھے اور حصول مطلوب کے موانع سے بچائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ نہ تو علوم میں مشغول ہونے سے جاناں (محبوب) کی کوئی توجہ ملے گی نہ ذکر و فکر سے کوئی چیز جان کے حلق میں آتی ہے اس کے درمیان تفریق نقد و وقت ہے میرے مخدوم ہا نسبت کا علم نہ ہونے کی وجہ سے باطنی نسبت کی نفی مطلقاً نہیں کی جاسکتی اس لئے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ باطن کو ایک ایسی نسبت حاصل ہوتی ہے جو اس عالم (دنیا) کے مناسب ہے اور ظاہر کو ہرگز اس کی اطلاع نہیں ہوتی اور وہ اس کی نفی کرتا ہے اور اس کی وجہ سے قلق و اضطراب میں رہتا ہے پس ہم میں سے وہ شخص بھی ہے

جس نے اس کو جان لیا اور وہ شخص بھی ہے جس نے اس کو نہیں جانا پس آپ جیسے لوگوں کو علم کی نفی کرنا اصل کی نفی کرنے سے بہتر ہے اور نیز چونکہ یہ گھر (دنیا) محل کا گھر ہے اور اجر بدلہ کا گھر آگے آنے والا ہے (اس لئے) خود کو اعمال کی پابندی میں مشغول رکھنا چاہئے اور کسی مذہب کے بغیر تلے ہوئے طریقہ کی پابندی کرنی چاہئے عمل کے وقت میں اجر طلب کرنا اور اس کے ساتھ عمل سے رک جانا اپنے آپ کو اجر سے باز رکھنا ہے، حقیقی ملاقات کا مقام آگے ہے، "مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ" [جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی وہ ساعت آنے والی ہے] اس مقام (دنیا) میں انتظارِ مطلوب جو کہ محبت سے پیدا ہوتا ہے مطلوب میں مستغرق رہنے سے بہتر ہے اس لئے کہ پہلی چیز (انتظارِ مطلوب) عمل ہے اور وہ ترقی بخشنے والا ہے اور دوسری چیز (مطلوب میں مستغرق رہنا) اجر ہے جس کا کہ دوسرے عالم (آخرت) میں وعدہ کیا گیا ہے طالبین کی تسلی کے لئے جس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے اس کے کچھ نمونے اور اس کے ظلال میں کسی فعل کے ساتھ آرام دیتے ہیں اور بعض کو یہ آرام بھی نہیں دیتے اور اجر موعود میں (وعدہ کئے ہوئے اجر میں) کمی نہیں کرتے ایک بزرگ نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اُٹھو پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) توحید کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا جو چیز تیرے دل میں گزرے یا جو کچھ تیرے خیال میں آئے پس اللہ تعالیٰ اس کے عکس ہے اور شاید آپ یہ چاہتے ہیں کہ مطلوب کو اس عالم میں تلاش میں لے آئیں اور غمناک و حال میں پھنسا لیں، یہ مشکل ہے۔

عفا شکار کس نشود دام باز چیں کاینجا ہمیشہ باد بدست مست دام را

[عفا کو کوئی شخص شکار نہیں کر سکتا تو اپنا جال اٹھالے کیونکہ یہاں ہمیشہ جال ہاتھ میں ہوا ہے یعنی اس کو کچھ حاصل نہیں ہے] دوسری بات آپ نے یہ لکھی تھی کہ "شیخ ہونے اور ارشاد (ہدایت کرنے) کا مقام شرائط رکھتا ہے مثلاً طالبین کی قابلیتوں اور استعدادوں اور ان میں اثرات کے حاصل ہونے پر مطلع ہونا۔" آپ جان لیں کہ طریقہ سکھانے کی اجازت دو قسم کی ہے ایک یہ کہ کسی کامل شخص کو خلافت دے اور شیخت (پیر ہونے) کے مقام پر بٹھائے اور یہ وہ نہیں ہے جس کے متعلق ہم گفتگو کر رہے ہیں (اس لئے) شرائط کی ضرورت نہیں ہے۔ (اجازت کی) دوسری قسم یہ ہے کہ کوئی کامل بزرگ کسی ناقص شخص کو اجازت دے اور اس مجاز (اجازت یا تفویض) اور اس کے مریدوں کے بعض فائدے اس ضمن میں ملحوظ رکھے اس صورت میں تمام شرائط درکار نہیں، ہمارے حضرت قطب الخفین (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے رسالہ مبدا و معاد میں تحریر فرمایا ہے "کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی کامل بزرگ کسی ناقص (مرید کو طریقہ سکھانے کی اجازت دیتا ہے اور اس ناقص کے

مردوں کے اجتماع کے ضمن میں اس نقص کا کام بھی تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ اور نیز سی جگہ لکھا ہے کہ نقص اگرچہ اجازت مافی (خلاف) ہے لیکن (جب) کامل مکمل بزرگ ناقص کو اپنا قائم مقام بناتا ہے اور اس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ جانتا ہے (نواس) نقص کا ضرر دوسرے تک تجاوز نہیں کرتا، واللہ اعلم بحقائق الامر کلھا (اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کی حقیقتوں کا زیادہ جاننے والا ہے) اور جو اجازت کہ آپ کو دی گئی ہے ان دونوں قسم کی اجازت سے نیچے درج کی ہے جو کہ چند اشخاص تک محدود ہے تاکہ آپ شغل و مراقبہ میں اکیلے نہ رہیں اور کچھ لوگ شریک ہو جائیں کیونکہ اس طریقہ عالیہ میں یہ معنی (مل کر ذکر و مراقبہ کرنا) بہت بڑا اثر رکھتا ہے اور ایک دوسرے میں قناہونے کی شرط کے ساتھ صحبت مطلق تنہائی سے بہتر ہے کیونکہ صحبت میں ایک کے فیوض دوسرے پر فائض ہوتے ہیں، اس قسم کی اجازت کو جو کہ محض سفارت (پیغام رسانی) ہے، آپ شیخت (پیری) اور بہت بڑا کام تصور کر کے اس سے گریز کر رہے ہیں اور لکھ رہے ہیں کہ اس قسم کا شخص جو کہ مرید کو جیسا کہ وہ ہے اسے دوسری طرح کا نہیں کر سکتا (اس کے حالات میں تبدیلی نہیں لاسکتا) اگر وہ شخص یہ ہونے کی ہوس نہ کرے تو بہتر ہے چنانچہ کسی بزرگ کی یہ رباعی مشہور ہے **رع** باہر کر نشینی و نشد جمع دلت الھ میرے مخدوم! آپ نے ابھی تک تو کسی شخص کو ذکر کی تلقین بھی نہیں کی ہے (تو پھر) کہاں سے یقین کر لیا کہ اس کے حالات میں تبدیلی نہیں آئے گی اور دل کی جمعیت اس کے حق میں حاصل نہیں ہوگی، آدمی کی قیمت اس کی ہمت کے مطابق ہوتی ہے، جب آپ پہلے ہی قدم میں ہمت چھوڑ رہے ہیں اور پانی دیکھے بغیر منہ نہ اٹا رہے ہیں (تو پھر معلوم ہی) کہ اس کا انجام کیا ہوگا اور اس کا کیا نتیجہ حاصل ہوگا۔

۱۷۸
اگر کوئی کہ بتوانم قدم در نہ کہ بتوانی و اگر کوئی کہ بتوانم برو نشین کہ نتوانی (اگر تو بتائے کہ میں کر سکتا ہوں تو قدم رکھ (شروع کر) کیونکہ تو (ضرور) کر سکتا ہے اور اگر تو کہتا ہے کہ میں نہیں کر سکتا تو جا بیٹھ جاکو نہ تو نہیں کر سکتا) آپ کے مریدوں کے احوال تبدیل کرنے میں کیا دخل ہے آپ قاصد سے زیادہ نہیں ہیں اگر خود اپنے والے پر اعتماد رکھتے ہوتے تو ہرگز اس قسم کی بات نہ لکھتے۔ جان لیں کہ یہ گفتگو آزار (رنج) کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ یہاں پوری طرح دل صاف ہے بلکہ خطائے مواقع پر تنبیہ (ہدایت) کے طور پر ہے جو کہ پیر کو مرید کے بارے میں ضروری ہے، والسلام علی من اتبع الهدی۔

مکتوب

ملا محمد قلی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ رضا کے مقام میں دو اعتبار ہیں۔

اس کے ساتھ نقطہ واجب تک پہنچ جائے، اور آپ جان لیں کہ بیشک مومنین کا حشر (قیامت کے دن جمع کیا جائیگا) دائرہ عالم کے اس نقطہ پر ہوگا جسے نقطہ اصل سے قریب ہے، بعض مومن اپنے اپنے درجات کے فرق کے مطابق بعض سے اقرب ہوں گے، ہمارے حضرت عالی (محمد الف ثانی) رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میری سیراب اس نقطہ تک پہنچ گئی ہے جو کہ نقطہ اصل سے زیادہ قریب ہے اور اس سے اوپر کوئی سیر تصور نہیں ہے پس لازماً حشر بھی اسی نقطہ پر سیر ہوگا کیونکہ اس نقطہ سے اوپر (سیر) تصور نہیں ہے اس سے ماوراء عابدوں کے لئے کچھ نہیں ہے، اس قریب سے میں سمجھتا ہوں کہ وفات کے بعد اور قیامت کے روز اور بہشت میں بعض وہ امور جو کہ اس مقام کی تکمیل کرنے والے ہیں اور اس مقام کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں فائز ہوں گے اور نیز بعض وہ علوم و معارف جو اس دنیا میں ظاہر نہیں ہوئے ہیں اور ان کی شان اس دنیا میں مستور ہونا ہی، اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کے فضل و کرم سے ظاہر اور منکشف ہوں گے اور اس قسم کے حقائق و دقائق کہ یہاں جن کی شان پوشیدہ رہنا ہی بہت زیادہ ہیں، اگر ان میں سے تھوڑا سا بھی بیان کیا جائے تو مضمون طویل ہو جائے گا۔ والسلام

مکتوبہ

شہزادہ دین پناہ سلطان محمد اورنگزیب سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام جہاد اصغر کے فضائل کے بیان اور جہاد اکبر کے معارف کی شرح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد ذرۃ احقر عرض کرتا ہے کہ اُن لوگوں کا وقت و حال کتنا اچھا ہے جنہوں نے اس بہت بڑے کام اور عظیم مہم کے لئے کمر ہمت کو پُرسرت خدمت میں چست باندھا ہے اور نیک نیتی کے ساتھ اس سخت سفر کو جو کہ حقیقت میں خیرات و برکات کا پھل دینے والا اور درجات کی ترقی کا وسیلہ ہے دوق و شوق کے ساتھ اختیار کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیشک جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے تیار کیا ہے ہر دو درجوں کا درمیانی فاصلہ آسمان و زمین کے درمیانی فاصلہ کی مانند ہے اس کو انا انکار کی رحمت اللہ نے روایت کیا ہے، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک ساعت ٹھہرنا شب قدر کو کہ مکرمہ میں حجرا سود کے نزدیک قیام

لے اور حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ آسمان و زمین کے درمیان بقدر پانسو برس کے فاصلہ ہے (مترجم)

کرنے سے بہتر ہے، اس کو امام بیہقی وابن جہان رحمہما اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (اس حدیث کے پیش نظر) علمائے کہا ہے کہ اس حساب سے اللہ کی راہ میں ایک ساعت قیام کرنا دس کروڑ مہینوں کے قیام سے بہتر ہے اس لئے کہ لیلۃ القدر کو مکہ مکرمہ میں قیام کرنا مکہ مکرمہ کے علاوہ کسی اور جگہ کے دس کروڑ مہینوں کے قیام کی برابر ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مسلمانوں کے پیچھے کسی ایک رات پہرہ دیتا رہا اس کو ان تمام لوگوں کی برابر چلے گا جو اس کی پیروی میں (اطمینان سے) روزے رکھ رہے اور نمازیں پڑھ رہے ہیں، اس کو طہرائی تہجد اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے علمائے کہا ہے کہ یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ جس حاکم کے علاقہ میں لوگ اس کی حمایت و حفاظت میں امن و امان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس حاکم کے اعمال نامہ میں بھی ان لوگوں کے نیک اعمال کی مثل لکھ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ عظیم کس قدر عالی شان ہے، افسوس کہ بینا کارہ اس قسم کی خوشگوار نعمت سے باعتبار ظاہر محروم ہے اور بعض شکلات اور رکاوٹوں کی وجہ سے اس جہاد فی سبیل اللہ کا نازک ہر **يَلِيَّتِي كُنْتُ مَعَهُمْ فَأَوْفُوا نَفْسَكُمْ** (کاش کہ ان کے ساتھ ہوتا تو میں بھی عظیم کامیابی حاصل کرتا) لیکن باطن کی رو سے اپنے ساتھ ہی جائیں اور دعا و توجہ کی راہ سے جو کہ فقر کا معمول ہے ممد و معاون تصور فرمائیں، اگر گوشہ نشین فقر سالہا سال تک ریاضت کریں اور چلے آکھینچیں (تو بھی) اس عمل کی گرد کو نہ پہنچیں، جو طاعات و عبادات اس مقام میں ادا ہوتی ہیں گوشہ نشین کی طاعات سے کئی گنا زیادہ (فضل) ہیں، اُس جگہ کا ذکر وسیع کچھ اور ہی ثواب رکھتا ہے اور وہاں کی تمار علیحدہ مرتبہ رکھتی ہے اور اس مقام کے صدقات و نفقات کا درجہ بہت بڑا ہے اور اس معرکہ کے (اندر لاحق ہونے والے) امراض کا نتیجہ جڑا ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے جہاد فی سبیل اللہ کے دوران اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت کی پس بیشک اس کے لئے ہر کلمہ کے بدلے ستر ہزار نیکیاں ہوں گی ان میں سے ہر نیکی دس گنا ہوگی اس کے ساتھ کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس اور زیادہ ہوگا، اس کو طہرائی نے روایت کیا ہے اور نیز آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میری مسجد میں نماز پڑھنا (کسی دوسری مسجد کی) دس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور سرحد کی حفاظت کی سرزمین میں ایک نماز پڑھنا بیس لاکھ نمازوں کی برابر ہے، اس کو ابو الشیخ وابن جہان نے روایت کیا ہے، اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سرحد کی حفاظتی قیام گاہ میں ایک نماز پڑھنا پانسو نمازوں کے برابر ہے اور اس (جہاد فی سبیل اللہ) میں ایک دینار و درہم کا خرچ کرنا اس کے علاوہ (کسی اور نیک راہ) میں سات سو دینار

۱۸۱ خریج کرنے سے افضل ہے، اور نیز آنحضرت علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس شخص نے کسی مجاہد فی سبیل اللہ یا کسی غازی کے اہل و عیال کی یا کسی مکان غلام کی اس کے آزاد کرنے میں مدد کی تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس روز اپنے سایہ میں رکھے گا جس روز کہ اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، اس کو احمد و بیعتی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا البتہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کھڑا ہوتا (اگرچہ) وہ اس میں تلوار میان سے نہ نکالے اور وہ تیرے سے کسی کو زخمی بھی نہ کرے اور کسی پر تیر بھی نہ پھینکے ایسی ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے جس میں آنکھ جھپکنے کی مقدار بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کی ہو (رواہ ابن الجارک) نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ یا ایک ساعت بھی بیمار ہو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اس کے لئے ایک لاکھ ایسے غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھا جائے گا جن میں ہر ایک کی قیمت ایک لاکھ (درہم) ہو، رواہ ابن رنجیہ۔ (اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ یہ حد و ہم جس کی طرف آپ متوجہ ہیں جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے۔ ابوداؤد و دیگر ہی جہاد اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت کی ہے کہ آخری زمانے میں ایک قوم ہوگی جن کو روافض کا نام دیا جائے گا وہ اسلام سے رفض (روگردانی و ترک) کریں گے پس تم ان کو قتل کرو کیونکہ بیشک وہ مشرکین ہیں۔ اور دارقطنی نے حضرت علیؑ سے اور انھوں نے آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا عنقریب میرے بعد ایک قوم آئے گی جو بد زبان ہوگی ان کو رافضی کہا جائے گا پس اگر وہ ان کو پائے تو قتل کر پس بیشک وہ مشرکین ہیں انھوں نے کہا گم میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان میں کیا علامت ہوگی؟ آپ نے فرمایا وہ تیرے بارے میں ان باتوں کا اضافہ کریں گے جو تمہیں نہیں ہیں، اور سلف (پہلے لوگوں) پر طعن کریں گے اور اس (دارقطنی) نے دوسرے طریق (سند) سے بھی اسی کی مثل روایت کیلئے اور اسی طرح ایک اور طریق سے بھی روایت کیا ہے اور اس میں اس روایت سے یہ الفاظ زیادہ ہیں اور وہ اپنے آپ کو ہم، اہل بیت کے ساتھ منسوب کریں گے حالانکہ وہ ایسے نہیں ہیں اور ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سب کریں گے (برا کہیں گے)۔

وہ مشرکین ہیں انھوں نے کہا گم میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان میں کیا علامت ہوگی؟ آپ نے فرمایا وہ تیرے بارے میں ان باتوں کا اضافہ کریں گے جو تمہیں نہیں ہیں، اور سلف (پہلے لوگوں) پر طعن کریں گے اور اس (دارقطنی) نے دوسرے طریق (سند) سے بھی اسی کی مثل روایت کیلئے اور اسی طرح ایک اور طریق سے بھی روایت کیا ہے اور اس میں اس روایت سے یہ الفاظ زیادہ ہیں اور وہ اپنے آپ کو ہم، اہل بیت کے ساتھ منسوب کریں گے حالانکہ وہ ایسے نہیں ہیں اور ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سب کریں گے (برا کہیں گے)۔

فصل بالخیر (حدیث) رجحان من الجہاد الا صغر الی الجہاد الکبر (اب ہم جہاد

اصغر جہاد اعداء سے جہاد اکبر جہاد نفس) کی طرف لوٹتے ہیں [حدیث قدسی میں آیا ہے عاد نفسک فا نہا انتصبت بمعاداتی] (تو اپنے نفس سے دشمنی کر کیونکہ وہ میری دشمنی پر کمر بستہ ہے) انسان کا نفس امارہ تصدق قلبی اور اقرار لسانی کے باوجود اپنے کفر و انکار پر پڑھ رہا ہے، آسمانی احکام کی طرف مائل نہیں ہوتا اور احکام الہی جل سلطانہ کی اطاعت نہیں کرتا، وہ نفس چاہتا ہے کہ سب اس کے مطیع و فرمانبردار ہوں اور

وہ کسی کا مطیع و فرمانبردار نہ ہو، برابری اور خودی کا دعویٰ اس میں راسخ ہے اور انا ربکم
(میں تمہارا رب ہوں) کی صدا اس کے اندر سے نکلتی رہتی ہے اسی لئے اس (نفس) سے دشمنی رکھنا (بارگاہ الہی
میں) پسندیدہ و مقبول ہوا اور شریعت منورہ کے موافق اس کی مخالفت اور اس کے ساتھ جہاد کرنا جہاد اکبر قرار
پایا، آفاقی دشمنوں کے ساتھ جہاد کا کبھی کبھی اتفاق ہوتا ہے اور اندرونی دشمن (نفس) سے جہاد دائمی ہے
ارحم الراحمین (اللہ تعالیٰ) نے اپنی کمال رحمت و شفقت سے ایمان حاصل ہونے اور ہمیشہ کے عذاب سے
نجات پانے کے لئے تصدیق قلبی کو کافی قرار دیا اور نفس کو اقرار تو تسلیم کا مکلف نہیں بنایا۔
چشم دارم کہ دیدار شک مرا حسن قبول آنکہ در ساختہ است قطرہ بارانی را

[دعا اللہ جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنایا ہے میں امید رکھتا ہوں کہ میرے آنسوؤں کو بھی جس قبول عطا فرما
ہاں افراد انسانی میں بعض کا ملین ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کا نفس انارگی سے نکل کر اطمینان
حاصل کر لیتا ہے اور احکام الہی کا مطیع ہو کر مخالفت کی مجال اس میں باقی نہیں رہتی اور راضی و مقبول
ہو جاتا ہے آیہ کریمہ یَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۚ إِنَّكَ نَفْسٌ
مُطْمَئِنَّةٌ بِرَبِّكَ اس طرف اس طرح لوٹ جا کہ وہ تجھ سے راضی ہو اور تو اس سے راضی ہو) اسی کی شان میں وارد
ہوئی ہے ایمان کامل اور اسلام حقیقی اسی مقام میں جلوہ افروز ہوتا ہے، یہ ایمان نزول اور خلل سے
محفوظ ہے بخلاف سابقہ ایمان کے کہ وہ نزول و خلل سے محفوظ نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے اسی (کامل) ایمان کی طلب کی ہے، اس موقع پر جبکہ آپ نے امت کی تعلیم کے لئے فرمایا: اللہم اِنِّی
اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا لِّیْسَ بَعْدَہُ کُفْرٌ [لے اللہ! میں آپ سے ایسا ایمان طلب کرتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو] اور آیہ
کَرِیْمَہ یَا أَيُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اِیْمَانُہُ الْاٰیۃِ [لے ایمان والو! اللہ پر ایمان لاؤ] اور آیہ کَرِیْمَہ وَالَّذِیْنَ
اٰمَنُوا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشَّہِدَآءُ ۙ عِنْدَ رَبِّہِمۡ ۖ اَدْرٰجُوْکَ اللّٰہُ اور
اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی اللہ کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں] میں گویا اسی ایمان کی طرف اشارہ ہے
اور حدیث نفیس لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدٌ کَمَا حَتٰی یُکُوْنَ ہُوَاۤءَ تَبَعًا لِمَا جِئَتْ بِہٖ [تم میں سے کوئی شخص اس وقت
تک ہرگز مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات نفس میری شریعت کے تابع نہ ہو جائیں] میں یہی ایمان مراد ہے
صوفیائے کرام کے طریقے میں اولین مطلوب اسلام حقیقی کا حاصل ہونا ہے جو کہ نفس انارہ کے مطیع
ہونے کے ساتھ وابستہ ہے اور وہ اسلام جو اطمینان نفس سے پہلے محض تصدیق قلبی سے حاصل ہوتا ہے
(صوفیہ) اس کو مجازی اسلام کہتے ہیں اور اس کو حقیقی اسلام کہتے ہیں: المجاز ینفی والحقیقۃ تثبت

ولا تنفی [حجاز کی نفی ہو جاتی ہے اور حقیقت ثابت رہتا اور اس کی نفی نہیں ہوتی] ارکان اسلام یعنی نماز، روزہ، حج، جہاد اور تمام نیک اعمال جو اطمینانِ انفس سے پہلے وقوع میں آئے ہیں وہ گویا اعمال کی صورتِ ظاہری شکل ہے، اگر نماز پڑھنا ہے تو نماز کی صورت ہے اور اگر روزہ دار ہے تو روزہ کی صورت ہے اور اسی قیاس پر تمام اعمال ہیں اس لئے کہ نفس امارہ ابھی تک اپنی سرکشی اور انکار پر قائم ہے اعمال کی حقیقت کس طرح ظہور میں آسکتی ہے اور جب نفس اطمینان کی حالت کو پہنچ جاتا ہے اور سرکشی و بغاوت سے باز آجاتا ہے تب اعمال کی حقیقت حاصل ہوتی ہے اور نماز و روزہ وغیرہ کی حقیقت ادا ہوتی ہے اور اس صورتِ حقیقت کے فرق کے اندازہ ہی سے آخرت میں جنت اور اس کی نعمتوں کے درجات اور قربِ الہی اور آخرت میں رویتِ باری کے مراتب میں فرق کو خیال کر لینا چاہئے۔ مقررین کی جنتوں کو عوامِ مؤمنین کی جنتوں سے کیا نسبت ہے، قطرہ کو دریائے ساتھ ایک (طرح کی) نسبت ہے کہ یہ دونوں ایک ہی جنس ہیں اور پانی کے اجزاء سے مرکب ہیں، ان دونوں میں فرق اجزاء کی کثرت و قلت سے ہے اور صورت کو حقیقت کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں ہے رویتِ اخروی (آخرت میں دیدارِ باری تعالیٰ) بھی سب کے لئے یکساں نہیں ہے (بلکہ) دیکھنے والوں کے درجات کے فرق کے مطابق اس کے بھی درجات و مراتب ہیں جیسا کہ امام غزالی قدس سرہ نے اس کی تصریح کی ہے پس قیاس کرنا چاہئے کہ اہل صورت و اہل حقیقت میں سے ہر ایک کی بے کیف رویت (بہائم) کیا نسبت رکھتی ہوگی؟
بود کہ صدر نشینانِ بارگاہِ قبول کنند گوشہ چشمہ بابل صفتِ تعال

[کاش ایسا ہو کہ بارگاہِ قبولیت کے صدر نشین جو توں کی جگہ پر بیٹھنے والوں کی طرف بھی نظر کریں (یعنی کن آنکھوں سے دیکھ لیں)] یہ صورت و حقیقت دونوں ہی شریعتِ عالیہ کے دائرہ میں داخل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری سنتوں اور باطنی انوار سے اخذ کی گئی ہیں، ایک شریعت کی صورت ہے اور دوسری شریعت کی حقیقت ہے پس تمام کمالات کا معدن روشن شریعت ہی قرار پائی اور کوئی کمال ایسا نہیں رہا جسے شریعتِ حقہ کے باہر تلاش کرنے کی ضرورت پڑے، اللہ تعالیٰ کی معرفت کہ جس کو اہل اللہ نے ادراکِ بسیط کے معنی میں قرار دیا ہے اور انسان کے کمال کو اس کے ساتھ وابستہ کیا ہے اس کی تکمیل و کمال بھی نفس کی فنا و اطمینان کے ساتھ وابستہ ہے۔

بیچ کس رانا نگر ددا و فنا نیست رہ در بارگاہِ کبریا

[جب تک کوئی شخص مقامِ فنا حاصل نہ کر لے اس کیلئے بارگاہِ الہی میں باریابی نہیں ہے] پس (ان تمام باتوں کا حاصل کلام یہ ہے کہ) صاحبِ بصیرت عقلمندوں کے لئے ضروری ہے کہ اپنے حاصل کار اور نقدِ روزگار (یعنی تمام افعال و اعمال) میں خوب اچھی طرح غور فرمائیں، جو شخص بھی یہ مطلوبہ دولت رکھتا ہے فطوئی لہ و بشری

[تو اس کے لئے مبارکبادی و خوشخبری ہے] جو کچھ اس کی پیدائش سے مقصود تھا وہ بجا لایا اور نعمت اس کے حق میں پوری ہو گئی ورنہ وہ اس کی طلب سے فارغ نہ رہتا اور جہاں کہیں سے (اس کی) کوئی بڑا سکہ دریاغ میں پہنچے اس کے پیچھے جائے (اس کی تلاش کرے)۔

ترسم کہ یار بامانا آشنا بماند نادامن قیامت این غم باماند
(میں ڈرتا ہوں کہ (بمبادی) محبوب ہمارا حال) سزا آشنا ہی رہے (اور قیامت کے دامن تک یہ غم ہمارے ساتھ رہے) والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۶۵

مولانا حسن علی کے نام تسلیف یعنی آج کا کام کل پڑھ چھوڑنے اور ارادے کی نفی پر غیب کی بیان میں تحریر فرمایا
اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی حقیقت کے ساتھ متحقق کرے اور ہر اس چیز سے ہمیں نجات دے جو معرفت الہیہ سے روکے۔ میرے مخدوم اعمر کا اشرف حصہ جو کہ جوانی کا زمانہ اور قوتوں اور اعضا کی تندرستی کا وقت ہے گزر رہا ہے اور عمر کا ارذل (گھٹیا) حصہ آنے والا ہے، افسوس کہ سب سے اشرف چیز جو کہ معرفت الہی ہے ارذل (گھٹیا) عمر کے حوالہ کیا جائے جو کہ محض مہووم (وہم و خیال) ہے اور اشرف عمر خواہشات نفسانی اور حرص میں جو کہ سب سے رذیل شے ہے صرف ہو، هلك المسوفون [آج کا کام کل پر ڈلنے والے ہلاک ہو گئے] اس عالم فانی میں ثقیلین (یعنی انسان جن) کے پیدا کرنے سے مقصود اس معرفت کا حاصل کرنا اور اس قلیل مہلت میں مولائے حقیقی (حق تعالیٰ) کی رضا حاصل کرنا ہے اور ہم جیسے بواہوس لوگ بیہودہ آرزوؤں کے پیچھے اس دولتِ مطلوبہ سے کب تک محروم رہیں گے اور نفس و شیطان کی رضا و خوشی کے ساتھ اللہ تعالیٰ اجل شانہ کی رضا سے کب تک دور و محروم رہیں گے
الْمَيَانِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَحْشَعُمْ قُلُوبُكُمْ لِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۚ أَلَا يَأْمُرُ الْإِنْسَانُ بِالْإِيمَانِ ۚ وَالْوَلَدِ
کیلئے (یہی کہتے ہیں) یا کہ ان کے دل اس کی یاد اور اس چیز (کی تلاوت) کیلئے جھک جائیں جو حق کی طرف نازل ہوئی ہے (یعنی قرآن)۔
کام روائی خواہش پرستی، بیکار آرزوئیں اور بیہودہ تمنائیں اللہ تعالیٰ کی معرفت کیلئے شدید رکاوٹ اور قوی مانع ہیں (یہ بتولہ کہ) جو کچھ تیرا مقصود ہے وہی تیرا معبود ہے آپ نے سُن رکھا ہوگا اَقْرَبُ نَبِيٍّ مِّنَ الْخَلْقِ
إِلَهُهُ هُوَ ۚ وَاللَّيْلُ ۚ (پس کیا تو نے دیکھا کہ جس شخص نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا) [نص قرآنی ہے]۔
عشوة ابلیس از تبلیس تست در تو یک یک آرزو ابلیس تست
گر کنی یک آرزوے خود متام در تو صد ابلیس زاید و السلام

(۱) ابلیس کا قریب تیری ہی تبلیس ہے، تجھ میں ایک ایک آرزو تیرا ابلیس ہے، اگر تو اپنی ایک آرزو پوری کرے گا تو وہ تجھ میں سیخروں ابلیس پیدا کر دے گی (اسلام)۔

مکتوب ۶۶

مولانا محمد صدیق پشاور کے نام اُن کے عرصہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ واریدِ عظیم شریعت تھا۔
الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ کے مکتوب گرامی کے بعد دیگرے وصول ہوئے اور تسلی بخش حالات واضح ہوئے، قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب میرا علم زیادہ کرے)۔ جو واریدِ قوی (اعلیٰ کیفیت) کہ ظہر کی نماز میں آپ کو ظاہر ہوئی اور جو آپ کے اندر کامل تصرف کر کے آپ کو اپنے شکار میں لے آئی تھی وہ بھی واضح ہو کر روحانی لذتوں کا سبب بنی۔ اس پر اور اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں پر اس کا حمد و شکر ہے، شاید کہ شیون النہیہ جل سلطانہ میں سے کسی شان کی تجلی ہو جو کہ اس اصالت کی مناسبت کی وجہ سے جو وہ آپ کے مبداءِ تعین کے ساتھ رکھتی ہے ظاہر ہوئی ہو اور آپ اپنے آپ سے بخود کر کے آپ کی زبان پر اسرار و معارف کے ساتھ گویا ہوئی ہو اور اپنے ساتھ بقا بخشی ہو، اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا اَقْرَبٰۤیَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعْرَۃًۭا اَھْلِہَا اِذْ لَئِنۡہٗۤ اَبَیْشَکْ جَبَّ بَادِشَہٗ کِیْسِیْ ہِیْ دَاخِلُ ہوتے ہیں تو اس کو خراب کر دیتے ہیں اور اس کے باعزت لوگوں کو ذلیل کرتے ہیں) یا ذات نے اس شان کے ساتھ متبلس ہو کر فنا و بقا بخشی ہو، ہو سکتا ہے کہ اس معاملہ کا ظہور اس واقعہ کی تعبیر ہو جو کہ آپ نے دیکھا تھا کہ میل کے دیوار پر پائپر نکلا ہوا ہوں لوگ کہتے ہیں یہ عشق کی دیوار ہے الفجیہ معاملہ گویا اس دیوار کی دوسری طرف سے تعلق رکھتا ہے اور یہ دیوار برزخ ہے جو کہ مبداءِ تعین ہے اس لئے کہ مبداءِ تعین عاشق و معشوق کے درمیان برزخ ہے اور راہ وصول اس میں منحصر ہے اور اس وقت میں چونکہ قوت باطنی اتنی نہیں تھی اس لئے اس دیوار سے ہوا میں ہو گئے تھے اور اس کے اوپر کوئی بلندی حاصل نہیں کی اب قوت کی وجہ سے جو کہ آپ کو حاصل ہو گئی ہے بلندی حاصل کر لی ہے اور دیکھا جو کچھ کہ آپ نے دیکھا، اور شیخ حسن چونکہ آپ کے ساتھ محبت کا تعلق صحیح رکھتا ہے احتمال ہے کہ اس نسبت کا پرتو اندراج کے طور پر اس پر پڑا ہو۔

آپ جان لیں کہ شان کمال ذاتی سے عبارت ہے جو کہ ذات تعالیٰ پر زائد نہیں ہے اور غیب میں ملی ہوئی ہے اور جب حق سبحانہ و تعالیٰ کا علم کمالات ذاتیہ سے متعلق ہوا تو طے ہوئے کمالات علم میں تمیز و

تفصیل حاصل کر لی اور مبادی تعینات سے مراد یہی مفصلہ کمالات ہیں، ہر ایک کمال اشخاص میں سے کسی ایک شخص کا مبداء تعین ہے اور ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی تحقیق کے مطابق صفات سبعہ یا ثمانیہ کے لئے وجود علی کے علاوہ بھی خارج میں ایک ثبوت ہے جیسا کہ اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سبوحہم (اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو شکور فرمائے) کا مذہب ہے۔ مختصر یہ ہے کہ وہ کمال اس علی کمال کی اصل میں ملا ہوا ہے اور یہ علی کمال اس کا ظل ہے لیکن اس کمال کا بطون کے مرتبے سے ظاہر ہوتا اس علی کمال کے سبب سے ہے، ہو سکتا ہے کہ اسی اعتبار سے ایک بزرگ نے (یہ) کہا ہو۔

ولدت احی اباہا ان ذا من اعجابات

(میری ماں نے اپنے باپ کو جانا اور بیشک یہ بات نہایت عجیب باتوں میں سے ہے) اس نے ماں اپنے عین ثابتنہ کو کہا ہو گا جو کہ اس کا مبداء تعین ہے اور اُس ماں کا باپ شان الہی کو کہا ہو گا جو کہ اس کی اصل ہے اور چونکہ عین ثابتنہ اُس شان کے بطون کے مرتبے سے ظہور کا سبب و ولادت کو جو کہ اس ظہور کا سبب ہو دوسری طرف سے بھی ثابت کیا اسلام

مکتوبہ

مخدوم زادہ عالی قدر جامع علوم ظاہری و باطنی خواجہ محمد نقشبند سلمہ ربہ کی خدمت میں مسئلہ کلام الہی جل شانہ کے بارے میں علما کا مذہب بیان کرنے اور اس مسئلہ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تحقیق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

کلام الہی کے مسئلہ میں اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سبوحہم (اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو شکور فرمائے) کا مذہب یہ ہے کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ازل سے ابتداء تک ایک ہی بسیط حقیقی کلام کے ساتھ متکلم ہے، (تکثر کثیر ہوتا) اور تفصیل کی اس میں کوئی گنجائش نہیں ہے وہ حضرات فرماتے ہیں کہ اسی ایک بسیط کلمہ سے امر و نہی پیدا ہوئے ہیں اور اسی ایک کلمہ بسیط سے استفہام (پوچھنا) تمقّی (خواہش کرنا) ترجیح (امید کرنا) اخبار (خبر دینا) وعید (ڈرانا) اور وعدہ صادر ہوا ہے اور وہی کلمہ بسیط ہے کہ جس سے فرقان اور نوریت کا نام پایا ہے اور زبور و انجیل کے ساتھ تفصیل اختیار کی ہے اس مقام میں ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ عنہ کا ایک مفرد قول اور تحقیق کے بعد ایک تدریق ہے اور وہ یہ ہے کہ کلام الہی جل شانہ میں اجمال و عدم تجزی (اجزائے ہونے) کے باوجود تفصیل بھی ثابت ہے اور وسعت و تمیز بھی موجود ہے، بسیط ہونے کے باوجود امر و نہی سے ممتاز اور اخبار و انشاء سے جدا ہے جیسا کہ ہم مرتبہ

ذات تعالیٰ میں اجمال کے باوجود تفصیل و وسعت کا اثبات (بھی) کرتے ہیں کیونکہ وسعت و تفصیل بھی صفات کمال میں سے ہے اللہ تعالیٰ و تقدس نے فرمایا ہے: **وَاللّٰهُ وَّاسِعٌ عَلِيْمٌ** (اور اللہ بہت وسعت اور علم والا ہے) جانتا چاہتے کہ ہم اس مرتبہ عالیہ میں جس اجمال و تفصیل کا اثبات کرتے ہیں یہ وہ اجمال و تفصیل نہیں ہے جو ہماری سمجھ میں آجائے اور ہم اس کا ادراک کر لیں کیونکہ اس سے ٹکڑے اور اجزا ہونا لازم آتا ہے تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً (اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بہت ہی بلند ہے) بلکہ (یہ اجمال و تفصیل بھی) ذات و صفات کی طرح بیچون و بیچگونہ ہے عرفت ربی بجمع الاضداد (میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع ہونے سے پہچانا) اور یہ معرفت اگرچہ طریقہ عقل کے ماوراء ہے لیکن صحیح کشف اور صریح الہام سے اس کی تائید ہو چکی ہے اور جس تمیز کی علمائے کرام نے نفی کی ہے یہ وہ تمیز ہے جو کہ چون و چندی کی قسم سے ہے کہ یہ بیسیط ہونے کے منافی ہے۔

(فائدہ) چونکہ اس بارگاہ میں لفظ اجمال و وحدت کو لفظ تفصیل و کثرت کے مقابلہ میں زیادہ مناسبت ہے اس لئے کہ تفصیل و کثرت کا لفظ ٹکڑے اور اجزا ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے اسی لئے (زیر گزشتہ) اس بلند بارگاہ پر اطلاق کے لئے لفظ اجمال و وحدت کو اختیار کیا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ اجل شانہ اس اجمال و تفصیل سے جو کہ ہماری سمجھ میں آتی ہے منزه و مبرا (پاک و بری) ہے اور اگر ہم بے چون و وحدت و وسعت (کے الفاظ) اختیار کریں تو دونوں ثابت ہیں، فافهم ولا تنک من القاصرین (پس سمجھ لیجئے اور قاصرین میں سے نہ ہو جائیے)۔

مکتوب

کثرین خادمان محمد عبید اللہ عفی عنہ کے نام بعض مراتب اصول کو اجمال کے طریق پر بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ بذات خود موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ خواہ وہ وجود عیناً (عین ذات کے طور پر) ہو یا زائد ہو اور اسی طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کے ساتھ موجود ہیں نہ کہ وجود کے ساتھ نیز نہ کہ اس بارگاہ قدس میں وجود کے لئے گنجائش نہیں ہے اور اسی طرح وجوب و امکان کو (بھی) اس بلند مرتبہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ یہ دونوں (وجوب و امکان) وجود اور باہمیت کے

درمیان نسبتیں ہیں پس جبکہ وہاں وجود ہی نہیں ہے تو وجوب وامکان بھی نہیں ہے، ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جس قدر گہری نظر سے دُور و رُتک پہنچا جاتا ہے محسوس ہوتا ہے کہ اس مرتبہِ عالیہ میں ذات ایسی آٹھ صفات کے ساتھ ہے جو کہ ایک دوسرے سے متمیز ہیں حقیقت میں اس کے علاوہ کوئی اور امر خواہ وجود ہو یا وجوب نہیں پایا جاتا، اس مرتبہ کے اوپر ایک ایسا مرتبہ ہے جہاں یہ صفات حضرت ذاتِ تعالیٰ و تقدس میں محض اعتبارات ہیں اور وہ ذاتِ تعالیٰ پر زائد نہیں ہیں، ہاں صرف اس قدر کہ ان اعتبارات کو اس مرتبہ میں ایک دوسرے کے ساتھ متمیز ثابت ہے اور اس مرتبہ کے اوپر ایک ایسا مرتبہ ہے کہ وہاں یہ متمیز بھی موجود نہیں ہے اور محض اعتبارات کے سوا کوئی اور امر مفہوم نہیں ہوتا، اور اس مرتبہ کے اوپر وہ مرتبہ مقدم ہے جہاں کوئی اعتبار بھی ملحوظ نہیں ہے اور جہل و حیرت اس مقام کے لئے لازم ہے جانتا چاہئے کہ پہلے تینوں مرتبوں میں چونکہ ذاتِ تعالیٰ صفات کے ساتھ ملحوظ ہے (اس لئے ہمشالی صورتِ دائرہ کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور دو قوس ظاہر ہوتی ہیں ان میں سے ایک قوس سے ذات مراد ہے اور دوسری قوس صفات سے عبارت ہے اور آخری مرتبہ میں چونکہ کوئی اعتبار و اضافت ملحوظ نہیں ہے لازماً ہمشالی صورت میں نصف دائرہ جو کہ ذات کی ایک قوس سے کناہ ہو گا ظاہر ہوتا ہے اور یہی ستر ہے کہ ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی) قدس سرہ نے طریقہ کے بیان والے مکتوب میں لکھا ہے کہ اس مرتبہ میں ایک قوس کے علاوہ ظاہر نہیں ہوا یہاں کوئی ستر (بھید) ہو گا کہ جس ستر پر اطلاع نہیں دی گئی۔ جانتا چاہئے کہ ان چاروں قسم کے مراتب میں سے پہلا مرتبہ جو کہ مرتبہ صفات لطیفہ روح کے نصیب ہے اور دوسرا مرتبہ جو کہ شیونات کا مقام ہے لطیفہ ستر کے نصیب ہے اور تیسرا مرتبہ جو کہ مرتبہ تقدس کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے لطیفہ خفی کے نصیب ہے اور چوتھا مرتبہ اخفی کے نصیب ہے اور قلب کا نصیب مرتبہ افعال سے ہے جو کہ ان (چاروں) مراتب سے نیچے ہے، عالمِ امر کے ان چاروں قسم کے مرتبوں سے گزرنے کے بعد معاملہ عالمِ خلق کے ساتھ جا پڑتا ہے، والسلام

مکتوب ۶۹

حقائق آگاہ خواجہ محمد صدیق کشمیری و خواجہ محمد صالح کولابی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عارف نواہ کمال الکمال تک پہنچ جائے اس کو ذاتِ تعالیٰ و تقدس کے بعض وجوہ سے حصہ ملے گا و بعض کامل اولیا ایسے ہوں گے کہ جن کو ذاتِ سبحانہ و تعالیٰ کے تمام وجوہ سے حصہ ملے گا۔

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ کے دونوں گرامی التفات ناموں نے مشرف کیا اللہ تعالیٰ کے کرم کے امیدوار رہیں۔ ع

بناریکی دروں آپ حیات مت (تاریکی کے اندر آب حیات ہے)

غور سے سنیں، جب کوئی عارف وصول کے مقامات کو طے کر کے معاملہ ایسے مقام تک پہنچا لیتا ہے جو کہ قرب کی منزلوں میں اس کی ترقیات کا منتہا (آخری درجہ) ہے تو یقیناً اس کا نصیب ذات کی بعض وجوہ ہوگا جو کہ اس اسم کے اصول میں سے ایک اصل ہے جو اس عارف کا مبداء تعین ہے اور اسم کی جامعیت کے مطابق اس وجہ میں بھی جامعیت ہوگی اور جب قدر اسم زیادہ جامع ہوگا وجہ بھی اسی قدر جامع ہوگی لیکن تمام وجوہ سے حصہ ملنا اور بات ہے اور ایک ایسی وجہ سے جو کہ تمام وجوہ کی جامع ہے حصہ ملنا اور بات ہے جیسا کہ سمجھ دار آدمی پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔

اگرچہ عارف کا معاملہ اصول اور اصول اصول سے اوپر چلا جائے لیکن اپنے اس اسم کے مطابق جو کہ اس کا ممری (ترتیب کونے والا) ہے پابندی کو بھی اپنے ساتھ لے جائے گا اور وہ تمام وجوہ سے تفصیل کے طور پر حصہ نہیں پائے گا، اگرچہ وصول کے پہلے مرتبہ میں اس وجہ کو تمام وجوہ میں مستہلک (خاتی) پائے اور متمیز (ممتاز) نہ دیکھے لیکن حقیقت میں وہ ممتاز ہے جب اس مقام میں پوری طرح قرار حاصل کر لے گا اور نظر کی تیزی رکھتا ہوگا تو متمیز (انتیاز) کو پالے گا۔ جب آپ کو یہ معرفت معلوم ہوگئی تو اور اس سے زیادہ عجیب اور زیادہ گہری معرفت سنیں۔ بعض کا یلین اس قسم کے مومن ہیں کہ ان کو تمام وجوہ سے حصہ ملتا ہے اس کا بیان یہ ہے کہ اس وجہ کو جو کہ اس اسم کی اصل ہے جو اس سالک کا مبداء تعین ہے دوسری وجوہ کے ساتھ ایک مابہ الاشتراک (مشترکہ خرد) ہے وہ اس مابہ الاشتراک کے ذریعہ سے تمام وجوہ سے حصہ حاصل کرے گا کیونکہ نوع کو اپنی جنس کی طرف شاہراہ ہے۔ سوال، ماہیت مابہ الاشتراک اور مابہ الانتیاز سے مرکب ہے اور ہر ایک کی خصوصیات علیحدہ ہیں تو کیا یہ ممکن ہے کہ تمام وجوہ مابہ الانتیاز سے بھی کچھ حصہ حاصل کر لے۔

ہم جواب (میں) کہتے ہیں چونکہ مابہ الاشتراک کو مابہ الانتیازات پر صدق ہے اگرچہ عرضی ہے اس لئے کہ جنس خاص اپنی انوار کی فصول کے لئے عرض عام (مہوتی) ہے پس اس وجہ سے وہ مابہ الانتیازات سے بھی پورا حصہ حاصل کر لے گا اور عرض عام کے ذریعے سے اس کے افراد کو پہنچ جائے گا اور ذات تعالیٰ کی تمام وجوہ سے مفصل طور پر حصہ پالے گا اور تمام کمالات سے جن کا حاصل ہونا نوع بشر میں ممکن ہے خاتم الانبیاء علیہ وسلم افضل الصلوٰات و اکمل التحیات و التسلیٰات کے طفیل سے حصہ حاصل کر لے گا یہ معرفت انبیاء کرام علیہم التحیات و انوارات کے بعد ہمارے حضرت مثالی قدس سرہ اللہ تعالیٰ عنہ کی شان محزونوں اور ان مخصوص کمالات میں سے ہے۔

مکتوبات

علامہ محمد افضل ولد شیخ بدر الدین سرہندی کے نام حدیث القبر و روضۃ من ریاض الجنۃ کے معنی او
اس بشارت کے بیان میں کہ جس کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ مشرف ہوئے ہیں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم بسم اللہ العظیم و مصیبا علی رسولہ الکیچم الداجمین نبی کریم صلی اللہ علیہ
کی حدیث شریف میں آیا ہے کہ القبر و روضۃ من ریاض الجنۃ [قبرت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے] قبر کے باغ ہونے
سے مراد (بظاہر) یہ ہے کہ جو پردہ اور مسافت بقعہ قبر اور جنت کے درمیان واقع ہے دور ہو جاتی ہے اور ان
دونوں مقاموں کے درمیان کوئی پردہ اور کاوٹ باقی نہیں رہتی گویا زمین بقعہ قبر کو جنت کے ساتھ فنا و بقا حاصل
ہو جاتی ہے پس سمجھ لیجئے۔ اور یہی معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے بھی ہیں ما بین قبری و منبری
روضۃ من ریاض الجنۃ [میری قبر اور میرے منبر کا درمیان حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے] جاننا چاہئے کہ اس
طرح کا بلوغ اخلاص ان خواص حضرات کے لئے مخصوص ہے ہر مؤمن کو یہ سہ نہیں ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جب
مومنوں کی قبریں ایک طرح کی صفائی اور نورانیت پیدا کر لیتی ہیں تو ان میں اس بات کی صلاحیت پیدا ہو جاتی
ہے کہ جنت کا عکس ان قبروں پر منعکس ہو جائے اور صفائی حاصل کئے ہوئے آئینہ کی طرح ہو جائیں۔

پوشیدہ نہ رہے کہ ہمارے حضرت عالی مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کو بھی سرور دین و دنیا علیہ افضل الصلوٰۃ
و اکمل التحیات کے غایت درجہ کے ابتلاء کی وجہ سے یہ بشارت دی گئی تھی کہ روضۃ منبر کے جس میں آنجناب کی قبر مبارک
ہے اور اس روضۃ مقدسہ کا صحن قدیم جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) فرماتے تھے کہ
مجھے اس بات کی بشارت دی گئی کہ اگر اس مشہور روضۃ کی کمی کی ایک ٹھکی کسی شخص کی قبریں ڈالیں تو بہت بڑی امیدیں
ہیں پس جو شخص اس روضۃ میں دفن ہوا اُس کیلئے کیا کچھ بشارت ہوگی الحمد للہ رب العالمین الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ حمین۔

مکتوبات

محمد مومن بیگ کاہلی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ماسوی اللہ سے تعلق رکھنا نہایت شدید مرض ہے
سلام علیکم طبعتم [تم پر سلام ہو تم خوش رہو] سے

ہرچہ جز عشق خدائے احسن است گر شکر خوردن بود جاں کندن است
[اللہ تعالیٰ کے عشق کے بغیر کوئی چیز خواہ کتنی ہی اچھی ہو اگر وہ شکر (مٹھائی) کھا تا ہی ہو وہ بھی جان لیوا ہے]

حق سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کسی چیز کی محبت میں گرفتار نہ بنادُل کا نہایت شدید مرض ہے اس کے ازالہ کی فکر کرنا
سب سے زیادہ اہم کام ہے۔ ع

درخانہ اگر کس است یک حرف بس است (اگر کلمہ میں کوئی ہے تو اس کے لئے ایک حرف کافی ہے)

مکتوب ۲

ملا مسافر کے نام قصائے الہی جل شانہ پر راضی رہنے کی ترغیب میں تحریر فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر آدم ملا مسافر خیر و عاقبت سے رہیں اور یاد الہی جل شانہ کے ساتھ
خوش و خرم رہیں، آپ کے مکتوبات موصول ہوئے، جو رُوح و غم بھی (انسان کو) پہنچا ہے چونکہ وہ اللہ تعالیٰ
کے ارادے اور تقدیر سے ہے اس لئے رضا مندی کے سوا کوئی چارہ و تدبیر نہیں ہے طاعات کے معمولات پر
مستعد رہیں اور تکالیف و امراض پر صبر و تحمل کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عاقبت
طلب کرتے رہیں اور مخلوق میں سے کسی کو درمیان میں نہ دیکھیں اور تمام امور کو حق سبحانہ و تعالیٰ ہی کی طرف سے
جائیں اور اس کے دُور کرنے کو کبھی اسی سے چاہیں کیونکہ اس سبحانہ و تعالیٰ کی تقدیر کے بغیر کوئی شخص کسی کو ضرر
نہیں پہنچا سکتا اور اس کے ارادہ کے بغیر کوئی شخص ضرر (تکلیف) کو دُور نہیں کر سکتا بندگی کا راستہ یہی ہے والسلام

مکتوب ۳

ملا صاحب علی کے نام ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے مرزا عبید اللہ کے نام والے مکتوب پر کیا تھا۔

بسم اللہ حامداً و مصلیاً اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے اور رسول اللہ پر درود بھیجتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نام سے
شروع کرتا ہوں۔ ہر آدم ملا صاحب علی نے اللہ تعالیٰ اس کے حال کو اچھا کرے اور اس کی تمناؤں کو پورا فرمائے،
میرے ایک مکتوب بنام ہر آدم عبید اللہ بیگ (مکتوب ۲۹ جس کا ترجمہ گزر چکا ہے) پر ایک شبہ تحریر کیا اور جواب
طلب کیا تھا کہ ”اچھے اور بُرے میں فرق و امتیاز مقام شریعت میں ہے چنانچہ انھوں نے ایک رسالہ میں دیکھا ہے
کہ طریقت میں سراسر صلح اور ہر شخص کے ساتھ دوستی ہے بخلاف شریعت کے کہ اس میں دشمنوں کے ساتھ جنگ ہے
اور دوستوں کے ساتھ صلح ہوتی ہے“ عجیب و اہم بات شبہ ہے (بھلا) طریقت کا شریعت سے کیا مقابلہ اور
کوئی مساوات ہے، شریعت متورہ ایسی وحی قطعی سے ثابت ہوئی ہے کہ جس میں شک و شبہ کی ہرگز کوئی گنجائش

نہیں ہے اور اس کے احکام کے لئے ہرگز نسخ و تبدیل نہیں ہے قیامت قائم ہونے تک یہ احکام باقی ہیں اور اس شریعت کے مقتضی پر عمل کرنا ہر خاص و عام کے لئے ضروری و لازمی ہے، طریقت اس کے احکام کو ہرگز رفع نہ بخورے نہیں کر سکتی اور اپنے اہل (اہل طریقت) کو تکالیف شرعیہ سے آزاد نہیں کر سکتی، اہل سنت و جماعت کے قطعی (یعنی مسلم) عقائد میں سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ بندہ (ہوش و حواس کی حالت میں) ہرگز ایسے مقام کو نہیں پہنچ سکتا کہ تکالیف شرعیہ اس سے ساقط ہو جائیں (اس پر فرض و واجب نہ رہیں) جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ اہل اسلام کے گروہ سے خارج ہے جس جماعت کو حق سبحانہ و تعالیٰ اپنا دشمن قرار دے اور ان کے ساتھ دشمنی و سختی و جہاد و قتال کرنے کا حکم دے اس جماعت کے ساتھ صلح و دوستی کرنا قاعدہ اسلام سے خارج ہے، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا دعویٰ اس کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا اور ایسی بات کی طرف جانے نہیں دنیا کیونکہ محبوب کی اطاعت اور محبوب کے دوستوں سے محبت کرنا اور اس کے دشمنوں سے تبری و نیراری کرنا مقام محبت کے لوازم ہیں سے ہے۔

ہاں (یہ ضرور ہے کہ) اس راہ کے بعض سالکین پر بعض ایسے امور جو بظاہر کتاب و سنت کے مخالف ہوتے ہیں بکثرت وارد ہوتے رہتے ہیں کہ آخر ان سے گزرنایا پڑتا ہے ایسے وقت میں شریعت کی یاگ ڈور کو ہاتھ سے نہ دے اور سنت کو دانتوں سے مضبوط کیڑے (یعنی مضبوطی سے سنت پر عمل کرے) اور اپنے کشف و وجدان کے برخلاف اہل سنت و جماعت کی تقلید پر اعتقاد و عمل اختیار کرے (بعض اوقات) اس راستہ کے خس و خاشاک اپنی "أَنَا اللَّهُ الْوَاحِدُ" (بیشک میں ہی اللہ ہوں) کی صدا بلند کرتے ہیں اور سالک بیچارہ کو اعلیٰ مطالب سے باز رکھ کر اپنی پرستش (عبادت) کی دعوت دیتے ہیں، ایسے وقت میں صاحب استقامت سالک کو چاہئے کہ خلیل (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی متابعت تلاش کرے اور لَا أَحِبُّ إِلَّا قُلُوبًا (میں زائل ہونے والی چیزوں سے محبت نہیں کرتا) کہے اور وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ (میں نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر لیا) کے مصداق غیب الغیب کی طرف دوڑے اور اللہ تعالیٰ کے حبیب (حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی متابعت کے ذریعہ نظر کی کمی میں مبتلا نہ ہو، اور کبھی (سالک) اپنے آپ کو ان حضرات کے مساوی جانتا ہے جو بالاجمل اس سے افضل ہیں اور کبھی (اپنے آپ کو ان سے) افضل دیکھتا ہے، مسجد اور بت خانہ کو یکساں خیال کرتا ہے اور اسلام اور کفر کو برابر مانتا ہے اگر (ایسا سالک) اعتقاد و عمل میں کتاب و سنت کی یاگ ڈور کو ہاتھ سے نہ دے تو وہ معذور ہے کیونکہ وہ کشف و وجدان میں اختیار نہیں رکھتا، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۴

حقائق آگاہ نعمت اللہ قادری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سبقت اصل کی طرف سے ہے اور ظل میں جو کچھ ہے وہ اصل سے مستعار ہے اور اصل سے ظل کا نصیب اعتحال ہے۔

بسم اللہ حامداً و مصلیاً، آپ کے عنایت نامہ نامی اور مکتوب گرامی نے جو کہ آپ نے اس بے حاصل کے نام تحریر فرمایا تھا مشرف کیا، امید رکھتا ہے کہ اسی طریق پر اس ناکارہ کو کبھی کبھی اپنے محبت سے پر نور دل کے پہلو میں جگہ دیتے رہیں گے اور خاص اذواق کے ساتھ توانے رہیں گے (اس جانب سے) کسی خط کی سبقت کے بغیر اس مکتوب کا وارد ہونا جو کہ عین مہربانی سے تھا ایک غیر منزقیہ نعمت نفعی اس کے حصول ہونے سے فتوحات و ترقیات کا امیدوار ہوا، بیشک سبقت بزرگوں (ہی کی طرف) سے ہوتی ہے اور کرم کریموں (ہی کی جانب) سے شایاں ہے ع

درخانہ بکد خدائی ماند ہمہ چیز (گھر کی ہر چیز گھر کے مالک ہی کی ہوتی ہے)

پہلے ہی سے ایسا دستور چلا آ رہا ہے اور شوق کا اشتہار ہوا اصل ہی کی طرف منسوب ہوا ہے ہدایت (شرع ہونا) میرے اور آغاز اصل سے ہے، یُحْيِيهِمْ وَ يُجَبِّئُهُمُ الْآلَاءِ (وہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اُس اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں) جو خیر و کمال کے ظل رکھتا ہے وہ سب اصل سے مستفاد و مستعار ہے ظل بذات خود کسی چیز میں استقلال نہیں رکھتا اگر وہ خیر و کمال کی نسبت اپنی طرف کرے تو وہ فائن ہے اور اصل کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرتا ہے اس کے حق میں کمال یہ ہے کہ کمال کی نفعی کرے اور نیکی یہ ہے کہ وہ نیکی کی نفعی کرے، جو حصہ کہ وہ اصل سے رکھتا ہے منسبتات (تعلقات) کے مطابق اس کے ساتھ محدود و متلاشی (فانی) ہے جس قدر اصل کا ظہور زیادہ ہوگا اُسی قدر ظل کا محو و لاتے ہونا زیادہ ہوگا پیچا رہ (ظل) جو کہ نفعی ہونے کے سوا اصل سے کچھ حصہ نہیں رکھتا اس کے کمال سے کیا خبر رکھے گا اور اس کے حال کا کس طرح پتہ لگائے گا۔

گیرم کہ بغفائے مایا رخسار اند کو حوصلہ و طاقت دیدار کہ دارد

(میں مانتا ہوں کہ ہمارے غم خانہ (دل) میں یا رخسار خرام ہے لیکن اس کے دیدار کا حوصلہ و طاقت کس کو ہے) —
 لمے میری امید گاہ! اس وقت میں جو کہ عہد نبوت سے دوری کا زبانتہ ہے اور سنت کے انوار کی کمی اور بدعت کی ظلمات کے هجوم کا وقت ہے آپ جیسے شاہبازوں کا وجود بہت غنیمت ہے اگر ہم جیسے گمنامی کے گوشہ نشین گمنامی کے کونے میں ہزاروں ریاضتیں بھی کریں اور ہاتھ پیر ماریں (توبہ) آپ کے اُس ایک کلمہ حق کے برابر نہیں ہوتا

جو کہ بادشاہوں کے دل میں اثر کر جائے اور (بلکہ ہماری ریاضتیں) اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتیں، حق سبحانہ و تعالیٰ نے بادشاہوں کو دنیا میں جسم کے اندر روح کی مانند بنایا ہے کہ روح کی درستی جسم کی درستی ہے اور روح کا فساد (خرابی) جسم کا فساد ہے اسی طرح سلاطین کی اصلاح تمام عالم دنیا کی اصلاح ہے (بھلا) کو نسا عمل ہے جو اس کی گرد کو پہنچے۔

میرے مکرّم انبی کے آثار والے شیخ محمد صالح جو کہ مجالس اور معرکوں میں آپ کے شاگرد اور آپ کے اوصاف جمیلہ کی اشاعت کرتے ولے ہیں اور آپ کے اخلاق و احسان کی باتیں سناتے رہتے ہیں چونکہ اُن حدود (یعنی آپ) کی طرف جارہے تھے اپنی ناقابلیتوں کے باوجود وغیرہ مربوط کلمات کے ساتھ اپنے آپ کو آپ کے معطلوں میں یاد کرایا اور آپ کے اوقات شریف میں خلل انداز نہ ہوا، آپ کے افادہ و ارشاد کے ظلال سایہ انداز اور دراز رہیں۔

مکتوب

مرزا طاہر بیگ کے نام اس باب میں تحریر فرمایا کہ ذکر کو کسی غرض کے ساتھ مخلوط نہ کریں اگرچہ ہر چیز احوال ہی ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے ماسویٰ کی غلامی سے آزاد کرے اور مدارج قرب میں ترقیات عطا فرمائے، مقبول بندہ وہ ہے جو دائمی ذکر کے ساتھ متصف ہو اور ایک لمحہ بھی غفلت اور خواہش نفسانی میں مشغول نہ ہو اور ذکر کو اپنی اغراض سے آلودہ نہ کرے اور اخلاص والا ہو بلکہ اپنے احوال و موجد کا بھی ذکر میں لحاظ و خیال نہ کرے، آیت کریمہ **فَاذْكُرْ ذُنُوبَكَ** (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا) کے مطابق ضرور اس طرف سے بھی یاد کریں گے دیکھئے وہ کس طریق پر یاد کرتے ہیں اور کس عطیہ کے ساتھ نوازتے ہیں بلکہ اس وقت میں **اَذْكُرْ ذُنُوبَكَ** (میں تم کو یاد کروں گا) بھی منظور و ملحوظ نہ ہو اور خلوص و خلوصِ تمنا کے ساتھ متوجہ و حاضر رہے بلکہ ایسا حضور پر کمال کی ذات بھی درمیان میں نہ ہو اور وہ بھی اپنا سامان عدم کے صحرایہ کی طرف لے جائے اور حضور خود بخود رہنما ہو جائے ع

ایں کار و دولت ست کنوں تا کرادہند (یعنی یہ بات یاد کیجئے اب کس کو غایت کرتے ہیں)۔

والسلام علی من اتبع الهدی والترم متابعتا المصطفیٰ علیہ و علی آلہ من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا۔

مکتوب

مرزا ابان الشہر پانپوری کے نام سورہ اخلاص کی تاویل کے بیان میں تحریر فرمایا

بسم الله الرحمن الرحيم فحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم طرغ

ازہرچہ می رود سخن دوست خوشتر است (دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے)

۱۹۴

ہر کہنے والے سے زیادہ عزت ذات (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا ہے قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ کلمہ ہو گیا غیب ہویت کی

طرف اشارہ ہے اور اس ذات کے لئے استعمال کیا گیا ہے جو کہ شیون و اعتبارات سے حتیٰ کہ اطلاق کی قید سے

بھی بلند و معرا ہے اور اللہ سے مراد قابلیتِ اولیٰ اور وحدتِ ذاتیہ ہے جو تجر و اور تمام اوصافِ کمال کے ساتھ

منصف ہونے کے خاص اعتبار کے لئے ذاتِ تعالیٰ و تقدس کی قابلیت ہے اور احد احدیتِ مجرد سے کنایہ ہے

جو کہ صفات و اعتبارات سے مجرد ہونے کے ساتھ مقدر ہے، اللہ الصمد، و احدیت کی طرف اشارہ ہے جو کہ

صفاتِ افعالیہ و تمام صفاتِ ثبوتیہ و شیون و اعتباراتِ ذاتیہ کے اوصافِ کمال کے ساتھ منصف ہونے کا مرتبہ ہے

اس لئے کہ مقامِ صمدیت کے لئے یہ انصاف ناکر ہے اسی لئے ہوا الصمد کی بجائے اللہ الصمد آیا کیونکہ اس انصاف

کی قابلیت خاص اسی مرتبہ کے لئے ہے اور اس مرتبہ میں جس کی تعبیر ہو سے واقع ہوئی ہے یہ قابلیتِ برزخیت

گہری کے وسیلہ کے بغیر جو کہ مقامِ لاحق ہے ہرگز ملحوظ نہیں ہے، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا

أَحَدٌ صفاتِ سلبیہ اور تنزیہات و تقدسیاتِ ذاتیہ کی طرف اشارہ ہے کہ جن کی تفصیل اور اسی طرح شیون

ثبوتیہ کی تفصیل اللہ واحد و قہار کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پس یہ سورہ عالیہ الفاظ کے اختصار و قلت کے

باوجود مراتب و وجوب کی جامع اور اسرار و معارفِ الہیہ پر حاوی ہے اور لفظِ مبارک صمد جس طرح سے کہ

مرتبہ و وجوب کے شیون و کمالات کا جامع ہے (اسی طرح) مراتب کوئی و تعیناتِ امکانی کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے

کیونکہ صمدیت احتیاج کا مطالبہ کرتی ہے پس یہ سورہ مبارکہ متبرکہ اجمال کے طور پر تمام وجوبی و امکانی

مراتب کی جامع واقع ہوئی ہے اور کوئی کمال ایسا نہیں رہا کہ جس کی خبر اس سورہ نے نہ دی ہو، اس کے

قاری (پڑھنے والے) کو چاہئے کہ اس پر سرسری طور سے نہ گزر جائے اور اس کے معانی و اسرار سے خبر نہ رہے

اور کمالِ صفات کے ملاحظہ اور جمالِ لازوال کے مشاہدہ سے بے بہرہ نہ جائے اور خلاقِ کمال کے ساتھ متخلق

ہونے اور اوصافِ جمال کے ساتھ متحقق ہونے کا کچھ حصہ حاصل کرے اور ہویتِ ذاتِ تعالیٰ کے ساتھ

کچھ یقین حاصل کرے اور اجمال و تفصیل کے مرتبہ سے استعداد کے مطابق پہرہ مند ہو جائے اور صمدیت

باری تعالیٰ اجل عظمتہ کے ملاحظہ سے اپنی ذاتی احتیاج اور فطری فقر کا مطالعہ کرے اور خیر و کمال کے اوصاف کلی طور پر حق تعالیٰ کے ساتھ منسوب و مخصوص جانے اور نفس امارہ کی انانیت (میں پن) سے پوری طرح رہائی حاصل کرے اس وقت اس کی پیدائش سے جو کچھ مقصود تھا حاصل ہو جائے گا اور صفات تنزیہ تقدیس سے کہ جن کے ساتھ یہ سورۃ ختم ہوئی ہے اس کے حق میں نعمت تمام ہو جائے گی۔

جان لیں کہ سالک جس قدر بھی عروج کے درجات میں ترقی کرتا اور قرب پیدا کرتا اور فنا و بقا سے مشرف ہوتا ہے ہر وقت اس کو دوئی و بیگانگی لاحق ہے اور وہ اس بارگاہ کے ساتھ کسی قسم کی بھی مجانست اور اتحاد پیدا نہیں کرتا اور اس کی ذات و صفات میں کوئی مشارکت حاصل نہیں کرتا کیونکہ بندہ ہمیشہ بندگی کا طوق گلے میں ڈالے ہوئے ہے اور وہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیشہ اپنے تنزیہ و تقدیس کے ساتھ موصوف ہے۔ مال للتراب و رب الارباب [چہ نسبت خاک را با عالم پاک]۔ آپ نے اپنے اور بعض اپنے دوستوں کے جو بعض واقعات و کشوف و احوال لکھے تھے اعلیٰ و پسندیدہ ہیں ان کے مطالعہ نے بہت زیادہ فرحت بخشی، اللہ تعالیٰ فتوح و ترقیات کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے بالنون والصاد۔

مکتوب

شیخ عبدالحمید برہانپوری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ درجہ کمال تک پہنچنے کے لئے علامات ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم و محترم بھائی شیخ عبدالحمید اس دور افتادہ (کی طرف) سے سلام عافیت انجام پڑھیں، اس بھائی کا پسندیدہ مکتوب جو کہ اس ناکارہ کے نام موسوم تھا شہر ملتان سے پہنچا، اس کے مطالعہ نے بہت زیادہ فرحت بخشی اور اس میں بعض بلند احوال اور اعلیٰ مقامات بھی مندرج تھے، اگر حق سبحانہ و تعالیٰ (کسی) بندہ کو بعض فضیلتوں کے ساتھ مخصوص فرمادے اور اکابر کے بلند مقامات پر سرفراز کر دے تو کیا تعجب ہے اِنَّ رَّبِّيْ رَحِيْمٌ وَّ دُوْدٌ [میشک میرا رب نہایت رحم کرنے والا اور نہایت محبت کرنے والا ہے] لیکن اس قسم کے امور کے لئے سنت عالیہ کا ابتداء اور ناپسندیدہ بدعت سے اجتناب شرط ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس (بندہ) کی خواہش احکام شرعیہ اور سنن پسندیدہ کے تابع ہو جائے۔ حدیث شریفہ کا مضمون ہے: لَنْ يُّؤْمِنَ اَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُوْنَ هُوَ وَ تَبَعُهُ اِمَّا جَسَدًا بَعْدَ بَعْدٍ [تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن (کامل) ہوگا جب تک اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائے] حق سبحانہ و تعالیٰ قرب کے درجات میں ترقیات نصیب فرمائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

مکتوب

میر محمد براہیم ولد سیادت دستگاہ میر محمد نعمان کے نام رابطہ و فانی الشیخ و اتباع سنت حاصل کرنے اور شیخ کامل کی صحبت اور فانی اللہ کے اختیار کرنے پر جو کہ اس راستہ کا پہلا قدم ہے ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا ہے

بسم اللہ حامداً و مدافعاً علیٰ رسولہ الکریم اے سرداری اور نقابت کو پہناہ دینے والے! ہمارے طریقہ میں کمال کے درجہ پر پہنچنے کا مدار شیخ مقتدا کے ساتھ محبت کا رابطہ رکھنے سے وابستہ ہے، طالب صادق اس محبت کے راستے سے جو وہ شیخ کے ساتھ رکھتا ہے اس کے باطن سے فیوض و برکات اخذ کرتا رہتا ہے اور باطنی مناسبت کے ذریعہ سے ساعت بساعت اس کے رنگ میں رنگ جاتا ہے، بزرگوں نے کہا ہے فانی الشیخ فانی حقیقی کا مقدمہ ہے، مذکورہ رابطہ اور فانی الشیخ کے بغیر تنہا ذکر اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والا نہیں ہے، ذکر اگرچہ وصول (الی اللہ) کے اسباب میں سے ہے لیکن غالب طور پر محبت کے رابطہ اور فانی الشیخ کے ساتھ مشروط ہے، ہاں طریقہ ذکر کو لازم پکڑنے بغیر آداب محبت کی رعایت اور شیخ کی توجہ و التفات کے ہوتے ہوئے یہ رابطہ تنہا

— بھی موصل ہے اور اختیاری سلوک و تسلیک میں جو کہ دوسرے طریقوں کے ساتھ وابستہ ہے کام کا مدار اور اذکار کی پابندی پر ہے اور معاملہ کی بنیاد ریاضتوں اور چٹوں پر ہے اور پیر طریقت سے اس طرح کا رجوع نہیں ہے اور اس طریقہ میں جو کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے افادہ (فائدہ پہنچانا) اور استفادہ (فائدہ حاصل کرنا) انوکھا سی ہے، آداب کی رعایت کے ساتھ شیخ مقتدا کی صحبت کافی ہے، اور اذکار و طاعات کی پابندی بھی امدادی اور معاون امور میں سے ہے، کمالات حاصل کرنے میں خیر البشر علیہ علی آراء الصلوٰت و الزکیات و التسلیمات و التحیات النامیات کی صحبت ایمان و تسلیم اور اطاعت کی شرط کے ساتھ کافی تھی، اسی لئے وصول کی راہ اس طریقہ میں اقرب (سب سے زیادہ قریب) ہو گئی ہے اور شیخ کامل مکمل سے فیوض و برکات اخذ کرنے میں نہایت بوڑھے، بچے، شیوخ، زندہ اور مردہ سب برابر ہیں، اس طریقہ عالیہ میں جو کہ بدایت میں نہایت کے درجے ہونے کو شامل ہے سنت منورہ کا اتباع کرنا اور بدعت ناپسندیدہ سے اجتناب کرنا ہے، حضرت خواجہ احراق قدس سرہ نے فرمایا ہے اگر لوگ پوچھیں کہ حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے خاندان کے درویشوں کا اعتقاد کیا ہے تو تو کہہ دے کہ اہل سنت

جماعت کے مطابق اعتقاد اور دوام عبودیت ہے جو کہ عبادت ادا کئے بغیر تصور نہیں ہے اور وہ کسی غیر کے وجود کے شعور کی مزاحمت کے بغیر بلکہ وجود حق سبحانہ و آگاہی کی صفت سے بھی ذہول (سیان اور بھول جانے) کے ساتھ حضرت حق سبحانہ کی مقدس بارگاہ میں دوام آگاہی مراد ہے، اس سعادت عظمیٰ کا پاناہ زیب کے تصرف کے بغیر جس سے مراد محبت ذوقیہ کا ظہور ہے میسر نہیں ہے۔ جذبہ کے طریق میں کسی ایسے شخص کی صحبت سے زیادہ قوی ذریعہ کوئی نہیں ہے کہ جس کا سلوک جذبہ کے طریق سے واقع ہوا ہو اگر حق سبحانہ و تعالیٰ محض اپنی عنایت سے کسی ایسے شخص کی صحبت میں پہنچا دے کہ (جس کے) جذبہ کے تصرف کا اثر ظاہر ہو جائے جس سے مراد ذوق کے طور پر حق سبحانہ کے ساتھ آگاہی ہے اور دل کو اس آگاہی میں ایک لذت ہے، اس کو چاہئے کہ اپنی سعادت ہر کئی و جزئی امر میں اس کی اطاعت میں جائے اور اپنی بد بختی اس سے روگردانی میں جائے، ہمیشہ اپنے اوقات کو اس کے ادب کی نگاہداشت میں صرف کرے اور جو چیز بھی اس کو ناپسند ہے اُس سے اپنے آپ کو بچائے اور اس کی مرضی کے خلاف کاموں میں اپنے آپ کو مصروف نہ کرے چنانچہ جو کچھ اس کا محبوب (پسندیدہ) ہو اس کو اپنا محبوب بنائے اور جو کچھ اس کو ناپسند ہو طبعی طور پر اس سے نفرت کرے تاکہ ایسا ہو جائے کہ اُس کی مراد کے سوا اس کی اور کوئی مراد نہ ہو اور تمام مرادیں اس کے سینہ کی وسعت سے نکل جائیں اور جب حالت یہاں تک پہنچ جائے تو اس لائق ہے کہ وہ وصف جو دل پر وارد ہوا ہے بقا حاصل کر لے۔ تم کلامہ [حضرت خواجہ احمر اقدس سرہ کا کلام پورا ہوا]۔ اس طریقہ کے بزرگوں نے کہا ہے مصرع

سایہ رہبر بہ ست از ذکر حق

[رہبر کا سایہ حق تعالیٰ کے ذکر سے بہتر ہے] اور ان بزرگوں نے سایہ رہبر کا اشارہ طریقہ رابطہ کی طرف کیا ہے کہ جس سے مراد شیخ کی صورت کی اس طریقہ پر حفاظت ہے جو کہ اس طریقہ میں مقرر ہے یعنی رابطہ کا طریقہ بتدی طالب کے لئے ذکر (حق) سے زیادہ فائدہ مند ہے، اگرچہ ذکر فی نفسہ بزرگی اور فضیلت رکھتا ہے اس کی تشریح یہ ہے کہ مرید بیچارہ چونکہ عالم سفلی (دنیا و مافیہا) میں گرفتار ہے (اس لئے) وہ عالم علوی (عالم بالا) سے مناسبت نہیں رکھتا کہ وہ اس بارگاہ سے بلا وسیلہ فیوض و برکات حاصل کر سکے (اس لئے) اس کے لئے دونوں طرف سے حصہ رکھنے والا ایک واسطہ چاہئے جو عالم علوی سے کچھ حذا حاصل کر کے مخلوق کی دعوت و ارشاد کے لئے عالم سفلی کی طرف متوجہ ہوا ہو اور پہلی (عالم بالا کے ساتھ) مناسبت کی وجہ سے عالم غیب سے فیوض اخذ کر کے دوسری مناسبت کے ذریعہ سے جو کہ وہ عالم سفلی کے ساتھ رکھتا ہے اُن فیوض کو اُن کی استعداد والوں کو پہنچائے، پس طالبِ رشد شیخ کے ساتھ مناسبت کی

جس قدر وجہ زیادہ رکھتا ہوگا اس کے باطن سے اسی قدر زیادہ فیوض اخذ کر لے گا۔

زاں روئے کہ چشم تست احوال معبود تو پیر تست اول

چونکہ تیری آنکھ بھی (ایک چیز کو نہ دکھائی) ہے (اس لئے) اول تیر (معبود تیر) پر ہے اور جن چیزوں سے کہ شیخ کے ساتھ مناسبت پیدا ہوتی ہے وہ ظاہر اور باطن میں اس کی محبت و خدمت اور اس کے آداب کی رعایت ہے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور عبادات و عادات میں اس کا اتباع ہے اور اپنی مرادوں کو اس کی مرادوں کے تابع کر دیتا ہے اور تمام امور میں اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیتا جیسا کہ مرہ غسل دینے والے کے ہاتھوں میں ہوتا ہے اور رابطہ کا طریقہ ان (مذکورہ بالا) امور میں سب سے بڑا امر ہے اور شیخ کے ساتھ بہت ہی زیادہ مناسبت پیدا کرتا ہے اور ان مذکورہ بالا امور کو جن کے ذریعہ مناسبت حاصل ہوتی ہے آسان کرنے والا ہے اور جب رابطہ کی نسبت غالب آجاتی ہے تو وہ سالک اپنے آپ کو عین شیخ دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے لباس اور وصف سے موصوف پاتا ہے اور جہاں کہیں دیکھتا ہے شیخ کی صورت دیکھتا ہے۔

ازیں بناں ہمہ در چشم من قومی آئی بہر کہ می نگرم صورت قومی بینم

۱۹۵

(ان سب باتوں میں میں سے تو ہی میری نگاہ میں آتا ہے میں جس کی کو بھی دیکھتا ہوں تیری ہی صورت دیکھتا ہوں)

میرے مخدوم! آپ نے طلب پیدا ہونے کے بارے میں ظاہر کیا تھا، آپ جان لیں کہ حق سبحانہ

فرماتا ہے اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (آگاہ روح اللہ تعالیٰ کے لئے خالص دین ہی ہے) طالب حق کے لئے

لازم ہے کہ اس تعالیٰ شانہ کی طلب و محبت میں یک سوا اور یک رخ ہو جائے کیونکہ عظیم امر شرکت کی

گنجائش نہیں دیتا جس قدر کوئی شخص کثرت کے ساتھ الجھتا ہوا اور کثرت کی جتنیں اپنے ساتھ رکھتا ہے

اگرچہ طلب و علم اور محبت کے ساتھ حقیقی وحدت سے دور و محروم ہے اور وہ جس قدر کثرت کو ساقط

(دور کرے) گا خواہ توجہ و التفات و طلب کی رو سے دور کرے یا دید و دانش (دیکھنے اور جاننے) کی رو سے

دور کرے وحدت کے زیادہ قریب ہوگا۔ جب تک سالک (کثرت کے) اسقاط (دور کرنے) کے درپے ہے وہ

مقام طریقت میں ہے اور جب معاملہ اسقاط (دور کرنے) سے سقوط (دور ہو جانے) تک پہنچ جائے اور

ماسوا کی محبت اور دید و دانش سے نجات حاصل کر لے تو حقیقت کو پہنچ جاتا ہے، اس مقام میں دل کو

ماسوی اللہ سے اس قدر انقطاع و نسیان حاصل ہو جاتا ہے کہ اگر کسی سال تک تکلف کے ساتھ ماسوا کو

یاد مستحضر کرے (تب بھی) یسر نہ ہو اور یاد نہ آئے، یہ کمالات ولایت میں سے پہلا کمال ہے اور دوسرے

کمالات کے لئے شرط ہے اور اس معاملہ کو فنائے قلبی سے تعبیر کیا جاتا ہے، کوشش کرنی چاہئے تاکہ پہلا کمال

حاصل ہو جائے اس کے بعد دوسرے کمالات کے بارے میں بات کی جائے
 درخانہ اگر کسی ایک حرف میں است [اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک حرف (ہی) کافی ہے]

مکتوب ۹

خواجہ محمد حنیف کے نام مقام بندگی کی تحقیق اور سورۃ قل اعوذ برب الناس کے
 دونوں امرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم بندگی کی حقیقت اور طاعات کی صلوات اس وقت حاصل
 ہوتی ہے جبکہ توجہ کا قبلہ بارگاہِ صمدیت کے سوا اور کوئی نہ ہو اور تمام امور میں مرجع حقیقی اللہ تعالیٰ
 کے سوا اور کوئی نہ رہے اور خواہشات نفسانی کی تدبیر سے گذر کر تمام امور اُس لم یزل ولا یرال
 (اللہ تعالیٰ) کی پاک بارگاہ کے سپرد کر دے اور اعتماد کی پشت فانی اور ملاک ہونے والے کاموں پر نہ رکھے
 کیونکہ اس کا شیخہ مطلب اعلیٰ سے دوری و محرومی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

۱۹۹
 لے بھائی! دنیا میں کسی کی طرف رجوع کرنے کا باعث اور کسی موجود پر اعتماد کرنے کا سبب
 یا تو یہ ہوتا ہے کہ وہ مُرتی (پرورش کرنے والا) ہے اور ظاہری و باطنی تربیت اس کے ساتھ وابستہ ہے
 اور آیہ کریمہ قل اعوذ برب الناس (تو کہہ میں پناہ میں آیا لوگوں کے رب کی) کے مطابق حقیقی مُرتی
 اللہ تعالیٰ و تقدس کی پاک بارگاہ ہے اور ظاہر و باطن کی تربیت حقیقت میں اسی سبحانہ و تعالیٰ کے
 ساتھ وابستہ ہے اور یہ استاد، ماں، باپ اور جو ان کے مثل ہیں یہ سب دنیا میں اللہ تعالیٰ جل شانہ
 کے حکم سے مُرتی ہیں، ان سب کی طرف شریعتِ عالیہ کے موافق رجوع و تواضع کرنا چونکہ اللہ تعالیٰ کے
 حکم سے ہے اس لئے حقیقت میں اس عنوان سے ان کے ساتھ تواضع و رجوع کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ
 تواضع و رجوع کرنا ہے، یا (رجوع کا سبب) سلطنت و بادشاہت ہوا کرتی ہے اور سلطنت بادشاہت
 بھی آیہ کریمہ مَلِکِ النَّاسِ (لوگوں کے بادشاہ کی) کے بموجب اُسی (اللہ تعالیٰ) جل شانہ کے لئے
 (مسلم) ہے، یا (رجوع کا سبب) معبودیت والوہیت ہوتی ہے کیونکہ عقل و عرف کی رو سے دنیا میں
 رجوع و اعتماد و تواضع و خشوع (کا معاملہ) اللہ و معبود کے ساتھ ہونا مستحسن (اچھا) بلکہ واجب و
 لازم ہے اور (یہ) معبودیت والوہیت بھی آیہ کریمہ اِلٰہِ النَّاسِ (لوگوں کے معبود کی) کے مطابق
 چونکہ حقیقی کی پاک بارگاہ کے لئے مسلم و مخصوص ہے نفس انسانی و دوسرے شیطانی کہ جس کے شر سے

پناہ مانگے کا حکم حق سبحانہ و تعالیٰ آیہ کریمہ میں شَرُّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي
 صُدُورِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ (زین) وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شرے جو لوگوں کے
 دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے (پناہ مانگتا ہے) خواہ وہ جنات میں فرماتا ہے، یہ (دونوں) دشمن گھات میں لگے ہوئے
 ہیں چاہتے ہیں کہ اس تحقیقی مربی و معبود اور حقیقی بادشاہ سے بندہ کو دور و محبوب کر دیں اور اس کے
 ماسوا میں گرفتار کر دیں اور جلی (نمایاں) اور خفی (پوشیدہ) شرک کی طرف رہنمائی کریں، اس قسم کے
 ملعون (دشمن) کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا ضروری ہے، ہمیشہ پناہ مانگتے رہنا چاہئے اور ان
 تینوں اوصاف کو جو کہ اس سورہ مبارکہ میں مذکور ہیں مکمل طریقے پر اس مقدس بارگاہ میں منحصر تصور
 کرنا چاہئے تاکہ دشمن کے شر سے محفوظ رہے اور بارگاہِ قدس میں راستہ پائے: رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ
 رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا (اے رب! ہم کو اپنے پاس رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لئے ہدایت کا سامان مہیا فرما)

مکتوبہ

مرزا محمد فاروق کے نام بندگی اور ارادہ میں تضاد کے بارے میں اور حضرت ایشاں (مجدد الف ثانی

قدس سرہ) کے روضہ مبارکہ کی تعریف اور شہر سرہند کی بزرگی کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ مرادوں کے حصول کے ساتھ آپ کی عزت افزائی فرمائے بلکہ (دیگر) تمام مرادوں سے
 خالی کر دے اور اپنے ارادے کے ساتھ قیام بخشے، بندگی کا مقام جو کہ نیستی اور بے وجودی (عدم و فنا) نسبت
 ہے ارادہ کے وصف کی گنجائش نہیں رکھتا کیونکہ (ارادہ) ہستی اور خودی کی خبر دینے والا ہے اور ہستی و
 انانیت (میں پن) کا ایک نقطہ بھی محب کے سینہ پر کوہِ قاف اور سرِ سکندر کی بہت بڑا بوجھ اور کاوٹ
 ہے کہ جس کا دور کرنا کرم (فضل) کے وسیلہ کے بغیر ممکن نہیں ہے، باطنی جذباتِ قویہ کے بغیر صرف ظاہری
 اعمال اس گرداب سے نہیں نکالتے، اور جب تک شوق کی آگ کا شعلہ باطن کے فردِ روشن نہ کریں اور شرکت
 سوزِ عشق نہ دیں اس بھاری بوجھ سے نجات اور رہائی محال ہے، جب تک عالمک اپنے ارادے کی
 قید میں ہے مرید ہے اور جب ارادے اور مرادوں سے رہائی حاصل کر لیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے ارادہ
 کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے تو ارادے کے مقام سے نکل جاتا ہے اور شیخی کے مقام کا حق ہو جاتا ہے۔

اس زمانے میں یہ معنی جو کہ ولایت کے کمالات میں سے پہلا کمال ہے اسی طرح ولایت کے
 تمام کمالات پیشوائے اکابر حضرت پیر و سنگیر قدس اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے ارفاقِ انوار سے

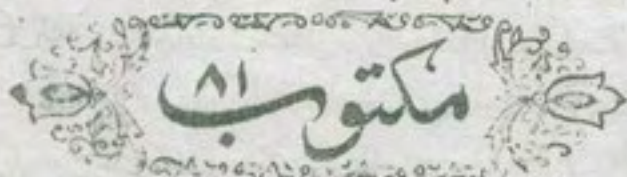
مفاض و مستفاد (جاری و حاصل) ہیں اور اس روضہ منورہ کے مجاورین (پڑوسی) بلکہ اطراف و اکناف کے طالبان جو کہ صحیح اعتقاد کے ساتھ آتے ہیں اور نیاز مندی کا سراپا آئینہ بلند سے گھستے ہیں ان دولتوں سے فیضیاب و سیرہ ورہوتے ہیں اور ایک گھونٹ پی کر صد جوش و خروش کے ساتھ اپنے آپ کو ترک کر کے مطلب کو پہنچ جاتے ہیں۔ آج سرہند کی زمین فیوض و انوار کی کثرت اور اسرار کے ظہور کی بہتات کی وجہ سے ہندو غیر ہند کے لئے رشک (کی جگہ) ہے، لوگ اس کو ہندوستان سے نہ جانیں کیونکہ یہ ولایت (غیر ہند) کی کھڑکی ہے ہندوستان کی خاک و لایت کے پانی کے ساتھ مل گئی ہے اور محبت کی شراب جمع کی ایفون کے ساتھ اس کی طینت میں گھل مل گئی ہے اس لئے سکر کے جوش سے عین و اثر کو اس کے طالبوں سے دور کر دیا ہے، اُس جگہ کے رقص کرنے والوں سے سرود ستار اٹھا دیا ہے، کسی نے کیا اچھا کہا ہے ۵

ازاں ایفون کہ ساتی در سے افگند حریفان را نہ سرماند نہ دستار

[اس ایفون کی وجہ سے جو کہ ساتی نے شراب میں ڈال دی ہے حرفیوں کو نہ سر (کا ہوش) رہا ہے اور نہ پگڑی (دکا)] اس کے باوجود جمع الجمع کے شربت سے سیراب ہے اور صحو و دعوت کے دودھ سے تروتازہ ہے یہ سب ہدایت و ارشاد اس (بقعہ) کا اثر ہے اور یہ دید و زاد (دیکھنا اور دنیا) اُس (جگہ) کا پرتو ہے اس بقعہ (قطعہ زمین) کی طینت کی لطافت کہانتک بیان کرے اور اس کے وجود کے فیوض و اسرار اور اس کے جود و انوار کو کہانتک ظاہر کرے کہ یہ چیز عقل و ہوش والے طالبوں سے چھپی ہوئی نہیں ہے اور صفائی کی طبیعت والے مضفوں پر پوشیدہ نہیں ہے اس کے اسرار کے سمندروں سے ایسا موتی ہاتھ آتا ہے کہ دوسری جگہوں میں کیا ہے اور اس کے شراب خانے سے ختا قین کے حلق میں ایک ایسا گھونٹ پہنچتا ہے جو کہ آفاق و انفس سے بے خبر کر دیتا ہے ۵

بس کنم خود زیر کاں را این بس است بانگ دد کردم اگر درده کس است

[میں بس کرتا ہوں کیونکہ عقلمندوں کے لئے یہی کافی ہے، اگر کاؤں میں کوئی شخص ہے تو میں نے خطرہ کی آواز لگا دیا ہے] والسلام اولاد و اولاد



رفت بیگ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ کثرت کا ترک کرنا اس راستہ کی شرط ہے۔

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ [تو کہہ اللہ، پھر ان کو چھوڑ دے] وحدت و کثرت ایک دوسرے کی ضد ہیں

طالب وجودت کے لئے کثرت کو ترک کرنا ضروری ہے، کثرت کی جس قدر جہتیں اپنے ساتھ رکھتا ہے اسی قدر دور و محروم ہے طلب و محبت کی رو سے بھی وحدانی رہ اور علم و ارادے کی رو سے بھی تاکہ توماسبت پیدا کرے اور وحدت کا آئینہ ہو جائے اور توحید حقیقی کو پہنچے، التوحید اسقاط الاضافا (اضافوں (تعلقات اور نسبتوں) کو اسقاط (دور) کرنا ہی توحید ہے۔)

مکتوبہ ۸۲

محمد کاشف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مطلوب تک پہنچا اپنے مگدے بغیر ممکن نہیں ہے
مَا عِنْدَ كُمْ يَنْفَعُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ (جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ فنا ہونے والا ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے) حق تعالیٰ اصل و علما کا طالب جب تک عاریتی لباس کو نہ اتارے اور ماسوی اللہ سے رہائی حاصل نہ کرے اور تعلقات اور نسبتوں سے خالی نہ ہو جائے اور اپنے آپ سے گزرنے جائے اُس سجانہ و تعالیٰ کی بارگاہ مقدس میں کوئی راستہ نہیں پائے گا اور باقی رہنے والے اخلاق کے ساتھ متعلق نہیں ہوگا
[سیاہ سانپ کے ساتھ بیٹھا اور اپنے نفس کی تھمت بیٹھا] باماریسہ نشین و با خود منشین

مکتوبہ ۸۳

خواجہ عبد الصمد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ ظاہری اسباب کا ختم ہونا باطنی معاملہ کا مگر
بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ فتوح (کا میابیوں) کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، اہل اللہ کے بیتر سلوک میں سب عبارتوں سے کامل ترین عبارت یہ آیت کریمہ مَا عِنْدَ كُمْ يَنْفَعُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ طالب صادق جب تک تمام نسبتوں اور تعلقات سے خالی نہ ہو جائے لازوال انوار کے ساتھ بقا حاصل نہیں کرتا، اگرچہ اس معاملہ میں عمرہ چیز باطن ہے اور فنا و بقا بالاصالت اس کے اوصاف میں سے ہے لیکن صورتی ساز و سامان کو زائل کرنا اور معیشت کے اسباب کو ختم کرنا اور ظاہری حوادث کو اسقاط کرنا باطنی معاملات کے معاون اور معوی ترقیات کے اسباب میں سے ہے، کوئی شاہ باز ہونا چاہے جو کہ اس آیت کریمہ کے اسرار کے سمندر میں غوطہ لگائے اور کلمہ ماکہ عموم سے جو کہ اس آیت میں دو جگہ آیا ہے بہرہ ور ہو جائے والسلام۔

ترجمہ: جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائیگا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا۔

مکتوبہ

مولانا محمد صدیق پشاور کی کہ نام اس بارے میں کہ ذوق و شوق، مشاہدہ اور حضور وغیرہ سب تو مطلقاً
(درمیان منزل) میں ہے اور انتہا میں خوف و حزن ہے اور اس کلمہ کی شرح میں بھی اعلیٰ بشارت کے ضمن میں
ابہام ہوا تھا تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، برادر عزیز مولانا محمد صدیق کے گرامی نامہ نے ^{۲۲}
وصول ہو کر مسرور و لطف اندوز کیا اس میں درج تھا کہ ”اگر اس سے پہلے پُر شوق گریہ ہوتا تھا تو اب پُر خوف
گریہ ہوتا ہے“ اور اگر اس سے پہلے نیستی کے وصف کا مراقبہ رکھتا تھا تو اب حیرت و سرگردانی کے سوا کچھ
نہیں رکھتا، اور اگر اس سے پہلے نسبت و حلاوت رکھتا تھا تو اب بے نسبتی اور بے حلاوتی ہے تمام
حالات میں نسبت و اسرار و معارف کے مراقبہ سے ظالی اور بری ہو کر حیرت کے جنگل اور نکارت (ناآشنائی)
کے صحرائیں سرگرداں ہے نہ گرفتار فنا ہے اور نہ طالب بقا ہے نہ حضور کی جستجو کرنے والا ہے اور نہ ہی
شہود کے لئے بھاگ دوڑ کرنے والا“

میرے مخدوم! شوق و حلاوت، مراقبہ و نسبت اور نیستی یہ سب احوال کے وسط میں ہیں،
اور کام کے آخر میں خوف و حیرت، سرگردانی و بے حلاوتی اور بے نسبتی ہے، جب معاملہ اصل الاصل سے پڑتا
ہے بلکہ اصل کو (بھی) ظل کی طرح راستہ میں چھوڑ دیتا ہے اور اس بلند بارگاہ کے ساتھ اپنی بے مابست
کا احساس کرتا ہے تو وہ شوق و حلاوت و خیال و نسبت و اسرار و معارف کہ جن سے وہ مایوس و
مانوس تھا نا امل ہونے لگتا ہے اور اُن کی جگہ خوف و حیرت و بے حلاوتی اور جہل و ناآشنائی لے لیتی
ہی، وہ جہل و ناآشنائی نہیں جو کہ عوام کا حصہ ہے (بلکہ) یہ ایک ایسا امر ہے کہ جب تک اس کے ساتھ
متحقق نہ ہو جائے اس کو نہیں پایا، یہ وہ جہل و نکارت ہے جو علم و دانش پر نیراؤں درجہ فضیلت رکھتی
ہے اور یہ وہ خوف و حیرت ہے کہ کئی وجوہ سے شوق و حلاوت پر تیز چمک رکھتا ہے، یہ اطلاقات مدح
بمآئیشبہ الذم (وہ تعریف جو ذمت کے مشابہ ہو) کی قسم سے ہیں، جب تک سالک کی سیر اصول میں ہے
شوق و حلاوت و معرفت اور اسرار و معارف بیان کرنے میں زیادہ بولنے اور حلاطہ و سربان و اصالت و
ظہلیت اور مرآتیت (آئینہ ہونا) کی نسبت کے ثابت کرنے وغیرہ کی گنجائش ہوتی ہے اور جب معاملہ
اصول سے اوپر چلا جاتا ہے اور اصل کو ظل کی طرح چھوڑ دیتا ہے تو کلِّ لِسَانُ (زبان ٹوٹی ہو گئی)

دکا مقام حاصل ہو جاتا ہے اور مذکورہ نسبت پوشیدہ ہو جاتی ہے مال اللہ اب و رب الارباب
(چنبخت خاک را با عالم پاک) اور یہ معرفت و علاوت ختم ہو جاتی ہے۔ اس مقام میں اگر علم اور لذت حاصل
کرنا ہے تو وہ دوسری وجہ سے ہے، یہ ایک ایسا امر ہے کہ جس کو چہل و حیرت سے تعبیر کرنا زیادہ مناسب ہے
من لم یبدل (جس نے نہیں جگھا اس نے نہیں جانا) اگرچہ آپ کی بعض عبارتیں اس معنی کو ادا
کرنے والی نہیں ہیں جو کہ اوپر مذکور ہوئے ہیں اور فی الجملہ اس پر محمول ہونے سے انکار کرتی ہیں لیکن امید ہے
کہ آپ اس کے ارد گرد سے کچھ حصہ رکھتے ہیں اور المرء مع من احب (آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت
کرتا ہے) کے مصداق آپ نے ایک (قسم کی) معیت اس نسبت والوں کے ساتھ حاصل کر لی ہے۔

۲۳
آپ نے لکھا تھا کہ واضح یقین کے ساتھ یہ بات حاصل ہو گئی ہے کہ خواہش و آرزو کوئی فرد
دل کے آئینہ میں نہیں بیٹھی ہے اور اسی ضمن میں ایک قسم کی علاوت و لذت حاصل ہوئی ہے کہ تمام
عمر میں اس قسم کی علاوت ظاہر نہیں ہوئی ہوگی عین خاص انخاص لذت حاصل کرنے میں تھا کہ بوس
کے کان میں آواز دی گئی کہ یہ تسلیم و رضا کا مقام ہے لیکن اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو فوراً محض پایا
اور بے کیف دیکھا اٹھ اور آپ نے لیکن کے معنی میں تخیل میں مبتلا ہو کر بہت سے احوال (شکوک) لکھے
ہیں لیکن کا معنی جو کچھ (میرے) دل میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ لیکن مطلوب حقیقی تک پہنچنا اس سے
ماوراء ہے اور جو کچھ آپ نے آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک سے اس کے معنی
کا استفادہ کیا ہے کہ بحر لکن استقم (آخر میں لیکن اس پر استقامت حاصل کر) ہو سکتا ہے کہ اس معنی کے
ساتھ جمع ہو جائے یعنی لیکن اس پر مستقیم رہنا کہ انتہائی مطلب تک ترقی حاصل کرے۔ اور یہ جو کہا گیا ہے
کہ مطلب اعلیٰ تک پہنچنا اس کے ماوراء ہے، یہ اس لئے ہے کہ تسلیم و رضا و فناء ارادہ شرطیں ہیں اور
موانع کے دور کرنے میں داخل ہیں، کالمین کے قدموں کا باہم افضل ہونا دوسرے امور کی وجہ سے ہے
اس قسم کے امور کا ہونا قدرِ شکر ہے جو کہ ضروری ہے۔

اگر یہ کہیں کہ قوم (صوفیہ) کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ مقام رضا تمام مقامات سے اوپر ہے،
ان حضرات نے مقامات میں سے پہلا مقام توبہ کو اور ان میں سے آخری مقام رضا کو کہا ہے، تو پھر مقام
رضا سے ترقی کس طرح متصور ہوگی۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ سلوک کے مقامات کا انتہا (آخری مقام) ہے کہ
جس کا حاصل ہونا کسب و ریاضت سے وابستہ ہے یہ مطلق مقاماتِ عروج کا انتہا نہیں ہے۔
اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ اس وقت سے جبکہ یہ واقعہ منکشف ہوا ہے مگر ٹوٹ گئی ہے کہ اگر
اس شخص میں استقامت ہوتی تو بظاہر اس خطاب سے مخاطب نہ ہوتا کیونکہ تحصیل حاصل (اصل چیز کو

حاصل کرنا محال ہے۔ یہ کوئی تحصیل حاصل نہیں ہے کیونکہ لفظ استقامت حاصل کرنا مستقبل کا لفظ ہے یہ حال کی استقامت کے منافی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے فَاسْتَقِمْ كَمَا أَفْرُتَ [پس تو استقامت حاصل کر جیسا کہ تجھ کو امر کیا گیا ہے] بیشک استقامت مشکل کام ہے اور اس کا امر کرنا کمر توڑنے والا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورۃ ہود نے مجھ کو بوڑھا کر دیا۔ اور آپ نے واقعہ میں جو کچھ فقیر کا اعتراض مشاہدہ کیا ہے آپ کی فرمانبرداری و تسلیم کے بعد وہ اعتراض اس کی ضد میں تبدیل ہو گیا ہے گویا آپ کے انقیاد (فرمانبرداری) اور تسلیم کا امتحان ہوا ہے۔ رَبَّنَا آتِنَا نُورَنَا وَاعْقِرْ لَنَا إِبْنَانَا عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اے اللہ ہمارے لئے ہمارے نور کو پورا فرما دے اور ہماری مغفرت فرما دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے)۔

مکتوب ۸۵

پیرزادہ خواجہ محمد عبید اللہ کے نام اُن شبہات کے حل میں جو کہ انھوں نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے کلام پر کہے تھے اور حضرت ذات تعالیٰ سے نازل وجود خواہ عیناً ہو یا زائد اُکے بارے میں حضرت عالی قدس سرہ کے مذہب اور حیات کے علم پر مقدم ہونے کی تحقیق اور تعین وجودی و حقیقی اور ہر مقام کے متعلق مناسب تحقیقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علی سید الوری امام التقی محمد المصطفیٰ صاحب قاب قوسین اَوَادْنِیْ وَ عَلَیْ اَہْلِ شَمْسِ الدِّجِیِّ وَ صَحْبِہِ نَجْمِ الْہُدٰی اَمَّا بَعْدُ (اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو کہ نہایت جہربان اور بہت ہی رحم والا ہے سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر خصوصاً مخلوق کے آقا و سردار متقیوں کے امام حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو کہ قاب قوسین اودانی کے مالک ہیں اور آپ کی آل پر جو کہ تاریکیوں کے سورج ہیں اور آپ کے اصحاب پر جو کہ ہدایت کے ستارے ہیں سلام ہو، اس کے بعد) پس یہ وہ فقرات ہیں جو تنزیہات کی نرم ہواؤں سے مترشح ہوئے ہیں اور وہ باغات ہیں جو تقدسیات کی خوشبوؤں سے چمکے ہیں، احدیت کے وہ انوار ہیں جو کہ فتوحات کی شعاعوں سے ظاہر ہوئے ہیں اور وہ پاکیزہ حالات و واقعات ہیں جو عطیاتِ (الہی) کے ترشح سے نمودار ہوئے ہیں، وہ الہامات ہیں جن میں بیمار عقل کے لئے علاج ہے اور وہ انعامات ہیں جن سے روح کے لئے ترقی و تازگی و زندگی ہے، مشکلات کو حل کرنے میں کلمات کا ملہ ہیں اور قلیل ہر مایہ میں حقیر سا ہدیہ میں

جو اُس مخدوم مکرم کی طرف بھیجا گیا ہے جو کہ کمالات کا جامع ہے، شوق و حیر اور لذات کی چادر میں ناز سے چلنے والا ہے، وہ جذبات کا مورد، انعامات کا مہبط، معقولات کے دلائل کی گہرائیوں میں غوطہ لگنے والا تصوف و الہیات کے دقائق میں غور کرنے والا ہے اور بیشک اُس نے ہماری طرف ایک بزرگ گرامی نامہ ارسال کیا تھا جو بلند معارف اور نادر رسالات پر مشتمل تھا اور جو کچھ اس خط میں تھا میرے پاس اس کی مثل نہیں تھا تو اس سے بہتر کس طرح ہوتا (حالانکہ نص میں) وارد ہے فحیو یا اَحَدٌ مِنْهَا اَوْ رَدُّوْهَُا (یٰسَیْمُ اُن سے بہتر (انفاظ میں) سلام کرو یا انہی الفاظ کو ٹھان دو) اور یہ میرے فہم کی کوتاہی اور میرے اندک کی کمی کی وجہ سے ہے خاص طور پر اسرار الہیہ سے کہ جن کو (محلّوں و وسوئوں) میں قدم لڑکھڑکھاتے ہیں اور جن کی تمہیدوں میں عقلیں بھسکتی رہتی ہیں اور اسی لئے میں توجہ کی باگ کو اس طرف سے پھیر لیتا تھا کہ اُن کے مقابلے میں کوئی چیز صراحتاً یا کتائاً لکھوں، اسی طریقہ پر ایک سال گزر گیا اور ہماری جانب سے ہرگز کوئی جواب ظاہر نہ ہوا یہاں تک کہ مخدوم مکرم کی جانب سے متعدد مکتوبات موصول ہوئے کہ اس کے جواب میں جو کچھ تو جانتا ہے لکھ، پس میں قلم پکڑنے پر مجبور ہوا اور میں نے انوارِ قدیم (اللہ تعالیٰ) سے مدد طلب کی پس ملائید رک کلمہ لای ترک کلمہ جو چیز پوری حاصل نہ ہو سکے اس کو بالکل چھوڑ نہیں دینا چاہئے یعنی جقدر لے لینا چاہئے) کے مصداق میں اس (ذیل ارشاد) میں رکھنا شروع کیا اور کام کی بزرگی اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے اور اسی سے اس کا عقد وصل ہے۔

پس میں کہتا ہوں کہ جب میں نے اس مکتوب میں غور کیا تو میں نے اس کے بعض مسائل کو طبیعیات سے متعلق اور بعض کو ریاضی سے اور بعض کو تصوف و الہیات سے متعلق پایا اور میں نے دیکھا کہ طبیعیات و ریاضی کے دقائق میں مشغول ہونا عزیز اور قابلِ قدر وقت کو ضائع کرنا اور دنیا و آخرت کے اعتبار سے بے ضرورت کاموں میں مشغول ہونا ہے بلکہ قریب ہے کہ ان علوم کے ساتھ کثرت سے مشغول ہونا دینی عقائد میں سُستی پیدا کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ سے اللہ تعالیٰ کی روگردانی کی علامت اس (بندہ) کا بے ضرورت کاموں میں مشغول ہونا ہے، اور اگر نفس کا کوئی معتد بہ کمال ان دونوں علوم کے ساتھ وابستہ ہوتا تو صاحبِ شرع (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اس کو ترک نہ فرماتے اور سلف اس سے روگردانی نہ کرتے بلکہ وہ اس کے حاصل کرنے میں رغبہ کرتے اور اس کی تعلیم پر رغبت دلاتے اور چونکہ ایسا نہیں ہوا پس (یہ معاملہ بھی) ایسا نہیں ہے اور جو چیز کہ تصوف سے تعلق رکھتی ہے تو اس میں سے ایک وہ چیز ہے جو مسئلہ وحدۃ الوجود کی شرح اور مخلوق اور حق تعالیٰ و تقدس کے درمیان اتحاد ذاتی سے متعلق ہے اور بلاشبہ یہ مسئلہ صوفیائے وحدۃ الوجود کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ

بیان کیا گیا ہے اور ہم اس مسئلہ سے بے تعلق ہیں اور ان میں سے بعض چیزیں وہ ہیں جو ہمارے شیخ و امام قبلہ حبیب رحمانی و مجدد الف ثانی (قدس سرہ العزیز) کے بعض معارف سے متعلق ہیں تو ہم اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے جو کہ غالب اور قوی ہے اور اسی پر بھروسہ کرتے ہوئے ان کے بارے میں کلام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر گناہوں سے بچنے اور نیک کاموں کے کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

قولہ (اس کا یہ قول کہ) ”کیا ان کے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وجود ذات واجب تعالیٰ پر زائد ہے یا اس کا عین ہے اور پہلے قول (یعنی زائد ہونے) کی بنا پر ان دلائل عقلیہ سے کس طرح رہائی ہے جو اس کے عین ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور کثرتِ شہرت کی وجہ سے ان کو یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور علی رغم المخالف (مخالف کی مرضی کے خلاف) یہ دلائل قطعی ہیں انتہی“ (اس کے جواب میں) میں کہتا ہوں کہ یہاں ایک تیسری صورت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ بلاشبہ وہ سبحانہ تعالیٰ بذاتِ خود ثابت ہے نہ کہ وجود کے ساتھ پس اس کی ذاتِ عالیہ اپنے ثبوت میں کافی ہے وجود کی محتاج نہیں ہے اور وہاں وجود کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے خواہ عیناً ہو یا زائداً ہو۔ یہ اُس تحقیق کی بنا پر ہے جو کہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آئے گی پس اس سبحانہ و تعالیٰ کے اس وجود کے ساتھ موجود ہونے کی وجہ سے جو کہ ماہیت پر زائد ہے دلائلِ نافیہ اس پر وارد نہیں ہونے پس اگر یہ کہا جائے کہ اس تعالیٰ شانہ کے بنفسہ موجود ہونے اور صوفیائے کرام کے مذہب کے مطابق وجود کے اس کی عین ذات ہونے کا مرجع ایک ہی ہے اس لئے کہ وجود کے اس کا عین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ وجود پر مرتب ہوتا ہے وہ ذاتِ تعالیٰ پر بھی مرتب ہوتا ہے تو ہم (جو اب) کہتے ہیں کہ بات اس طرح نہیں ہے اس لئے کہ اس سبحانہ و تعالیٰ کے اپنی ذات کے ساتھ موجود ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس سبحانہ و تعالیٰ کی حقیقت اپنی ذات میں وجود سے ماوراء ہے (اور) اس پر وجود کے آثار مرتب ہونے کیلئے کافی ہے اور اس تحقیق کی بنا پر جو کہ ہمارے شیخ و امام (حضرت مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کی وضاحت میں انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آئے گی، وجود اس مرتبہ عالیہ سے منزل (نیچے کے مرتبہ میں) ہے۔

اور وجود کے اس کی عین ذات ہونے کے یہ معنی کہ اس سبحانہ و تعالیٰ کی حقیقت یہی وجود ہے صرف اس بنا پر ہیں جو ان حضرات کی تحقیقات سے مستفاد ہوتی ہے پس اُس مرتبہ مقررہ پر وجود کا اطلاق ان کے نزدیک حقیقت ہے اور اگر وجود کی عینیت سے یہ مراد لی جائے کہ جو کچھ اس پر مرتب ہوتا ہے وہی وجود پر بھی مرتب ہوتا ہے تو اس سبحانہ و تعالیٰ پر وجود کا اطلاق بطریقِ مجاز و تشبیہ

تظہیر ہوگا اور (چونکہ) مجاز کی نفی ہو جاتی ہے پس اس سے وجود کی نفی صحیح ہو جائے گی، اور ذاتِ تعالیٰ فی نفسہ وجود کے سوا ہوگی۔ اور وہ صوفیائے کرام جو وجود کی عینیت کے قائل ہیں اس کو جائز نہیں کہتے جیسا کہ یہ بات ان لوگوں پر پوشیدہ نہیں ہے جو ان کے کلام میں جستجو کرتے ہیں اور ان کے اطوار سے واقف ہیں، وہ (صوفیائے کرام) کہتے ہیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی حقیقت وجودِ بحت ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور اپنی ذات سے کسی چیز کا سلب کرنا محال ہے اور اگر ان کے نزدیک اس تعالیٰ سبحانہ پر وجود کا اطلاق حقیقت کے طور پر نہ ہوتا تو عینیت وجود کے قائلین کے درمیان حق سبحانہ کے وجودِ مطلق ہونے یا اس کا کوئی فرد ہونے میں اختلاف کے لئے کوئی حاصل شدہ معنی نہ ہوتے اور ان کے نزدیک اس مرتبہ عالیہ پر وجود کے اطلاق کی مجاز کے طور پر کس طرح گنجائش ہوگی حالانکہ مسئلہ وحدۃ الوجود کا مبنا یہ ہے کہ وہ تعالیٰ شانہ وجودِ مطلق ہے، علاوہ ازیں اس کی عینیت پر اکثر دلائل غیر صریح و نامکمل ہیں پس ان کا قطعی ہونا غیر مسلم ہے اور مخالف کے گمان پر ان (ادلہ) کا قطعی ہونا ہمارے لئے مقرر نہیں ہے۔

قولہ (اس کا یہ قول) اور تعین وجودی جس کی طرف ہمارے شیخ و امام و قبلہ قدس سرہ الاقدس گئے ہیں اس سے مراد یا وجودِ عام ہے یا وجودِ خاص یا وجودِ مطلق؟ (جواباً) ہم کہتے ہیں کہ وہ مرتبہ جس کو بعض صوفیائے عالی مرتبہ وجودِ بحت کہتے ہیں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ یہ مرتبہ لائین ہے وہ ہمارے نزدیک مرتبہ ذاتِ علی سے نیچے کا مرتبہ ہے اور اس کے تعینات میں سے ایک تعین ہے خواہ وہ اس کو وجودِ خاص کے نام سے موسوم کریں یا موجودِ عام سے یا وجودِ مطلق سے، اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ وجودِ مطلق ہے تو یہ بھی بعید نہیں ہے لیکن وہ اطلاق کی قید سے آزاد نہیں ہے اس لئے کہ وہ متغی و متغزل ہے اور ایسا اطلاق لائین کے مناسب ہے بلکہ وہ فیور سے مطلق (آزاد) ہے (اور) اطلاق کے ساتھ مقید ہے پس وہ ایک لحاظ سے مطلق اور ایک لحاظ سے مقید ہے اور اس پر کوئی بخار نہیں ہے جیسا کہ ان حضرات نے مرتبہ وحدت میں کہا ہے لیکن ہم کہتے ہیں یہ تردید درست نہیں ہے اس لئے کہ اگر مطلق سے مطلق حقیقی مراد ہے تو تردیدِ حصر والی نہیں ہے اور اگر اس سے مطلق اضافی مراد ہے تو تردید کے عدم انحصار کے باوجود جو دلیل کہ اس کے باطل قرار دینے پر لائی گئی جو کہ آگے حق پر آئے گی اس کے لئے غیر مطابق ہے اور اگر وہ معنی مراد میں جو ان دونوں معنوں کو شامل ہیں تو مدعی کی طرف سے دلیل ناقص و نامکمل ہے پس آخری دونوں صورتوں میں تقریب کامل نہیں ہوتی۔

قولہ (اس کا یہ قول) پہلی صورت کی بنیاد پر اس سے چارہ نہیں کہ زائد ہو پس اس صورت میں خلاف متحقق نہیں ہوگا کیونکہ ابنِ عربی اور ان کے تبعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اسی طرف گئے ہیں کہ

صادرا دل وجود عام ہی ہے بلکہ عموم و انبساط کی نسبت ہے (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ اختلاف کا دور ہونا ممنوع ہے کیونکہ انھوں نے وجود عام کو وجود مطلق کے مغائر نہ ہونے کا حکم کیا ہے اور ہم ذاتِ اعلیٰ پر تعینِ اول کے زائد ہونے کے قائل ہیں اور اس کی اس سے مغائرت و نسبت کی زیادتی خلاف ۲۷
یغیر وجود کی نسبت کو رفع نہیں کرتی پھر اس کے قول بل نسبتہ العموم والا نبساط (بلکہ عموم و انبساط کی نسبت ہے) میں ترقی کی بے قدری پوشیدہ نہیں ہے۔

قولہ (اس کا یہ قول) اور تیسری اور چوتھی صورت کی بنا پر وہ تعین حاصل نہیں ہوتی جو مرتبہ سابقہ میں نہیں تھی کیونکہ ذات پر کوئی چیز زائد نہیں ہے (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں جب ذاتِ علیٰ اپنی ذات میں وجود کے سوا ہے تو اس قول کے کچھ معنی نہیں کہ ذات پر کوئی چیز زائد نہیں ہے۔
قولہ (اس کا یہ قول) لیکن وجود کے مطلق وجود ہونے کی صورت میں تو ظاہر ہے کیونکہ وہ غیر متعین ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ مطلق اضافی تعین کے منافی نہیں ہے اور وجود متعین کے محتملات میں سے ہونے کی وجہ سے لفظ مطلق سے (مخالف کی تردید میں یعنی مطلق اضافی) مراد لینا زیادہ مناسب ہے اور رہا مطلق حقیقی مراد لینا تو یہ طبعِ سلیم کے نہایت منافی ہے اس لئے کہ متعین غیر متعین کا احتمال ہرگز نہیں رکھتا، پس مخالف کا مذہب تسلیم کرتے ہوئے کہ وجود متعین ہے تو اب اس سے پوچھا جائے کہ اس متعین سے تیری مراد غیر متعین ہے یا کوئی دوسری چیز ہے۔

قولہ (اس کا یہ قول) اور لیکن وجودِ خاص ہونے کی بنا پر پس بیشک ذاتِ محض کی طرف نسبت ہونے کے باوجود وہ ایک وجود ہے اور وہ نسبت جو غیر حقیقی و اعتباری کو مستلزم نہیں ہے وہ تعین زائد کو واجب نہیں کرتی (اس کا جواب یہ ہے کہ) اس میں بحث ہے اول اس لئے کہ کسی چیز کی اپنی ذات کی طرف نسبت تغائر کو لازم نہیں کرتی اور وجود ذاتِ مقدس کا غیر ہے اور ذات کی طرف اس کی نسبت سے تعین حاصل ہوتا ہے اور دوسرے اس لئے کہ علم تمہارے نزدیک عین ذاتِ تعالیٰ ہی اور ذاتِ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت سے تمہارے نزدیک تعین حاصل ہوتا ہے اور تیسرے اس لئے کہ غیر اعتباری نسبت کا لازم نہ ہونا ممنوع ہے۔ اور جاننا چاہئے کہ ہمارے نزدیک ذاتِ علیٰ کی طرف وجود کی نسبت ایسی ہے جیسا کہ صادر کی نسبت مصدر کی طرف ہوتی ہے کیونکہ وہ فی نفسہ وجود سے بے نیاز اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے پس اس صورت میں اس کے قول کا کوئی فائدہ نہیں ہے کہ اگر یہ تعین وجودی ذات پر زائد نہیں ہوگا تو قریب ہے کہ درمیان سے اختلاف دور ہو جائے۔ پس وجود کے ساتھ متعین ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ من حیث هو [جس حیثیت سے کہ وہ ہے] وجود ہے لیکن

چاہئے کہ وہ وجود و وجود محض ہو اس لئے کہ نسبت، باوجودیکہ وہ وہ ہے خصوصیت کو لازم کرتی ہے مگر یہ کہ مراد یہ ہو کہ وہ وجود ہو گیا یا موجود ہو گیا، اور وجودِ لازم چیز ہے اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ذاتِ تعالیٰ من حیث هو [جس حیثیت سے کہہ ہے] غیر موجود ہو، پس اس کو وہ دلیلین مذکور کرتی ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ واجب ہی وجود ہے خواہ خاص ہو یا عام انتہی۔ آپ نے جان لیا کہ لائن لائن میں سے اکثر خود خولہ قابل اعتراض ہیں پس یہ ہم پر وارد نہیں ہوتے۔

۲۰۸

قولہ ”اور یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ تعین زائد ہو، اور پہلے گذر چکا ہے کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ تعین وجودی زائد ہو“ (جواباً) ہم کہتے ہیں کہ زیادتی ممکن نہ ہونے کے جوابات بھی پہلے گذر چکے ہیں پس یاد کر لیجئے۔ قولہ ”پھر اس تقدیر پر کہ (اس کا وجود) زائد ہے، وہ علم میں یا خارج میں موجود ہوگا یا معدوم ہوگا۔“ (جواباً) ہم کہتے ہیں کہ یہاں ایک اور شق بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ تعین ظل خارج میں موجود ہو اور اس کی نفی کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے۔

قولہ ”پس بیشک نفس امر علم اور خارج سے خالی نہیں ہے“ ہم کہتے ہیں کہ یہ ممنوع ہے کیونکہ بعض کے افادہ کی بنیاد پر کلی طبعی اس کے خارجی و ذہنی امتیازات سے قطع نظر کرنے کے باوجود نفس الامر میں ثابت ہوتی ہے اور جو دلیل اس کے ممنوع ہونے پر لائی گئی ہے وہ اعتراض سے خالی نہیں ہے اور نیز اگر خارج سے علم کے ماسوا مراد لی جائے تو ہم یہ اختیار کرتے ہیں کہ وہ خارج میں موجود ہے کیونکہ خارج کے لئے چند مراتب ہیں جن میں سے بعض دوسرے بعض کے اوپر ہیں پس ذات مقدس مراتب میں سب سے اعلیٰ مرتبہ میں ہے اور وجود اس مرتبہ میں ہے جو کہ ذات تعالیٰ سے نیچے کا مرتبہ ہے پس یہ دونوں ایک مرتبہ میں نہیں ہیں اور اگر اس سے اس کا سب سے اعلیٰ مرتبہ مراد لیا جائے جو کہ ذاتِ علیٰ کا مرتبہ ہے تو پھر علم و خارج میں حصر ممنوع ہے۔ ہم مزید کہتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ وجود علمی و خارجی مطلق وجود کی اقسام سے ہے اور مطلق اقسام سے ماوراء ہے پس چاہئے کہ وجود علم و خارج کے ماوراء ثابت ہو، اور اس معنی کی کشف اور صحیح فراست سے تائید ہوتی ہے۔

قولہ ”اور پہلی صورت کی بنیاد پر لازم آتا ہے کہ (یہ) صفت ہو پس وہ کسی دوسرے وجود کا تقاضا کرتی ہے“ ہم کہتے ہیں کہ یہ بات غیر وجود میں مسلم ہے اور وجود میں ممنوع ہے۔

قولہ ”اور دوسری صورت کی بنیاد پر مرتبہ وجود یعنی خارجی (وجود) میں کثیر (کثیر ہونا) لازم آتا ہے کیونکہ خارج میں موجود ہی ذات ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں“ ہم کہتے ہیں کہ یہ ممنوع (غیر مسلم) ہے کیونکہ یہ جائز ہے کہ خارج کیلئے مختلف مراتب ہوں اور وجود کا مرتبہ ذات تعالیٰ و تقدس کے مرتبہ سے نیچے ہو جس کا پہلے گذر چکا ہے۔

قولہ "اور برہان قطعی اس کی تردید کرتی ہے کیونکہ وجود سے مراد مبداء ہی ہے" ہم کہتے ہیں کہ یہ ممنوع ہے اس لئے کہ مبداء ذاتِ تعالیٰ ہے اور وجود (اُس) بے نیاز ذاتِ عالیہ سے کمالات کے افاضہ کے لئے واسطہ ہے پس یہ جو کہا جاتا ہے کہ وجود ہر خیر و کمال کا مبداء ہے ہمارے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر خیر و کمال اس سبحانه و تعالیٰ سے فائض (جاری) ہے، پس وجود فیض کے پہنچنے میں واسطہ ہے کیونکہ وہ تعالیٰ اپنی ذاتِ مقدس سے اس وجود کے ملاحظہ کے بغیر تمام جہانوں کے نیاز پر قولہ "ضروری ہے کہ سب سے اول مبداء ہو ورنہ کوئی چیز نہیں پائی جائے گی، پس یہ حکم کہ وجود رائے ہے اس کی عینیت کو لازم کرتا ہے اس لئے کہ زائد ہونے کی صورت میں اس کا کوئی مبداء ہوگا ورنہ وہ بالذات واجب ہوگا اور واجب بالذات کا متعدد ہونا محال ہے اور اگر مبداء ذات مع وجود ہو تو مبداء دو ہو جائیں گے اور ہر دو ہونے والی چیز (جوڑا) ممکن ہوتی ہے اور یہ مشہور دلائل قطعیہ میں سے ہے جن کے ذکر کی ضرورت نہ ہونے کے باوجود قلم سے ان کا ذکر ہو گیا ہے انتہی۔" ہم (جواباً) کہتے ہیں کہ علتِ تامہ کا مرکب ہونا اور اس کے اجزاء کا متعدد ہونا محال نہیں ہے بلکہ واقع ہے اور فاعل ذات واجب عز و جل ہے اس کے سوا نہیں ہے اور وجود واسطہ اور شرط ہے پس پہلی صورت کی بنا پر مبداء کے دو ہونے اور اس کے متعدد ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور دوسری صورت کی بنا پر تعدد ممنوع ہے۔

قولہ "اور اس مقام کے مناسب امور میں سے یہ ہے کہ تعینِ اول تعینِ ذاتی سے عبارت ہے اور ہر موجود کے لئے اس کے موجود ہونے میں اس سے چارہ نہیں ہے کیونکہ کوئی چیز جب تک متعین و متمیز نہ ہو کم از کم عدم سے تو وہ پائی نہیں جائے گی اور لا تعین کے معنی اس تعین کا دوسرے تعینات سے مزام نہ ہونا ہے بلکہ اس کا اس میں مختصر نہ ہونا اور اس کا پابند نہ ہونا ہے پس حقیقتِ الہیہ کے لئے تعینِ اول تمام صفات کے لئے اجمالی طور پر حقیقتِ جامعہ ہے خواہ وہ صفات فعلیہ ہوں یا انفعالیہ اور ہم نے "اجمالی طور پر" اس لئے کہا ہے کہ صفات کی تفصیل کے وقت غیر تناسلی تعینات حاصل ہو جاتے ہیں اور ہم نے "تعمیم" (عمومیت) کے ساتھ اس لئے کہا ہے کہ صفاتِ فعلیہ کے ساتھ مقدریت اور وہ بندے سے متمیز ہے اور (اسی طرح) بالعکس ہے، تعینِ اول ذاتی سے تنزل کے بعد واجب کی حقیقت اس کا رُبوبیت کے ساتھ تعین ہے، پس رُبوبیت اس کا تعینِ اول ذاتی نہیں ہے (اس کو) وجود کا نام دینا بعید نہیں ہے لیکن وہ زائد نہیں ہے جیسا کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے اور یہ جو ان حضرات کی بعض عبارتوں میں واقع ہے کہ تعینِ اول تعینِ علمی اجمالی ہے تو یہ اس کے مخالف نہیں ہے جو ہم نے

ذکر کیا ہے کیونکہ اس سے یہ مراد نہیں کہ واجب کی حقیقت فقط یہی علم ہے پھر اس نے نزول فرمایا اور دوسری صفات ہو گیا کیونکہ اس مرتبہ میں جس طرح کہ وہ عین علم ہے اسی طرح وہ عین قدرت و ارادہ وغیرہ ہے یا (یہ مراد نہیں ہے کہ وہ فی نفسہ علم کی حقیقت سے ماوراء ہے پھر اس نے نزول فرمایا اور علم کی حقیقت ہو گیا بلکہ انھوں نے اس حقیقت جامعہ سے تمام صفات کے ساتھ اس کا اجمال حقیقت علم کے ساتھ تعبیر کیا ہے اس لئے کہ صفات کو جب اس مرتبہ میں ثبوت ہے اگرچہ اندراجی اور اندراجی (ایک دوسرے میں مل جانے کے) طور پر ہوا اور قدرت کا ثبوت صرف علم میں ہے اور نیز علم احاطہ کے طور پر عالم اور معلوم کا عین ہے کیونکہ علم کی حقیقت کے اس حیثیت سے کہ وہ ہر معلوم کا عین ہے

علم کی حقیقت سے تعبیر کرنا جائز ہے اور البتہ دوسری صفات مثلاً قدرت جیسی کہ وہ ہے تو وہ عین ارادہ نہیں ہے اور نہ ہی عین مقدور ہے پس علم جو کہ تعین اولیٰ اس علم کے سوا ہے جس کے ساتھ دوبارہ مرتبہ تفصیل میں تنزل واقع ہوا ہے اور اس مرتبہ میں بہت سے تعینات ہیں ان میں سے ایک تعین علی ہے اس حیثیت سے کہ وہ تعین ارادی وغیرہ سے متمیز ہے اور اس طول کلامی سے مقصود یہ ہے کہ آپ (اس) سب سے حقیر مرید پر ان مسائل میں صواب و خطا پر متنبہ فرمانے کے ساتھ احسان فرمائیں انتہیٰ میں (جواباً) کہتا ہوں کہ جو کچھ اس تحقیق سے مستفاد ہوتا ہے اس کا حاصل ذات تعالیٰ و تقدس کا اس کے مراتب تعینات میں حصر اور ذات علی کے لئے تعینات کے ماوراء مرتبہ ہونے کی نفی ہے اور لا تعین کے معنی کسی معین تعین میں اس کا منحصر نہ ہونا ہے پس تعین اول اجمالی طور پر صفات کی حقیقت جامعہ اور اسی کو وجود کا نام دیا جاتا ہے پس یہ مرتبہ تعین وجودی اور تعین علمی اجمالی ہوگا، البتہ اس کا وجود ہونا اس لئے ہے کہ وجود حق عزوجل کی حقیقت ہے اور اس کے لئے اس مرتبہ سے اوپر کوئی مرتبہ ثابت نہیں ہے اور البتہ اس کا علمی ہونا اس لئے ہے کہ علم احاطہ کے طور پر عین عالم اور عین معلوم ہر اختلاف دوسری صفات کے کہ وہ اس کی مانند نہیں ہیں پس اختلاف رفع ہو گیا اور تعین اول دونوں فریق کے نزدیک ایک ہی چیز ہو گئی خواہ آپ اس کو علم کا نام ادریں یا وجود کا۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ یہ توحید (محی الدین ابن عربی قدس سرہ) اور ان کے متبعین یعنی اللہ تعالیٰ نعم کے مذہب کی توحید ہے ورنہ یہ ایسی صلح ہے جس پر دونوں فریق میں سے کوئی راضی نہ ہوگا، اور اس جگہ چند بحثیں ہیں: اول یہ کہ اُس بنا پر جو کہ اُن کے نزدیک مسلم ہے تعین اجمالی و تفصیلی دونوں علمی ہیں پس اس بنا پر واجب تعالیٰ موجود علم میں سے ہوگا (حالانکہ) اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔ دوم یہ کہ یہ بات محال ہے کہ کوئی چیز اپنی ذات کے علم میں موجود ہو اور اس کے لئے اس کے وجود علمی کے سوا اور کوئی وجود نہ ہو اس لئے کہ

تعیّنات خارجہ اس تعین سے پیچھے آنے والے ہیں اور حادث ہیں۔ سوّم یہ کہ جب وجود کی حقیقت موجود علمی ہے تو اس کے تعینات کس طرح خارجی ہوں گے جیسا کہ انھوں نے کہا ہے کہ اجالی و تفصیلی تعین کے علاوہ (کچھ) تعینات خارجی بھی ہیں اور البتہ جو کچھ اُس سلمہ ربّی کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ اس کو علم کے نام سے موسوم کرنا اس سے محض تعبیر ہے نہ یہ کہ وہ فی نفسہ علم کی حقیقت ہے پس یہ غور طلب ہے اول اس لئے کہ یا اس مرتبہ میں ذاتِ تعالیٰ کا حضور اس کے نفس کے لئے اس کے علم میں اعتبار کیا جائے جیسا کہ ان حضرات کے نزدیک مسلم ہے یا اعتبار نہ کیا جائے اور پہلی صورت میں اس مرتبہ پر علم کا اطلاق حقیقت کے طور پر ہوگا نہ کہ محض تعبیر کے طور پر، اور دوسری صورت میں اس کے لئے اس کے حضور سے قطع نظر کرنے کے باوجود خارج میں موجود ذات پر علم کے اطلاق کا جائز ہونا ہم نہیں مانتے اس لئے کہ علم کے معنی عین عالم ہونا عین معلوم ہونا یعنی، دونوں کا عین ہونا دونوں کے عالم و معلوم ہونے کے اعتبار سے ہے کیونکہ حکم کا مشتق کے ساتھ معلق ہونا علیّت (علت ہونے) کا پتہ دیتا ہے، پس زید کے لئے جو کہ خارج میں موجود ہے یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ علم ہے پس نسبتوں اور اعتبارات سے خالی ذات کو اس کے نفس کے لئے اس کے حضور سے قطع نظر کرنے کے باوجود اس کو علم کے ساتھ تعبیر کرنا کس طرح جائز ہوگا حالانکہ تعبیرات اس مرتبہ میں ساقط ہیں، پس ظاہر ہوا کہ اس مرتبہ پر علم کا اطلاق محض تعبیر نہیں ہے جیسا کہ ان کی صریح عبارات اس پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ تحقیق کرنے والے پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اس کی ذات کا تعقل (سمجھنا) اس کی ذات کے ساتھ ہے اور اسی لئے وہ اس کو عقل و حضرتِ علیہ و علم مطلق و وجود مطلق بمعنی غیر مقید بالتفصیل کا وجود کے نام سے موسوم کرتے ہیں نقدِ انصوص میں کہا ہے ”اور یہ معرفت کلی اجالی معرفت ہے“ اور فصوص میں ہے کہ ”نسبتِ علمیہ ذاتیہ سے تعلق رکھنے والے تعینات میں سب سے اول تعین وحدۃ الحق اور اس کے وجود کا واجب ہونا اور اس کا مبداء ہونا سمجھا جاتا ہے اور خاص طور پر اس حیثیت سے کہ اس کا اپنے نفس کو فی نفسہ جاننا اور اس کا اپنی ذات کے واسطے سے جاننا ہر چیز کے لئے اس کے علم کا سبب ہے اور دوسرے مقام میں اس نے اس تعین کو علم و جدائی کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور نیز اس میں ہے کہ غیب ہو بیتِ حق سے لا تعین کے اعتبار سے اس کے اطلاق کی طرف اشارہ ہے اور وحدتِ حقیقت جو تمام نسبوں اور اسماء و اضافات اور اعتبارات کو مٹانے والی ہے اس سے مراد حق کا اپنے نفس کو سمجھنا اور اس کا اپنے تعین اور انصاف کی حیثیت سے اپنے نفس کا ادراک کرنا ہے اور اس (کے تعین) سے مراد نسبتِ علمیہ ذاتیہ میں وجود کا تعین ہے اور اس کے انصاف سے مراد اپنے تعلق میں اپنے تعین کی حیثیت

اس کے اپنے نفس کے علم کی صورت ہے اور اس طرح کی مثالیں ان کے کلام میں بے شمار ہیں — اور دوم اس لئے کہ اگر اس پر علم کا اطلاق مجاز کے طور پر ہو تو اس سے علم کی نفی کرنا جائز ہو گا حالانکہ بیان کے نزدیک جائز نہیں ہے اس بنا پر جو کہ پوشیدہ نہیں ہے — اور سوم اس لئے کہ علم کا عالم اور معلوم کے ساتھ اتحاد صرف علم حضوری میں ہے اور اس علم کا جس سے بعض صفات کو بعض سے تمیز کیا جاتا ہے علم حضوری ہونا ممنوع ہے بلکہ وہ علم حصولی کے قبیل سے ہے کیونکہ اس سے معلومات کی صورتیں اور اعیان ثابتہ کا حصول ہوتا ہے اور اگر اس (علم) کا علم حضوری ہونا مان لیا جائے تو ذاتِ بحت کے ساتھ اس کا اتحاد اس کے ساتھ اس کے اعتبار کو ملاحظہ کئے بغیر ممنوع ہے بلکہ تحقیق یہ ہے کہ علم حضوری میں بھی اس کے اعتبارات میں سے کسی اعتبار کے ساتھ ہی ذات ملحوظہ نہ کہ ذاتِ بحت جیسا کہ بعض محققین نے اس کا افادہ کیا ہے — اور چہارم اس لئے کہ ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ متحد ہونا اس کا مقتضی نہیں ہے کہ جو اسم ان میں سے ایک کے ساتھ مخصوص ہے اس کا اطلاق دوسرے پر بھی جائز ہو کیا تو نہیں دیکھتا کہ مثلاً ہر ایک ہنسے والا اور چلنے والا انسان کے ساتھ متحد ہے لیکن انسان کی باہمت پر جیسی کہ وہ ہے اس کا اطلاق جائز نہیں ہے اور اس لئے بھی کہ مفید اور جزئی مطلق اور کلی کے ساتھ متحد ہیں اس کے باوجود ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ جس حیثیت سے کہ وہ ہے جو اسماء و احکام مخصوص ہیں ان کا اطلاق دوسرے پر اس حیثیت سے جیسا کہ وہ ہے جائز نہیں ہے جیسا کہ صوفیہ موجدہ وغیرہم نے اس کو ثابت کیا ہے۔

ع گم فرق مراتب نکتی زندگی (اگر تو مراتب میں فرق نہیں کرتا تو زندگی ہے)

اور پانچویں اس لئے کہ علم میں صفات کا متعدد ہونا صفاتِ مندرجہ و مندرجہ (داخل شدہ) میں سے ہر صفت کے ساتھ علم کے اتحاد کا مقتضی ہے اور ذاتِ تعالیٰ کے ساتھ اس کا اتحاد لازم نہیں آتا کہ اس پر اس کا اطلاق جائز ہو، یہ نہیں کہا جائے گا کہ صفت اس مرتبہ میں ذاتِ تعالیٰ سے متمیزہ نہیں ہے، پس اس کا ان دونوں میں ایک کے ساتھ اتحاد دوسرے کے ساتھ اتحاد ہے، اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ اس بارگاہ میں تمیز کا بالکل مرتفع ہو جانا چیزوں میں سے ہے جن کے بارے میں بحث مباحثہ کیا جاتا ہے کیونکہ یہ جائز ہے کہ وہاں اس علمی تمیز کے سوا ایسا تمیز ہو جس کی کیفیت مجہول ہو، معلوم نہ ہو۔ اور یہ تمیز علمی اس تمیز کا اثر ہو اور علم کا تعلق ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ جدا جدا ہونا ان چیزوں میں سے ہے جو اس کی تائید کرتی ہیں، اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا علم بعینہ دوسرے کا علم ہے بلکہ ذات کا علم جیسی

وہ ہے صفت کے علم کا غیر ہے جیسی کہ وہ ہے اگرچہ وہ اس سے غیر متمیز ہو جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ حیثیت کے مختلف ہونے سے علم بھی مختلف ہو جاتا ہے پس اگر کہا جائے کہ مثلاً قادر کے متعلق (ہما) علم اس کی ذات و صفت کا ایک ساتھ علم ہے کیونکہ قادر کے معنی وہ ذات ہے جس کو قدرت ہے تو جائز ہے کہ یہاں بھی اسی قبیل سے ہو کیونکہ اس مرتبہ میں ذات صفات کے ساتھ ملحوظ ہے اگرچہ اجمالاً ہر صفات سے معرانی ہے۔ پس اس کا جواب دو طرح پر ہے ایک یہ کہ اس صورت میں ذات بحت کے لئے کوئی مرتبہ نہ ہوگا کیونکہ اس مرتبہ سے اوپر کوئی اور مرتبہ ثابت نہیں ہوا ہے۔ اور دوسرا جواب یہ کہ یہ بات غیر مسلم ہو کہ قادر کے متعلق علم ذات صفت کا ایک ساتھ علم ہے بلکہ صرف صفت کا علم ہے۔ کیا تو نہیں دیکھنا کہ ارباب معقول نے کہا ہے کہ کسی چیز کے بالوجہ علم میں فقط بالوجہ علم ہے پس ذات شی کی طرف نسبت کرتے ہوئے جہل متحقق ہو گیا اور ششم اس لئے کہ اطلاق کے جواز کی صورت میں ان کے لئے خارج میں موجود ذات کے لئے علم کا نام دینے کا کوئی سبب نہیں ہے۔ چوتھی بحث یہ ہے کہ اگر ذات تعالیٰ اپنے تعینات کے مراتب میں منحصر ہو جائے اور مطلق کا کوئی علیحدہ وجود اس کے تعینات کے وجود کے ماوراء نہ ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ واجب سبحانہ اپنے وجود میں ممکنات کے وجود کی طرف محتاج ہو اور اسی طرح تمام کمالات و صفات میں بھی اور (لزم آئے گا کہ) ممکنات کا وجود اور اس کی صفات واجب تعالیٰ کے وجود اور اس سبحانہ کی صفات پر مقدم ہو جائیگی اور اس کا باطل ہونا پوشیدہ ہونے سے زیادہ ظاہر و واضح ہے۔ پانچویں یہ کہ یہ تحقیق اس کے مخالف ہے جو کچھ کہ قوم کے نزدیک تعینات کے ماوراء مرتبہ اطلاق کے اثبات کے متعلق مقرر ہے اور اسی لئے وہ ذات معرا (محض) میں تفکر سے منع کرتے ہیں۔ نقد النصوص میں کہا ہے جب حق سبحانہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے اپنی عزت کے حجاب میں اس طرح ہے کہ اس کے اور یا سوا کے درمیان کوئی نسبت نہیں تو اس میں اس وجہ سے غور فکر کرنا اور (اس کی) طلب کی طرف شوق کرنا وقت کو ضائع کرنا اور ایسی چیز کی طلب کرنا ہے کہ کلی اجمالی صورت کے سوا جس کا حاصل کرنا اور اس میں کامیابی ممکن نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر تعین کے ماوراء ایسا امر ہے کہ جس سے ہر متعین ظاہر ہوا ہے اسی سبحانہ تعالیٰ نے رحمت و ارشاد کی زبان سے فرمایا ہے: **وَيَجِدْكَ يَوْمَئِذٍ وَاللَّهُ نَفْسًا رَّوُّفًا بِالْعِبَادِ** [اور اللہ (تعالیٰ) تم کو اپنی ذات سے نرم و رحیم پائے گا] (ذرات) اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت ہی مہربان ہے [پس معلوم ہوتا ہے کہ مرتبہ ذات موجود ہے اس میں تفکر ممکن نہیں ہے، اتنی یہ کہ وہ تعبیر محض ہے اور وہ کہتے ہیں کہ لزوم احاطہ و تمیز اور مرتبہ تعین اول میں تفکر کی وجہ سے اس سبحانہ کا علم اس کی مقدس ذات سے متعلق نہیں ہوتا اور اپنے لئے اس

سبحانہ و تعالیٰ کے علم کا احاطہ غیر ممنوع ہے اور نیز وہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جو چیز اس تعالیٰ شانہ سے صادر ہوئی وہ تعین اول ہے اور وہ اس کو صادر اول کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور یہ لازمی طور پر معلوم ہے کہ ہر صادر کے لئے مصدر موجود ہوتا ہے۔ لاجہی نے کہا ہے کہ ارادۃ الہی و قدرت نامتناہی نے نفس روحانی کے ساتھ جب تعین اول ایجاد کیا، نیز انھوں نے کہا ہے کہ اول مرتبہ جس نے اس فیض کو قبول کیا تعین اول ہے اور حدیث نبوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتمیہ میں ہے اول ما خلق اللہ تعالیٰ نوری (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا فرمایا وہ میرا نور ہے) اور دوسری روایت میں ہے: اول ما خلق اللہ العقل (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا کیا وہ عقل ہے) اور مختصر یہ ہے کہ اس مرتبہ اور اس کے بعد کے مراتب کے صادر ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، اور یہ بات محال ہے کہ صادر بھی اور مصدر بھی ایک ہی چیز ہوں۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ "تعین اول حق تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان واسطہ اور وجوب و امکان کے درمیان برزخ ہے" قصوں میں کہا ہے کہ "یہ شرط وجودی ہی عقل اول ہے جو حق تعالیٰ اور ہر اس چیز کے درمیان واسطہ جس کا قیامت تک ممکنات میں سے ہونا مقدر ہے" لاجہی نے کہا ہے کہ ذات احدیت نے جب تعین اول کا اقتضا کیا جو کہ وجوب و امکان کے درمیان برزخ جامع ہے اور واسطہ اور برزخ کے لئے لازمی ہے کہ اس کے دو اطراف موجود ہوں اور مختصر یہ کہ ذات تعالیٰ کا اس کے تعینات کے مراتب میں حصر حقیقت میں ذات تعالیٰ و تقدس کی نفی ہے، پس اگر یہ کہا جائے کہ اس سلسلہ میں (اللہ تعالیٰ اس کو سلامت رکھے) مرتبہ لا تعین کو ثابت کیا ہے (تو) میں (جواباً) کہتا ہوں کہ اس مرتبہ کو اعتبار محض قرار دیا ہے اور تعینات کے ماوراء اس کا مستقل وجود ثابت نہیں کیا ہے اور اسی لئے اس نے اول تعینات میں وجود کی عینیت کو ثابت کیا ہے اور اگر وجود کے ماوراء کوئی مرتبہ ثابت ہو جائے تو وجود کے ماوراء جس مرتبہ ذات کے ثبوت کا ہم نے دعویٰ کیا ہو وہ ثابت ہو جائے گا نیز اگر ان کے نزدیک تعینات کے ماوراء مرتبہ اطلاق ذاتی موجود نہ ہوتا تو اس بارے میں جھگڑنے کا کوئی جواز نہ ہوتا کہ مطلق جو کہ کسی چیز کی شرط کے ساتھ نہیں ہے کسی طرح موجود ہوگا باوجودیکہ مطلق مقدر کے ضمن میں ہی پایا جاتا ہے اور یہ حضرات اس سے خلاصی حاصل کرنے میں جیلہ و تدبیر نہ کرتے اور بعض محققین اس کو کشف و وجدان پر محمول نہ کرتے۔

پس اگر یہ کہا جائے کہ انھوں نے تعین اول کے ذات پر زائد نہ ہونے کا حکم لگایا ہے اس لئے وہ ذات تعالیٰ کے ساتھ متحد ہوگا اور وہی موجود ہوگا تو اختلاف رفع ہو جاتا ہے اور اسی لئے قصوں میں کہا ہے کہ حقیقت حق اس کی ذات کے سمجھنے میں اس کے تعین کی حیثیت سے اس کی ذات کے ساتھ

اس کے علم کی صورت سے عبارت ہے اس طرح پر کہ علم اور عالم اور معلوم پایا جائے۔ ہم کہتے ہیں کہ بیشک تعین اول ذات مطلق کے اعتبارات میں سے ایک اعتبار اور اس کے تعینات میں سے ایک تعین ہے جو کہ حضور ذاتی کے ساتھ مقید ہے پس وہ وجود بحت (محض) نہیں ہوگا اور رہا ان کا ذات پر زائد نہ ہونے کا حکم لگانا تو زیادہ ہونے کی نفی سے مراد خارج میں اس کے وجود کی نفی ہے پس بلاشبہ خارج میں جو موجود ہے وہ وہی ذات مقدس ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور یہ تعین بیشک علم ہی میں ہے، یا یہ مراد ہے کہ علم کے احاطہ میں ذات علی کے سوا صفات و اضافات متمیزہ میں سے کوئی چیز داخل نہیں ہوئی اور ان میں سے کسی چیز سے اتحاد لازم نہیں آتا اور ہم اس کو نہیں مانتے اور اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو ایک چیز کے دوسری چیز کے ساتھ متحد ہو جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو اسماء و احکام ایک چیز کے ساتھ جیسی کہ وہ ہے مختص ہیں ان کا اطلاق دوسری چیز پر بھی جائز ہو جیسا کہ عام و خاص اور باہمیت و عارض میں ہوتا ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے، اور یہی قصوص کی عبارت تو وہ تعین و تقید کی حیثیت سے حقیقت بیان کرنے کے لئے ہے جیسا کہ اس پر وہ عبارات شاہد ہیں اور ہماری گفتگو مطلق کے بارے میں ہے اور کیوں نہ ہو ورنہ ذات صورت علیہ متعینہ میں سے ہوجائیگی اور یہ باطل ہے پس اختلاف باقی رہے گا۔

پس اگر یہ کہا جائے کہ ان حضرات نے لفظ مطلق کا تعین اول پر بھی اطلاق کیا ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ یہ وہ اطلاق ہے جس کی ضد تقید ہے پس وہ مطلق مقید ہوا اور مرتبہ لاتعین کا اطلاق صفت اطلاق ہے بھی اطلاق ہے جیسا کہ تجرد و تقید سے بھی اطلاق ہے پس وہ قطعاً مطلق ہوگا۔ محقق دوانی نے کہا کہ وہ وجود مطلق کو یعنی وجود کس حیثیت سے کہ وہ ہے تجرد و اطلاق کی شرط اور اس کے علاوہ صفات حقیقیہ کے عوارض کی شرط کے بغیر حق جانتے ہیں اور اس کے لئے مراتب ثابت کرتے ہیں اور مرتبہ اول غیب ہوتا ہے الخ پس ظاہر ہوا کہ اس کے وجود میں موجود اصلی ان کے نزدیک بیشک وہ مرتبہ ہے جس کو وہ غیب ہوتی اور وجود بحت سے تعبیر کرتے ہیں اور وہ تعینات سے ماوراء ہے اور تعینات اس میں اعتبارات ہیں اس لئے کہ موجود وہی تعین ہے اور لاتعین محض اعتبار ہے پس ان اکابر کی مراد ہرگز یہ نہیں ہے یہ تو ان کی تحقیق ہے، اور ہمارے مذہب کی تحقیق یہ ہے کہ طالب یقین اور صاحب قنوت سلیم جب صبح فکر اور سچے تامل کے ساتھ اپنے وجدان کی طرف رجوع کرے گا اور اپنے آپ سے انصاف کرے گا تو پائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ اپنے وجود میں اپنے غیر کی طرف محتاج نہیں ہونا چاہئے اور اس کو اپنی ذات میں وجود خالی ہونا چاہئے

اور اس کے ثبوت میں وجود کی طرف کوئی احتیاج نہیں ہے اور نیز وہ پائے گا کہ اس سبحانہ کی ماہیت حقیقت وجود نہیں ہوتی چاہئے اس لئے کہ وجود کا اپنی ذات میں مصادر و احداث میں سے ہونے کے باوجود ہمارے لئے یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اس واجب کی حقیقت ہے جو وجود مطلق کے ساتھ خارج میں موجود ہے اور (ناس کی ضرورت ہے کہ) غیر کی طرف اس کی عدم احتیاج کے واسطے سے اس پر کوئی اصطلاح قائم کی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ شرع میں بھی یہ بات وارد نہیں ہوئی ہے، پس حق یہ ہے کہ اس سبحانہ و تعالیٰ کے لئے وجود کے ماوراء ایک ماہیت و حقیقت ہے جو اپنی ذات کے ساتھ ثابت ہے اور وہ اپنے لئے وجود کے عارض ہونے سے مستغنی ہے اور جو کچھ وجود پر مرتب ہوتا ہے وہ بذات خود اس ماہیت پر مرتب ہوتا ہے پس وہ اپنی ذات مقدسہ کے ساتھ موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ خواہ وہ وجود عین کے طور پر ہو یا نائم ہو۔

اور ہمارا یہ قول کہ وہ بذاتہ موجود ہے یہ ہمارے قول بہت (ہے) کی محض تعبیر ہے نہ یہ کہ وجود امر زائد ہے جو اس تعالیٰ کے ساتھ ثابت و قائم ہے یا اس کا عین ہے پس اس بارگاہ عالیہ میں جو کہ تمام نسبتوں اور اعتبارات سے عاری ہے وجود کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے جیسا کہ وہاں عدم کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے پس اس سبحانہ کے انتہائی مقدس ہونے کی وجہ سے کوئی نسبت اس کی طرف نہیں پہنچتی کیونکہ وہ ان (نسبتوں) میں سے ہر ایک کا خالق ہے پس ہر دو نقیض اس مرتبہ مقدسہ سے نیچے کے مرتبہ میں ہیں ان دونوں کا وہاں کوئی تصور نہیں ہے کہ جس سے ارتفاع نقیضین کا تصور ہو پس تمام اعتبارات سے عاری ذات کے مرتبہ میں کسی چیز کے لئے دوسری چیز کے ساتھ تناقض نہیں ہو کہ ارتفاع نقیضین کو محال سمجھا جائے کیونکہ ارتفاع و ثبوت ان اعتبارات اور نسبتوں میں ہے جو اس بارگاہ سے منفی ہیں، کیا تو اس کو نہیں دیکھتا جو کہ بعض محققین نے افادہ کیا ہے کہ ہم نے جو کچھ اس مرتبہ میں جو بیاض پر سابق ہے نہ ابیض ہے اور نہ ہی لا ابیض ہے اور یہ ارتفاع نقیضین محال نہیں ہے اس لئے کہ محال ان دونوں کا مطلقاً نفس الامر کے اعتبار سے ارتفاع ہے نہ کہ مراتب میں سے کسی مرتبہ کے اعتبار سے کیونکہ جن امور کے درمیان تقدم و تاخر و معیت کا تعلق نہیں ہے ان میں سے بعض کے لئے دوسرے کے مرتبہ میں نہ کوئی وجود ہے اور نہ کوئی عدم ہے انتہی۔ پس جب ممکنات میں ان جیسے امور کی گنجائش ہے تو یہ ممکنات کے خالق تعالیٰ و تقدس کی شان میں تیرا کیا گمان ہے **وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْأَعْلٰی** [اور اللہ تعالیٰ کے لئے اعلیٰ مثال ہے] پس اس بنا پر ذات مقدسہ کے غیر کی طرف محتاج ہونے کی نفی کرنے کے لئے اس پر کسی ایسے لفظ کے اطلاق کی ضرورت نہیں جس کا لغوی مفہوم معقولات ثانیہ اور ان معانی میں سے ہو جو

غیر کے ساتھ قائم ہیں۔

۔۔۔ اور اگر ایسا ہوتا تو صاحبِ شرع ذاتِ منزہ کو وجود کے ساتھ تعبیر کرنے اور اس کی خبر دینے کے زیادہ مقدار تھے جیسا کہ اس (تعالیٰ شانہ) کے تمام اسماء و صفات کمالات کی تعبیر کی خبر دی ہے اور جب نہیں ہے تو وہ بھی نہیں ہے۔ پس اللہ عز و جل اپنی ذاتِ علیٰ کے ساتھ اپنے لئے وجود کے عارض ہونے سے بے نیاز ہے، پس جو چیز وجود پر متفرع ہوتی ہے وہ اس سبحانہ پر متفرع ہوتی ہے اور یہی حال تمام صفات کے بارے میں ہے پس جو کچھ ان صفات پر متفرع ہوتا ہے اس کی ذاتِ علیٰ اس میں کافی ہے اور اس کے باوجود اس سبحانہ کے لئے صفاتِ ازلیہ موجود ہیں جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں اس لئے کہ یہ بات شرع میں وارد ہوئی ہے اور جبکہ اس سبحانہ کی عادت جاریہ یہ ہے کہ جو چیز عالم حقیقت میں ثابت ہو اس کے لئے عالم مجاز میں کوئی نمونہ بنائے تاکہ اس سے اس پر استدلال کیا جائے تو اس نے وجود کو اپنے وجود اور اپنی ذات کا نمونہ بنایا نہ کہ وجود کے ساتھ کیونکہ وجود اگر پایا جائے تو وہ وجود کے بغیر اپنی ذات کے ساتھ موجود ہوگا المجاز قنطرۃ الحقیقۃ [مجاز حقیقت کا پل ہے] پس ذاتِ غنی و اعلیٰ پر وجود کے زائد ہونے اور وجود کے اس کا عین نہ ہونے کے بارے میں ہم جہور منکھین سے موافقت کرتے ہیں لیکن ہم ذاتِ مقدس کے وجود کی طرف محتاج ہونے اور اس کے بذاتہ کامل ہونے کے باوجود غیر کے ساتھ اس کے کمال حاصل کرنے کے قائل نہیں ہیں، اور ہم امید کرتے ہیں کہ زیادتِ وجود سے سلف کی مراد یہی معنی ہیں اگرچہ اُن سے اس بارے میں کوئی روایت ہو لیکن ظاہر یہ ہے کہ سلف سے اس بارے میں کوئی نقل نہیں ہے بلاشبہ ہمارے اصحاب رحمہم اللہ سبحانہ میں سے متاخرین کا قول ہے بخلاف زیادتِ صفات کے کہ بیشک نصوص ان کے لئے مددگار ہیں پس حاصل یہ ہے کہ بیشک حق عز و جل اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے اور اُس کی ساتوں بلکہ آٹھوں صفات ذاتِ حق تعالیٰ کے ساتھ وجود کے بغیر موجود ہیں پس وجود جس طرح مرتبہ ذاتِ مقدس سے نیچے کے مرتبہ میں ہے اسی طرح اُس کی صفاتِ حقیقیہ سے بھی نیچے کے مرتبہ میں ہے پس جب حضرت ذاتِ مقدس اور صفاتِ عالیہ میں وجود درمیان میں نہیں آتا تو وجوبِ امکان بھی درمیان میں نہ آئے گا اس لئے کہ امکان اور وجوب ماہیت اور وجود کے درمیان نسبت ہیں پس جب وجود نہیں ہے تو نہ وجوب ہے نہ امکان، لہذا اس تحقیق سے وہ سخت اشکال دور ہو گیا جو صفاتِ حقیقیہ پر وارد کیا جاتا ہے کہ وہ یا تو اپنی ذوات کے اعتبار سے ممکن ہیں یا واجب ہیں، پس سلی صورت کی بنا پر ان کا حادث ہونا لازم آتا ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک ہر ممکن حادث ہے اور ان کا ذات سے جدا ہونا لازم آتا ہے

پس اس سے حق تعالیٰ کے جہل و عجز کا جواز لازم آتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے بلند ہے اور دور کی صورت کی بنا پر واجب لذات کا متعدد ہونا لازم آتا ہے جو کہ توحید کے منافی ہے۔ ہمارے شیخ و امام امام ربانی مجدد الف ثانی (قدس سرہ) نے فرمایا: ”پس اس سبحانہ و تعالیٰ کی ذات و صفات اُن تینوں منحصرہ صورتوں سے بالاتر ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جب اس ذات تعالیٰ کا تصور کیا جائے اور اس سبحانہ کی صفات کا وجہ اور اعتبارات کے لحاظ سے تعقل کیا جائے یکونکہ کہ (حقیقت) کی طرف کوئی سبیل نہیں ہے، تو تصویری ظلی وجود میں ذات سبحانہ کے لئے واجب عارض ہوگا، کیونکہ وہی (واجب) اس تعالیٰ کے غنا کے لائق اور مناسب ہے، اور وجود ذہنی کے ساتھ اس سبحانہ کی صفات کے لئے امکان عارض ہوگا، کیونکہ ذات کی طرف اس کے محتاج ہونے کی وجہ سے وہ (امکان) ہی اس کے مناسب ہے، پس اس تعالیٰ شانہ کی ذات اور اس سبحانہ کی صفات اپنی ذوات کی حد میں واجب و امکان کے مرتبہ سے اوپر ہیں بلکہ مرتبہ وجود سے بھی اوپر ہیں اور وجود تصویری ظلی کے اعتبار سے واجب ذات تعالیٰ کے مناسب ہے اور امکان صفات تعالت و تقدس کے مناسب ہے پس صفات تعالت وجود خارجی کی حیثیت سے نہ واجبہ میں نہ ممکنہ بلکہ یہ واجب امکان سے اوپر ہیں اور وجود ذہنی کے اعتبار سے ممکنہ ہیں اور اس امکان سے حادث ہونا لازم نہیں آتا اس لئے کہ یہ اُن (صفات) کی ذوات کے لئے نہیں ہے جیسا کہ ممکنات کے لئے ہے بلکہ ان کے ظلی وجوداً کیلئے ہے اور یہ معرفت ارباب معقول کے اس قول کے مناسب ہے کہ کلیت و جزئیت — وجود ذہنی کی خصوصیت کے اعتبار سے ماہیت کے لئے عارض ہوتی ہیں، پس وجود خارجی کی حالت میں ماہیت ان دونوں میں سے کسی کے ساتھ متصف نہیں ہوتی ہشتا زید جو خارج میں موجود ہے سے تعقل سے پہلے وہ جزئی نہیں ہے جیسا کہ وہ بلاشبہ کلی بھی نہیں ہے بلکہ اس کے لئے وجود ذہنی ظلی کے بعد جزئیت عارض ہوتی ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ صفات ثمانیہ موجودہ کے علاوہ تمام انتسابات اضافات اور احکام و اعتبارات جن کا اس تعالیٰ شانہ پر حمل کیا جاتا ہے مثلاً الوہیت و ربوبیت و اولیت و ازلیت اس سبحانہ و تعالیٰ پر ان کا اطلاق تصور و تعقل کے اعتبار سے ہے ورنہ ذات جس حیثیت سے کہ وہ ہے کسی صفت کے ساتھ متصف اور کسی اسم کے ساتھ موسوم اور کسی حکم کے ساتھ محکوم نہیں ہے پس بیشک صاحب شرع تعالیٰ شانہ نے اپنی ذات پر اسماء و احکام کا اطلاق تناسب و تشابہ کے اعتبار سے کیا ہے تاکہ مخلوق کی عقلوں کے قریب ہو جائے اور ان کے ساتھ کلام کرنا ان کی عقلوں کے انداز کے مطابق ہو، جیسا کہ زید کے لئے جو کہ وجود ذہنی کا لحاظ کئے بغیر خارج میں موجود ہے تشبیہ و تنظیر کے طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ وہ جزئی ہے اور ان کا جزئی ہونے کا حکم لگانا ان کے

یہ حکم لگانے سے کہ وہ کلی ہے، انسب و اشبه ہے پس اسی طرح ذات غنی و علیٰ پر وجوب وجود کا حکم لگانا امکان و امتناع کا حکم لگانے سے اولیٰ و انسب ہے ورنہ اس ذات مقدس تعالیٰ کی بارگاہ میں نہ وجوب پہنچتا ہے نہ وجود جیسا کہ اس تعالیٰ کی خباب تنزیہ میں نہ امکان مناسب ہے نہ امتناع پس اس بزرگ و مقدس معرفت کو سمجھ لیجئے کیونکہ یہ دین کی بنیاد اور ذات و صفات تعالیٰ و تقدس کے علم کا خلاصہ ہے اور عظماء و اکابر میں سے کسی نے ایسی بات نہیں کہی، اللہ تعالیٰ نے اس بندہ کو اس معرفت کے ساتھ نشاندہی فرمائی ہے اور اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے سلام ہو۔ (انتہی)

اور ان چیزوں میں سے جن کا ہمارے شیخ و امام (مجدد الف ثانی) قدس اللہ سبحانہ بصرہ السامی نے افادہ کیا ہے ایک یہ ہے کہ صفات حقیقیہ مرتبہ ذات میں موجود ہیں اور ان (صفات) کے اثبات سے اس بارگاہ عالیہ میں ہرگز کوئی تعین و تنزل حاصل نہیں ہوا اور صفات کے حضرت ذات میں مندرجہ کمالات کیلئے تعالیٰ ہونے کے باوجود اُن ہرگز کوئی دوسرا مرتبہ حاصل نہیں ہوا، پس ان کا حکم تمام اجمالات تفصیلات کے احکام سے ممتاز ہے کیونکہ ان میں ہر ایک کا مرتبہ دوسرے کے مرتبہ سے ممتاز ہے پس تفصیل کا مرتبہ اجمال کے مرتبہ سے نیچے ہے اور یہ معنی اس مقدس بارگاہ میں مضقور ہیں اور تفصیل مرتبہ اجمال میں ثابت ہے اور اس مرتبہ کا ثبوت علم اور خارج سے ماوراء ہے اور وجود نہی اور خارجی کی تقسیم بلاشبہ مرتبہ امکان میں ہے پس اس بارگاہ میں نہ خارج کے لئے کوئی گنجائش ہے اور نہ علم کے لئے اس لئے کہ جب وہاں وجود کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے تو وجود خارجی و علمی تو اس کی فرع ہے اور یہ بلکہ وہ تمام جو عنقریب آئے گا معرفت کشفی ہے، اور یہ جو ہم نے وجود وغیرہ کی تحقیق اور صفات کے اثبات کے بارے میں ذکر کیا ہے حالانکہ جو کچھ کہ صفات عالیہ پر مرتب ہوئے ہیں اس کے بارے میں ذات مقدس کا فی؟

تو یہ ذوق و کشفی مامود ہیں اور ان کے اثبات میں جو کچھ لایا جاتا ہے یہ بدیہیات پر تنبیہات کی قسم سے ہے جن میں بحث کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اور علم واجب جو کہ اس مرتبہ مقدسہ میں ان صفات کے ساتھ متعلق ہے علم حضوری کے مشابہ ہے جیسا کہ اس سبحانہ کا علم اپنی ذات اعلیٰ اور اپنے اُن کمالات کے ساتھ ہے جو کہ ذات میں مندرج ہیں اور یہ صفات مع ان کی زیادتیوں کے گویا کہ وہ نفس عالم میں اور ان کا حضور نفس عالم کا حضور ہے، پس ہمیں سے صوفیہ کرام کا ایک بہت بڑا گروہ اس طرف گیا ہے کہ یہ صفات ذات واجب تعالیٰ کے ساتھ عینیت رکھتی ہیں اور وہ ان کی غیریت کی نفی کرتے ہیں اور انبیاء کرام علیٰ اجمعہم عموماً و عطا افضلہم خصوصاً الصلوٰت والبرکات والحقیات (ان سب پر بالعموم اور ان میں سب سے افضل پر خاص کر حقین و برکات اور صلائیات ہیں) کے علوم کے مذاق کے عین موافق اور اہل سنت جماعت

شکراً للہ تعالیٰ سبوح و عظیم اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے [کی آراء کے مطابق یہ ہے کہ ان (صفات) کی غیریت کی نفی کا قائل ہوتے ہوئے ان (صفات) کی عینیت کی نفی بھی کی جائے اور یہ کہا جائے، لاہو ولا غیرہ (نہ وہ (ذات) ہی ہیں اور نہ اس کا غیر ہیں) اور اسی لئے ہم نے کہا ہے کہ ان (صفات) کا علم اس (ذات) کا عین نہ ہونے کی وجہ سے علم حضوری کے مشابہ ہے اور جبکہ اس سے صورت الگ نہیں ہے اور ان کی ذات کا حضور موجود ہے تو یہ علم حضوری کی قسم سے ہوگا اور اس سے نقیضین کے ارتفعا کا قائم نہ کیا جائے اس لئے کہ تناقض (تکراؤ) کے حصول میں زبان و مکان کا اتحاد شرط ہے اور اس بارگاہ مقدسہ میں زبان و مکان بالکل نہیں ہے پس تناقض متصور نہیں ہے اور لفظ غیر میں جو تصرف کیا جاتا ہے اور غیر سے اصطلاحی غیر مراد لیا جاتا ہے تو کشفی نظر اس تخصیص کی نفی کرتی ہے اور غیریت کی بھی نفی کرتی ہے خواہ کسی معنی میں ہو کیونکہ بلاشبہ ارباب کشف ذوق و فراست صحیحہ سے جو کہ مشکوٰۃ نبوت کے اخذ کی گئی ہے یہ بات پاتے ہیں کہ صفات جس طرح اپنے زائد ہونے کی وجہ سے عین ذات نہیں ہیں اسی طرح غیر ذات بھی نہیں ہیں اگرچہ (ذات پر) زائد ہیں اور ان دونوں (ذات و صفات) میں دوئی کی نسبت ہے، پس اُس بارگاہ میں ارباب معقول کا یہ قاعدہ ٹوٹ جاتا ہے کہ دو چیزیں آپس میں متغائر ہوتی ہیں۔

جب تو نے یہ سمجھ لیا تو جان لے کہ بلاشبہ اس مرتبہ مقدسہ کیلئے جو کہ صفات حقیقہ تعالت و تقدس کے ساتھ ذات کا مرتبہ ہے مرتبہ ثانیہ میں کسی تغیر و تبدل کے بغیر ایک ظہور ہے اور یہ مرتبہ مرتبہ وجود ہے جو کہ خیر محض اور کمال صرف ہے اور جو کہ سو اسی چیز میں بھی ظلیت کے طور پر تمام کمالات کا مظہر ہونے کی قابلیت نہیں ہے اور اسی لئے اگر علم اس مرتبہ مقدسہ کے ساتھ متعلق ہو جائے اور اس کے کمالات جدا ہو جائیں تو جو چیز اس (ذات) سے سب سے پہلے جدا ہوگی وہ حضرت وجود ہے اور دوسرے کمالات اس کے تابع ہیں اور اسی لئے صوفیہ کرام وغیرہم کی ایک جماعت ذات مقدس کے لئے وجود کے عین ہونے کی طرف گئی ہے اور اس کے تعین ہونے کے باوجود انھوں نے اس کو لا تعین تصور کیا ہے اور اس تعین وجودی کا ثبوت علم اور خارج کے ماوراء ہے اس لئے کہ خارجی اور علمی وجود مطلق وجود کی اقسام میں سے ہیں اور مقسم کا مرتبہ اقسام کے مرتبہ سے اوپر ہوتا ہے پس حضرت وجود اس حیثیت سے کہ وہ ان دونوں وجودوں پر سبقت رکھتا ہے اور وہاں نہ خارجی وجود متصور ہے اور نہ ذہنی وجود جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ اور حضرت وجود ظلیت کے طریق پر تمام کمالات ذاتیہ و صفاتیہ کا اجمالی اور تفصیلی طور پر جامع ہے پس اجمال تعین اول ہے اور تفصیل گویا کہ تعین ثانی ہے، پس وجود کے مرتبہ اجمال میں ایک کمال

دوسرے کمال سے اور ایک صفت دوسری صفت سے متمیز نہیں ہوگی اور وجود کے مرتبہ تفصیل میں کمالات ممتاز ہو جاتے اور صفات ظاہر ہو جاتی ہیں پس وجود کی تفصیل میں پہلی چیز ثبوت ہوتی ہے حیات (زندگی) ہے جو کہ تمام صفات کی ماں ہے اور یہ صفت گویا کہ اس صفت حیات کا ظل ہے جس کے لئے حضرت ذات منزہ کے مرتبہ میں ثبوت ہے اور اس کے حق میں لاھو ولا غیریہ (نہ وہ عین ذات ہے اور نہ اُس کا غیر ہے) صادق آتا ہے اور چونکہ اس ظل کا ثبوت اس مرتبہ میں ہے جو مرتبہ ذات تعالیٰ سے نیچے ہے اس کے حق میں لاھو (وہ عین ذات نہیں ہے) صادق آتا ہے اور لاغیرہ [اور اس کا غیر نہیں ہے] صادق نہیں آتا بلکہ ذات حق عزوجل سے مغائر ہوگا اور تمام صفات تعالیٰ کا ہی حال ہے، اور صفت حیات کے بعد صفت علم ظاہر ہوتی ہے پھر دوسری صفات یعنی ارادہ و قدرت وغیرہ اور علم تعین وجودی کا جزو اور اس کے حصوں میں سے ایک حصہ ہونے کے باوجود تمام صفات کا جامع ہے اور دوسری صفات اپنے استقلال کی وجہ سے گویا کہ صفت علم کے اجزاء ہیں اس لئے کہ اس صفت کے لئے اس کے موصوف کے ساتھ ایک قسم کا اتحاد ہے، یہ اتحاد اس کے غیر کے لئے نہیں ہے کیونکہ علم عالم اور معلوم کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے اور قدرت، قادر و مقدر کے ساتھ متحد نہیں ہوتی اور اسی طرح ارادہ و سميع (سنانا) وغیرہ موصوف کے ساتھ متحد نہیں ہوتے اور صفت علم کے لئے اس کی جامعیت کے ساتھ اجمال ہے جس میں صفات متمیزہ ظاہر نہیں ہوتیں اور تفصیل ہے جس میں کمالات متمیزہ ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ وجود کے لئے اور اس کے اجمال کے لئے دائرہ کے مرکز کا حکم ہے اور اس کی تفصیل کے لئے اس (دائرہ) کے محیط کا حکم ہے پس یہاں سے وہ (اعتراض) بھی دور ہو جاتا ہے جو کہ وارد کیا جاتا ہے کہ تمام صفات سے حیات کا متمیز ہونا علم کی تفصیل میں ہے جس کو واحدیت کہتے ہیں اور البتہ مرتبہ اجمال میں تو وہاں ایک صفت کے لئے دوسری صفت سے متمیز نہیں ہے پس اُس کی بنا پر جو کہ ہمارے شیخ و امام (مجدد الف ثانی) قدس سرہ کی عبارتوں میں واقع ہے علم اجمالی پر حیات کے مقدم ہونے کا حکم کس طرح لگایا جاسکتا ہے اور اس اعتراض کرنے والے پر تعجب ہے کہ وہ اس طائفہ کی اصطلاح کو جو کہ مخالف کے نزدیک غیر مسلم ہے اس کے خلاف حجت کے طور پر کس طرح وارد کرتا ہے، اور اس قسم کی باتیں مخالف مذہب کی خفیت اور اس کی اصطلاح پر اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے ہیں پس وہ اپنی جہالت کو اعتراض شمار کرتا ہے، اور تو نے جان لیا کہ وہ متمیز جو صفت حیات کے لئے وجود کی تفصیل میں اس کے حضرت اجمال میں مندرج ہونے کے بعد حاصل ہوتی ہے وہ علم اجمالی و تفصیلی پر سبقت رکھتی ہے، پس حاصل یہ ہے کہ وہاں پر دو تفصیلیں

ہیں، ایک تفصیل ان کمالات کی ہے جو وجود کے اجمال میں مندرج ہیں اور حیات وہاں علم پر اپنی دونوں قسموں کے ساتھ مقدم ہے، اور دوسری تفصیل حضرت علم میں ہے جبکہ وہ اس کے اجمال میں مندرج ہو جائے اور حیات یہاں پر علم سے مؤخر ہے پس علم محیط (احاطہ کیا ہوا علم) حیات کے ساتھ مسبوق ہے (یعنی حیات اس پر سبقت رکھتی ہے) اور محیط (احاطہ کرنے والا) اس پر سبقت رکھتا ہے، اور تجھے معلوم ہے کہ صفتِ حیات جو علم سے مسبوق ہے (یعنی علم جس پر مقدم ہے) وہ حقیقت میں صفتِ حیات نہیں ہے بلکہ اس صفت کی صورتِ علیہ ہے پس صفتِ حیات البتہ علم پر مقدم ہے اور اس کی صورتِ علیہ علم کے بعد ہے اور ان تمام باتوں سے جو ہم نے ذکر کی ہیں قطع نظر کرنے کے باوجود اس شانِ حیات کا شانِ علم پر مقدم ہونا ان چیزوں میں سے ہے جو فطرتِ سلیمہ رکھنے والے کے نزدیک دلیلِ تسمیہ کی طرف مخرج نہیں ہیں۔ اور میرے شیخ و امام (مجدد الف ثانی) قدس اللہ سرہ السامی نے کسی دوسرے مقام پر ایک اور افادہ کیا ہے کہ حقیقۃ الحقائق اور حقیقتِ محمدیہ علی مظهر بالصلوۃ والسلام والنجۃ تعین اور ظہورِ محمدی ہے اور حُب (تمام) ظہورات کا مبداء اور مخلوقات کی پیدائش کا منشا ہے، حدیثِ قدسی میں وارد ہوا ہے: کنت کذا مخفیاً فاجبت ان اعرف فخلقت الخلق لا عرف (میں ایک مخفی خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا کہ میں پہچانا جاؤں) پس اگر یہ حُب نہ ہوتی وہ ہرگز کسی موجود کو پیدا نہ کرتا پس یہاں سے لولا لک لما خلقت الافلاک (اگر نہ وہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) کا بھیبظا ہر ہو گیا اور ایک روایت میں ہے لما اظهرت الربوبیۃ (میں اپنی ربوبیت کو ظاہر کرتا) اور یہ حُب مرکز ہے اور اس کا محیط خلقت ہے جو اس مرکز کے لئے ظل کی مانند ہے، پس مرکز حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس کا محیط وہ دائرہ ہے جو کہ اس مرکز کے لئے ظل کی مانند ہے اور خلقت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی حقیقت اور ان کے تعین کا مبداء ہے اور جائز ہے کہ خلقت تعین ثانی ہو لیکن کشفی نظریں یہ مرکز اور محیط ایک ہی تعین ہے اور تعین ثانی کشفی نظریں تعین وجودی ہے جو اپنی اصل کے عنوان کے ساتھ جو کہ تعینِ محمدی ہے اس اصل کے طور سے پہچاننا ہوا ہے۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ حُب وجود کی فرع ہے کیونکہ وجود کے بغیر حُب کا تصور نہیں کیا جاسکتا، تو حُب وجود کی اصل کس طرح ہوگی۔

ہم (جواباً) کہتے ہیں، پہلے گزر چکا ہے کہ حق جل سلطانہ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے اور اس کی صفاتِ ثانیہ تعالیٰ (آٹھ صفات) ذاتِ حق کے ساتھ موجود ہیں اور وہاں وجود اور وجوب کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ وجود و وجوب اعتبارات میں سے ہیں جو کہ اس بارگاہ سے نیچے کے درجے میں ہے

پس پہلا اعتبار جو ایجادِ عالم کے لئے ظاہر ہوا وہ حُب ہے اس کے بعد وجود ہے جو کیا ایجاد کا مقدمہ ہے اس لئے کہ ان دونوں اعتبارات کے بغیر اس مرتبہ مقدسہ کو ایجادِ عالم سے غنائے ذاتی ہے اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ ﴿۱﴾ [بیشک اللہ تعالیٰ اپنے امتعا میں سے غنی ہے]

اور اگر تو اس مقام کی تفصیل اور اس مقصد کی پورے طور پر تحقیق کرنا اور مقامِ خلقت و حُب و وجود کی حقیقت جانتا چاہتا ہے تو تجھ پر ایم غوث الانام ہمارے شیخ و قبلہ (مجدد الف ثانی) جزاہ اللہ سبحانہ عنّا خیر الجزاء [اللہ تعالیٰ ان کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے] کے کلام کا مطالعہ کرنا لازم ہے۔ اور جان لے کہ تعینِ علمی اجمالی جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے وہی ہے جس کو شیخ (محی الدین ابن عربیؒ) اور ان کے تبعینِ قدس اسرار ہم نے وحدت و تعینِ اول و حقیقتِ محمدیہ کے نام سے موسوم کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ تعینات میں سب سے زیادہ وسیع ہے اور وہی مشہورِ کل ہے اور وہی تجلّی ذاتی ہے اور اس کے لئے توحید کا اعلیٰ مقام اور اس کا مبداء ہے اور وہ اعتبارات کا باخذ اور ان انتسابات و اضافات کا منبع ہے جو وجود میں ظاہر اور عقول اور ذہنوں کے میدان میں باطن (پوشیدہ) ہے اور اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ وجودِ مطلق واحد واجب ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ پر اسم ذات کا اطلاق اس تعین کے اعتبار ہی سے صادق آتا ہے اس کے علاوہ نہیں اور اس کے ماوراء مرتبہ لا تعین اور وجودِ مطلق ہے۔ پس میں کہتا ہوں کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ انھوں نے نسبتوں اور اضافتوں سے پاک ذات کے لئے اس کی صفات میں سے کسی صفت کے تعین ہونے کا کس طرح حکم کیا ہے بلکہ اظہر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ تعین صفتِ علم کا تعین ہے اور اس کا ظہور مرتبہ ثانیہ میں ہے اور صفتِ حقیقت میں موصوف کا غیر ہے اور مناسب نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ اس صفت کے ساتھ ذات کا تعین ہے کیونکہ ذات صفت کے ساتھ متعین نہیں ہوتی اور اربابِ معقول نے کسی چیز کے بالوجہ علم کے بارے میں کہا ہے کہ معلوم وہی وجہ ہے پس چیز کی ذات کی طرف نسبت کرنے کے اعتبار سے چل متحقق ہوگا اور ثابت شدہ امر کے ساتھ متحقق ہو چکا ہے کہ یہ تعین اس وجود کے حصوں میں سے ایک حصہ ہے جو کہ وجود کی تفصیل میں متمیز و متعین ہو گیا ہے لیکن وہ سب سے زیادہ جامع حصہ ہے اور وہ صفتِ حیات کے بعد ہے اور حیات وجود کے اجمالی و تفصیلی دونوں مرتبوں کے بعد ہے اور وجودِ خلقت کے بعد ہے اور خلقتِ حُب کے بعد ہے اور حُب تعینِ اول ہے اور سب سے پہلا اعتبار ہے پس تعینِ علمی اجمالی تعینِ اول سے چھ مراتب نیچے ہے اور اس مرتبہ سے جو اس سے اوپر ہے سات مراتب نیچے ہے اور ان چیزوں میں سے جن کا جانتا ضروری ہے یہ ہے کہ

ہمارے نزدیک تعین کے یہ معنی نہیں ہیں کہ حق عزوجل نیچے اُتر آیا پس وہ حُب یا وجود ہو گیا بلکہ تعین کے معنی صدور (ظہور) ہیں کیونکہ وہ تنزیہ کے زیادہ لائق ہے اور انبیاء کرام کی زبان کے زیادہ مناسب علیٰ اجماعہ عموماً و علیٰ خاتمہ خصوصاً الصلوات والتسلیمات والتقیات والبرکات (ان سبب بالعموم اعلان کے خاتم پر بالخصوص رحمتیں اور سلام و برکات نازل ہوں)

مکتوب ۸۶

مولانا محمد صنیف کے نام نسبتِ قیومت کے حاصل ہونے اور اصالت و محبوبیت ذاتی و کمال انفعالی سے حصہ پانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، برادر عزیز مولانا محمد صنیف اس مسکین سے دعا و سلام مطالعہ کرنے کے بعد معلوم کریں کہ جس وقت حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سبحانہ بصرہ الاقدس نے اپنے مخلصوں میں سے ایک درویش کو خلعتِ قیومت سے نوازا اور اس کو اس امرِ عظیم سے سرفراز فرمایا، اس درویش کو خلوت میں طلب کر کے فرمایا کہ اس مجمع گاہ (دنیا) کے ساتھ میرے ارتباط کا تعلق یہی قیومت کا معاملہ رہا ہے جو کہ تجھ کو عطا کر دیا گیا ہے اور کمونات (موجودات) پورے شوق کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہو گئے ہیں، اب میں اس فانی دنیا میں اپنے رہنے کا کوئی سبب نہیں پاتا ہوں اور اس پیر آشوب دنیا سے اپنے رحلت فرمانے کا وقت قریب ہونے کی بابت فرمایا، وہ زخمی دل درویش اس مذکورہ بشارت کے سننے کے باوجود جگر سوختہ اور چشم پر غم ہو کر اپنے اندر نہایت غم و اندوہ میں ڈوب گیا، زبان کو کہنے کی طاقت رہی اور نہ ہی کانوں کو سننے کی تاب رہی جب حضرت عالیؒ نے اس تبدیلی کو اس مسکین میں مطالعہ کیا (تو) نہایت مہربانی سے فرمایا غم مت کر، اللہ تعالیٰ کی سنت (طریقہ) اسی طرح جاری ہوئی ہے کہ کسی ایک کو اپنے پاس بلائے ہیں اور کسی دوسرے کو اس کی جگہ پر بٹھاتے ہیں، اور نہایت لطف و مہربانی سے اُس عزیز کی عبارت کو چونکہ وہ نقحات میں لاتا ہے زبان ہمارک پر جاری فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھایا گیا اور حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) آپ کی جگہ بیٹھے (پھر حضرت) ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو اٹھایا گیا اور (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) ان کی جگہ پر بیٹھے اور (پھر حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کو اٹھایا گیا اور (حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ) ان کی جگہ پر بیٹھے اور (پھر حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ) کو اٹھایا گیا اور (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) ان کی جگہ پر بیٹھے

اُس درویش نے چونکہ اس معنی کی کوئی قابلیت اپنے اندر نہیں پائی اور مذکورہ رنج و غم بھی اس کے دل میں چھپا ہوا تھا ہاں یا نہیں کچھ بھی نہیں کہا اور جن امور کا انکشاف ضروری تھا درمیان میں نہ لایا، یہی وجہ تھی کہ جب حضرت عالیؒ نے فرمایا کہ اشیا میری قیومیت سے تیری قیومیت کے ساتھ زیادہ ^{۲۳۴} راضی اور خوش ہیں (یہ درویش) اس کی لم و علت کو پوچھنے کی بھی جرأت نہ کر سکا کسی نے کیا خوب کہا ہر سہ وحشی گذشت یار و نگر دی حکایتے اے خان و مان خواب زبان تو بستہ بود

(لے وحشی یا نگر گیا اور تو نے کوئی بات بھی نہ کی۔ اے خانمان بر باد کیا تیری زبان بندھی ہوئی تھی؟) جب حضرت عالیؒ (قدس سرہ) نے اس درویش کا غم بہت ہی زیادہ دیکھا تو فرمایا کہ میرے رحلت کرنے میں قدرے جہلت تاخیر ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ کیا تعلق درمیان میں ہے، متوجہ ہو کر ایک لمحہ کے بعد فرمایا میرے وصال کے دنوں تک تیرا قیام میرے ساتھ ہوگا اور افرادِ عالم کا قیام تیرے ساتھ ہوگا۔ یہ قول اس مسکین کے غمگین دل کو قدرے تسکین دینے والا ہو گیا، اس ماجرا (واقعہ) کے ایک سال اور چند روز کم تین ماہ بعد حضرت عالیؒ کے وصال کا واقعہ پیش آیا کیونکہ یہ گفتگو سن ایک ہزار تیس (۱۳۳۲ھ) کے ماہ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں ہوئی تھی اور اس ہادی امام کا ارتحال (وصال) اٹھائیس صفر سن ایک ہزار چونتیس (۱۳۳۳ھ ہجری) کو ہوا تھا۔ اس خلعت کے عنایت فرمانے سے دس گیارہ سال پہلے جس زمانہ میں وہ درویش چودہ سال کی عمر کے لگ بھگ تھا آپ کی خدمت اشرف میں اس نے عرض کیا تھا کہ میں اپنے اندر سے ایک نور پایا ہوں کہ تمام دنیا اس سے منور ہے اور وہ نور ذاتِ عالم کے ہرزہ میں آفتاب کی طرح سراپت کئے ہوئے ہے اگر وہ نور ختم ہو جائے تو دنیا تاریک ہو جائے حضرت عالیؒ نے اس کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ تو اپنے وقت کا قطب ہوگا اور میری یہ بات یاد رکھ، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس چیز کا وعدہ کیا گیا تھا وہ پوری ہو گئی اور بشارت کا اثر حاصل ہو گیا کیونکہ قطب ہونا قیومیت کا ایک شعبہ ہے۔

اب ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قیوم اس عالم میں حق جل و علا کا خلیفہ اور اس کا نائب مناب (قائم مقام) ہوتا ہے، اقطاب و ابدال اس کے دائرہ ظلال میں داخل اور افرادِ اوتاد اس کے کمال کے محیط میں شامل ہوتے ہیں، تمام افرادِ عالم اس کی طرف رُخ رکھتے ہیں اور اہل جہان کی توجہ کا قبلہ وہی ہوتا ہے خواہ وہ جائیں یا نہ جائیں بلکہ اہل عالم کا قیام اسی کی ذات سے ہے اس لئے کہ افرادِ عالم چونکہ اسما و صفات کے مظاہر ہیں کوئی ذات ان کے درمیان کائن (موجود) نہیں ہے (اس لئے) سب کے سب اعراض و اوصاف ہیں اور اعراض و اوصاف کو ذات و

جو ہر کے بغیر چارہ نہیں ہے تاکہ اُن کا قیام اس کے ساتھ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ طویل زمانوں کے بعد کسی عارف کو ذات سے حصہ عطا فرما کر اس کو ایک ایسی ذات عطا فرماتے ہیں کہ وہ نیابت و خلافت کے طور پر اشیاء کا قیوم ہو جاتا ہے اور اشیاء اس کے ساتھ قائم ہوتی ہیں۔

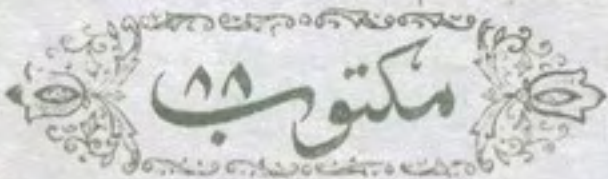
جانتا چاہئے کہ نسبتِ قیومیت کا حاصل ہونا کسی شخص کو اس وقت تک میسر نہیں ہے جب تک وہ اصالت سے کچھ حصہ نہ رکھتا ہو، اُن عالی حضرت و متعالیٰ منقبت (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے جس درویش کو نسبتِ قیومیت کے حاصل ہونے کی بشارت دی تھی، اس کو مقامِ اصالت کے ثابت ہونے کی خوشخبری کے ساتھ بھی سربلند کیا اور نیز فرمایا کہ جس قدر تو اصالت سے حصہ رکھتا رہے اسی کے موافق محبوبیت کی فطرت تیری ذات میں ودیعت کی گئی ہے یعنی محبوبیت ذاتی و کمالاتِ انفعالی کی بھی اس کے حق میں نشاندہی فرمائی ہے۔ وَمَا ذَلِكْ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ﴿۱﴾ اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے لئے آسان و آگاہی (شکل نہیں ہے)۔

مکتوب

میر منصور کے نام اُن امور کے بیان میں تحریر فرمایا کہ جن کی تبلیغ ضروری ہے۔

الحمد لله و سلام علی عبادہ الذین اصطفےٰ جو آیت کریمہ ان کفار اہل کتاب کے بارے میں (نازل ہوئی) ہے جو کہ جیلہ و مکبر کے ساتھ اہل اسلام کو کفر و ارتداد پر رہنمائی کرتے تھے آپ نے وہ آیت مبارکہ تعریض (دوسرے کو چھیڑنے) کے طور پر اس جماعت کے لئے فرمائی تھی اور اپنے آپ کو اپنے زعم کے مطابق مسلمان اور برحق قرار دیا تھا اور دوسری جانب والوں کو بہکانے اور گمراہ کرنے میں پیور و ابلیس لعین کے ساتھی قرار دیا تھا (یہ سب) واضح ہوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿۱﴾ [اللہ تعالیٰ ہم کو کافی ہے اور اچھا دکیل ہے] تم اپنے آپ کو مسلمانوں اور درویشوں کے گروہ میں شامل کرتے ہو، ہم نے تم کو یا کسی دوسرے کو کب راہِ حق سے روکا ہے، اس بارے میں کوئی بات بھی ہمارے اور تمہارے درمیان نہیں ہوئی ہے بہتان کی بھی کوئی حد (ہوتی) ہے اور ہماری صحبت میں مرتد و گمراہ و کافر کون ہے اور نیز اس گمراہی و ارتداد کی طرف رہنمائی کرنے سے مراد شریعت کی گمراہی اور ارتداد ہے یا طریقت کی گمراہی و ارتداد ہے کہ جس کو شیخ کی اطاعت و طریقت سے خروج کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ مقرر ہے، پہلی بات خود ہی مراد نہیں ہے اور اگر آپ لوگ یہ مراد لیں تو کیا

علاج ہے، رہی دوسری بات طریقت کی ردت ہے جو کہ وقت کا نصیب ہے۔ آنجناب کو معلوم کہ ہم اس وقت میں اس ملک میں نہیں تھے سیر (سفر) پر گئے ہوئے تھے معلوم نہیں کہ اس ارتداد پر رہنمائی کرنے والا کون تھا اس کا گناہ ہمارے سر نہ پنا معقول نہیں ہے دیگر اس جانب سے غیرت وغیرہ کی کوئی بات جو کہ صوفیہ کرام کے طریقہ کا لازمہ ہے کچھ بھی درمیان میں نہیں آئی ہے دوسری مرتبہ ہے کہ تم لڑائی کی ابتدا کرتے ہو اور ایذا پہنچاتے ہو، ادنیٰ درجہ کے مسلمان کے دل کو ایذا دینے کا کیا (بڑا) نتیجہ ہے پس اہل حقوق کو اذیت دینا کیسا ہوگا، تم لوگ خداوند تعالیٰ جل سلطانہ کی غیرت سے نہیں ڈرتے کہ سوئے ہوئے فتنہ کو سیدار کرتے ہو، اس قدر جان لیں کہ ایک کا مقبول سب کا مقبول ہوتا ہے اور ایک کا مردود سب کا مردود ہوتا ہے، ایک سے قطع تعلق کر کے ترقی و وصول کی ہوس (خواہش) اپنے خاطر شریف سے نکال دیں، اگرچہ جائز ہے کہ استدراج کے طور پر کشائش و ترقی کی صورت ظاہر ہو جائے لیکن اس کی حقیقت و معنی سے بے بہرہ ہے شیطان قوی دشمن ہے اس کے مکڑے کوئی شخص امن میں نہیں ہے پس ڈرنا چاہئے اور بچھڑنا چاہئے۔ بات دوسرے مقام کے بارے میں ہے کہ جس پر کشائش و ترقی متفرع ہے پس ڈرنا چاہئے اور بچھڑنا چاہئے۔ چونکہ تم نے سلسلہ جنبانی کی ہے (اس لئے) اس قدر کہا گیا ہے ورنہ دوسرے اہم امور درپیش ہیں اس قسم کی باتیں کہنے اور لکھنے کی نوبت نہیں آتی اور نیز آشنائی کے حقوق کا بھی تقاضا تھا کہ ایک دفعہ معاملہ کی حقیقت پہنچا دی جائے۔ والسلام



مولانا محمد حنیف کے نام اقرابت کے معارف اور اس سیر کی تفصیل میں جو کہ آفاق و انفس سے ماوراء ہے اور فناء کے وفاقی اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے طریقہ عالیہ میں عجز و حیرت کے غلبہ کے راز کو منکشف کرنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ: سعادت آثار برادر م مولانا محمد حنیف نے اس دور افتادہ ضعیف سے کچھ استفسار کیا تھا اس کے حل کے سلسلہ میں چند سطریں لکھتا ہے ہوش کے کانوں سے سماعت فرمائیں۔ ہر کہنے والے سے زیادہ معززات (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا ہے: وَنَحْنُ اقْرَبُ بِالنَّاسِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ [اور ہم اس کی طرف اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں]

حضرت واجب الوجود (اللہ تعالیٰ) جل سلطانہ کی ذات اور اسی طرح اس تعالیٰ شانہ کے کمالات ذاتیہ بندہ سے خود بندہ کی ذات کی نسبت زیادہ نزدیک ہیں پس جو سیر کہ ان مراتب سے تعلق رکھتی ہے وہ سیر آفاقی و انفسی سے ماوراء اور اوپر ہوتی ہے اور جذبہ و سلوک سے بھی ماوراء ہوتی ہے اس لئے کہ سلوک سیر آفاقی (کا نام) ہے اور جذبہ سیر انفسی (کا نام) ہے، سیر آفاقی کو بعد درجہ کہا گیا ہے اور سیر انفسی کو اگرچہ قُرب در قُرب کہا گیا ہے لیکن وہ قُرب ظنی ہے اس قُرب و اتحاد سے گزر جانا چاہئے تاکہ اقربیت کا معاملہ رونما ہو جائے جس طرح کہ اشیاء کے علم حصولی کا زوال کہ جس کو فنائے قلبی سے تعبیر کرتے ہیں سیر آفاقی کی تکمیل کے بغیر ممکن نہیں ہے اور سیر انفسی میں شروع ہوئے بغیر سیر نہیں ہے اسی طرح کسی شخص کے علم حضوری کا زوال جو کہ اس کی اپنی ذات و صفات سے متعلق ہے اور حقیقت میں فنائے نفس ہے، سیر انفسی کی انتہا اور مراتب اقربیت میں داخل ہونے کے ساتھ وابستہ ہے اور سیر انفسی میں عارف کا علم حضوری اپنی جگہ پر قائم ہے اس لئے کہ انفس اس مقام میں حقانیت کے عنوان کے ساتھ ظاہر ہے اور اس کی قید سے پوری طرح رہائی حاصل نہیں ہوئی ہے کہ (جس سے) مطلوب حقیقی تک وصول ظاہر ہو جائے کیونکہ مذکورہ آیہ کریمہ کے مطابق مطلوب انفس ہی ماوراء ہے اور جو کچھ انفس میں ظاہر ہے رہنمائی کرنے والی نشانیوں میں سے ہے جیسا کہ قرآن مجید اس کے بارے میں اطلاع دیتا ہے: سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ [ہم عنقریب اُن کو اپنی نشانیاں آفاق میں اور ان کے انفس میں دکھائیں گے حتیٰ کہ اُن کو ظاہر ہو جائے گا کہ وہی حق ہے] اور چونکہ علم حضوری عین عالم ہے اس لئے اس کے زوال سے عارف کے نفس کا زوال ہو جائے گا اور اس کا کوئی اثر نہیں رہے گا اور علم حضوری کا زوال اس معنی میں ہے کہ جو علم عارف کی ذات سے تعلق رکھتا تھا وہاں سے اکھر کر واجب تعالیٰ (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ متعلق ہو جائے اور اس مقام میں حق سبحانہ و تعالیٰ موجود ہوئے کہ اس (عارف) کی ذات اور اس کا بیان یہ ہے کہ جو کوئی کمال بھی ممکن میں ظاہر ہے وہ سب مرتبہ وجوب تعالیٰ و تقدس تعالیٰ یعنی وجود و حیات و علم و قدرت وغیرہ سے مستفاد و مستعار ہے اور ممکن نے ان کمالات کو اپنے آپ سے سمجھ کر امانت میں خیانت کی ہے اور جب کسی عارف کو محض فضل و کرم سے اس عاریتی ہونے کی دید سے نوازتے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ آیت مبارکہ إِنَّ اللَّهَ بِأَعْمَارِهِمْ خَبِيرٌ وَهُوَ الَّذِي أَلْهَمَهَا [بیشک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کو دیدو] کے حکم کے بموجب دوبارہ امانتوں کو اہل امانات کے سپرد کر دے۔ اور چونکہ اس کا علم حضوری مطلوب کے

حضور ذاتی کا پر تو ہے (اس لئے) یہ حضور تمام کمالات کی طرح جو کہ اپنے اصول کے ساتھ مل جاتے ہیں اس حضور ذاتی کے ساتھ مل جائے گا، اس وقت میں عارف اپنے آپ کو بالکل خالی پائے گا اور خالص عدم کے ساتھ ملحق دیکھے گا وہ نہ کوئی ذکر اپنے اندر محسوس کرے گا اور نہ کوئی توجہ، نہ کوئی یافت (پانا) ہوگی نہ حضوری، اصل کے ساتھ مل جانے کے بعد اگر یافت (پانا) ہے تو وہ از خود بخود ہے اور اگر حضور ہے تو وہ بھی از خود بخود ہے اس لئے کہ حادث جب قدیم کے ساتھ ملا دیا گیا تو اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہا۔ اس مقام میں جو کہ فنائے نفس کا مقام ہے عارف سے کلمہ انا کا اطلاق (میں میں) پوری طرح نازل ہو جاتا ہے اور عارف اپنے آپ کو انا کے ساتھ تعبیر نہیں کر سکتا کیونکہ فنائے نفس کے بعد جو کہ کلمہ انا کا مورد (وارد ہونے کی جگہ) ہے انا کے لئے کوئی مورد (وارد ہونے کی جگہ) نہیں رہتا جس پر اس کا اطلاق ہو، یہ معنی نہیں ہیں کہ انا کا حق پر اطلاق ہو اور (عارف) اپنے آپ کو حق دیکھے کیونکہ خودی درمیان میں نہیں رہی ہے اور انانیت دور ہو چکی ہے۔ اور جو کچھ حضرت عالی قدس اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے اپنے مکتوبات کی جلد اول کے کسی مکتوب میں کلمہ انا کے زوال (کا منظور ہونا) سکر (کی وجہ) سے لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ صحو میں اس قسم کی باتیں منظور نہیں ہیں انھوں نے (یہ) سیرانفسی کے بارے میں لکھا ہے بلکہ اُس فنائے جذبہ کے بارے میں (لکھا ہے) جس کے ساتھ کامل سلوک شامل نہیں ہوا ہے اس لئے کہ اس مقام میں ابھی کلمہ انا کا مورد (نفس) اپنی جگہ پر ہے لیکن محبت کے غلبہ کی وجہ سے جو سکر کا نشا (جلے پیدا نش) ہے، چھپ گیا ہے نازل نہیں ہوا ہے اُس کے زوال کا حکم لگانا محض سکر ہے اگر وہ شخص صحو میں آجائے تو اس کے مورد (وارد ہونے کی جگہ) کو پالے اور اس کے زوال کا حکم نہ لگائے کیونکہ اس سیر کا تمام ہونا ولایتِ صغریٰ کے تمام ہونے کے ساتھ ہے، پس اس بنا پر ولایتِ صغریٰ کے کمالات میں جو کہ سیرانفسی سے وابستہ ہیں کلمہ انا کا چھپ جانا بھی درجہ کمال سے نیچے ہوگا اور وہ کمال کہ جس کا بیان اس مکتوب میں کیا جا رہا ہے ولایتِ کبریٰ کے کمالات میں سے ہے جو کہ اتفاق و انفس کے ماوراء سے متعلق ہے اور فنائے نفس کی حقیقت اس مقام میں متحقق ہے اور اس مقام میں کلمہ انا کا مورد جڑ سے اکھڑ گیا ہے کہ اس کے لوٹنے کی کوئی صورت نہیں ہے، فنا و بقا اور صحو و سکر اس کے لئے یکساں ہے وَالْزَّائِلُ لَا يَعُودُ [اور نازل واپس نہیں لوٹتا]۔ اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ فنائے نفس کی حقیقت اُس مقام میں متحقق ہے یہ اس لئے ہے کہ فنائے نفس اجمال کے طور پر ولایتِ صغریٰ میں بھی حاصل ہو جاتی ہے لیکن اس کا کمال اس مقام میں ہے چنانچہ اس کی تحقیق مکتوبات شریف (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی دوسری جلد میں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔

اور جب عاشق بیچارہ اپنے آپ کو کلمہ انا کے ورود کے لائق نہیں پاتا اور خودی کو شرک دیکھتا ہے اور انانیت سے پاک ہو کر تیری (بیزاری) اختیار کرتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ معشوق اپنے فضل و احسان کی رو سے آیہ مبارکہ **هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ** (کیا احسان کا بدلہ احسان کے سوا کچھ اور ہے) کے بموجب اس گم شدہ کو اپنی انا کی خلوت گاہ میں جگہ دے اور عاشق صادق سب سے مخدہ موڑ کر رہے اور بخود ہو کر کچھ مقصود کی بارگاہ خاص میں اعکاف اختیار کرے اس طرح نہیں کہ عاشق عین معشوق ہو جائے۔

۵ خیال رکھ میرا بن جاو بشناس کے کو در خدا گم شد خدا نیست

[اس جگہ کچھ خیالی مت کرو اور پہچان لے کہ جو شخص خدا میں گم ہو گیا وہ خدا نہیں ہے] اس مقام میں درو مند عاشق کا کوئی نشان نہیں ہے معشوق ہی ہے جو کہ خود بخود جلوہ گر ہے اور (اس نے) عاشق کو دریاں اٹھا دیا ہے۔

سوال: جبکہ علم حضوری عین عالم ہو جائے اور وہ علم کمال (حاصل ہونے) کے بعد اپنی اصل کے ساتھ جو کہ واجب تعالیٰ کا علم حضوری ہے ملتی ہو جاتا ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ ہر کمال کا کجوق اپنی اصل کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ اس امر کے ساتھ جو اس کی اصل کے متضاد ہو تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہر شخص کی حقیقت اور اس کا مبداء تعین علم ہواور حالانکہ دوسری صفات بھی مخلوق کے مبادئی تعینات ہیں چنانچہ ہمارے حضرت عالی قدس سرہ الاقدس (کی تحقیق) کے مطابق تکوین حضرت آدم علیہ السلام کا مبداء تعین ہے اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مبداء تعین ہے اور قدرت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مبداء تعین ہے (علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات) اور جو لوگ کہ ان بزرگوں (مذکورہ انبیاء وکرام علیہم السلام) کی طاہتوں میں داخل ہیں ان کے مبادئی تعینات درجات کے فرق کے مطابق ان صفات کی جزئیات اور جزئیات کی جزئیات ہیں۔

۲۲۹ جواب: جیسا کہ اس گروہ کے نزدیک طے شدہ ہے کہ حقیقت محمدی علیٰ مصداقہ الصلوٰۃ والسلام حضرت علم کا اجمال ہے اور تمام مخلوق کے حقائق اس اجمال کی تفصیل ہیں پس اس معنی پر نظر کرتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ تمام مخلوق کے حقائق علم ہے اس لئے کہ تمام مخلوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور و تفصیل ہے۔ انقصہ اس اجمالی حقیقت کے لئے تفصیل کے مرتبہ میں علم کے تفصیلی کمالات کے اندازے کے مطابق جو کہ حضرت اجمال میں درج ہیں بے شمار حصے (اجزاء) ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا باقی اشخاص میں سے ہر شخص کی حقیقت علم کے حصوں (اجزاء) میں سے ایک حصہ (جزو) ہوگی جو کہ اجمال میں مندرج کمالات میں سے کسی کمال کے ساتھ تفصیل کے مرتبہ میں علم کے تعلق کی وجہ سے حاصل ہوا ہے مثلاً حضرت ابوالبشر (آدم) علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبداء تعین علم کا ایک حصہ ہے

جو کہ اس کے تعلق سے تکوین کی صفت کے ساتھ جو کہ اجمال میں شامل تھی حاصل ہوا ہے اور اسی پر تمام حقائق کو قیاس کر لیا جائے لیکن چونکہ حصص و حقائق کے درمیان تمیز ان کمالات کے ساتھ ہے (اس لئے) ہر شخص کی حقیقت کو ان کمالات میں سے اس کمال کے ساتھ مسمیٰ کیا گیا ہے جو کہ اس شخص کے ساتھ خاص نسبت رکھتا ہے کہ اس کی تمیز کا سبب ہوا ہے پس (صفت) علم تمام صفات میں اشرف و بزرگ ہوئی اور اس کی برکات تمام موجودات کو شامل ہوئیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کے کسی چیز کے ساتھ متحد ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلی چیز دوسری چیز کی حقیقت ہو یا پانچ خاصہ (خاصیت) کو ماہیت کے ساتھ اتحاد کی نسبت ہے حالانکہ یہ عوامل میں سر ہے۔ اگر کہا جائے کہ اس تقدیر پر کہ علم انسان کی ذات و حقیقت نہیں ہوتی تمام موجودات کے حقائق کو حقیقت محمدی کی تفصیل کہنا کس طرح درست ہوگا اس لئے کہ حقیقت محمدی علم ہے (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ ضروری نہیں ہے کہ اجمال ذاتی تفصیل ہو کیونکہ (جنس) حیوان کے تحت درج شدہ انواع کو ماشی (چلنے پھرنے والا) کی تفصیل کہہ سکتے ہیں اگرچہ (صفت) ماشی (چلنے پھرنے والا) ہونا اس کی ذاتی (صفت) نہیں ہے، اور اگر ان کو ہم کہتے ہیں کہ حقیقت محمدی کو تمام حقائق کا اجمال کل کہنا ان حقائق کے ساتھ علم کے اشتمال و جامعیت (شامل و جامع ہونے) کے اعتبار سے ہے اس کے ساتھ ساتھ ہم کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ حقیقت محمدی سے مراد تمام کمالات ذاتیہ ہوں جو کہ علم سے اجمال کے طور پر تعلق رکھتے ہوں نہ کہ نفس علم سے جیسا کہ وہ ہے لیکن چونکہ اس مرتبہ میں علم کو ان کمالات سے کوئی تمیز (حاصل) نہیں ہے اور حضور و انکشاف کے سوا کوئی نام اس مقام میں ظاہر و معلوم نہیں ہے اس لئے اس مرتبہ کو وحدت کہتے ہیں اور قابلیت محض سے موسوم کرتے ہیں اور نیز علم کو معلوم کے ساتھ بہت سے محققین کے نزدیک اتحاد ہونا ہے اس لئے انہوں نے اس حقیقت کو علم سے تعبیر کیا ہے لہذا تفصیل کے مرتبہ میں وہی کمالات متمیزہ تمام اشخاص کے حقائق ہیں اور اس صورت میں اجمال کا تفصیل کے ساتھ بے تکلف تقابل ہو جاتا ہے اور اس کے بغیر ایسا نہیں ہے، اور اس توجیہ کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سرہ الاقدس کے نزدیک حقیقت محمدی یحییٰ و جودی یا یحییٰ محمدی کا اجمال ہے کہ تعین علمی اُس سے کسی درجے نیچے ہے، جیسا کہ اس کی تحقیق کسی روح پر جگہ لکھی جا چکی ہے۔ اگر یہ کہیں کہ بعض اکابر کے کلام میں یہ بات آئی ہے، علم انسان کی حقیقت ہے چنانچہ مولوی (روحی) قدس سرہ نے فرمایا ہے

لے برادر تو ہمیں اندیشہ نہ

[لے بھائی تو یہی اندیشہ و فکر ہے]

اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) سے بھی بعض اوقات میں اس کے مثل سنا گیا ہے۔ ہم کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ان اکابر نے تجویز و بالغہ کے طور پر فرمایا ہو یعنی تجھ میں عمدہ چیز ہی فکر و اندیشہ ہے چاہے کہ وہ مطلوب حقیقی کے سوا اور کسی میں صرف نہ ہو بلکہ پورے طور پر اس مقدس بارگاہ کی طرف مصروف ہو اس مقام میں تحقیق وہ ہے جو ہمارے حضرت (قدس سرہ) نے افادہ کیا ہے جس جگہ کہ فرمایا ہے "اس بیان سے لازم آتا ہے کہ علم حضوری میں بھی معلوم کی صورت معلوم کے حضور نفس کے باوجود پائی جاتی ہے کیونکہ نفس معلوم کی حضوری خالص نہیں ہے کسی اعتبار سے اس میں راستہ پالیا ہے جو اس کو نفس (ذات) سے صورت میں لے آیا ہے ہر شخص کی سمجھ اس باریکی کو نہیں پہنچتی اور جب تک ذات بحت (محض) سے وصل نہیں ہوتا (محض) بیچونی کے وصول سے اس باریکی کو نہیں پاتا۔"

فصل بالخیبر، لے بھائی اوہ جو آپ نے اس فقیر سے دریافت کیا تھا کہ کیا سبب ہے کہ ہمارے حضرت عالی قدس سرہ کے طریقہ میں جہل و حیرت کی نسبت غالب ہے جو (مالک کی) سمجھ میں کم ہی آتی ہے۔ اس کا حل سابقہ تحقیق سے واضح ہو گیا کیونکہ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی نسبت آفاق و انفس سے ماوراء اور اقریبیت کے ساتھ متعلق ہے۔ اور اوپر گزردہ چکا ہے کہ اقریبیت کا معاملہ علم حضوری سے تعلق رکھتا ہے علم حصولی سے نہیں، اور یہ بات معلوم ہے کہ پانا اور لذت حاصل کرنا علم حصولی میں ہے علم حضوری میں نہیں ہے۔ کیا آپ نے کسی شخص کے بارے میں سنا ہے کہ اس نے اپنی یافت اور حضور سے لذت حاصل کی ہے، علم حضوری میں اگر یافت (پالینا) اور التلاذ (لذت حاصل کرنا) ہے (تو وہ) متعارف (مشہور) یافت والتلاذ کی قسم سے نہیں ہے (بلکہ) ایک ایسی یافت و جس کی کیفیت نامعلوم ہے اس لئے اگر کوئی شخص چاہے کہ اپنے احوال پر اطلاع پائے اور اپنے ذاتی و صفاتی کمالات کو جانے تو وہ اپنی ذات و صفات (دینی) کے تصور کا محتاج ہوگا اور اس کے بغیر اپنی ذات و صفات کا پتہ نہیں لگا سکے گا اور اپنے آپ کو اپنے آپ سے گم کرنے والا جانے گا چونکہ اس نے دینی کی بہت زیادہ عادت کی ہوئی ہے اس لئے وہ حضور ذاتی کو علم نہیں سمجھتا اور جب تک اس کا مدد کر اس سے جدا نہ ہو جائے اگرچہ جدائی تصویر میں ہی ہو وہ اس کو نہیں پاسکتا۔ اگر کہا جائے کہ اقریبیت کے معاملہ میں مزایلت و معانیت (جدا و مخالف ہونا) موجود ہے کیونکہ اقریبیت دینی (دہونے) کو چاہتی ہے، اتحاد ہے جو کہ مزایلت (جدائی) نہیں رکھتا اور دینی ہونے سے بری ہے پس سیر انفسی کو علم حضوری پر موقوف ہونا چاہئے کیونکہ اتحاد (کا حاصل ہونا) اور دینی کا رفع ہونا اس مقام میں ظاہر ہوتا ہے کہ اقریبیت کے معاملہ میں جوہ آفاق و انفس سے ماوراء ہے اور مزایلت (آفاق و انفس کے زوال) کے بغیر متصور نہیں ہے۔

ہم کہتے ہیں چونکہ انفس کے آئینوں میں شہود مطلوب کے ظلال میں سے کوئی ظل ہے اور اس پر دلالت کرنے والی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اس لئے لازماً اس کا حضور و شہود مطلوب کا حضور و شہود نہیں ہے اگرچہ سیر انفسی والا سالک اس کو مطلوب کا غیر نہ جانتا ہو لیکن حقیقت میں وہ غیر ہے پس اصل مطلوب کی نسبت سے وہ علم حصولی ہوگا کیونکہ ظل کا حضور اصل کا حضور نہیں ہے بلکہ اس شہود کی نسبت سے بھی جو کہ انفس کے آئینے میں ہے علم حصولی واقع ہوا ہے کیونکہ آئینے کو اس صورت کے ساتھ جو کہ اس میں دکھائی دے رہی ہے حصولی کی نسبت ہے نہ کہ حضور کی نسبت، اگرچہ شہود کے وقت میں آئینے کی ظاہری صورت پوشیدہ ہے اور شہود نہیں ہے لیکن حقیقت میں آئینہ اپنی اصلی حالت پر ہے اس کا زوال نظر میں ہے اور اس طرح کا ارتقاء (دور ہونا) صرف شہود میں ہے کیونکہ قلب حقیقت محال ہے اور مطلق کا مفید ہو جانا محض خیال ہے اور اقربیت کے معاملہ میں زائل اور دور ہونے کا حکم لگانا وہم کے احکام میں سے ہے اور اس طرح ہے جس طرح آئینہ میں منعکس ہونے والی صورت کا صورت والے کے ساتھ زائل ہو جانا کہ یہ مزابلت (زائل ہونا) بھی ایک وہم ہے۔ چونکہ قرب کو دوری کے ساتھ تضاد ہے، اولاً اتحاد میں کہ یہ بھی قرب کے افراد میں سے ہے مزابلت نہیں ہوتی (اسلئے) اقربیت جو کہ بہت زیادہ نازک ہے دوری و مزابلت زیادہ مفقود ہوگی اگرچہ دعویٰ ہوگی لیکن بعد مزابلت نہیں ہوگی یہ معاملہ عقل کے طریقے سے ماوراء ہے، حرم غفل کے پابند کے لئے مشکل ہے کہ اس میر (بھیم) کو بائیسے، صحیح کشف اور فراست (باطنی سوچ و بوجھ) جو کہ نبوت کے چراغداران سے حاصل کی گئی ہو ہوئی چاہئے تاکہ اس معنی کے ساتھ کچھ ایمان حاصل کرے اور اس مشرب سے کوئی گھونٹ پائے۔

اور (اعتراضی مذکورہ بالا کو) مان لینے کی صورت میں ہم کہتے ہیں جو مزابلت کہ درک (پانے) کو آسان کرنے کا سبب ہے وہی مزابلت ہے جو کہ بعد دوری کی راہ سے پیدا ہوتی ہے نہ کہ وہ مزابلت جو اقربیت کی راہ سے وہم میں آئی ہو کہ (یہ مزابلت) نسبت اتحاد کی یافت و درک سے بھی بہت دور ہے۔ یا یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ اقربیت کے معاملہ کا علم حصولی کے ساتھ تعلق اس معنی میں نہیں ہے کہ عارف کا انفس ابھی اپنی جگہ پہنچے اور اس کا علم حصولی قائم ہے اس کے باوجود وہ اصل مطلوب کے ساتھ علم حصولی رکھتا ہے (یعنی) اس کو دو چیزوں کا حضور ہے کہ یہ محال ہے یا انفس (ذات) حاضر کو عین مطلوب خیال کر کے حضور انفس کو عین اسی کا حضور مان لیا ہے (یعنی اس معنی میں بھی نہیں) اسلئے کہ یہ معاملہ سیر انفسی کے مناسب ہے بلکہ (اقربیت کے معاملہ کا علم حصولی کے ساتھ تعلق) اس معنی میں ہے کہ عارف اپنے آپ سے معدوم ہو گیا ہے اور اپنے ذاتی حضور سے ہٹ گیا ہے اس کا حضور جو کہ

حضور واجبی تعالیٰ جل سلطانہ (حضور الہی) کا پر تو ہے اللہ تعالیٰ کے حضور کے ساتھ ملتی ہو جاتا ہے اور مکمل بحق کے بعد چونکہ اس کا حضور اس کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے کہ عارف اور اس کے حصہ در سے کوئی اثر باقی نہیں رہتا اس لئے باطنی نسبت اور اک سے جو بجا پڑتی ہے اور علم حضوری کی نسبت کے نہ پلنے سے جو کہ اوپر بیان ہو چکی ہے زیادہ متصف ہو جاتا ہے، یہ ہے اس کی وضاحت۔

اب ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں، علم حصولی والا منازل وصول قطع کرنے کے مراتب میں کمال درجہ کے ذوق و شوق میں ہوتا ہے اور اپنے کشف و شہود کے ساتھ لذت اندوز و خوش و خرم اور ہمیشہ حضور کے استغراق میں فانی ہوتا ہے اور اس کی صحبت جذب و کشش بخشنے والی عشق سے ملی ہوئی، مزلانے والی اور وجد کو ابھارنے والی ہوتی ہے اور وہ شخص جس کا معاملہ آفاق و انفس سے ماوراء ہے وہ شوق سے گذر چکا اور شہود کی پابندی اور شہود میں مستغرق رہنے سے رہائی حاصل کر چکا ہوتا ہے (اس لئے) اس کا معاملہ ظہورات سے ماوراء ہے اور اس کا رقاء ظلال سے برتر ہے کیونکہ ظہور ظلیت کی آمیزش کے بغیر نہیں ہے اور ظل کی نہایت انفس کی نہایت کے ساتھ ہے انفس سے باہر ظل نہیں ہے اگرچہ مراتب بے شمار ہوں، ان بزرگوں کی صحبت بعینہ اصحاب کرام علیہم الرضوان کی صحبت ہے، کیا تو نے کبھی سنا ہے کہ ان بزرگوں کی صحبت میں کسی شخص نے تواجد کیا اور شوق کا نعرہ بلند کیا اور تجلی و شہود کا دم مارا کہ ان مقبولین کا آرام انعامات والی ذات جل و علائشانہ کی طاعات میں ہے اور ان کی نیک بختی اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ہے ان کا کام ہمیشہ تیانہ (عاجری) ہے اور ان کی لذت کا کمال نماز میں ہے۔ حدیث ارحمٰن یا بلال [لے بلال! مجھ کو نماز کے ساتھ راحت پہنچاؤ] اور حدیث قرۃ عینی فی الصلوۃ [میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے] ان بزرگوں کے معاملہ کی شاہد (گواہ) ہے۔ اربابِ ظلال کو جو کچھ کام کے آخر میں میسر ہے وہ ان بزرگوں کا پہلا قدم ہے اصل کے ساتھ وصول ان بزرگوں کے لئے مسلم ثابت ہے اور وجد و یافت کی حقیقت بھی ایسی کو میسر ہے، یہ وجد و یافت سابقہ وجد یافت سے ماوراء دوسری کیفیت سے ہے۔ وَتَرَى الْإِنجَمَ الْجَمَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُوتُ مَوْتًا الشَّعَابِ [اور تو پہاڑوں کو دیکھتا تو خیال کرتا ہو کہ یہ ہمیشہ کیلئے جمے ہوئے ہیں اور حالانکہ قیامت کے (۱) بلبل کی طرح مارتے ہوئے ہیں] پہلے مقام میں اگر وصل ہے تو وہ وصل کی صورت ہے اور اگر یافت ہے تو وہ بھی یافت کی صورت ہے اس لئے کہ علم حصولی علم حضوری کے ظل کے درجہ میں ہے۔

تنبیہ: فقط جہل و حیرت سے جو کہ اوپر بیان ہوا تو یہ گمان نہ کرے کہ اس بلند نسبت والے حضرات اپنی نسبت کا علم نہیں رکھتے، ایسا ہرگز نہیں ہے (بلکہ) علم و یافت کی حقیقت اس مقام میں ثابت ہے

لیکن چونکہ ہر سمجھ میں جلدی آنے والی بلکہ عوام کے نزدیک جو کہ اسفل سافلیں (تہایت پستی) کے مقام میں ہیں متحقق بات یہ ہے کہ علم و یافت معلوم کی صورت حصول کے ساتھ ہے اور بس، علم حضوری ان کے نزدیک گویا علم نہیں ہے، اس بنا پر اس معاملہ کو چیل و حیرت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور حق بات یہ ہے کہ اس نسبت کو جیسی کہ وہ ہے دریافت کرنا کثرت علم اور کمال معرفت کے بغیر دشوار ہے اگرچہ وہ نسبت حاصل ہو اور اس نسبت کے دریافت کرنے کا طریقہ یا اس طرح چرہ ہے کہ حق تعالیٰ کسی عارف کو اس قسم کی تیز بصیرت عطا فرمائے کہ معلوم کی صورت کے حصول کے بغیر نیز کر سکے اگرچہ محدود و نقل اس کا پتہ نہیں لگا سکتی لایحاصل عطا یا الملائک الا مطایاہ [بادشاہوں کی بخششیں ان ہی کی سواریاں اٹھا سکتی ہیں] یا اس طریقہ پر کہ اس مجہول کیفیت والے معاملہ کو اس کی مثالی صورت میں ظاہر کریں یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہو جائے یا رہبر و غیور کے بتانے سے معلوم کرے یا حصول نسبت کا یقین ان لذتوں کے ساتھ دیں جو کہ اس پر مرتب ہوتی ہیں اور درک کا ادراک حاصل نہ ہو، اور جائز ہے کہ بعض کو وہ معاملہ حاصل ہو اور اس کا علم کسی راستے سے بھی حاصل نہ ہو، احوال و مقامات کا تفصیلی علم سب کو نہیں دیتے کسی کسی کو عطا فرماتے ہیں اور دوسروں کو اس علم کے ساتھ کفایت کرتے ہیں لیکن یہ دونوں نفس و حل میں برابر ہیں فرق صرف علم ہونے یا علم نہ ہونے کا ہے جو کہ جزئی فضیلت کی قسم سے ہے اور علم میں بھی مختلف مراتب (درجات) ہیں، مختصر یہ ہے کہ جو کچھ مطلوب ہے وہ اس نعمت عظمیٰ کا حصول ہے اس کا علم جعفر بھی ہو گا فن بلاغت میں محسنات بدیع (عمدہ صنائع و بدائع) کی مانند زائد احسانات انعامات کی قسم سے ہو گا یہ اس مکتوب کا اخیر ہے، الحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ و آئلوہ و علی آلہ الکرام و صحبہ العظام الی یوم القیام۔

مکتوبہ

یہ بھی مولانا محمد ضیف کے نام عارف کی جامعیت کے متعلق اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حدود و صلوة اور تبلیغ الدعوات کے بعد برادر عزیز کی خدمت میں عرض رساں ہے کہ اس حدود کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے تمہاری عافیت و شریعت مقدسہ اور سنت عالیہ المصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام التوبہ پر استقامت اور ظاہری و باطنی درجات پر تمہاری ترقی اور آخرت کی ابدی سعادتوں اور تخلیہ و فنا و انقضاء کی لئے دعا کی گئی ہے پس جب تو تخلیہ و فنا سے کما حقہ

خالی وفائی ہو جائے گا تو تجھ کو ایسا نور و جمال دیا جائے گا کہ ہر چیز میں تیرے جمال کے سوا اور کچھ متجلی نہیں ہوگا اور عالم سفلی و علوی تیرے نور و چمک کے آئینے اور تیرے حسن و جمال کے مظاہر ہو جائیں گے اور تو تمام جہانوں کے ملکہ مرکز و اجمال ہوگا بظاہر ہر چیز میں خلیفہ اور مخلوق میں امام ہوگا اور تیرے حق میں نعمت مورت پوری ہو جائے گی۔ فَاَنْظُرْ اِلٰی اَنْتَرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِی الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (پس تامل کر) آمینہ کی رحمت کے آثار کی طرف دیکھ کہ وہ زمین کو اس کی موت کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے) والسلام

مکتوبہ ۹

خواجہ دینار کے نام عارف کی عدمیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، سعادت اکابر مہیاں دینار! اس مسکین خاکسار سے دعائیں مطالعہ فرمائیں، اس حدود کے فقار کے احوال حمد کے لائق ہیں۔ دور افتادہ دوستوں کی تیریت کے لئے حضرت وہاب جل سلطانہ کے کرم سے دعا کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ ممکن بیچارہ کہ مطلوب حقیقی سے جس کا نصیب سوائے استہلاک و اضمحلال کے (کچھ) نہیں ہے اس کے کمال کے ادراک سے عاجز و قاصر ہے اور جب اس کی بارگاہ وحدت و احدیت میں معذورم و لاشع ہونے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہے اس کے حق و جمال کے ادراک سے خالی و حیران ہے سہ

گیرم کہ بغم خانہ مایا رخسار در کو حوصلہ و طاقت دیدار کہ دارد

(میں مانتا ہوں کہ ہمارے عثمانہ (دل) میں محبوب خوش فرم ہے (لیکن) اس کے دیدار کا حوصلہ و طاقت کس کو ہے) وہی ہے جو کہ الکبریاء و ردائی (بزرگی میری چادر ہے) کی خلوت گاہ میں اپنے کمال کا خود ہی شاہدہ کرنے والا ہے اور انت مکافاتیت عالم و فلسفہ (تو یہی اسی ہے جیسا کہ تو نے اپنی آپ تعریف کی ہے) کی محفل میں اپنے جمال کا خود ہی نظارہ کرنے والا ہے، پس وہی ہے جس نے اپنی ذات کی تعریف خود کی ہے اور اپنی صفات کے کمال کی ثنا کی ہے پس وہی عارف و معروف ہے اور وہی شاہد و مشہود ہے، عاشق بیچارہ نے اس جلوہ گاہ میں سامان عدم کے صحران طرف کھینچا ہے اور ہستی (ہونا) و دانش (جاننا) و توانائی (کر سکتا) کو اس کے اہل کے حوالہ کر دیا ہے سہ

جسم ہمہ اشک گشت و شیم ہر گیسٹ در عشق تو بے جسم ہی بایز ز نیست و اسلام

(میرا تمام جسم آنسو بن گیا اور میری آنکھ نے گرہ کیا، تیرے عشق میں جسم کے بغیر جینا چاہئے)۔

محبت آثار برادر م شیخ حمید دعا و سلام پڑھیں اور احوال کے لکھنے سے فارغ نہ رہیں، طاعات و عبادات کے ادا کرنے میں مردوں کی طرح رہیں اور کمرِ محبت کو مولیٰ تعالیٰ جل و علا کی بارگاہ میں چست باندھیں کالج کادن کام کرنے کادن ہے اجر (مزدوری) کادن کل (قیامت) کادن ہے کام کے وقت میں اجر (مزدوری) کی انتظار میں بیٹھا حقیقت میں اپنے آپ کو اجر سے باز رکھنا ہے اور خدمات (طاعات) کی ادائیگی میں لذتوں کے پابند نہ رہیں، اگر لذت دیں تو نعمت ہے اور اگر نہ دیں تو طاعت (بندگی) کو ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے، بندگی سے مقصود محنت و مشقت ہے جو کہ نفس سے دشمنی اور خواہش کی مخالفت ہے نہ کہ عیش و راحت کہ جس کو ہوا نفس چاہتا ہے، وہ لذت و راحت اور چیز ہے جو اس طرف سے عطا ہوتی ہے اور نفس و خواہش کو اس میں ہرگز کوئی دخل نہیں ہوتا کیونکہ نفس اس لذت میں نالہ و فریاد کرنے میں ہوتا ہے لیکن چونکہ وہ لذت عطا ہی ہے (بخشش کی ہوئی ہے) (اس لئے) طاعات کو اس کے نہ ہونے سے چھوڑا نہیں جاسکتا، طاعات کے حاصل کرنے میں جان کے ساتھ کوشش کریں، نجات کی امید (اللہ تعالیٰ کی) رحمت سے چاہیں اور طاعات کو بھی اس کی رحمت کا اثر جانیں اور اس کی توفیق کی طرف لوٹنے والی سمجھیں اور اپنی قوت و طاقت کو ہرگز اس میں دخل نہ دیں تاکہ عجب (خود پسندی) سے نکل جائیں اور اگر کبھی قوت و طاقت کو اپنی طرف عائد دیکھیں تو اس سے تادم ہوں اور استغفار کریں (تاکہ) طاعات ناچیز (ضائع) نہ ہو جائیں اور گناہ میں تبدیل نہ ہو جائیں لیکن اس بہانہ سے اعمال و طاعات سے مرک نہ جائیں، طاعت (بندگی) بھی کریں اور اس طاعت سے استغفار بھی کریں اور اس (طاعت) کو اس پاک بارگاہ کے لائق نہ جانیں اور امیدوار رہیں کہ یہ ندامت و استغفار آہستہ آہستہ اس طاقت و قوت کے دیکھنے (اپنی طرف منسوب کرنے) کا علاج کر دے اور اعمال کو قبولیت کے قابل بنادے۔

چشم دارم کہ دی اشک مرا حسن قبول اے کہ درساختہ قطرۂ پارانی را

[اے اللہ! کہ جس نے بارش کے قطرے کو موتی بنا دیا ہے میں امید رکھتا ہوں کہ میرے آنسوؤں کو حسن قبول عطا فرمائے گا]۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ عمل کر اور استغفار بھی کر بندگی کا طریقہ یہی ہے۔
اللہم مغفرتک اوسع من ذنوبی و رحمتک ارحم من عندی من عملی [اے اللہ! تیری مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ وسعت والی ہے اور تیری رحمت میرے نزدیک میرے عمل سے زیادہ باعثِ امید ہے]۔

دادیم ترا از گنج مقصود نشان گر ما تر سیدیم تو شاید برسی

[ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانے کی نشان دہی کر دی ہے، اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو ہی پہنچ جائے]

والسلام

مکتوبہ ۹۳

حقانی آگاہ شیخ نور محمد پٹنی کے نام اس بات کے صل میں تحریر فرمایا کہ فنا حاصل ہو جانے کی صورت میں فنا کا علم کس طرح ہوگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفوا۔ معارف و شنگاہ کے خدام اس شکستہ آوارہ سے مشتاقانہ دعائیں قبول فرمائیں۔

انہرچ میرود سخنی دوست خوشتر است (دوست کی جویات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے) سوال: ماسوا کا نسیان (بھول جانا) اور علم کا پوری طرح نائل ہو جانا فنا کہلاتا ہے پس فنا حاصل ہو جانے کی صورت میں اگر وہ اپنی فنایت کا علم رکھتا ہے تو اس کو فنا حاصل نہیں ہے اور اگر علم نہیں رکھتا تو وہ کس طرح جانتا اور کہتا ہے کہ اس کو فنا حاصل ہے جیسا کہ فنا والوں نے اس کی خبر دی ہے۔

جواب: مذکورہ حالت کے گزر جانے کے بعد وہ جان لے گا کہ فنا حاصل ہو گئی ہے اور اس کے متعلق پتہ لگے گا اور دوام فنا کی صورت میں جیسا کہ ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس کے نزدیک مختار ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس صورت میں فنا کے لئے بقا لازم ہے، وہ عین فنا میں باقی اور عین بقا میں فانی ہے، پس اس مقام میں عارف کے صفات و افعال اپنے آپ سے فانی ہو کر واجب تعالیٰ و تقدس کے صفات و افعال کے ساتھ متحقق ہو جاتے ہیں مثلاً ممکن کا علم اپنے آپ سے فنا حاصل کر کے واجب تعالیٰ و تقدس کے علم کے ساتھ بقا حاصل کر لیتا ہے اور تمام صفات اسی قیاس پر ہیں، پس اگر عارف فانی اس مقام میں بعض اشیاء کو علم کے ساتھ باقی پائے تو یہ اس کے علم کی فنا کے منافی نہیں ہوگا کیونکہ اس نے اس علم سے جو کہ فنا حاصل کر چکا ہے اشیاء کو نہیں پایا ہے تاکہ خرابی لازم آتی۔ الزائل لا یعود (نائل طہ پس نہیں ٹوٹتا)۔ یہ دوسرا ہی علم ہے کہ جس سے وہ اشیاء کا ادراک کرتا ہے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں عرفت اللہ باللہ و عرفت الاشیاء بنور اللہ (میں نے اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ پہچانا اور اشیاء کو اللہ تعالیٰ کے نور سے پہچانا) اشیاء کی یہ معرفت اشیاء کے نسیان کے منافی نہیں ہے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ (یہ) درست ہے کہ انسان کے لطائف میں سے ایک لطیف کو فنا حاصل ہو جائے اور اس (فنا) کا علم کسی دوسرے خاص لطیف کو ہو، یا ہم کہتے ہیں کہ فنا خاص باطن کو

حاصل ہو کہ یہ اس کا کام ہے اور اس کی فنا کا علم ظاہر ہو کہ کیونکہ دوام فنا حاصل ہونے کی صورت میں عارف جیسا کہ فنا سے پہلے تھا قتل کے بعد بھی اسی طرح (حالت) پر رہے بیوی بچوں اور تمام دوستوں کو سابقہ طریقوں پر ہی پاتا ہے اگر وہ اپنے باطن کے بعض حالات کو بھی معلوم کر لے اور ان پر مطلع ہو جائے تو تعجب کا مقام نہیں ہے اگر کہیں کہ دانش (جانتے) کا مقام قلب ہے اور جب قلب فانی ہو گیا تو ظاہر کو بھی دانش (جانتے) سے بے نصیب ہو جانا چاہیے۔ ہم کہتے ہیں اگر مراد یہ ہے کہ قلب کی دانش کے بغیر ظاہر سے دانش کی مطلقاً نفی کی گئی ہے اور دانش قلب ہی پر منحصر ہے تو یہ ممنوع ہے اس لئے کہ ہم واضح طور پر پاتے ہیں کہ قلب ماسویٰ کی دید و دانش سے مطلقاً رہائی حاصل کئے ہوئے ہے اس کے باوجود ظاہر اپنی دانش پر (فائق) ہے، اور اگر کوئی اور معنی مراد ہے تو وہ بھی ہمارے مقصد میں مضر نہیں ہے اور تحقیق یہ ہے کہ فنائے قلب ثابت ہونے کے بعد دانش جو کہ اس سے تعلق رکھتی تھی کسی دوسری جگہ منتقل ہو جاتی ہے اور دانش کا محل وہ جگہ ہو جاتی ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوبہ ۹۲

حقائق و معارف آگاہ شیخ عبدالحی بنی کے نام صاحبِ نزہت کے اس شبہ کو دور کرنے کے بیان میں
تحریر فرمایا جو کما حقہ قوم کے ثابت شدہ اصول پر کیا چمکے ہو جانے (فنا) کی صورت میں یاقت
رہا لینا کس طرح ہوگا۔

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين و
آلہ الطاہرين، اس فرقت زدہ گنہگار کی کامل دعا قبول فرمائی۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے کہ ان
فقراء کے حالات عافیت آمیز ہیں آپ کی سلامتی و استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔

۲۳۸

میرے مخدوم افنا کے بارے میں صاحبِ نزہت کے اشکال کے حل میں جو چند سطریں لکھی ہیں
کسی تقریب لکھوائی گئی تھیں اس وقت اس کے مضمون کو ہر یک کے طور پر آنحضرتؐ (آپ) کی خدمت
میں ارسال کیا ہے۔ سوال، صاحبِ نزہت کہتا ہے۔

گویند عنان خود چہ تابانی
گم شو کہ جو گم شوی بیابانی
ایں نکتہ نمود نا صوابم
چوں گم شوم آں گے چہ یابم
یابندہ اگر کے دگر خواست
از گم شدنم پس او چہ می خواست

[دہکتے ہیں اپنی باگ کیا موڑتا ہے، تو کم ہو جائے تو کم ہو جائے گا تو پالے گا، مجھ کو یہ نکتہ غلط معلوم ہوتا ہے جب کم ہو جاؤں گا تو اس وقت میں کیا پاؤں گا، اگر پائے والے نے کسی دوسرے کو چاہا تو میرے گم ہونے سے وہ کیا چاہتا ہے] اس کا مجمل جواب یہ ہے کہ گم ہونے کی نسبت، اسوا کے ساتھ ہے اور یافت (پانے) کی نسبت حق حاصل شدہ کے ساتھ ہے پس اس میں کوئی منافاة (تضاد) نہیں ہے۔ اور مفصل جواب یہ ہے کہ گم ہونا فنا کے مقام میں ثابت ہے جو کہ عین الیقین کا مقام ہے اس لئے کہ اس مقام میں علم عین کے منافی (مخالف) ہے اور یافت (پانا) بقا کے مقام میں جو کہ حق الیقین کا مقام ہے صورت پذیر ہوتا ہے پس گم ہونا یافت (پانے) کے لئے شرط ہوا، اگرچہ یہ دونوں ایک وقت میں جمع نہ ہوں پس کوئی اشکال نہیں ہے اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ ہم یافت سے ادراک مرکب مراد لیں اور اگر ادراک بسیط مراد لیں تو عین گم ہونے کے وقت ادراک بسیط حاصل ہے جیسا کہ مقرر (مسلم) ہے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں سہ

از حضرت ذات بہرہ استہلاک است استہلاک کی کہ از تصور پاک است

آن معرفت است نامش ادراک بسیط آنچا کہ محل دانش و ادراک است

[حضرت ذات سے نصیب استہلاک ہے، اور یہ وہ استہلاک ہے جو کہ تصور سے پاک ہے، وہ ایک معرفت جس کا نام ادراک بسیط ہے اس جگہ دانش و ادراک کی کیا گنجائش ہے]۔ اور اس تقدیر پر بھی اشکال زور ہو جاتا ہے کیونکہ فنا شہودی ہے نہ کہ وجودی، اور فنا وجودی کو فرض کر لینے کی صورت میں بھی جواب وہی ہے جو کہ پہلی شق میں اوپر بیان ہو چکا ہے کیونکہ وجود و ہویہ کے ساتھ وجود کرنے کے بعد جو کہ ولادت ثانیہ سے وابستہ ہے یافت حاصل ہے۔ پس حاصل یہ ہے کہ گم ہونے سے مراد شہودی ہے یا وجودی اور نیز یافت سے مراد بسیط ہے یا مرکب ہر صورت میں محذور (اعتراض) دفع ہو جاتا ہے، کیونکہ اگر شہودی مراد ہے جیسا کہ جمہور کے نزدیک مقرر ہے، یافت سے جو معنی بھی مراد لئے جائیں مدعا ثابت ہے لیکن ادراک مرکب مراد لینے کی صورت میں یافت البتہ متاخر ہے اور ارادۂ بسیط مراد لینے کی صورت میں معیت حاصل ہے لیکن تقدیم ذاتی میں اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جب تک نہیں پائے گا رہائی حاصل نہیں کرے گا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ جب تک رہائی (فنائیت) حاصل نہیں کرے گا نہیں پائے گا اور اس کی تحقیق (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات کی) جلد ثانی کے مکتوبات سے طلب کرتی چاہئے۔ اگر وجودی فنائیت مراد ہے تب بھی یافت مرکب کو جیسا کہ عام طور پر متبادر ہوتا ہے یافت سے تاخر (پچھے ہونا) ہے جیسا کہ گذر چکا ہے پس ہر صورت میں درست ہوا کہ جب گم ہو جائیگا تو پائے گا۔ والسلام علیکم۔

مکتوب ۹۵

خواجہ موسیٰ جذبی کے نام ان بزرگواروں کی نسبت حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔
 حمد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بعد اپنے بزرگ بھائی کی خدمت میں عرض ہے کہ اس فقیر کے
 احوال ہر لحاظ سے حمد و شکر کے مستحق ہیں اور دوستوں کی خیریت جمعیت کے لئے دعا اور امید کی گئی ہے
 آپ کے خطوط پہنچتے رہتے ہیں اور اس طرف سے جواب بھیجے میں قصور واقع ہو جاتا ہے (امید ہے کہ)
 معذور رکھیں گے، ہر حال میں غالبانہ دعا سے فراموش نہ کریں اور کیفیات تحریر فرماتے رہیں اور طاعات
 کی پابندی میں قدم مضبوط رکھیں اور مطلوب حقیقی کی بارگاہ میں شاہدی و مشہودی کے وصف کے
 بغیر دائمی توجہ پیدا کریں کیونکہ اس مقام میں توجہ و حضور خود بخود ہے اور عادت کو استہلاک و
 اضمحلال کے سوا اس (مقام) میں کچھ نصیب نہیں ہے، اس کے بعد ان ثمرات کے منتظر رہیں جو کہ اس
 نسبت پر مرتب ہوتے ہیں اور دوستوں کو بھی اس معنی کا طالب بنائیں، والسلام علیکم۔

مکتوب ۹۶

خواجہ محمد کاظم کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

برخوردار سعادت اطوار قرۃ العین خواجہ محمد کاظم ظاہری و باطنی عافیت کے ساتھ رہیں، اس
 حدود کے فقرائے حالات حمد و شکر کے مستحق ہیں، آپ کی سلامتی و استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے
 حالات لکھتے رہیں اور کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں عفو و نسیی کے وصف کے ساتھ دائمی
 حضور و توجہ پیدا کریں اور جو چیز اس دولت کے منافی ہو اس سے علیحدگی اختیار کریں اور جوانی کی قوت
 کو زندگی کے معمولات میں صرف کریں کیونکہ یہ زمانہ بہت ہی غیبت ہے، اس قوت میں فتور آ جانے کے
 بعد اس کی قدر معلوم ہوتی ہے اور حسرت باقی رہ جاتی ہے مخصوصہ ہے کہ اس وقت کعبہ فائدہ کا مولا
 میں صرف کرنا ایک ایسا الم ہے کہ جس کا تدارک ممکن نہیں ہے والسلام

مکتوب ۹۷

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام دوستانہ شکایت کے اظہار میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفے، سیادت و نقابت پناہ کے خدام ظاہری و باطنی ۲۴۰
عافیت کے ساتھ رہ کر دور افتادہ دوستوں کو یاد کرتے رہیں، قلم خود بخود رک گیا ہے کیا چیز لکھے کہ اولاد
(حضرت قاسم) بنوں (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میں سے اس برگزیدہ بزرگ کی قبولیت کے لائق ہو اور اس
قابل ہو کہ اس سخاوت کی کان کی جانب سے اُس کا جواب ظاہر ہو، جس قدر مذکورہ فکر کے سمندر میں
غوطہ زنی کی تاکہ کوئی موتی حاصل کرے اور اس کو اہل بصیرت کے لئے مستحضر بنائے (لیکن) میسر نہیں ہوا
اور خالی ہاتھ اس کے ساحل سے سربا ہر نکالا، آخر کار عاجزی کا اعتراف کر کے اور اپنے آپ کو اس محال
تمنا سے ہٹا کر دو نامربوط کلموں سے آپ کے فیض کی نشانیوں والے دل میں اپنی یاد دلائی ۵
حافظ و قیام تودعا رکھتے است و بس در بند آں مباحث کہ تشنید یا شنید
(لے حافظ! تیرا کام دعا کرنا ہے اور بس، تو اس فکر میں مت رہ کہ اُس نے سنا ہے یا نہیں سنا) اگر کبھی دعا و توجہ کے
ساتھ یاد کریں تو بعد نہیں ہوگا اگرچہ محال ہونے میں یہ تمنا سابقہ تمناؤں سے بھی مضبوط قدم رکھتی ہے
پس اس کے بعد اللہ تعالیٰ ہی ہم کو کافی ہے اور وہ اچھا وکیل ہے۔

مکتوب ۹۸

مولانا حسن علی کے نام عبودیت کے پسندیدہ طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بعد سعادت آتا رہا درم مولانا حسن علی سے عرض ہے کہ اس
صرد کے فقر کے احوال بجز اللہ عافیت آمیز نہیں، دور افتادہ دوستوں کی خیریت کی امید اور دعا کی جاتی ہو آپ کو
چاہئے کہ حالات لکھتے رہیں اور اوقات کو (معمولات سے) آباد رکھیں اور ہم کاموں میں صرف کریں اور
قلوت و جلوت میں خوف و تقویٰ کے ساتھ رہیں اور جوانی کی قوت کو طاعات میں صرف کریں اور شب بیداری
کو غنیمت جانیں اور اندھیری راتوں کو اذکار و افکار، گرہ و زاری، گناہوں کو یاد کرنے اور قیامت کی
فکر کے ساتھ منور رکھیں اور جہان تک ہو سکے سنت پر عمل کرنے کو ہاتھ سے نہ جانے دیں بدعت و بدعتی سے

بچتے رہیں، کوشش کرتے رہیں کہ ماسوی اللہ کی مزاحمت کے بغیر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ دائمی حضور حاصل کر لیں اور ہمت اس بات پر صرف کریں کہ نفس حاضر اس کی اپنی ذات) بھی درمیان سے اٹھ جائے تاکہ اس کا حضور اس کے ساتھ حاصل ہو جائے اور اس کے اوصاف و اخلاق اس کے اوصاف و اخلاق کی بجائے ممکن ہو جائیں (یعنی متخلق باخلاق اللہ ہو جائے) اور نفسِ امارہ کی مانیت زائل ہونے لگے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے

۲۳۵

ہو جان آئی بجان من نشینی مراد گئے بجائے من نہ بینی
توئی از ہر دو عالم آرزویم ترا چوں یافتم از خود چہ گویم

[تو جان کی طرح آجائے اور میری جان میں بیٹھ جائے (پھر) تو مجھ کو دوبارہ میری جگہ نہ دیکھے۔ دونوں جہانوں سے تو ہی میری آرزو ہے جب میں نے تجھ کو پالیا تو اپنے بارے میں کیا کہوں] مختصر یہ ہے کہ اگر نجات مطلوب ہے تو حق سبحانہ و تعالیٰ کی مرادوں کو اپنی مرادوں پر ترجیح دینی چاہئے بلکہ اپنے آپ کو تمام نسبتوں سے خالی دیکھنا چاہئے اور کلمہ لا اِلهَ اِلَّا اللہ [اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی طاقت نہیں ہے] کو اس سے سنا چاہئے بیشک وہی حمید و مجید ہے، بندگی کا طریقہ یہی ہے، بیشک وہ ہر شے کا آسان کرنے والا ہے اور وہ جو کچھ چاہتا ہے اس پر قادر ہے اور اس لائق ہے کہ قبول کرے، امید ہے کہ اس بے حاصل کو سلامتی خاتمہ کی دعا کے ساتھ یاد کرنے رہیں گے کیونکہ غائبانہ دعا کرنا قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔

مکتوب ۹۹

خواجہ محمد فاروق کے نام معرفت حاصل کرنے پر ترغیب دینے اور ضبط اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔
میرے محذور و مکرم (چونکہ نور بنی آدم (انسان) کی ایجاد پر پیدائش) کا اصلی مقصد ضائع (اللہ تعالیٰ جل و علا کی معرفت حاصل کرنا ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ معروف میں فنا حاصل ہونے بغیر معرفت حاصل نہیں ہوتی، پس ہم جیسے مجھ و ا کے لئے ضروری ہے کہ عمر عزیز کو اس مطلوبہ دولت (کہ حاصل کرنے) میں صرف کریں اور اس فانی زندگی میں فنا (موت) سے پہلے فانی ہو کر حقیقی باقی عز شاد کی بقا کے ساتھ کوشش کریں۔ افسوس ہے کہ جو کچھ اس شخص سے طلب کیا گیا ہے وہ بجا نہیں لانا اور دوسرے کاموں میں مشغول ہوتا ہے اور جس چیز کی تخریب چاہی گئی ہے اس کی تعمیر کے درپے ہوتا ہے اور وقت عزیز کے سرمایہ کو فانی لذتوں کے پورا کرنے کے لئے خرچ کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے

ناز و نعمت کی زندگی سے پرہیز کریں بیشک اللہ تعالیٰ کے بنیہ ناز و نعمت والے نہیں ہوتے، تہایت
خجالت شرمزگی ہو کہ انسان اس قلیل فرصت میں مطلوب کی طرف سے دعوت کے باوجود اس کو اپنی اغوش
میں نہ لیتے ہوئے اور قبول نہ کرتے ہوئے اسی دعوت کی جگہ ہے سامان باندھ لیتا ہے اور اپنے آپ کو
بُعد و حجاب (دوری و پرہ) کے عذاب میں جو کہ دوزخ کے عذاب سے بھی بدتر ہے ٹھہرا لیتا ہے اور قرب و
وصال کی لذت سے بھاگتا ہے۔ پس اس شخص پر افسوس ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی اور اس
شخص پر حسرت ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے تنجا وڑ کیا، دنیا میں دوبارہ آنا نہیں ہے: وَمَنْ كَانَ
فِي هَذِهِ الْأَعْمَىٰ قَهْوِي الْأَخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا (اور شخص اس دنیا میں اندھا رہا پس وہ آخر
میں بھی اندھا اور راستہ سے بہت بھٹکا ہوا ہوگا) ۵

ترجمہ کہ یار بامانا آشنا بمسند تادامن قیامت ایں غم بجا بماند
(پڑتا ہو کہ مجھ کو ہاتھ لال ہو نا آشنا رہی) اور ایں غم قیامت تک ہائے ساتھ رہے [مختصر یہ ہے کہ کام کرنا چاہو ۲۳۲
صرف کہنے سننے سے کوئی راستہ نہیں کھلتا۔ امید ہے کہ اس ناکارہ کے بارے میں اس جگہ کے صلحا سے توجہ دے
کی درخواست کریں گے۔ والسلام

مکتوبات

مرزا لطف اللہ کے نام صوفیہ کرام کے طریقہ عالیہ کے مہمل اور بنی نصیحتوں کے بیان میں تحریر فرمایا
بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی جہادہ الذین اصطفے۔ مکتوب گرامی
درود سے مشرف ہوا، کتنی اچھی نعمت ہے کہ عین شباب اور عیش و کامرانی کے اسباب کی موجودگی میں
مطالعہ حقیقی کے عشق کا سودا دل کی گہرائی میں پیدا ہو جائے اور مہریت غیبت (حق تعالیٰ) کی محبت
جان کی پیشانی سے ظاہر ہو جائے، درویشوں کی محبت اس کی نشانی ہے اور ان کے ساتھ نیاز مندی کا
ہونا اس پر واضح دلیل ہے، پیر انصار قدس سرہ فرماتے ہیں: یا الہی یہ کیا حالت ہے جو تو نے اپنے دوستوں
کے لئے کر دی ہے کہ جس نے ان کو پہچان لیا تجھ کو پایا اور جب تک تجھ کو نہ پایا ان کو نہیں پہچانا، اس
گروہ سے محبت کر۔ والا اس گروہ کے ساتھ ہے المرء مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ
محبت کرتا ہے] آپ نے سنا ہوا ہو گا۔ اسے سعادت کے آثار والے! اس جوانی اور فراغت کے زمانہ کو غنیمت
جائیں اور اس (جوانی) کی قوت کو مولیٰ (اللہ تعالیٰ) کی طاعت میں صرف کریں کام کا وقت یہی عمر ہے

بڑھاپے اور اعضا کی مستی کے وقت زندگی و فراغت کی تقدیر پر معلوم ہے کہ کیا کچھ ہو سکتا ہے۔ حدیث شریفہ میں آیا ہے: سات قسم کے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اُس دن اپنے سایہ میں رکھے گا جبکہ اس کے سایہ کے برابر اور کوئی سایہ نہیں ہوگا، امام عادل اور وہ جوان جو اللہ کی عبادت میں پروان چڑھا اور وہ شخص جس کا دل مساجد کے ساتھ لگا رہا، اور وہ آدمی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت کی اسی پر اسٹھے ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے، اور وہ آدمی جس کو منصب و حسن و جمال والی عورت نے (گناہ کی) دعوت دی تو اُس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور وہ آدمی جس نے کوئی صدقہ دیا پس اس کو چھپایا حتیٰ کہ جو کچھ اس کے دہانے ہاتھ نے خرچ کیا اس کا بایاں ہاتھ (بھی) اس کو نہیں جانتا، اور وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا پس اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس کو امام بخاری و امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ کوشش کریں کہ اخیر کے چھ اعمال پر قائم رہیں اور امام کی نیابت کے ساتھ عدالت پر مستقیم رہیں۔

جان لیں کہ ہمارے بزرگوں قدرنا اللہ تعالیٰ باسراجم العلیہ کے طریقہ کا حاصل سنت کا اتباع اور بدعت سے اجتناب اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں عجز و تلبی کے وصف کے ساتھ رانگی توجہ و حضور ہے اس حد تک کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے کامل قطع تعلق حاصل ہو جائے اور اشیاء سے اس کا علمی و محبی تعلق ٹوٹ جائے اور ماسوا کی غلامی سے آزاد ہو جائے نہ وہ اس کی خوشی و خوش ہوا و نہ اس کی غمی سے غمگین، اور نیز دل کو مطلوب حقیقی کے ساتھ حضور و آگاہی اس قسم کی پیدا ہو جائے جس کے بعد غیبت (عدم حضور) نہ ہو وہ حضور جس کے بعد غیبت ہوتی ہے ان اکابر کے نزدیک معتبر نہیں ہے، جب تک حضور و آگاہی ملے (علاتِ ثانیہ) نہ ہو جائے اور اس کا ذاتی وصف نہ بن جائے جیسا کہ سننا کان کی صفت اور دیکھنا آنکھ کی صفت ہے، یہ نسبت شریفہ حاصل نہیں ہوتی، اور نفس حاضر (اپنی ذات) کی نفی کرنا ہے، جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فضل سے کلی طور پر فانی ہو جائے اور مطلوب کا حضور و نہ ہو خود بخود پیدا ہو جائے تو اس وقت کسی شاہد و شہود کے وصف کے بغیر شہود ہونا ہے اس کے بعد قَتْلُ قَتْلَہٗ قَاتِلُہٗ قَاتِلُہٗ قَاتِلُہٗ قَاتِلُہٗ [جس کو میں قتل کرتا ہوں تو میں اس کا خون بہا ہوا ہوں] کے مصداق وجودِ محبوب (عطائی وجود) کے ساتھ موجود ہوتا ہے اس وقت میں معشوق کی سیر عاشق میں ہے، کسی نے کیا اچھا کہا ہے

آئینہ صورت از سفر دور ست کان پذیرائے صورت از نور است

[عاشق آئینہ کی طرح سفر سے دور ہے (یعنی سفر کا محتاج نہیں ہے) کہ وہ صورت کو نور کی وجہ سے قبول کرتا ہے]

اور جو کچھ میں نے اوپر کہا ہے کہ ہمارے نبرگوں کے طریقہ کا حاصل یہ ہے الخ یہ اس لئے کہ ان برگزیدہ بندوں کی حقیقت اس گفتگو کے ماوراء ہے۔ یہ ایک ایسا بھید ہے کہ اس کی تعبیر اس قسم کی عبارتوں سے کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ من لم یذق لم یبدر (جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا)۔ جانا چاہئے کہ ان مذکورہ معانی کا ذوق و وجدان کے ذریعہ پانا اس طریقہ عالمیہ کے اکابر کی طویل صحبت و خدمت کے بغیر دشوار ہے، اس فرقت زدہ گنہگار سے جو کہ ان امور کے ذکر کرنے سے لرزاں و ترساں (کانٹا اور ڈرتا) ہے ان معانی کے حصول کا سوال کرنا ایسا ہے جیسا کہ کسی سائل سے سوال کرنا۔ فقیر نے اگرچہ اس عالی مرتبہ گروہ کی محبت کی راہ سے ان معانی کے ساتھ قدرے ایمان حاصل کیا ہے لیکن چونکہ محبت میں ناقص ہے (اس لئے) ان چیزوں میں بھی جو کہ محبت سے حاصل ہوتی ہیں ناقص ہی ہونا چاہئے کیونکہ محبت کرنے والے کے لئے محبوب کی اطاعت کرنا لازم ہے: ان المحب لمن هواہ مطیع [محبت کرنے والا اپنے محبوب کا مطیع ہوتا ہے] اور جب ان اکابر کے طریقے اپنے اندر نسبت کم پاتا ہے تو اس پر متفرع ہونے والی چیز کو کامل درجہ پر کس طرح پائے گا۔ ہاں حدیث قدسی انا عند ظن عبدی بی [میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں] کے مصداق چونکہ آپ ان ناکارہ فقرا کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں احتمال ہے کہ آپ کے ظن کے مطابق آپ کے ساتھ معاملہ کریں۔

میں تو ان کے دہرا شک مرا حسن قبول آنکہ در ساختہ است قطرہ بارانی را
(جس بارش نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا ہے وہ میرے آنسوؤں کو بھی قبولیت کا شرف بخش سکتا ہے)
والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الہدی والتم متابعۃ المصطفیٰ علیہ علی الاصولات البکات الخ۔

مکتوبات

سیادت پناہ میر محمد نعمان کے نام اس بارہ میں تحریر فرمایا کہ موصوفہ کرام کی نسبت کے حصول کا مصداق احکام شریعت کے ساتھ آلاشگی ہے۔

بسم اللہ حامداً و مصلياً علی رسولنا الکریم اللہ تعالیٰ (آپ کی) ذات بابرکات کو اپنے الطاف میں شامل رکھ کر ارشاد (ہدایت) کی مندرجہ جلوہ فرما رکھے اور ہستی مہیوم (انانیت) سے آزاد کر کے ہمیشہ کی نیستی (فنائیت) کے ساتھ موصوف کرے تاکہ حقیقی ہستی (بقا باللہ) جلوہ گر ہو اور خود اپنے ساتھ

حاضر ہے، یہ معنی ذوقی اور وجدانی ہیں کہنے اور سننے میں صحیح طرح پر نہیں آتے اور نظر و فکر سے یہ معما نہیں
 کھلتا کہ آسمانی (فطری) تکالیف کے باوجود نہ ہونے کے کیا معنی ہیں اور ہونا اور نہ ہونا ایک ہی وقت
 میں کس طرح ہوگا معرفت ربی بجمہر الاصداد [میں نے اپنے رب کو صدقوں کے جمع ہونے سے پہچان]
 ایک بزرگ نے کہا ہے کہ ہر چیز میں رحمت ہے سوائے عشق کے کہ قتل کرتے ہیں اور مقتول سے خون بہا مانگتے
 ہیں۔ یعنی گم شدہ (فانی) سے احکام بندگی معاف نہیں کرتے اور اس نسبت کا مصداق شرعی احکام کے
 ساتھ آراستہ ہونا ہے کیونکہ اس کا کمال فنا اور اطمینان نفس تک پہنچنا ہے اور نفس مطمئنہ سے موافقت
 کے سوا اور کچھ نہیں آتا۔ شریعت کا مخالف اور اس میں سستی کرنے والا جو شخص بھی اس نسبت کا دعویٰ کرتا
 ہے مغز سے سوائے جھٹکے کے اور کچھ حاصل نہیں رکھتا اور جو کچھ رکھتا ہے وہ استدراج کے ماتہ سے ہے۔
 وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ (اور جو
 شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا وہ اُس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ والوں
 میں سے ہوگا) امید ہے کہ اس ناکار کو ردِ عملِ خیر سے نہیں بھٹلائیں گے اور قبولیتِ اوقات میں اس کیلئے استقامت کی
 دعا کرتے رہیں گے پس بیشک استقامت کو اہمیت سے افضل ہے۔ والسلام۔

مکتوبات

اکبر آباد کے اجاب خصوصاً ارشادِ پناہ میر محمد نعمان کے نام صانعِ صل و علا (اللہ تعالیٰ کی

معرفت حاصل کرنے پر نصیحت اور اس سے محرومی پر قوتِ دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد: یہ اس زخمی دل خستہ و خراب کی

جانب سے ہوشیار دوستوں کے لئے ایک یاد دہانی ہے پس لمے آنکھوں والو! ہجرت حاصل کرو، جان لیں

کہ انسان کی پیدائش سے مقصود حق تعالیٰ جل و علا کی معرفت حاصل کرنا ہے اور معرفت میں لوگوں کی استعدادات

کے تفاوت کے اعتبار سے لوگوں کے قدم مختلف ہیں (کہ بعض کو بعض پر فوقیت ہوتی ہے، ہر شخص نے

معرفت کے بارے میں اپنے عرفان کے بقدریات کی ہے لیکن جس بات پر اس بلند مرتبہ گروہ کا اجماع ہے

اور جو بات قدرِ مشترک ہے اور قرب کے درجات میں ضروری ہے وہ یہ ہے کہ معروف میں فنا ہوئے بغیر

معرفت حاصل نہیں ہوتی ہے

بیچ کس رات نہ گزر د ا وقتا نیست رہ در بارِ گاہ کبریا

[جب تک کوئی شخص فائدہ نہ ہو جائے اس کیلئے بارگاہ الہی میں باریابی نہیں ہے]

۵ از تست حجاب تو یقین است شرط سہمہ و روان ہمین است

می بین و مگوئے مذہب این است می باش و باش مشرب این است

[یہ یقینی بات ہے کہ تیرا حجاب تجھ ہی سے ہے، سب راستہ چلنے والوں کی شرط یہی ہے۔ مذہب یہی ہے کہ دیکھنا اور کچھ نہ کہہ، اور مشرب یہی ہے کہ موجودہ اور مت رہ] پس عقلمند دوستوں پر لازم ہے کہ اپنے کام کے نتیجہ اور موجودہ حالت میں اچھی طرح غور فرمائیں جس کسی کو اوپر لکھی ہوئی معرفت حاصل ہے پس اس کے لئے سعادت و بشارت ہے، چلے گئے کہ اس حاصل (شدہ معرفت) کو ان امور میں صرف کرے جو حاصل نہیں ہوئے اور بہت اس بات پر لگائے کہ اصل کو نطل کی طرح چھوڑے اور جس شخص کے لئے معرفت کی راہ نہیں کھولی گئی اور اس دولت کی طلب اور گم شدگی کا درد بھی نہیں دیا گیا پس اس کے لئے نہایت ہی افسوس ہے جو کچھ اس کی پیدائش سے مقصود تھا وہ اس نے ادا نہیں کیا اور اس عالم میں اس سے جو چیز طلب کی گئی تھی وہ اس کو بچا نہیں لایا اور دوسرے کاموں میں مشغول ہو گیا اور اس سے جس چیز کی تخریب کا مطالبہ کیا گیا ہے اُس نے اُس کی تعمیر کی اور عمر عزیز کے سرمایہ کو خواہش اور لالچی اور میں خرچ کر دیا اور اسباب حاصل ہونے کے باوجود اپنی استعداد کی زمین کو بیکار چھوڑ دیا نہایت شرمندگی ہے اس قلیل فرصت میں مطلوب کو اس کی طرف سے دعوت کے باوجود (اپنی) آغوش میں نہ لاکر اس دعوت گاہ سے سامانِ سفر، باندھ لیتا ہے کل (قیامت کے روز) کس منہ سے اس کی بے نیاز بارگاہ میں آنے کا اور کون سے حیلہ کے ساتھ عذر کی زبان کھولے گا، دُوری اور محرومی و وزخ کے عذاب سے بھی بدتر ہے جیسا کہ قرب و وصال کی لذت جناتِ نعیم (بہشت) کی لذتوں سے زیادہ ہے پس اس شخص پر افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی اور اس شخص پر حسرت ہے جس نے احکامِ الہی سے تجاوز کیا۔ دوبارہ دنیا میں آنا نہیں ہے: مَن كَانَ فِي هَذِهِ اَعْمٰی فَمَا لَیْهِ فِی الْآخِرَةِ اَعْمٰی وَاَصْحٰلُ السَّیْلِ لَا (جو شخص اس دنیا میں اندھا رہا پس وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستہ سے ٹھکرا ہوا ہوگا) ۵

ترسم کہ یار بامانا آشنا بماند نادامن قیامت ابن غم بمایماند

[ڈرتا ہوں کہ یار ہم سے نا آشنا ہر دو بہ قیامت کے دامن تک یہ غم ہمارے ساتھ رہے]۔

کہتے ہیں کہ استاد ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بوعلی دقاق قدس سرہ، وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ بہت بے چین تھے اور روتے تھے۔ انہوں نے کہا اے استاد کیا ہوا ہے کیا دوبارہ دنیا میں واپس آنا چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا ہاں لیکن دنیا کی مصالحت کے لئے نہیں اور نہ اس لئے کہ میں مجلس بیان کروں

۲۴۶

بلکاس لئے کہ کمر باندھوں اور لٹائی لوں اور ہر روز ایک ایک دروازے پر جاؤں اور حلقہ رکھتی اور لٹائی
دروازے پر باروں اور کہوں کہ مت کرو (کیونکہ تم نہیں جانتے ہو کہ تم کس سے باز رہ جاتے ہو)

صاحب خانہ را دہم آواز کز پے بیج ماند از ہمہ باز

عمر بگذشت در پریشانی بنگری کز چہ باز می مانی

[میں گھر کے مالک کو آواز دوں کہ وہ بیج کے لئے تمام چیزوں سے محروم رہ گیا، عمر پریشانی میں گزر گئی تو دیکھ کہ تو کس

چیز سے محروم ہو رہا ہے] پس ہم جیسے ہجرت زدوں پر لازم ہے کہ قابلِ فخر و غم کو ان عجیب و غریب معانی میں

غور و خوض کرنے کے لئے صرف کریں اور اس فنا ہونے والی زندگی میں اس اصول کی سمجھ تک پہنچنے کی حکمت

طلب کریں اور صاحبین کی سیرتوں اور عارفین کے بیانات سے ان معانی کی تشریح اور اس حدیث کی تفسیر

تلاش کریں اور اس کی طلب میں جان کے ساتھ کوشش کریں اور جس جگہ سے بھی اس کی بود و مددغ میں پہنچے

اس کے پیچھے ہو جائیں اگرچہ طبع کا ہاتھ اس خزانہ کی نقدی سے خالی ہو لیکن اس کی طلب اور نہ پانے کے

درد سے ذرا بھی فارغ نہ رہیں اور سرکشوں کے گروہ سے الگ ہو جائیں کسی نے کیا اچھا کہا ہے

درد سے ذرا بھی فارغ نہ رہیں اور سرکشوں کے گروہ سے الگ ہو جائیں کسی نے کیا اچھا کہا ہے

بچہ مشغولِ کتم دیدہ و دل را کہ مدام دل ترامی طلبید دیدہ ترامی خواہد

[میں آنکھ اور دل کو کس چیز کے ساتھ مشغول کروں کیونکہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو چاہتی ہے]

طالب کو چاہئے کہ طلب میں اپنے آپ کو آرام نہ دے اور ہمیشہ مضطرب (بے چین) رہے۔ ابو بکر

طہستانی قدس سرہ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب (کا نام) ہے جب سکون آ گیا تو تصوف نہ رہا۔

محب کو محبوب کے بغیر چین نہیں ہے اور اس کے ماسوا کے ساتھ کسی طرح بھی انس و الفت اختیار

نہیں کرتا، اور بزرگوں نے کہا ہے کہ مرید کو اس صفت کے ساتھ ہونا چاہئے جو کہ کلام مجید میں لکھی

ہوئی ہے: حَتَّىٰ اِذَا صَنَاعَتْ عَلَيْهِمْ اَلْاَرْضُ مِمَّا رَجَحَتْ وَصَاغَتْ عَلَيْهِمْ اَنفُسُهُمْ وَهُمْ

ظَنُّوْا اَنْ لَا مَلٰجَا مِنْ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ ﴿۱۰﴾ یہاں تک کہ جب ان پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے تنگ ہوگی

اور ان پر ان کی زندگیاں تنگ ہو گئیں اور وہ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ سے (بچنے کے لئے) کہیں پناہ نہیں مگر

اسی کی طرف [جب طالب آوارہ اس صفت کا ہو جائے تو تَبَّابٌ عَلَيْهِمْ لِيَتَوَكَّلُوْا ﴿۱۱﴾ (پھر اللہ تعالیٰ

ان پر نیرہاں ہوا تاکہ وہ لوٹ آئیں) کے مصداق امید ہے کہ بخشش کا سہرا درجوش میں آئے اور عاشق

صادق کو اس خروش (جوش) سے نکال لائے اور معرفت کی کوئی کھڑکی اس کے باطن میں کھول دے

اس بے نشان کا کوئی نشان ظاہر کرے اور رَجَّالٌ ﴿۱۲﴾ اَللّٰهُمَّ تَجَارَةً اَتَيْتُكَ بِہِ وَہ لوگ ہیں جن کو

خبر و فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کرتی) کے گروہ میں شامل کر دے۔ اور لَا یُصِیْبُہُمْ ظَمًا وَلَا نَصَبٌ وَلَا يَحْتَضِرُہُمْ سَبَبٌ سَلَامٌ اِنَّ کَوْنِیْہِ لَیْسَ بِہِمْ اَوْ حَسْبُکَ
 پہنچی ہو یا وہ ایسی جگہ چلتے ہیں کہ جہاں کافروں کو غصائے یاد دشمنوں کو کوئی چیز ہے لیتے ہیں تو ہر بات پر ان کیلئے نیک عمل لکھا جاتا ہے اور

بِسْخَرِہُمْ خُذْرِیْکَانَ رَا اِنْ بَسْ اَسْتَبَاہُکَ دَکَرِہُمْ اَکْرَدَہُ کَسْ اَسْتَبَاہُکَ

اِس میں بس کرتا ہوں، غفلتوں کے لئے بھیا کافی ہے اگر گاؤں میں کوئی ہے تو میں نے دُور (کے خطرہ) کی آواز لگا دی ہے
 مقبول دوستوں سے امید کی جاتی ہے کہ اس دُور قاتلہ کو مقبول دعاؤں سے فراموش نہیں کریں گے
 اور اس کے بارے میں مذکورہ بالا معانی کے حصول کے لئے دعا فرمائیں گے۔ بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) قریب
 اور قبول کرنے والا ہے۔ رَبَّنَا اِنَّمَا نَاوُذُ رَاوَا حَفِیْرًا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَصَلٰی اللہ
 تعالیٰ علی سید المرسلین کما ذکرنا الذاکرین وکما اغفل عن ذکرہ العافلون علی اللہ وحبہ وسلم تسلیما لکیرا
 کثیرا علی جمیع الانبیاء والمرسلین علی ملائکتہ المقربین وعلی عباد اللہ الصالحین ۵

مکتوب ۱۰۳

ارشاد نپاہ میر محمد نعمان کے نام محبت کے اظہار اور قصور اعمال کے دیکھنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔
 اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَوَسْلَامٌ عَلٰی جَدِّہِ الَّذِیْنَ اَصْطَفٰہُ، شَرَفَتْ وَتَجَابَتْ دُشْکَاہُ کَہْ ضَامِ اِنْ دُورِہِ
 افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے نہ بھلاؤں، باطنی محبت کا رابطہ اور ظاہری ملاقات کا شوق جو کہ
 اس حقیر کو آپ کی ذات کے ساتھ ہے محتاج تحریر نہیں ہے چونکہ دل کو دل سے راہ (تعلق) ہوتی ہے
 اس لئے اپنی حقیقت جامعہ کی طرف رجوع فرمائیں المجاز قطرة الحقیقة [مجاز حقیقت کا پل ہے]
 اس جگہ ایک بہت عجیب و غریب بھیج ہے: اِنَّ اللہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہِ [بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم
 علیہ السلام کو اپنی صورت (صفات) پر پیدا کیا] اس ستر (بھیج) کا ظاہر کرنا اس دلفگار کا کام نہیں ہے اگر
 آیت کریمہ اِنَّ اللہَ یَحْضُرُ بَیْنَ اَیْمَیْنِہِ وَوَقْلِیْمِہِ [بیشک اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے قلب کے درمیان
 حائل ہو جاتا ہے] سے اس ستر کا پتہ لگا سکے ہوں تو ممکن ہے کیونکہ یہ آیت کریمہ ایک بے پایاں سمندر ہے
 کوئی غوطہ خور ایسا ہونا چاہئے جو وہاں سے زمانہ کے بیش قیمت موتیوں کو حاصل کرے، اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ
 لَآیَاتٍ لِّیْ اُولٰٓئِہِ کَانَ لَہُ قَلْبٌ [بیشک اس میں اس شخص کیلئے نصیحت ہے جس کے پاس (بھیج والا) دل ہے] سبحان اللہ

بات اپنے حوصلہ سے باہر چلی گئی اور ایسی جگہ تک پہنچ گئی کہ جہاں سے وہ خود راہ میں ہے۔ ہم جیسے
 بواہوس لوگوں کو اس قسم کی باتوں سے کیا نسبت ہے، جو شخص گناہوں کی گہرائی میں ڈوبا ہوا ہو
 اس کو اپنے گناہوں کی فکر اور خطاؤں کا نام کرنا تمام امور سے زیادہ اہم ہے، آج یا کل ہے کہ یکایک
 موت کا طمانچہ خوشگوار عیش و آرام کے منہ پر پہنچے گا اور قیامت کے معاملات پیش آنے والے
 ہیں اور اس شخص کا عیبوں سے بھرا ہوا نامہ اعمال علام الغیوب (اللہ تعالیٰ) کے حضور میں ظاہر
 ہو جائے گا اور اس کے معاملہ کی بُرائی اس بارگاہ میں ظاہر ہو جائے گی پس ہمارے اعمال پر خرمندگی ہو
 اور ہماری نافرمانیوں پر حسرت ہے۔ ربنا لا تؤاخذنا ان سیدنا اذ اخطانا (اے ہمارے رب
 ہماری بھول اور خطاؤں پر ہمیں نہ پکڑ)۔

مکتوبہ سب

میرزا عبد اللہ کے نام فتائے نفس کی تحقیق اور آدابِ شرعیہ کے التزام پر دلالت کرنے اور
 مطلوبِ جل و علا کے ماوراء ہونے کی بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس معزز بھائی کے مکتوبِ لطیف اور
 پسندیدہ حالات کے مطالعہ سے سرور و لطف اندوز ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ دل مامورہ اذکار کے
 عمل سے آرام پذیر نہیں ہے اور تمام افعال کے اپنی طرف منسوب ہونے کو تہمت و ہیبت کی نسبت کے
 سوا اور کچھ نہیں جانتا اور اپنے وجود کو بلکہ تمام وجودوں کو ایک ایسے وجود کے غلبہ کے تحت مضحل
 پاتا ہے جس کے نفی و اثبات میں کادھو کئی منزل پیچھے رہتے والوں میں سے ہیں اور اوامر کی ادائیگی
 اور نواہی سے اجتناب میں وقت کو جبر لگا کر تکلف کے ساتھ بجا لاتا ہے۔ میرے مخدوم! یہ مراقبہ
 اور ایسا دیکھنا پاکیزہ و عمدہ ہے اور اس مراقبہ کا کمال یہ ہے کہ اوصاف و افعال کی یہ وہمی نسبت
 بھی اپنے ساتھ نہ دیکھے اور یہ افعال و اوصاف پوری طرح اصل کے حوالہ کر دے اور اپنے آپ کو عدم
 صرف کے ساتھ ملا ہوا پائے اور محض لاشے اور فانی صفت دیکھے تاکہ اپنے آپ کو انا کے ساتھ
 تعبیر نہ کر سکے، اس کی علامت یہ ہے کہ اپنے اندر نہ کوئی ذکر پائے اور نہ کوئی توجہ، نہ کوئی ہمت دیکھے
 اور نہ کوئی حرارت، دل سے ذکر کی حرکت اور مذکورہ توجہ بالکل سلب ہو جائے اور اگر کبھی دل میں
 کوئی حرکت یا کوئی توجہ و حرارت پائے تو اس کو مذکورہ بالا مراقبہ کی صفائی نہ ہونے کی دلیل سمجھے

دل کو ذکر سے آرام اس وقت ہوتا ہے جبکہ نفس ذکر جاگزین ہو جائے، ذکر و توجہ دوری اور نہایت جدائی کا پتہ دینے والے ہیں اور جب یہ گمان درمیان سے اٹھ گیا تو قہار واحد کے سوا کچھ نہیں رہا، اس معنی میں نہیں کہ ممکن واجب ہو گیا اور اس پاک ذات کے ساتھ اتحاد پیدا کر لیا، کیونکہ یہ واقع کے خلاف ہے بلکہ اس معنی میں کہ ممکن نہیں رہا اور اپنی وہمی خلعت سے تجرد (انخلا) اُتیا کر لیا اور واجب اپنے مطلق محض ہونے پر حسیا کہ نفا اب بھی ہے اور (آئندہ بھی) رہے گا۔ افعال و اوصاف کے اہل کے ساتھ لائق ہو جانے کے بعد اگر ذکر و توجہ ہر تراز خود بخود کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

دلوںچھ من وجھہ قمر ولعینہ من عینہ کحل

[اور اس کے چہرہ کے لئے اسی کے چہرے چاند ہے۔ اور اس کی آنکھ کے لئے اسی کی آنکھ سے سرمہ ہے] دلوںچھ من عینہ

اور دیگر کیفیات جو آپ نے لکھی ہیں ان سب میں بہترین وہی مراقبہ ہے جو کہ اوپر بیان ہوا ہے چاہے کہ تمام واردات میں شرعی آداب و حدود کی اچھی طرح رعایت رکھیں اور ان آداب میں سے کسی ادنیٰ ادب کے ترک کرنے میں تاہل نہ ہوں اور اگر علماء کے فیصلے کے خلاف کوئی امر ظاہر ہو جائے تو جان لیں کہ وہ سُکر اور محبت کے غلبہ کی وجہ سے ہے اور نجات دینے والی حقیقات وہی ہے جس کو علماء نے بیان کر دی ہے، سیر و سلوک سے مقصود حصول فنا و نیستی ہے اور مطلوب حقیقی (اللہ تعالیٰ) کے ماسوا کیا آفاق اور کیا انفس سب کی گرفتاری (محبت) کا زائل ہونا ہے تاکہ بصیرت (باطن) کی آنکھ میں کوئی چیز منظور و مشہود نہ رہے حتیٰ کہ شہود و محبت میں اسماء و صفات بھی ذات مجرد کے ساتھ شریک نہ ہوں، احدیت مجردہ کی بارگاہ کے گرفتار (محبت کرنے والے) کسی امر کی شرکت کے لئے راضی نہیں ہیں اور تمام مشہودات اور محبت کو لا کے نیچے لا کر نفی کرتے ہیں خواہ وہ اسم ہو یا صفت۔ اور آپ نے لکھا ہے کہ خیالی صورتوں کے وجود کو چونکہ صفات کے شیون کے ظلال جانتا ہے (اس لئے) ان کی نفی کو وقت کے خلل کا باعث شمار کرتا ہے اور واضح یقین کے ساتھ (یہ بات) عین علمی کے نصیب ہوئی ہے کہ خطا کار و درست کاریں سے ہر ایک وجود کے فرمانِ قہرمان کے تحت میں ہے اور ان کی تلویں کا ٹلوں دوسرا ہے۔

میرے مخدوم! اگرچہ سب کے سب وجود کے فرمانِ قہرمان کے تحت میں ہیں لیکن چاہئے کہ جس سے طلب و محبت کا تعلق ہو وہ اس درجہ کا ہو کہ کسی نسبت و اضافت نے اس بلند بارگاہ کی طرف راہ نہ پائی ہو اور مشہودات و متخیلات سے ماوراء ہو، ظہورات و ظلال سے مُنہ موڑ کر محبت کا مرجع سوائے اس ذاتِ ظاہر کے جو کہ ان مراتب سے ماوراء ہے اور کوئی چیز نہ ہو۔ چاہئے کہ تمام

مشہودات کو لاکھ کے نیچے لائیں تاکہ ان سب کی نفی ہو جائے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد ہے کہ اس قسم کے مشہودات (آپ کی) نظر میں بہت معلوم ہوئے ہیں جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ یہ سب کشاکش عدم وصول کی وجہ سے ہے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی توجہ سے ماسوی سے رہائی کی درخواست رکھتا ہے۔ اللہ ہمارا الحق [اے اللہ! ہمیں حق بات دکھا دیجئے]۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے "اگر کوئی وارید پیش آئے تو دل کو وقت کا تابع بنائے۔ میرے مخدوم! جو دار بھی ظاہر ہو اس کا شکر بجالائیں اور اس میں تمکین (پیشگی) حاصل ہونے کے بعد اس سے ترقی کے طالب رہیں اور ہل من عزیز (کیا اور بھی ہے) [کہتے ہوئے اس کے پیچھے دوڑتے رہیں۔

یہ شمش غایتہ دار رہ سدی را سخن پایا بمیرد نشہ مستقی و دریا ہچناں باقی

[اس کے حسن کی انتہا ہے اور نہ ہی سعدی کے سخن کی انتہا ہے، استغفار کی بیماری والا شخص پیاسا مگر جاتا ہے اور دیا اسی طرح باقی رہتا ہے] یہاں تک کہ وقت مقررہ آجائے۔

مکتوب ۱۱

شیخ محمد صالح تھا تیسری کے نام فقر کی فضیلت اور فاضل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

براہِ عزیزم شیخ محمد صالح کا مکتوب مرغوب پہنچا، مسرور کیا، آپ نے زمانہ کی تنگیوں کے بارے میں لکھا تھا، حق سبحانہ و تعالیٰ کے فعل و ارادہ پر راضی بلکہ لذت یاب ہونا چاہئے اور فقر کی سختی اور فاقہ کی تلخی کو خوشگوار نعمت جان کر اس کو جیل مطلق (اللہ تعالیٰ) کے فعل و صفت کا آئینہ تصور کرنا چاہئے اور (اس فقر و فاقہ کی سختی کو) اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جو کہ خلقت کے مقصود اور خلقت و محبت کے دائرہ کا مرکز ہیں پسندیدہ طریقہ جانتا چاہئے۔ حدیث شریف

الفقراء الصابرون جلساء اللہ عند اہوم القيامة [صابر فقر اکل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے جلسے ہوں گے] آپ نے سنی ہوگی۔ دنیاوی زندگی چند روز سے زیادہ نہیں ہے اس تھوڑی سی فرصت میں قبر و قیامت کی فکر ضروری ہے اور جنوی جاپیہ علاج کہ جس کو ماسوی اللہ تعالیٰ کے ساتھ گرفتاری و محبت سے تعبیر کرتے ہیں، سب سے اہم کام ہے جو دل غیر اللہ کا گرفتار ہے اس سے خیر کی کیا توقع ہے دل کی سلامتی جو کہ اس راستہ کی سب سے پہلی شرط ہے اس وقت متحقق ہوتی ہے کہ ماسوی کے لئے

دل میں کوئی گنجائش نہ رہے، نہ محبت کے طور پر گنجائش اور نہ علم کے طور پر اس طرح پر کہ اگر اشیاء کو تکلف کے ساتھ بھی یاد کرے تب بھی اس کو یاد نہ آئیں وہ اُس وقت اُس نسیان کے ذریعہ سے جو دل کو ماسوی اللہ سے حاصل ہوا ہے اسرار کے وارد ہونے اور قدامت کے انوار نازل ہونے کا محل ہو جاتا ہے اور تجلیات بے کیف کا مقام ہو جاتا ہے مصرع

اِس کا رد و لست است کُنوں تا کہ لہ مند [یہ نصیب کی بات ہو دیکھئے کہ کس کو غایت کرتے ہیں]

وَفِي ذَلِكَ فَلَيْتَتَا فَيْسَ الْمُتَنَافِسُونَ [اور چاہئے کہ رغبت کرنے والے اس میں رغبت کریں] والسلام

مکتوبات

خواجہ محمد فاروق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ محبت ذاتی میں جمال سے زیادہ جلال لزت بخشتا ہے۔

خوشی اور تکلیف میں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور سردار انبیا اور آپ کی آل اصفیاء پر صلوة و سلام ہو جو مصیبت کہ ان دنوں میں زمانہ کی اس معررہ مستی کو پہنچی ہے وہ دو افتادہ دوستوں کے لئے رنج و غم کا باعث ہوئی، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ [بیشک ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اور ہم سب اسی کی فائز و نالہ والے ہیں] لیکن چونکہ حق تعالیٰ جل و علا کا فعل ہے اور خاص اپنے فاعل کی طرف دلالت کرتا ہے خوش نصیبوں کے لئے اس بارگاہ عالی کے وصول کا وسیلہ ہے اور یہ ظاہری تلخی کتنی ہی باطنی حلاوتوں کا سبب ہے۔

مے تلخ است جو رنگدازاں کہ ہر چہ شش خوری باشد گواراں
ہر آتش کان بیغورزد بیت سیم خلیلاں را بود بارغ براہیم

[بھول جیسے خساروں والے (حبیبوں) کا جو تلخ شراب ہے کہ اس کو جتنا بھی تو پئے گا پسندیدہ ہوگی، ہر وہ آگ جس کو وہ چاندی کا بُت (حبیب محبوب) جلاتا ہے وہ خلیلوں کے لئے بارغ ابراہیم (علیہ السلام) ہے] جو لذت کہ محبوب کے جلال و ایلام (رنج و الم دینے) کے ذریعہ سے ہے عاشق صادق کے لئے اس کے جمال و انعام کی لذت سے زیادہ ہے کیونکہ دوسری قسم کی لذت کے برخلاف پہلی قسم کی لذت خواہش نفس کی آمیزش سے پاک ہے اور (یہ) محبوب کی خالص مراد ہے، یہ کمال محبت ذاتی سے پیدا ہوتا ہے بلکہ محبت ذاتیہ میں بھی علیحدہ خصوصیت رکھتا ہے کیونکہ مطلق ذاتی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ رنج و الم

اور انعام دونوں برابر ہوں اور ایلام کا زیادہ ہونا ایک دوسری کیفیت رکھتا ہے اور وہ دوسری شان
لاتا ہے کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

۲۵۱

آں دارداں نگار کہ آنت ہر چہ بہت آنرا طلب کنید حرفیاں کہ آں کجاست

[وہ محبوب ایسی شان رکھتا ہے کہ جو کچھ ہے وہی ہے، اے ساتھیو! اس کو طلب کرو کہ وہ کہاں ہے۔]
مکتوبات شریفہ کے بعد دیگرے پیچھے ہیں اور جواب میں کوتاہی واقع ہوئی ہے (امید ہے کہ) آپ معذور نہیں
چونکہ اس طرف کا قصد کرنے والا کوئی شخص معلوم نہیں تھا اس لئے اس مقصد رکھا رہا۔ والسلام

مکتوب ۱۰

شاہ فضل اللہ برہانپوری کے نام مطلوب کی عظمت اور طالب صادق کی بزرگی کے
بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہمیشہ رحمانی عنایات کے ساتھ ممتاز رہیں، نہیں جانتا کہ دور افتادہ
دوستوں کو کیا لکھے، محبوب کی جہربانیاں اس سے زیادہ ہیں کہ اس فصول گو کی زبان پر جاری ہوں اور
معشوق کی خوبیاں اس سے برتر ہیں کہ اس بوالہوس کا قلم اس کی ترجمانی کا خیال کرے جبکہ ان دقائق
کی یاد خیال ہوش باختر کرتا ہے اور فکر و اندیشہ کا خیال اس کے تصور سے لغزش کھاتا ہے تو اس بات کی
گنجائش ہے کہ زبان ان اسرار کی ترجمانی کے میدان میں گونگی ہو جائے اور قلم اس کی تعبیر کی وادیوں میں
پھٹ جائے، بیچارے عاشق کا معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کے تصور و خیالات کو بھی اس جگہ
اجازت نہیں دیتے، دوسرے اس کی حقیقت کو کیا معلوم کر سکیں۔

دلہا ہمد آب گشت و جا نہا ہمہ خون تاچیت حقیقت از پس پردہ بروں

[تمام دل پانی ہو گئے اور تمام جانیں خون ہو گئیں تاکہ (معلوم کریں کہ) پردے کے پیچھے سے باہر حقیقت کیا ہے]
ہاں معشوق کی غیرت اس کے احسان کے مطابق ہے جس قدر احسان زیادہ ہوگا (اسی قدر) غیرت زیادہ ہوگی۔

مکتوب ۱۰

محمد فاروق ولد خواجہ عبدالغفور سمرقندی کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

برخودار سعادت اطوار اس گرفتار (کی طرف) سے دعا پڑھیں، چاہے کہ دینی علوم کے حاصل کرنے میں پوری کوشش کریں اور اہتمام کریں کہ عمل اس (علوم دینی) کے مطابق حاصل ہو جائے اور اجنس و اہل تفرقہ (دنیا داروں) اور اہل بدعت کی صحبت سے احتراز کرتے رہیں اور باطن کو حاصل کی ہوئی نسبت سے راز آباد رکھیں اور اس کے دوام میں کوشش کریں اور ہر اس چیز سے جو کماں کے دوام کے منافی ہو اعراض کریں۔ (یہ) کتنی بڑی نعمت ہے کہ ظاہر شرعی احکام کے ساتھ آراستہ ہو اور باطن اس نسبت سے آباد ہو اور اپنے بڑے بھائی کی صحبت و خدمت کو غنیمت شمار کریں، اذکار میں مشغول ہونے کو ان کی مجلس میں تازہ رکھیں اور وہ جس طریقے سے بھی رہنمائی کریں حتی الامکان اس کی رعایت رکھیں اور حالات لکھتے رہیں اور فقر کی محبت پر قائم رہیں۔ والسلام

مکتوب ۱۰۹

خواجہ محمد فاروق کے نام تحریر فرمایا ہے اُس حالت کی تفصیل میں جو کہ قیامت میں اور موت اور زندگی کے وقت میں پیش آتی ہے اس نسبت پر جو کہ اس دار (دنیا) میں حاصل ہوتی ہے اور جائگے کی حالت میں پیش آتی ہے اور اس بارے میں کہ جس طرح دنیا میں عالم امر اہل ہے اور عالم خلق اس کے تابع ہے آخرت میں معاملہ عکس ہے اور بعض کا طین ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی دنیا کئے آخرت کا حکم ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصاۃ والسلام علی رسولہا الکریم وعلی من تبعہ فی سلوک المنجھ القوم۔ میرے مخدوم! سنا گیا ہے کہ آپ اوقات کی تعمیر (آبادی) میں پوری کوشش کرتے ہیں اور حتی الامکان یعنی امور میں مشغول نہیں ہوتے حمد اللہ سبحانہ علی ذلک [اس پر اللہ تعالیٰ کا حمد و شکر ہے] کتنی بڑی نعمت ہے کہ جوانی کے ایام اور کامیابی کے اسباب کی موجودگی میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں متوجہ ہو کر اوقات کی جمعیت میں کوشش کی جائے اس نعمت عظمیٰ کا شکر بجالائیں اور اس کے اضافہ میں کوشش کریں لَیْسَ شُکْرُکُمْ لَیْسَ زَیْدُکُمْ (اگر تم ذکر کرو گے تو میں ضرور تم کو اور زیادہ دوں گا) اور جان لیں کہ جمعیت صوری جو کہ ظاہر کے ساتھ وابستہ ہے معنوی نسبت کا اثر ہوتی ہے جو کہ باطن کا حصہ ہے اور ضروری نہیں ہے کہ باطن کی نسبت جیسی کہ وہ ہے ظاہر پر چلوہ گر ہو جائے کیونکہ وہ نسبت بمنزلہ اس کے معشوق کے ہے اور ظاہر اس کے عاشق کی مانند ہے اور (یہ بات) مشکل ہے کہ معشوق عاشق کی قید میں آجائے کیونکہ ناز و ادا معشوق کی خصوصیت ہے اور جیسا اس کی دامگیر ہے، عاشق بیچارہ معشوق کا جھقندہ والدہ و شیرا ہو گا فقی

معشوق کے ناز و انداز کو زیادہ کرنے کا اور وہ عاشق سے گردن کھینچنے کا (منہ موڑے گا) اگرچہ باطن ظاہر کی اسرار سے ترقی کرتا ہے اور اس کی دستگیری سے قرب کے مدارج میں عروج حاصل کرتا ہے۔

عاشقان را نصیب از معشوق جز خرابی و جاں گدازی نیست

[عاشقوں کو معشوق کی طرف سے خرابی اور جاں گدازی کے سوا اور کچھ نصیب نہیں ہے]

عجیب معاملہ ہے (کہ) ظاہر باطن کی خدمات میں جس قدر کوشش کرتا ہے اور اس کی ترقی میں جس قدر عہدہ سعی کرتا ہے باطن اُس کو اتنا ہی زیادہ بیگانہ ہو جاتا ہے اور اس کی آغوش سے زیادہ دور چلا جاتا ہے کیونکہ ظاہر کے طاعات و مجاہدات باطن کے حسن و نازکی کو زیادہ کرنے کا سبب ہیں اور اس کی صفتِ معشوقیت کہ ناز و استغفار بے نیازی جس کے لازم سے ہے کمال کو پہنچ جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ انتہا میں نسبتِ باطن ادراک سے دُور ہوتی جاتی ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ نسبتِ باطن جس قدر چالت کی طرح لیجائی ہو اسی قدر زیادہ اچھی ہوتی ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے: العجز عن درک الاکدر الادراک [ادراک کے حاصل کرنے سے عاجز ہو جانا ہی ادراک ہے] اور یہ ظاہر کا پایا سا ہونا اور نہ پانا اس وقت تک ہے جب تک کظاہر کا کاخانہ قائم ہے اور جب اس میں خلل واقع ہو جاتا ہے اور لرجیل (کوچ) کی آواز پہنچ جاتی ہے تو باطن میدانِ خالی پا کر سینکڑوں آب و تاب کے ساتھ بے پردہ طور کے جلوہ میں آ جاتا ہے اور مدد رک ہو جاتا اور مطالب کی نسبت کے ہم آغوش ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا حجاب جو کما اس نسبتِ ظاہر کی وجہ سے تھا کوچ کر گیا اور نیز چونکہ موت قیامت کے مقدمات (پہلے آنے والی چیزوں) میں سے ہے مشہور اس جگہ تمام و اکمل ہے اور ظلیت سے دُور اور احوالت سے نزدیک تر ہے اور چونکہ نیند کو موت کے ساتھ بھائی چارہ اور مناسبت ہے (اس لئے) بعض خوش نصیبوں کو نیند کے وقت میں ایک ایسی حالت پیش آتی ہے جو کہ موت کی حالت سے مشابہ ہوتی ہے اور بیداری کی حالت پر فوقیت رکھتی ہوتی ہے۔ مصرع

زبہ مراتب خوابے کہ بزم بیداری مست خواب کے مراتب کیا خوب ہیں کہ بیداری سے بہتر ہیں

اس معاملہ کی تفصیل کو اس خیر نے کسی دوسری جگہ لکھا ہے وہاں سے طلب کرنا چاہئے۔

جان لیں کہ جب بزرخ صغریٰ (قبر) کا معاملہ انجام کو پہنچ جائے گا اور بزرخ کبریٰ (قیامت) ظاہر ہوگی اور منتشر اجزا اور بوسیدہ ہڈیوں کو جمع کریں گے اور معاملہ قفل سے رہائی پائے گا اس وقت میں قرب کی دولت بالا احوالت بدلنِ عصری کے لئے ہوگی اور آیتِ کریمہ وَ تَزِيدُنِي اَنْ تَمُنَّ عَلٰی اَلَّذِيْنَ اَسْتَغْفِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ يَجْعَلُهُمْ اٰمَةً وَ يَجْعَلَهُمُ الْاٰرِثِيْنَ (اور ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جن کو زمین (ملک) میں کمزور کیا جا رہا تھا اور ان کو پیشوا بنادیں اور ان کو وارث بنادیں)۔

کے مصداق اس نامراد غمگین بدن کو جو کہ کتنی ہی دنیاوی محنتیں اور شدتیں دیکھے ہوئے اور مخلوق کی یادتی اور نیاز سانی برداشت کئے ہوئے اور ادا و امرو نواہی کے بوجھ کے پیچے دبا ہوا اور موت کی تلخی چکھے ہوئے اور قبر کی خاکہ آری کے ساتھ موافقت کئے ہوئے اور فراق کی آگ اور شوق کی سوزش کے ساتھ جلا ہوا ہے سینکڑوں خوبی و ناز کے ساتھ مخلوقات کے محکمہ میں تخت سلطنت پر بیٹھا دیں گے اور نہایت عزت و جاہ کے ساتھ اس کو عالم امر کے لطائف کا امام و پیشوا بنادیں گے اور دنیاوی معاملہ کے برعکس کہ (جس میں) باطن قرب کے معاملات میں اصل ہوتا ہے اور ظاہر اس کا تابع ہوتا ہے وہاں پڑھا ہر اصل ہوتا ہے اور باطن اس کے تابع ہوتا ہے، اس معنی میں نہیں کہ باطن سے نسبت کو سلب کر کے ظاہر کو دبیں گے اور اس کو ظاہر کے تابع کر دیں گے بلکہ اس معنی کے لحاظ سے ہوتا ہے کہ باطن سابقہ نسبت کے ساتھ متمکن (مضبوط) رہتا ہے ظاہر کو ایک ایسا امر دیتے ہیں اور ایسا قرب و عزت بخشے ہیں کہ باطن اپنے معاملہ کے باوجود شوق و آرزو کے ساتھ ظاہر کے تابع ہونا چاہتا ہے اور اپنی نسبت کو اس کی نسبت کے مقابلہ میں فانی اور بٹا ہوا دیکھتا ہے اذاجاء فھر الله بطل فھر عیسیٰ [جب اللہ کی تہرا گئی تو عیسیٰ کی ہر باطل ہو گئی]۔

۲۵۳

(تنبیہ) بعض کالمین ایسے ہوتے ہیں کہ اس عالم (دنیا) میں وہ کچھ باتے ہیں کہ جو دوسرے لوگ کل (قیامت کے روز) پائیں گے اور آج ان کے ظاہر کو ان کے باطن پر فضیلت دیکر اس (ظاہر) کو مقبور اور اس (باطن) کو تابع کر دیتے ہیں اور ان کی دنیا کو آخرت کا حکم دیتے ہیں، ان (کالمین) کی آخرت کو اس پر قیاس کر لینا چاہئے کہ اس کا کیا حکم ہوگا، جیسا کہ ہمارے حضرت عالی قدس سرہ کو اس خطاب کے ساتھ مشرف فرمایا گیا ہے کہ میں نے تیری دنیا کو آخرت کا حکم (درجہ) دیدیا ہے۔

اگر اس لحظہ ممکن کار شب نیست ز بخت مقبلاں این ہم عجب نیست
[اگرچہ اس وقت رات کا کام ممکن نہیں ہے لیکن اقبال مندوں کے نصیب سے یہی عجب نہیں ہے]
جاننا چاہئے کہ قرب نبوت عالم خلق کے ساتھ اور قرب ولایت عالم امر کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جس کسی کو قرب نبوت کے ساتھ نوازتے ہیں اس کے حق میں یہ کمال ثابت ہوتا ہے۔ مصرع
این کار دولت است کنوں تا کراد ہند (بانیب کی بات سے دیکھئے کہس کو غایت کرتے ہیں)

بات دوسری طرف چلی گئی مقصود یہ ہے کہ ظاہری جمعیت کے ساتھ رہیں اور المؤمن مع من احب [آدمی جس کے ساتھ محبت کرتا ہر اسی کے ساتھ ہے] کے بموجب محبت کی راہ سے اپنے بزرگوں کے ساتھ معیت پیدا کریں اور دُورا قتلاہ دُور متوں کو دعاؤں کے ساتھ یاد کرتے رہیں۔ والسلام علیکم وعلیٰ من لدکم۔

مکتوبات

فیقہ حقیر محمد عید اللہ عنہ کے نام عارف بلند مقام شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کی رباعی کی شرح میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى۔ رباعی

زلفش بکشی شب دراز آید ازو چوں بگنداری چگل باز آید ازو
گر یکہ گرہ از پیچ و خمش بکشی عالم عالم مشک طراز آید ازو

شبہ
در

[جب تو اس کی زلف کو کھینچے تو اس (کی وجہ) سے رات لمبی ہو جائے، جب تو اس کو چھوڑ دے تو اس پنچہ واپس آ جائے اگر تو اس کے پیچ و خم میں سے ایک گرہ کھول دے تو تمام عالم میں اس کی وجہ سے مشک طراز (نرگستان) کا ایک خوشنیز شہر پھیل جائے] کہتے ہیں کہ اس رباعی کو حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ نے قضا و قدر کے سر (بھید) میں کہا ہے، اس کے حل کے بارے میں چند صورتیں (میرے) ناقص دل میں آتی ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے اپنی قدرت کا ملکہ کو حکمت کے پردہ میں چھپا دیا ہے اور اسباب کو جو کہ حکمت کا مقتضا ہیں قدرت کو چھپانے والا بنا دیا ہے اور قطعی دلائل کے ساتھ اپنی قدرت پر دعوت دی ہے اور نیز سبب و حکمت کے باقی رکھنے پر دلالت فرمائی اور سبب و مسبب کے درمیان جمع کرنے کو کمال قرار دیا، اسی وجہ سے حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف اپنی کتاب مجید میں کی کہ انھوں نے (دلوں) (سبب و مسبب) کے درمیان جمع کیا جس جگہ کہ (قرآن مجید میں)

۲۵۵

کہا ہے: وَإِنَّ كَذِّ عَلَيْهِمَّا عَلَمْنَاهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ [اور اس میں شک نہیں کہ (حضرت یعقوب) ایک علم رکھتے تھے جو ہم نے ان کو تعلیم فرمایا تھا لیکن اکثر لوگ (اس راز سے) واقف نہیں] پس جس شخص کی نظر عالم حکمت پر مقصور ہوئی اور وہ اسباب کی قید میں رہ گیا اور اس نے مسبب حقیقی جل و علا کی قدرت کا پتہ نہ لگایا وہ گمراہ ہو گیا اور ایک عالم (دنیا) کو گمراہی میں لے گیا اور جس شخص نے سبب کو درمیان میں سے بالکل اٹھادیا اور حکیم مطلق عز و جہاں کی حکمت سے آنکھ بند کر لی اُس نے اللہ تعالیٰ کے عظیم کارخانے کو معطل (ریکار) کر دیا اور کام کو اہل عالم پر بند کر دیا اور جو شخص کہ سبب کو درمیان میں لایا اور تمام اشیا میں مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ جل و علا کے فعل کو دیکھا وہ حق کے مرکز کے ساتھ ہدایت یافتہ ہوا اور دونوں مقامات ہلاکت سے رہائی پا گیا اور عالم (دنیا) کو ہدایت کی طرف لے گیا۔

زلف جو کہ حجاز میں محبوب کے چہرہ کو چھپانے والی ہے حضرت شیخ کی رباعی میں گویا کہ حکمت سے کنایہ جو کہ قدرت کے چہرہ کو چھپانے والی ہے، اگر تو اس کو قدرت کے چہرہ پر ڈالے اور قدرت کو اس سے چھپائے یا اس کو تو اپنے اوپر کھینچے اور اس کے ساتھ لٹک جائے اور قدرت کا پتہ نشان نہ لگائے تو اس سے رات دراز ہو جائے یعنی تاریکی و گمراہی جو کہ ہدایت کے نور کی طرف کوئی راستہ نہیں رکھتی اس سے ظاہر ہو جائے جب تو (اس کو) چھوڑ دے یعنی اگر تو حکمت کو ہاتھ سے جانے دے اور اسباب کو بالکل ترک کر دے تو پھر اس کا قبضہ ہو جائے یعنی وسعت و بسط کے باوجود تنگی و انقباض پیدا ہو جائے

مصرعہ گر یک گرہ از تیج و خمش بکشائی

[اگر تو اس کے پیچ و خم سے ایک گرہ کھول دے] یعنی اگر تو سبب کو اپنی جگہ پر رکھے اور اس کے پیچ و خم کی گرہ کو کہ ایک دنیا جس کے ساتھ بندھی ہوئی ہے اور اس کے پیچ سے رہائی نہیں پائی ہے اور معاملہ کی حقیقت کی طرف نہیں دوڑی ہے کھولے اور اس کی بندش سے رہائی حاصل کر لے اور حقیقت کی طرف دوڑے اور جو اسرار کما سباب کی ایجاد میں ودیعت کئے گئے ہیں ان کے چہرہ سے گرہ کھولے اور ان اسرار پر اطلاع پائے تو دونوں طرف کی تنگی سے رہائی پائے اور بارگاہِ ذوالجلال کے وصول کی شاہراہ میں آجائے اور ایک دنیا کا رہنما ہو جائے چنانچہ (شیخ موصوف نے اس رباعی میں) کہا ہے:

عالم عالم مشک طراز آید ازو

[تمام دنیا اس سے مشک کے ساتھ معطر ہو جائے] یعنی زلف جو کہ کثیر جماعت کی گمراہی کا سبب ہے اس وقت میں ہدایت و رہنمائی کا وسیلہ ہو جاتی ہے کہ "مشک طراز آید" اسی سے کنایہ ہے یا اس وقت میں خاص اس شخص کو اس زلف سے مشک طراز حاصل ہے کیونکہ مشک طراز کی خاصیت اچھی ہے کہ وہ آفاق (دنیا) میں پھیل جاتی ہے اور ایک دنیا اس کے ساتھ گمراہی سے ہدایت کی طرف آجاتی ہے۔

۲۵۲

(اس رباعی کی تشریح کی) دو سہری صورت یہ ہے کہ بندہ کے افعال کا خالق حق تعالیٰ جل سلطانہ ہے لیکن بندہ کا کسب حق تعالیٰ کے فعل کو چھپانے والا ہو گیا ہے پس زلف سے مراد بندہ کا کسب ہے اور اس صورت میں زلف کی اصافت اُس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ اس بنا پر ہے کہ بندہ کا کسب بھی اللہ تعالیٰ کی واضح قدرت کے ساتھ مستند ہے اگر تو اس کو فعل کے چہرے پر یا اپنے اوپر کھینچے (یعنی اپنی طرف منسوب کرے) اور بندہ کے فعل کو بندہ کا مخلوق جانے جیسا کہ قدریہ کا مذہب ہے تو گمراہی کو بڑھائے گا اور اگر تو بندہ کے کسب کو مطلقاً منظور نہ رکھے اور جبر کی طرف جائے تو پھر اس کے چنگل (قبضہ) میں آجائے اور طاعت و بندگی سے متاخر ہو جائے اور اگر تو گرہ کو کسب کے چہرے کھولے اور حق تعالیٰ کی صنعت کو درمیان میں

مطالعہ کرے اور بندہ کے فعل کو حق سبحانہ و تعالیٰ کی جملہ مخلوقات میں سے اور بندہ کا کسب جانے اور
جبر و تفویض کی درمیانی راہ حق کو مانے تو ہدایت پا جائے اور ایک عالم (دنیا) کو ہدایت کی طرف لے جائے۔
تیسری صورت یہ ہے کہ اگر تو کثرت کو جو کہ وحدت حقیقی کے چہرے کو چھپانے والی ہے
وحدت کے چہرے پر کھینچے اور کثرت کے شہود کے ساتھ وحدت کے شہود سے عاجز رہ جائے تو کثرت کی
کثیر ظلمتوں میں جا پڑے اور وحدت کے نور سے محبوب (محروم) ہو جائے اور اگر تو کثرت کو درمیان سے
اٹھا دے اور مرتبہ جمع میں مستہلک (فانی) ہو جائے اور افعال کثیرہ کو ایک فاعل کا فعل جانے اور بندہ
کی حرکت اختیار کی اور عرش کے مرض والے شخص کی حرکت کی مانند پائے اور اسباب کو درمیان میں نہ دیکھے
اور کفر حقیقی کے ساتھ متحقق ہو جائے تو وہ بلاشبہ باز کے چنگل اور صیاد کی گرفت میں
آ جائے گا اور تو جیسا کہ ہونا چاہئے مقام ارشاد کے لائق نہیں ہوگا اور اگر تو کثرت کو جو کہ اس (اللہ تعالیٰ)
کی مصنوعہ (بنائی ہوئی) ہے اور مراتب (وجود) میں سے ایک مرتبہ ہے اپنی جگہ پر رکھے تو اس کی قید بندش
سے رہائی پالے یا جو اسرار کثرت میں ودیعت کئے گئے ہیں ان کے چہرے گرہ کو کھولے اور کثرت کے
آئینوں میں عیبی اسرار کا اس طرح مطالعہ کرے کہ ایک کا شہود دوسرے کے شہود کا مانع نہ ہو اور جمع سے
جمع البمع میں آجائے اور فرق بعد الجمع کی طرف مائل ہو جائے اور اسباب کو درمیان میں دیکھے اور بندوں کے
افعال کو اہل حق کے قول کے موافق پائے اور قضا و قدر کے سر (بہید) پر مطلع ہو جائے اور کفر حقیقی سے
اسلام حقیقی کے ساتھ مشرف ہو جائے اور دعوت کے مقام پر چونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مقام
ہے پہنچ جائے کہ بزرگوں نے کہا ہے ”النهاية هي الرجوع الى البداية“ [ہدایت (ابتداء) کی طرف رجوع
کرنا ہی نہایت ہے] تو تمام دنیا میں اس سے مشک طراز پھیل جائے، وہ کثرت جو مطلوب سے دوری اور
محرومی کا سبب تھی اس کے قرب و وصال کا وسیلہ بن جائے تاکہ تجھ کو اس مقام کے باعث تکمیل و ارشاد
حاصل ہو جائے۔

چوتھی صورت، جو اگرچہ بلا حیلہ و تکلف قضا و قدر کے سر سے مناسبت نہیں رکھتی یہ ہے:
”زلفش بکشی شب دراز آید از“ میں زلف پردہ تعین سے کنایہ ہے جو کہ ذات تعالیٰ کی غیب ہویت کے
چہرہ پر اعتبار کیا جاتا ہے اور مرتبہ لائقین کو متعین کر دیتا ہے اگر تو اس پردہ کو درمیان سے کھینچ لے اور اٹھا
اور اس (غیب ہویت) کے پیچھے دھڑے تو غیب کی ظلمت ظاہر ہو جائے اور راستہ گم ہو جائے اس لئے کہ
تعین کے ماوراء میں (آگے) کہ لا تعین ہے سیر و سلوک و معرفت و شہود مفقود ہے جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے
کہ اس بلند مرتبہ سے سوائے محرومی کے کچھ نصیب نہیں رکھا ہے جب تو (اس زلف کو) چھوڑ دے گا تو پھر اس کا

چنگل (پنج قبضہ) آجائے گا، یعنی اگر توفیق کے پردے کو اس کے حال پر چھوڑ دے گا اور اس کو طلب کرے گا تو تجھ کو شکرا کر لیں گے اور اگر تو اس کا اہل ہوگا تو تیرے ماسوائے تجھ کو لے لیں گے اور چونکہ طالب صادق نے اس مقام میں ذات بخت اور غیب ہونے سے مطلق محرومی اور محض مجبوری سمجھ لیا ہے اس کی تسلی کے لئے فرمایا کہ ”اگر تو اس کے پیچ و غم سے ایک گرہ کھول دے یعنی اگر تو اس تعین کی حقیقت کو جیسی کہ وہ ہے پالے اور اس کی درنمائی (درد کھلانے والی) کی گرہ کو کھول دے اور یہ جان لے کہ تعین ذات تعالیٰ میں محض اعتبار ہے اور متعین (ذات حق) پر ہرگز کوئی زیادتی نہیں رکھتا اور نیز جان لے کہ یہ پردہ کس کے پردہ کے انکشاف و ظہور کا سبب ہے چنانچہ مولوی جامی قدس سرہ نے کہا ہے سہ

با گل رخ خویش گفتم اسے غنچہ دہاں ہر نخلہ پوش چہرہ چوں عشوہ دہاں
زد خندہ کہ من بعکس خوابان جہاں در پردہ عیاں با شتم وبے پردہ نہاں

[میں نے اپنے پھول جیسے رخسار والے محبوب سے کہا کہ اے غنچہ جیسے منہ والے ناز و کرشمہ کے منہ والوں کی طرح ہر وقت چہرہ کو مت چھپا، وہ ہنساک میں دنیا کے حسینوں کے برعکس پردہ میں ظاہر ہوتا ہوں اور بے پردہ پوشیدہ رہتا ہوں] تو عالم عالم مشک طراز آید از ”یعنی اس پردہ نے جب محرومی سے رہائی دی اور بے نصیبی سے چھٹکارا بخشا اور اس بے نشان کا کچھ پتہ نشان دیدیا اور مطلوب کو ظاہر و نمایاں کر دیا تو مشک طراز اس سے ظاہر ہوئی اور وصال کی بوعطا کی اور لانا دل شرب کا مدوش کر دیا و السلام علی من اتبع الهدی۔

مکتوبات

مولانا محمد صدیق پشاوروی کے نام اُن کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ حامد اللہ تعالیٰ و مصلیا علی رسولہ الکریم [اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے اور اس کے رسول کریم پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں]۔ آپ کے مکتوبات گرامی پڑھنے ویکے بعد دیگرے پہنچے خوشوقت و لذت اندوز بنایا، صد شکر ہے کہ آپ فقار کی یاد کو غافل نہیں ہیں اور بہت کی نگاہ ایک مطلب پر جمائی ہوئی ہے کبھی اس کے وصال کے خیال کے ساتھ خوش و خرم ہیں اور کسی وقت اس کے نہ ہونے کے دہم سے غمزدہ ہیں کسی نے کیا اچھا کہا ہے سہ

جاناں غم خود دو اند اندر بر من من شادی خود فدائے جاناں کردم
[محبوب نے اپنا غم میرے پہلو میں دوڑا دیا ہے، میں نے اپنی خوشی محبوب پر فدا کر دی ہے]

آپ اکثر خاتمہ کا خوف غالب آنے کی بابت لکھتے رہتے ہیں۔ میرے مخدوم! یہ ایسا غم ہے جو قبر کے کنارے تک ساتھ ہے، کسی مسلمان کو اس غم سے خالی نہ رہنا چاہئے خواہ (یہ غم) حضور اہویا زیادہ، جس کسی کو دوسری شق (غم کثیر) عطا ہو جائے تو اس کے ایمان کے کامل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اس نعمت کا شکر بجالائیں **لَیْسَ شُکْرُکُمْ وَلَا زَکَاةُکُمْ اِلَّا بِاِیْمَانٍ کَامِلٍ** اگر تم شکر کرو گے تو ضرور میں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔ آپ نے لکھا تھا کہ ایمان حاصل ہونے کے بارے میں کوئی بشارت میسر نہیں ہوئی، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد ہے کہ آپ نے کامل ایمان طلب کرنے کی بشارت پائی ہے کیونکہ آپ نے لکھا ہے کہ ہمیشہ استدعا کرتا تھا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اس شخص کو ذرہ ایمان نصیب کرے، اب اس بیماری میں جو کہ ماہ رمضان میں لاحق ہوئی تھی الہام کیا گیا کہ ہماری بارگاہ میں کوئی کمی نہیں ہے ایمان کامل کی طلب کرنا اور جب کوئی کریم ایسی چیز کے مانگنے پر جو کہ اس کے پاس ہے رہنمائی کرے تو یہ عطا کرنے کی نشانی ہے، اگر آپ صریح بشارت بھی پائیں (تو وہ) چونکہ قطعی نہیں ہے (اس لئے) نفس الہام باقی ہے اور خوف داعی ہے ہر خدایا الہام سے الہام تک فرق ہے۔ دیگر آپ نے لکھا تھا کہ بعض اسرار اس بیماری میں حاصل ہوئے ہیں کہ جن کو تحریر و داشت نہیں کر سکتی **یُضِیْقُ صَدْرَیْ وَلَا یَسْطِیْقُ لَیْسَانِیْ** [میرا سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی] ان اسرار کے حسب حال ہو جاتا ہے اگرچہ منکشف ہیں اور اظہار من الشمس [سورج سے زیادہ ظاہر] ہو گئے ہیں لیکن تقریر و تحریر میں ہرگز ٹھیک نہیں آتے اس کے مطالعہ سے بہت لطف اندوز ہوا **اللہم زد** [اللہ تعالیٰ اور زیادہ کرے] لیکن اگر آپ استقدر لکھتے کہ وہ اسرار کس قسم کے ہیں اور کس چیز سے متعلق ہیں صرف تعقل (سمجھ) سے وابستہ ہیں یا تحقق (حصول) کے بارے میں ہیں تو گنجائش تھی۔ آپ نے صوفی محمد خریف کی بے ادبیوں کے بارے میں دوبارہ لکھا ہے۔ میرے مخدوم! اس نے جو بے ادبی بھی کی ہے صرف آپ ہی کے ساتھ نہیں کی ہے (بلکہ) اس سلسلہ کے بزرگوں کے ساتھ (بھی) کی ہے، جب آپ جو کہ اس کے پیر ہیں اس سے آزرہ رہیں گے تو ہمارے لئے اس کے ساتھ کیا آشنائی رہے گی، انتقامی قوت اس فقیر میں بہت کم ہے دو کلمے غیرت کے تقاضے سے اس کو لکھ گئے ہیں اگر اس نے اثر قبول کیا تو اچھا ہے ورنہ وہ جانے اور اس کا کام جانے۔ آپ نے لکھا تھا ہے حلاوتی ہمت کی بلندی کی وجہ سے ہے یا استعداد کی کمی کی وجہ سے۔ میرے مخدوم! نسبت باطن جسقدر زیادہ بلند ہو جاتی ہے چہالت کے زیادہ نزدیک ہو جاتی ہے ظاہر کو بے حلاوت رکھتی ہے کیونکہ باطن سے زیادہ دور جا پڑتی ہے اور زیادہ بیگانہ ہو جاتی ہے، عارف معرفت میں جسقدر پیش قدمی کرے گا اسی قدر نیابی اور عدم شناخت زیادہ حاصل کرے گا اور جسقدر زیادہ نزدیک ہوتا جائے گا اتنا ہی زیادہ دور

جا پڑے گا پس وہ واجدِ قادرِ ایسا پائے والا جو نہ پائے والا ہو اور قریب بعید (ایسا قریب جو بعید ہے) وہی رسی بننے والے کے شاگرد کا قصہ ہے جو اپنے استاد سے کہتا تھا کہ میں جس قدر زیادہ کام کرتا ہوں تجھ سے زیادہ دور ہوتا جاتا ہوں۔ آپ نے لکھا تھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق کا رجوع کرنا کمال کے ساتھ وابستہ نہیں ہے ہاں اسی طرح ہے جبکہ مخلوق میں مقبول ہونا خالقِ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہونے کی دلیل نہیں ہوتی کیونکہ باطل چیزوں کو بھی مخلوق کی قبولیت حاصل ہے تو (یہ) کمال کی دلیل کیسے ہو سکتا ہے۔ والسلام علیکم۔

مکتوب ۱۱۲

شیخ محمد شریف کابلی کے نام خطا کے موقع پر تنبیہ کے متعلق اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مرید کو پیر کی خوشنودی طلب کرنا لازم ہے۔

حمد و صلوة کے بعد بیان کیا جاتا ہے اس آئینہ سنا گیا تم نے مولانا محمد صدیق کو جو کہ تمہارے پیر ہیں رنج پہنچایا ہے اور گستاخیاں بولے ادبیاں کی ہیں اور سابقہ سلوک میں بہت تبدیلیاں آ گئی ہیں اور مولانا تم سے بہت زیادہ رنجیدہ ہیں اس حد تک کہ معاملہ تبرا (بیزاری) اور اجازت کے سلب تک پہنچ گیا ہے ان توضیحات اور فرائض اور خدا طلبیوں سے جو کہ تم سے ظاہر ہوئی تھیں یہ امور بہت ہی خلافِ توقع اور نہایت تعجب خیز ہیں جب تم پیر سے قطعِ تعلق کرے ہو تو پھر کس کے ساتھ تعلق جوڑو گے شاید اللہ تعالیٰ اصل شانہ سے بھی قطعِ تعلق چاہتے ہو، مریدوں کی وجہ سے پیر سے قطعِ تعلق نہیں کرنا چاہئے اور مخلوق کی رضامندی کے لئے خالقِ تعالیٰ شانہ سے قطعِ تعلق نہیں کیا جاسکتا کیا مصیبت ہے دنیا سے حقوق اٹھ گئے۔ تم جیسے لوگوں سے بھی اس قسم کی نازیبا حرکات ظاہر ہوتی ہیں پس دوستوں اور اہل ارادت سے اعتماد اٹھ گیا جو شخص . . . تربیت حاصل کر لے گا اور کچھ قبولیت بہم پہنچالے گا یا وہ کسی وقت میں کچھ صفائی (اپنے اندر) دیکھے گا وہ پیر سے روگردانی اور ترکِ آشنائی اختیار کر لے گا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ہونا بیچا ہے کہ ان امور کے شاہد کے ساتھ پیر کے ساتھ محبت کا رابطہ اور اعتقاد کی مضبوطی اور زیادہ ہو جائے اور اس کے آسانے کے ساتھ انکساری و خاکساری زیادہ سے زیادہ ظاہر کرے کیونکہ یہ دولت اس کی پھیلائی ہوئی ہے اور یہ صفائی و قبولیت اس کے انوار و برکات سے ہے، نہ کہ اس سے سرکشی کرے اور عنونت (غور) بہم پہنچائے کیونکہ

وَالْأَرْضِ أَيْ ذَوُورِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ [اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے یعنی آسمانوں اور زمین کے نور کا مالک ہے] حق سبحانہ و تعالیٰ اس نور کا مالک ہے کہ جس نور سے سب آسمان اور زمینیں اور جو کچھ ان سب کے درمیان میں ہے وہ سب کچھ پیدا ہوا ہے۔ مَثَلُ نُورِهِ (یعنی) اس نور کی صفت (مثال) جو کہ اس ذات (اللہ) تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اور وہ نور گویا تعین اول اور حقیقت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والنجۃ سے کنایہ ہے کیونکہ شَکوۃ فِیْهَا مِصْبَاحٌ طَاقِمٌ (رکھے ہوئے) ایک چراغ کی مانند ہے اور کاف تشبیہ کا مشکوٰۃ پر داخل ہونا اس بنا پر ہے کہ وہ مشکوٰۃ (طاقم) بمصلح (چراغ) پر مشتمل ہے اور مشکوٰۃ آنسر و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدنِ عنصری کو تصور کرنا چاہئے اَلْمِصْبَاحُ فِی رُجَاجَةٍ وہ چراغ شبثہ کی قندیل میں روشن ہے اور وہ قندیل گویا اس خلاصہ موجود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باطن مبارک ہے کہ اس نور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باطن کی راہ سے بدنِ عنصری کے ساتھ تعلق حاصل کر لیا ہے اور باطن یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک یا آپ کی ہیئت وحدانی ہے جو کہ عالم خلق و عالم امر کے دس اجزا کی ترکیب سے حاصل ہوئی ہے۔ یا ہم کہتے ہیں کہ رجاہ (قندیل) تعین وجودی سے کنایہ ہے جو کہ تعین ثانی ہو کیونکہ تعین اول جو کہ تعین حقیقی و مافوق کی نسبت سے تعین وجودی کے احاطہ میں ہے اور ہو سکتا ہے کہ رجاہ تعین علی سے کنایہ ہو کیونکہ علم و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خصوصیت ہے جو کہ کسی دوسری صفت کو نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوبیت کے ساتھ اس صفت کے لئے ایک بھید ہے کہ کوئی دوسرا اس کا محرم نہیں ہے اس لئے ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ لسره الاقدس کے مطابق اُس (اللہ تعالیٰ) کے نزدیک سب سے محبوب صفت ہی صفت ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ رجاہ تعین وجودی اور مشکوٰۃ تعین علمی ہو۔ مختصر یہ ہے کہ اَلرُّجَاجَةُ (یعنی) وہ آئینہ جس معنی میں بھی ہو کمال صفائی و تازگی کے باعث کَا تَهَّأَ کَوْنُ کَبِّ دَرِّی گویا وہ ایک درخشاں ستارہ ہے۔

جاننا چاہئے کہ تعین اول و حقیقت محمدی ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) کے نزدیک تعین حقیقی ہے، پہلی چیز جو کہ مرتبہ اطلاق اور پوشیدہ خزانے سے ظہور کے میدان میں آئی اور تعین ہوئی وہ حُب ہے جو کہ اعتبار وجود کا مبدا ہے جیسا کہ حدیث قدسی کنت کثرًا مخفیًا فاحببت ان اعرف فخلقت المخلوق لا اعرف (پہر ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں جاننا پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ میں پہچانا جاؤں) اس پر دلالت کرتی ہے، یہ تعین حقیقی جو کہ آنسر و عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوبیت ذاتیہ کا منشاء دائرہ کامرکز ہے اور اس کا محیط خلقت ہے جو کہ حقیقتِ ابراہیمی علی نبینا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام ہے

مرکز کا حسن ملاحظت کے حسن کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور محیط کا حسن صباحت کے حسن کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے، صباحتِ حسن ایک تفصیل ہے جو بیان ہو سکتی ہے جیسا کہ عالم مجاز میں اس کو خوش قاسمی اور خراول کی صباحت اور آنکھ و ابرو کی لطافت وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں اور ملاحظت ایک معنوی حسن ہے اور ذوقی ادا ہے جو کہ تعبیر کے احاطہ سے باہر اور مذکورہ بالا خوش قاسمی و لطافت سے ماوراء ہے کہ جس سے اس حسن (صباحت) کو تعبیر کرتے ہیں کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

آل دارد آں نگار کہ آنست ہر چہ بہت آتر اطلب کنید حریفان کہ آں کجاست

[وہ معشوق ایسی شان رکھتا ہے کہ جو کچھ ہے وہی ہے، اے ساتھیو! اس کو طلب کرو کہ وہ کہاں ہے] اور یہ ایک تعین کا مرکز و محیط ہے جو کہ اُس کے اشرف و اسبق اجزاء کے ساتھ مستی ہے کہ مرکز یعنی حُب ہے اور دوسرا تعین تعین وجودی ہے کیونکہ حُب ہی ہے جو کہ وجود و ایجاد کا سبب بنی ہے اور تعین علی تعین وجودی کے نیچے ہے اور اس کے حصول میں سے ایک حصہ ہے لیکن سب سے زیادہ جامع حصہ ہے جیسا کہ اس کی تحقیق دوسری جگہ لکھی جا چکی ہے۔

ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں کہ وہ روشن چراغ جو کہ آئینہ (شیشہ) میں ہے یُوَقَدُّ جَلَّیَا جانا ہے اور اس کے نور کو زیادہ کیا جاتا ہے مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ بَرَكْتُ طلع اور بہت فائدہ والے درخت سے جو کہ زیتون کا درخت ہے کہ شام کی مقدس سرزمین میں اُگا ہے یہ مبارک درخت گویا کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلعت کی حقیقت سے کنایہ ہے اور چونکہ اُن حضرت (ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) شجرہ انبیا ہیں اور قرآن مجید میں آپ کے حق میں وارد ہوا ہے وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ [اور ہم نے اس (ابراہیم علیہ السلام) پر اور اسحاق پر برکت نازل کی] اس بنا پر شجرہ مبارکہ کو آپ سے تعبیر کر سکتے ہیں اور زیتون کو آپ کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ زیتون کے اُگنے کی جگہ ملک شام کی سرزمین ہے اور نیز (یہ) درخت مبارک ہے جیسا کہ منقول ہے کہ شتر پیغمبر ان علیہم السلام نے اس پر برکت کی دعا کی ہے کہ جن میں سے ایک حضرت خلیل علیہ السلام ہیں اور نیز روایت کرتے ہیں کہ زیتون پہلا درخت ہے جو کہ (نوح علیہ السلام کے) طوفان کے بعد اُگا ہے اور آں حضرت (خلیل اللہ علیہ السلام) بھی پہلے اُلو العزم پیغمبر ہیں جو کہ (نوح علیہ السلام کے) طوفان کے بعد ظہور فرما ہوئے ہیں اور چونکہ خلعت کی حقیقت زمین و آسمان کے طبقات سے بہت بلند ہے (اس لئے) اس کو لا شَرِیْقَیَّةٍ وَلَا غَرْبَیَّةٍ (نہ شرق نہ مغرب) فرمایا، یَا کَاذِبٌ یُّهَیْضُیْ وَکُلُّکُمْ مَّسْمُومٌ نَارٌ ذَیْبٌ ہے کہ اس درخت میں خود بخود روشنی ہے اور یہ اس کو آگ میں نہ کر سکتا۔

یعنی حقیقتِ خلقت روشنی اور ہدایت دینے میں اس درجہ کی ہے کہ بغیر اس کے کہ محبت کی آگ اس سے مشتعل ہو روشنی دینے والی ہے اور اس کی صباحتِ ملاحت کی ملاوٹ کے بغیر مطلوب کی طرف رہبر ہے اور جب ولایتِ ابراہیمی و ولایتِ محمدی علیہما الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے اور محبت کا شعلہ خلقت سے روشن کیا جاتا ہے اور اس ولایت کی صباحت اُس ولایت کی ملاحت کے ساتھ مل جاتی ہے اور محیط کے کمالات مرکز میں رونما ہو جاتے ہیں نور علی نور نور نور پر نور پڑھ جاتا ہے اور صباحت کا نور ملاحت کے نور کے ساتھ یکجا ہو جاتا ہے اور ابراہیمی نور محمدی نور علیہما الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے اور ملاحت صباحت کے ساتھ رنگین ہو جاتی ہے۔

پدر نور و پسر نور سے سمت مشہور ازیں جا قہم کن نور علی نور

[باپ نور ہے اور بیٹا ایک مشہور نور ہے میں سے نور علی نور کو سمجھئے] انہی دو نوروں کے اجتماع اور دروسِ وحدانیت کے یکجا ہونے سے محبوبیتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اعلیٰ درجہ پر پہنچ جاتی ہے اور معاملہ عبودیت کے دو طوق سے ایک طوق تک آ جاتا ہے اور ملتِ ابراہیم علیہ السلام کے ابتلاء کے امر سے جو مقصود ہے وہ پوری طرح سے ظہور تک پہنچ جاتا ہے اور کیا اصلیت [جیسا کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیمؑ کی دعا کامل طور پر قبول ہو جاتی ہے، (پس) یہ کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کامل طور پر حاصل ہو گیا اور جس چیز کی دعا کی گئی ہے وہ قبول ہو گئی الحمد للہ سبحانہ علی ذلک وعلیٰ جمیع نعمائے حمدا کثیرا کثیرا] اس پر اللہ سبحانہ کے لئے حمد ہے اور اس کی تمام نعمتوں پر یکثرت حمد ہے [

اس معاملہ کے حاصل ہونے کے بعد جو قوس کہ یہ خورانِ پسماندگان کے حال کے ساتھ رکھنا تھا بہت کم ہو گئی ہے اور امت کے افراد میں سے ایک فرد کو ان کی نگہبانی پر مقرر کر دیا ہے اور خود خاص خلوت خانہ میں محبوب کے ساتھ خلوت رکھتا ہے علی علی آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیمات والبرکات والتجیات۔ بعض امور کی تفصیل جو یہاں اجمال کے ساتھ ذکر کی گئی ہے ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) کے مکتوباتِ قدسی آیات سے طلب کرنا چاہئے۔ والسلام

مکتوبہ ۱۱۲

مولانا محمد صدیق پشاور کے نام بلندیِ بہت و محبت و خزن کی فضیلت میں تحریر فرمایا
بسم اللہ الرحمن الرحیم وبراہِ عزیز مولانا محمد صدیق کے گرامی نامہ نے وصول ہو کر مسرور کیا

آپ نے جو عنایات و برکات، بلند ہمتیوں، پیاس (طلب) اور دیوانگیوں کے وارد ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا تھا اس کے مطالعہ سے لذت اُٹھ رہا ہوں، آدمی کے جوہر کی قیمت اس کی ہمت کے موافق ہے اور جوہر جس قدر زیادہ قیمتی ہوگا اسی قدر زیادہ محبوب و مرغوب ہوگا، یہی وجہ ہے کہ روایت میں آیا ہے ان اللہ یحب معالی الھم و یبغض مساخلفھا [میشک اللہ تعالیٰ بلند ہمتیوں کو پسند کرتا ہے اور ہمتیوں سے بغض رکھتا ہے] بلند ہمتی جب محبت وارفنگی کے نشہ کی کیفیت کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے اور حزن و عشق کے ساتھ یکجا ہو جاتی ہے تو نور علی نور ہو جاتی ہے اور قیمت پر قیمت بڑھ جاتی ہے اور ترقی کی راہ زیادہ سے زیادہ کھول دیتی ہے من یرد اللہ بہ عیال جعل فی قلبہ نائحہ [جن شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کرنا چاہتا ہے اس کے قلب میں اپنا گریہ پیدا کر دیتا ہے] اور نیز (روایت میں) آیا ہے ان اللہ یحب کل قلب حزن [میشک اللہ تعالیٰ ہر غمگین دل کو پسند کرتا ہے] حضور انور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر کسی امت میں کوئی غمگین شخص رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے رونے کی وجہ سے اس امت پر ضرر و درد جم کر دیتا ہے مصرع

لے شادی آں دل کہ دریاں دل غم تست

[جس دل میں کہ تیرا غم ہے وہ دل کتنا خوش ہے] عشق و دردی تو ہے جس نے آدمی کو تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے اور قرب و معرفت کی دولت سے نوازا ہے، جو شخص کہ محبت و شفیقگی کے نشہ سے خالی ہے وہ حیوانات کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اگر انسان کے لئے فضیلت و برتری عشق و محبت کو قرار دیا جائے تو کس قدر اچھا اور زیادہ ہے مکمل طور پر محدود عقل کا پائند نہیں ہونا چاہئے اور اس قید سے تھوڑی سی رہائی طلب کرنی چاہئے اس قید سے کسی جگہ پہنچنا دشوار ہے سہ

۲۶۵

دل اندہ لعلی بند کا راز عقل مجنوں کن کہ عاشق رازیاں دارد مقامات خرد مندی

[دل کو لعلی کی زلف میں قید کر دے (ادھر) مجنوں کی عقل سے کام کر کوئی نہ عقل مندی کی باتیں کرنا عاشق کے لئے نقصان دہ ہیں] میرے مخدوم اہل محمد شریف کا بلی کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ اُس نے ان دنوں میں (اپنی) بہت زیادہ اصلاح کر لی ہے اور سابقہ عادات کو تبدیل کر لیا ہے اس بنا پر گنجائش ہے کہ اس کی اغزشوں کو معاف کر دیا جائے اور چونکہ ہدایت و اثر والی صحبت رکھتا ہے اس کو اس عظیم امر پر مقرر کیا جائے اور تعلیم طریقت کی اجازت دیدہنی چاہئے اور چونکہ آپ اس کے عادات و اطوار سے فقیر سے زیادہ واقف ہوں گے خوب غور و استخارہ کر کے دل کے مائل ہونے کے بعد اس کو مرحلہ مقرر کریں اور طریقہ سکھانے کی اجازت دیدیں جس درجہ کا اخلاص ارادت بھی رکھتا ہے غنیمت ہے بظاہر کوئی دوسرا اس سے ظہور میں آئے گا جو کہ اس سے بہتر ہوگا آپ کے اجازت دینے کے بعد فقیر بھی اس کے موافق اس کو کچھ لکھ دے گا والسلام علیکم وعلیٰ من لیکم۔

مکتوب ۱۱۵

شیخ عبد اللطیف شکر خانی کے نام محبوب حقیقی جل شانہ کے تشریف (یا کی) کے بیان میں تحریر فرمایا۔
 الحمد للہ وسلام علی رسول اللہ، اس مسکین کی غریبانہ دعا فتوح ابواب کا وسیلہ ہو،
 اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حمد و شکر ہے کہ اس نواح کے فقراء کے حالات نیکی کے طریقہ پر ہیں اور ایک نگرانی
 کے سوا کسی طرح پر بھی کوئی دوسری نگرانی نہیں ہے اور ظاہری گرفتاریوں (پابندیوں) کے باوجود حقیقت
 میں ایک ہی گرفتاری ہے اگرچہ اس بے نشان کا کوئی پتہ نشان حاصل نہیں ہے، اس جگہ کا تمام کاروبار
 سوز و گداز ہے اور اس طرف کی تمام بود و باش در دو انتظار ہے، ایک پوشیدہ درد ہے اور نالہ کے بغیر ایک
 سوز ہے اور بے حد ہے۔ مصلح کہ می سوز و دروں چوں شمع و پیرا میں نمی سوزد
 (کہ باطن شمع کی طرح جلا ہے حالانکہ پیرا میں (باس ظاہر) نہیں جلتا)

مکتوب ۱۱۶

میرزا عبید اللہ کے نام حق سبحانہ و تعالیٰ کی درایت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

۲۶۵ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، برادر رشید عبید اللہ بیگ اس ناکارہ کو دعائے
 خیر سے فراموش نہ کریں اور ہمیشہ قرب کے مراتب میں جذبات و غایات کے ساتھ متنازع میں اور گفتگو سے
 خوشی میں اور علم سے نادانی میں آئیں بلکہ سلوک و جذبہ کے مراتب کے لئے کوشش کریں اور معرفت و جہل
 (نادانی) سے برتر کوتلاش کریں کیونکہ ہم جس امر کے درپے ہیں وہ جذبہ و سلوک سے بلند تر ہے اور آفاق و
 انفس سے باہر اور فنا و بقا، تجلیات و ظہورات، دخول و خروج، قرب و بعد، توحید و اتحاد، شہود و
 مشاہدات، لفظ و معنی، علم و جہل، کثرت و وحدت، اسم و صفت، قید و اطلاق، شیون و اعتبارات،
 مہیوبات و تمجیلات و مکاشفات اور غلجی افعال و صفات و ذات تعالیٰ و تقدس سے ماوراء ہے۔ اصل
 اس بارگاہ سے ظل کی طرح راہ میں ہے پس وہ سبحانہ و تعالیٰ درار الوراہ ثم وراہ الوراہ ہے۔ یہ درایت
 قرب کی جانب میں ہے نہ کہ بعد کی جانب میں، جو کچھ تصور کیا جائے اس سے نزدیک تر ہے بلکہ اس شخص کی ذات
 سے بھی اس شخص کے زیادہ نزدیک ہے بعد کی جانب میں درایت (ماوراء ہونا) و ہم کی جولا نگاہ ہے اور

یہ وراثت عقل و ادراک اور وہم و خیال کی آگہ سے باہر ہے کیونکہ فہم و وہم کسی اپنے سے زیادہ نزدیک کا تصور نہیں کر سکتے پس وہ ذات تعالیٰ و تقدس و جود میں سب سے زیادہ قریب اور وجدان سے بہت ہی بعید ہے، یہ کمال کمالات و ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ و البرکات میں سے ہے اس لئے کہ کمالات و ولایت اولیاء مراتب قرب میں منحصر ہیں کیونکہ قرب کی غایت (انتہا) اتحاد اور دوئی کا رُفَع ہونا ہے جو کہ اس ولایت کی نہایت ہے اور اقربیت کا معاملہ اتحاد سے بھی زیادہ نازک تر ہے، اتحاد سے گزر جانا چاہئے تاکہ اقربیت کا معاملہ رونما ہو جائے۔ مصرع لذت نے نشانی بخدا تانا چشتی

[خدا کی قسم جب تک تو نہیں چکے گا شرب کی لذت کو نہیں پہچانے گا]

مکتوب ۱۱۷

ملا شہداد کے نام فنائے قلب و نفس کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔
 دعائیں دینے کے بعد برادرِ ملا شہداد کی خدمت میں عرض کرنا ہے کہ اس فقیہ کے احوال لائق حمد ہیں اور دوستوں کی خیریت کے لئے دعا و امید کی گئی ہے، چاہئے کہ سنت کی ابتلاء میں کوشش کریں اور اوقات کو طاعات کی پابندیوں کے ساتھ آباد کرنے میں پوری پوری کوشش کریں اور ذکر و قلبی توجہ پر پوری ہمت کے ساتھ مداومت رکھیں یہاں تک کہ مذکور (جس کا ذکر کیا جائے یعنی اللہ تعالیٰ) کے ماسوا (سب کچھ) بینہ کی وسعت سے نکل جائے اور اس کا علمی و محیی تعلق اُس (اللہ تعالیٰ) کے ماسوا سے منقطع ہو جائے کہ اگر تکلف سے (بھی) ماسوا کو یاد دلائیں تو (بھی) یاد نہ آئے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ حضورِ دل کا ملکہ (طبیعتِ ثانیہ) بن جائے جیسا کہ سننا قوتِ ماسوا کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے اس وقت فنائے قلبی حاصل ہوتی ہے اس کے بعد اگر محض فضل سے نفسِ حاضر (ذاتِ سالک) بھی زوال کی طرف رخ کرے اور پوری طرح فنا ہو جائے اور حضور و توجہ کی نسبت اس طرف سے منقطع ہو کر اس کے ساتھ مل جائے اور اس کا حضور اس کے ساتھ رونما ہو جائے تو فنائے نفس سے مشرف ہو جائے مصرع
 ایں کار دولت است کنون تا کار دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھے اب کس کو دیتے ہیں]

مکتوب ۱۱۸

مولانا محمد صدیق پشاور کے نام مقام شیخت کی رعایت اور اس کے بعض لوازم کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى، مکتوب مرغوب نے جو کہ آپ نے اس عرصہ میں ارسال کیا تھا موصول ہو کر مسرور کیا حق سبحانہ و تعالیٰ (اپنے) پیسیدہ طریقے پر استقامت رعایت فرمائے اور مبارک مقصد تک پہنچنے کی رکاوٹوں سے بچائے، آپ نے لکھا تھا کہ حکم کے مطابق طالبین کے مجمع کو ایک طرح سے مشغول رکھنا تھا اور کوئی شخص تاثیر کے بغیر نہیں رہتا تھا حتیٰ کہ ان میں اکثر پہلی ہی توجہ میں متاثر ہو جاتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ کا حمد و شکر ہے، اس بڑی نعمت کا شکر بجالائیں اور عجیب (خود پسندی) اور غرور سے ڈرتے رہیں اور اس امر کو جو کہ مقام دعوت ہے عظیم اور بزرگ جانیں اور اس کے حق کی ادائیگی سے (اپنے) قصور کا اعتراف کرتے رہیں اور طالبین کی طرف توجہات کرنے اور ان کے احوال کی جستجو میں تساہل نہ برتیں کہ یہ بہت بڑی عبادتوں میں سے ہے، اس امر سے فراغت اور اس کا حق ادا کرنے کے بعد اپنی طاقت کے مطابق دوسری طاعات مثلاً درس و اذکار میں مشغول ہوں، آپ نے یہ سنا ہوگا: ان احب عباد الله الى الله من جبب الله الى عباده [بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے بندوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے بندوں کے دلوں میں ڈال دے]۔

آپ نے طالبین کی بوالہوسی اور عدم استقامت کی کچھ شکایت کی تھی اور انھیں طریقہ سکھانے سے افسردگی کا اظہار کیا تھا۔ میرے مخدوم! اس زمانے کے اکثر طالبوں کا یہی حال ہے، طالب صلاح کم ہیں لیکن خود استخارہ کرتے اور اس کے استخارہ کرنے اور شرح صدر حاصل ہو جانے کے بعد طریقہ سکھا دینا چاہتے اس کے بعد اگر بے استقامتی اور روگردانی کسی شخص میں ظاہر ہو کہہ دیجیے کہ ہوا کرے اس میں اسی کا نقصان، قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي اَدْعُو الى الله على بصيرة انا ومن اتبعني وَشِيعَتِ الله وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۱۹﴾ [آپ کہہ دیجیے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح پر دعوت دیتا ہوں کہ میں اور میرا اتباع کرنے والے واضح دلیل پر ہیں، اللہ تعالیٰ پاک ہے اور میں مشرکوں سے نہیں ہوں۔]

مکتوب ۱۱۹

مولانا محمد امین کے نام اُن کے خط کے جواب میں جو کہ واردات پر مشتمل تھا اور آیت مبارکہ قُلْ كُلٌّ مِنْ عِندِ الله اور اے مبارک ما اَصَابَكَ مِنْ خَيْرٍ فَالْآیہ کے درمیان توفیق دینے کی

صورت میں اور حضور نقشندہ اور دیگر سوالات کے جواب میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ۔ برادر عزیز مولانا محمد امین کا مکتوب مرغوب
موصول ہو کر فرحت و مسرت کا باعث ہوا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کا ذوق و شوق و توفیق زیادہ کرے
آپ نے ہجرت (جدائی) کے آلام کا اظہار کیا تھا۔ میرے مخدوم! دنیا دار الفرق (جدائی کی جگہ) ہے
دعا کریں کہ ہم دار السلام (جنت) میں اکٹھے ہو جائیں، آپ نے لکھا تھا کہ "ان دنوں میں نیستی (فنائیت)
اور لمحہ اہل دنیا کے تغیر کی دیر تے سرے سے نازہ ہو گئی ہے۔ میرے مخدوم! نیستی (فنائیت) کا دیکھنا
عدم سے تعبیر کیا جاتا ہے جو کہ فنا کا مقدمہ (ابتداء) ہے اور لمحہ اہل دنیا کا تغیر سالک کے شہود سے تعلق
رکھتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل تسائے ربانی بیان ہو چکی ہے۔ اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ تمام اہل جہان
کو حق تعالیٰ جل و علا کے ظہور پاتا ہوا اور مظاہر کے غلط دکھانے والے آئینے میں ذات واحد کے سوا
اور کچھ شہود نہیں ہوتا ہے اور نہیں جانتا کہ معبود کیا ہے اور عابد کون ہے۔ میرے مخدوم! اس دیدار اور اس
شہود کو دوسرے مشائخ کمال جانتے ہیں اور فتح الباب (دروازہ کا کھل جانا) کہتے ہیں اچھا و مبارک ہے،
لیکن اس حال کے غلبہ کے وقت شرعی آداب کی پوری طرح حفاظت (رعایت) کرنی چاہئے اور بندگی
کے حقوق اچھی طرح بجالانے چاہئیں، اور یقین کرنا چاہئے کہ یہ شعبہ صحیح ہونے کی صورت میں محبوب
کی محبت کے غلبہ کی وجہ سے ہے کیونکہ محبت (عاشق) جو کچھ دیکھتا اور جانتا ہے وہ محبوب (معشوق)
کے سوا کچھ دیکھتا ہے اور نہ کچھ جانتا ہے اور جہاں کہیں سے لذت حاصل کرتا ہے (اس کو) محبوب کی
طرف منسوب کرتا ہے اور آپ نے جو عابد و معبود کے درمیان تمیز نہ ہونا لکھا ہے یہ مقام جمع سے پیدا
ہوا ہے کہ جس کو کفر حقیقی بھی کہتے ہیں جب (سالک) فرق بعد الجمع کے مقام میں پہنچتا ہے اور کفر سے
اسلام حقیقی میں آجاتا ہے تو عابد کو معبود سے تمیز (ممتاز) پاتا ہے اور خلق (مخلوق) کو خالق تعالیٰ سے
جدا دیکھتا ہے اور جو کچھ اوپر بیان ہوا کہ یہ شعبہ صحیح ہونے کی صورت میں "کیونکہ کثرت کے آئینوں میں
ذات واحد تعالیٰ مشہود نہیں ہے۔

خلق را وجہ کے نماید اور در کرام آئینہ در آید اور

(وہ مخلوق کو چہرہ کب دکھاتا ہے بلور) وہ کون سے آئینے میں آتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا "سبحان اللہ انا الحق اور سبحانی کہنے والے کو اہل ظواہر لعنت ملامت کرتے
ہیں (برکتے ہیں) شاید وہ نہیں جانتے کہ غیرت کی نسبت سے کیا کھلتا ہے اور اس گرداب والوں کو کیا حاصل
ہوتا ہے انہ "جان لیں کہ ممکنات کے حقایق عداوت میں جنہوں نے کمالات کے انعکاس کے ذریعہ سے امتیاز

حاصل کر لیا ہے، پس ممکنات میں کمالات مرتبہ وجوب سے مستعار و مستفاد ہوتے ہیں اور ان کی ذاتیں عبادات کے سوا کوئی اور چیز نہیں ہوتیں اور جب یہ عبادت کا دیکھنا عارف پر غالب آ جاتا ہے تو وہ ان کا کسی کمالات کو ٹھیک اصل کے سپرد کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو محض عدم دیکھتا ہے اور ہستی اور اس کے توالیع کی بُو اپنے اندر نہیں پاتا اس وقت وہ فنائے حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے نہ کہ اپنے آپ کو عین حق تعالیٰ پائے کیونکہ خودی اس سے زائل ہو چکی اور لانا نیت کی جڑ اکھڑ چکی ہے (اس لئے) ایسا الحق اور اس جیسے دوسرے کلمات نہیں کہتا، معدوم کو موجود حقیقی کے ساتھ کیا اتحاد اور کونسی شرکت ہے، غیرت کی نفی سے مقصود خیر و کمال میں اجتناب تعالیٰ کے ساتھ ممکن کی شرکت کا شکی ہونا ہے اور یہ شرکت کی نفی اس صورت میں پورے طور پر حاصل ہے اس اشتراک کی نفی کے لئے کیا ضرورت ہے کہ ہم عینیت کے قائل ہوں اور جن چیزوں سے بچنا چاہئے ان میں مبتلا ہوں۔ اَن دَوَاتِیوں یعنی آیۃ کریمہ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللّٰهِ کہہ دیجئے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) اور آیۃ کریمہ مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ کہہ دیجئے کہ سبھی کو پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو بھی برائی تجھ کو پہنچتی ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے) کے درمیان توفیق کی صورت آپ نے دریافت کی تھی، جان لیں کہ سیئات کہ جس سے مراد اس جگہ بلیات (آزماشیں) ہیں کا پیدا کرنا حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن جزا بندے کے بُرے اعمال کی وجہ سے ہے اور وہ اپنے عمل کی شامت (برائی) کی وجہ سے بلا و مصیبت کا ٹھکانا نازل ہونے کی جگہ چڑھتا ہے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا ما من مسلم یصیب و صیب ولا نصیب حتی الشوکتہ یشاکھا و حتی انقطاع شمع نعلہ الا بذنب و ما یعفو اللہ اکثر [کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ جس کو کوئی بیماری یا سختی پہنچے حتیٰ کہ اس کو کاٹنا لگے یا اس کی جوتی کا کوئی تسمہ ٹوٹے مگر یہ کہ وہ کسی گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور اکثر گناہوں کو تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔]۔ پس بلا (مصیبت) کی پیدائش اور اس کے پہنچنے کے اعتبار سے فرمایا قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللّٰهِ اور گناہوں کے کسب کے ذریعہ اس (مصیبت) کو خود چرسلط کر لینے کا اعتبار فرمایا فَمِنْ نَّفْسِكَ پس کوئی تضاد (مخالفت) نہیں ہے بخلاف حَسَنَہ (بھلائی) کے کہ محض (اللہ تعالیٰ کا) فضل و کرم ہے، بندہ کے تمام نیک اعمال وجود کی نعمت کا بدلہ بھی ادا نہیں کر سکتے دوسری نعمتوں کو تو کیا پہنچیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَحَدٌ اِلَّا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ قَلِيلٌ وَلَا اَنْتَ قَالَ عَلِیُّو عَلٰی اَلِہِ الصَّلٰوۃ و السلام و ما انا [جنت میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر داخل نہیں ہوگا۔ عرض کیا گیا اور کیا آپ بھی سے ترجمہ کہہ دیجئے سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔]۔ ترجمہ: پس تیری اپنی ذات کی طرف سے ہے۔

نہیں داخل ہوں گے؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور میں بھی نہیں) اور یہ جو دنیا و آخرت کی بعض نعمتوں کو قرآن و احادیث میں بندہ کے عمل کی جزا قرار پایا ہے یہ بھی فضل و کرم کی وجہ سے ہے کہ محض فضل کی وجہ سے بندہ کے عمل کو اس درجہ تک پہنچا دیا گیا ہے ۵

چشم دارم کہ دیدار شکم را حسن قبول آنکہ در ساختہ است قطرہ بارانی را

(اے اللہ) کہ جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا ہے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ میرے آنسوؤں کو حسن قبول عطا فرمائے گا۔ اور نیز جو وجود کہ بالا صالت حضرت معبود تعالیٰ کے لئے خاص ہے وہ ہر خیر و کمال کا مبداء ہے پس مباد حسانت وہی ذات تعالیٰ و تقدس ہے اور عدم جو کہ ممکن کی ذات ہے ہر شر و نقص کا منشا (جائے پیدائش) ہے پس سیئات (برائیوں) کا منشا ذات ممکن ہوئی اور آئیہ کریمہ قل کل من عند اللہ پیدا کرنے کے اعتبار سے ہے منشا اور چیز ہے اور پیدا کرنا اور چیز ہے جیسا کہ کہتے ہیں کتبائات کا منشا (جائے پیدائش) زمین ہے اور مر وارید کا منشا پانی ہے حالانکہ ان کا پیدا کرنا اُس (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی نسبت نقشبندیہ اور ان حضرات کا حضور ایک ایسا شہود ہے جو شاہدی و شہودی کے وصف سے بری (پاک) ہے اور ایک ایسا حضور ہے جو حاضر اور حاضرت کی نسبت سے برتر ہے کیونکہ حیرت سے تعلق رکھتا ہے اور اس مقام میں حتی سچاۃ کا شہود خود بخود ہے اور اس حضور کو حضور بے غیبت بھی کہتے ہیں۔ قدوة المحققین ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) نے لکھا ہے کہ اندراج النہایت فی البدایۃ (ابتدائیں انتہا کا درج ہونا) اس مقام میں صورت پذیر ہوتی ہے اور اس طریقہ میں طالب کو اس نسبت کا حاصل ہونا ایسا ہے جیسا کہ دوسرے سلسلوں میں اپنے پیروں سے اذکار و اواراد کا اخذ کرنا ہے تاکہ اس پر عمل کرے اور مقصود کا پتہ لگائے۔

قیاس کن ز گستاہ من بہار مرا [میرے گلستان سے میری بہار کو قیاس کر]

اور نیز آپ نے مشائخ نقشبندیہ کے بارے میں لکھا تھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم فضلی ہیں کیونکہ دوسروں کی نہایت (انتہا) ہماری بلایت (ابتداء) میں مندرج ہے، پس ان حضرات رضی اللہ عنہم کی نہایت سے کیا مراد ہے؟ میرے مخدوم! اس معنی کا بیان ان اکابر کی کتابوں میں کسی جگہ نظر سے نہیں گذرا معلوم نہیں ہے کہ (سوائے ہمارے حضرت عالی قدس سرہ کے) کسی نے اس معنی کی شرح کی ہو، کیونکہ آپ نے اس سوال کا جواب تفصیل کے ساتھ مکتوبات شریفہ کی جلد اول کے دو سو اکیسویں مکتوب میں لکھا ہے اگر اس معنی کا شوق دانگیر ہو تو وہاں سے مطالعہ فرمائیں اور جو واقعہ آپ نے دیکھا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ قدوة المحققین ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) تمام اولیاء سے حتیٰ کہ فلاں عزیز سے بھی افضل ہیں اور آپ نے

اس واقعہ سے ایک گونا گونا اضطراب ظاہر کیا ہے۔ میرے مخدوم! اضطراب کا کوئی مقام نہیں ہے کیونکہ اس جگہ افضل النفع کے معنی میں ہو سکتا ہے اور اسی معنی میں حضرت خواجہ احرار قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے
سایہ رہبر بہ است از ذکر حق [رہبر کا سایہ حق تعالیٰ کے ذکر سے بہتر ہے]

یعنی پیر کی صورت کی حفاظت کہ جس کو رابطہ کہتے ہیں مرید کے لئے ذکر کرنے سے زیادہ فائدہ مند ہے۔
اور جو واقعہ کہ آپ نے بواسیر کی انگلی کے بارے میں دیکھا ہے وہ آپ نے لکھا تھا، حق یہ ہے کہ فقیر بھی
اس انگلی کو اچھا نہیں سمجھتا۔ حدیث شریف من علق شینا وکلی الیم [جس نے کوئی چیز لٹکائی وہ اس کے
سیر ذکر دیا گیا] کا مضمون آپ نے سنا ہوگا۔ آپ نے لکھا تھا کہ دنیا انصاف لوگ تہمت لگاتے ہیں حالانکہ
ایسا نہیں ہے۔ میرے مخدوم! اگر آپ میں یہ بات نہیں ہے تو (اُن کی تہمت) آپ کے لئے کفارہ ہو جائیگی
دل میں کچھ خیال نہ لائیں نعوذ باللہ من الحور بعد الکود [ہم فراخی کے بعد تنگی سے اللہ تعالیٰ کی
پناہ مانگتے ہیں] حق سبحانہ و تعالیٰ سے استقامت طلب کریں اور اس دور افتادہ کو دعائے فراموش نہ کریں۔

مکتوب ۱۲

مولانا محمد حنیف کے نام، اس کے عرضیہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ بلند حالت اور روشن
واقعہ پر مشتمل تھا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ۔ برادر عزیز مولانا محمد حنیف کا مکتوب گرامی پہنچا بہت
زیادہ خوشی و مسرت کا باعث ہوا حضرت حق سبحانہ قرب کے درجات میں بے حد رفیات غایت فرمائے
آپ نے لکھا تھا کہ ”یہاں پہنچنے کے بعد ایک کیفیت ظاہر ہوتی ہے اور تمام بدن میں سرایت کرتی ہے اچھ“
اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ ایسا سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کو اس نسبت کے حامل ہونے میں کامل دخل
ہو جس قدر تلاوت کرتا ہے وہ نسبت طاقت پکڑتی ہے اور اگر تلاوت میں کچھ خور ہو تا ہے تو اس نسبت میں بھی خور
واقع ہو جاتا ہے۔

میرے مخدوم! ہو سکتا ہے کہ اس کیفیت کا نشا (جائے پیدائش) حقیقت قرآنی ہو اور چونکہ آپ
محبت کا رابطہ اس نسبت والوں کے ساتھ درست رکھتے ہیں اور استعداد کی جمعیت بھی رکھتے ہیں اس کیفیت
اور اس قسم کی اور کیفیات کا حامل ہونا آپ سے نزدیک ہے مختصر یہ کہ مذکورہ نسبت ظلال کی نسبتوں سے
اوپر ہے اور اصل الاصل کے ساتھ وابستہ معلوم ہوتی ہے، آپ نے مخصوص کمالات اور ضمنی نسبت کا شوق

ظاہر کیا تھا ہو سکتا ہے کہ اس سے کچھ حصہ حاصل ہو چکا ہو، اور یہ کیفیت جو آپ نے لکھی ہے اسی کا اثر ہو،
فقیر نے اس بارے میں غور نہیں کیا ہے امیدوار میں ہے۔

ازال طرف نہ پذیرد کمال او نقصان وزں طرف شرف روزگار میں باشد

(اُس اللہ تعالیٰ کے کمال میں تو کوئی کمی نہیں آتی اور میرا درجہ بلند ہو جاتا ہے) آپ نے جدید
مسودات طلب کئے تھے اگر توفیق پائی تو ہم ایک دوست سے کہیں گے کہ اگر اس میں سے کوئی چیز نقل کے
قابل ہو تو نقل کر کے بھیج دے۔ اور یہ واقعہ جو آپ نے دیکھا تھا کہ گویا کوئی شخص اپنے منہ کا تنوک میرے منہ
میں ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ آنسو و عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت جو آنحضرت نے آپ کیلئے دی تھی میں نے
پہنچا دی، نہایت اہل اور امید دلانے والا ہے اگر اس کا اثر فی الحال ظاہر نہ ہو۔

اور جو کچھ آپ نے اپنے دوستوں کے حالات میں لکھا تھا (اس نے) بہت مسرور کیا، تمام حالات
موزوں اور مقبول ہیں ایک دوسرے کے ساتھ دست و گریبان (مربوط) ہیں، اللہ تعالیٰ ترقیات عطا فرما کر مطلب
حقیقی تک پہنچاتے اور چونکہ اعتکاف کے دن تھے اور ضروری کام درپیش تھے زیادہ تحریر کے ساتھ مشغول
نہیں ہو سکا اور ضروری جوابات پر کفایت کی۔ رَبَّنَا آئِمِّنْهُ لَنَا وَادْفِنِنَا بِإِزْقِ اللَّهِ عَلَى كُلِّ تَلٍّ فَدَرَبِہٖ
[لے ہمارے رب ہمارے لئے ہمارے نور کو پورا کر دے اور ہمیں موافق فرما دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے] خطا لکھنے کے بعد
نسبت ضمنیہ کے حاصل ہونے کے بارے میں قدرے غور کیا گیا کچھ واضح نہیں ہوا اگر مقدمہ ہے تو یہ اس بارے
میں پوری طرح غور و توجہ کر لیا۔ اللہ المیسر لکل عسیر (بیشک وہی اللہ تعالیٰ ہی) ہر مشکل کو آسان کرتے والا ہے

مکتوب ۱۲۱

پیرزادہ خواجہ عبد اللہ کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سبقت (پیشقدمی) صل کی طرف ہے؟
اور ظل کسی چیز کے ساتھ مستقل نہیں ہے۔

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے نبی کریم اور ان کی آل اہماد علیہم السلام والصلوات والبرکات
الی یوم التلاد کے طفیل میری خدمت مخدوم و مخدوم زادہ کو دیر تک دوستوں اور بھائی چاہنے والوں کے
سروں پر باقی اور قائم رکھے۔ آپ کے گرامی غایت نامہ کے حدود سے مشرف ہوا امید ہے کہ اس فراق زدہ
ناکارہ کو کبھی کبھی اپنے معطر دل کے گوشہ میں لا کر الطاف و عنایات سے نوازتے رہیں گے، اس طرف سے
مراسر کو تا ہی ہے موافق فرمائیں بیشک کرم کریں سے ظاہر ہوتا ہے۔ مصرع

درخانہ بکد خدا فی ما تدہمہ چیز [گھر میں ہر چیز مالک کی ہوتی ہے] ابتداء میں اس کی طرف سے اور پیش قدمی اصل کی طرف سے ہونی چاہئے، پہلے ہی سے اسی طرح ہونا آیا ہے اور اخیر شوق اس بارگاہ کے ساتھ منسوب ہوا ہے جو خیر و کمال کہ ظل رکھتا ہے اصل سے مستفاد و مستفاد کا ظل کسی چیز میں بھی اپنے ساتھ استقلال نہیں رکھتا اگر وہ خیر و کمال کی نسبت اپنی طرف کرے تو خائن ہوگا اور اصل کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرے گا اس کے حق میں اپنے آپ سے کمال کی نفی کرنا ہی کمال ہے اور خیریت (بھلا ہونے) کے سلب (نفی) میں ہی خیریت (بھلائی) ہے جو حصہ کہ وہ اصل سے رکھتا ہے انتسابات کو اس (اصل) کی طرف لوٹانے کے بعد ظل کے لئے محدود لاشے ہونا ہے جس قدر اصل کا ظہور زیادہ ہوگا اسی قدر ظل کا محو و لاشی ہونا زیادہ ہوگا کسی نے کیا اچھا کہا ہے ۵

معشوق اگرچہ گشت ہمخانہ ما ویران تر از اول ست ویرانہ ما

[اگرچہ معشوق ہمارا ہمخانہ ہو گیا ہے لیکن ہمارا ویرانہ پہلے سے بھی زیادہ ویران ہے] ظل بیچارہ جو کہ نفی ہونے کے سوا اصل سے اور کچھ حصہ نہیں رکھتا اس کے کمال و جمال سے کیا خبر رکھتا ہوگا مگر یہ کہ عدم کے بعد پایا جائے اور ولادت ثانیہ کے ساتھ پیدا کیا جائے پس اس وقت (اس قابل ہو سکتا ہے، کیونکہ) بلو شاہ کی بخشش اس کی ساریاں ہی اٹھاتی ہیں ۵

ومن بعد ہذا مایدق صفاتہ وما کفہ احظی لدیہ واجمل

[اور اس کے بعد وہ مقام ہے جس کی صفات کا بیان بہت مشکل اور وہ مقام جس کا چھپانا اس کے نزدیک زیادہ مناسب نہ رہے] بات دوسری جگہ چلی گئی مقصود یہ ہے کہ اس طرف کی تفصیلات پر نظر نہ کرتے ہوئے غائبانہ توجہ سے فراموش نہ کریں اور اس عاصی کو دے عالجہ و خیر و سلامتی خاتمہ سے یاد فرماتے رہیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۲۲

مولانا محمد صدیق پٹاوری کے نام ان کے احوال کی شرح اور ان سوالات کے جوابات میں جو انھوں نے پوچھے تھے اور ان کے دوستوں کے احوال کی تحسین کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عبدہ الذین اصطفیٰ: آپ کا پسندیدہ مکتوب پہنچا چونکہ اس کی کیفیات

کی استقامت اور احوال کی سنجیدگی کی خبر دینے والا (اس لئے) اس کے مطالعہ نے فرحت بخشی، اللہ تعالیٰ جل و علا کا شکر بجا لائیں اور مزید انعامات کے طالب رہیں لیکن شکر تم لا زین تلمذ (اگر تم شکر کرو گے)

تو میں ضرور تم کو اندر زیادہ دینگا) آپ نے لکھا تھا کہ "خود کو دوسرے عالم میں جانتا ہے اور اس عالم کے ساتھ کوئی تماس (تعلق) نہیں رکھتا" اس کا منشا (جائے پیدائش) باطن کا عالم سفلی سے انقطاع اور عالم علوی کے ساتھ اس کا اتصال ہے لیکن یہ دید (مشاہدہ) عرض کے وقت میں ہے اور نزول کے وقت جبکہ ظاہر و باطن (دونوں) کے ساتھ مخلوق کی طرف متوجہ ہے یہ دید مفقود ہے، اور یہ جو آپ اپنے جُستہ (بدن) کو حجاب کی طرح بے حس و حرکت پاتے ہیں اور مستی کا کوئی اثر اپنے اندر نہیں سمجھتے فنا کی وجہ سے ہے اور جو آپ خود کو انوار میں گھرا ہوا دیکھتے ہیں اور نور کے دریاؤں کو اپنے اندر حلول کرتا ہوا پاتے ہیں اور نور کے اجزائیں سے ہر جزو کو اپنے اجزا جانتے ہیں ہو سکتا ہے کہ بقا کی وجہ سے ہو۔

جان لیں کہ فنا کے نفس میں معنی یہ ہے کہ سالک ذوق (وجدان) کے ساتھ اپنے وجود و تواضع وجود یعنی صفات کمال کو کمالات واجبی (تعالیٰ) کا ظلال پائے اور یہ دید (دیکھنا) ایسی غالب آجائے کہ ان کمالات کو پوری طرح اصل کے سپرد کر دے اور خود کو مُردہ حجاب دیکھے اور اُن کے ساتھ تعبیر نہ کرے، نہ اپنے اندر کوئی ذکر پائے اور نہ کوئی توجہ، محقق (اس مقام پر پہنچنے) کے بعد اس کی توجہ اس کے ساتھ ہے اور بقا و لادیت ثانیہ کے ساتھ وابستہ ہے من قتلته فانادیتہ۔ [جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کا خونہا میں خود ہوا] اس وقت عارف کو اپنے پاس سے اوصاف و اخلاق عطا فرماتے ہیں اور عارف اپنے آپ کو معروف کے اوصاف کے ساتھ زندہ اور جاننے والا اور سننے والا اور دیکھنے والا اور بولنے والا پاتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ فنا و بقا حقیقت میں اس اسم کے ساتھ ہے جو کہ سالک کو بدلتا تعین ہے نہ کہ حق تعالیٰ و تقدس کی ذات اقدس کے ساتھ، اگر فنا و استہلاک ہے اسم میں گرا اور اگر محقق (موجود ہونا) و بقا ہے تو وہ بھی اس اسم کے اوصاف کے ساتھ ہے کیونکہ ہر اسم اسما و صفات کا جامع ہے اور یہ بات کہ سالک بغیر اس کے انتسابات کو اصل سے جانے اور اصل کے سپرد کرے اپنے آپ کو نہ پائے اور معدوم دیکھے تو اس کو عدم سے تعبیر کیا جاتا ہے جو کہ فنا ہے جذبہ ہے کہ اس (کیفیت) سے غور (واپس لوٹنا) ممکن ہے بخلاف فنا کے حقیقی کے جو کہ غور سے محفوظ ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ نماز میں تصور کرتا ہے کہ رکوع اور سجدہ کرنے والا کوئی دوسرا شخص ہے اور نماز کے بعد خاص کیفیت پیش آتی ہے اس طرح ہر کہ باطن تمام کا تمام حلاوت اور لذت اندوزی میں چلا جاتا ہے۔ یہ حالت بہت ہی اچھی ہے اور حالت نماز کی کیفیت کو بغیر نماز کی کیفیت پر بہت زیادہ فوقیت ہے جو لذت کہ نماز ادا کرنے میں خاص کفرض نماز میں ظاہر ہوتی ہے وہ کام کی انتہا کی خبر دینے والی ہے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ واردات اور بلند اشارات والی بشارات کا وارد ہونا اور معارف و اسرار کا

ظہور کمال کے لئے شرط ہے یا نہیں؟ (ان امور کا) شرط ہونا مفقود ہے اگرچہ ان امور کا مرتب ہونا کمال پر (موقوف) ہے۔ اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ وہ علامات جو متوسط و انتہی کے حال سے تعلق رکھتی ہیں کونسی ہیں اور انتہی متوسط سے اور متوسط انتہی سے کن چیزوں کا متنازعہ ہوتا ہے؟ جان لیں کہ متوسط و انتہا کے بہت سے مراتب ہیں ولایت میں کتنے ہی مراتب ہیں جن میں سے بعض بعض کے اوپر ہیں (اس طرح) کہ نیچے کے مرتبہ کی انتہا اوپر کے مرتبہ کی ابتدا ہے اور ولایت کے مراتب طے کرنے کے بعد مرتبہ نبوت کے کمالات ہیں کہ ان (مراتب ولایت) کی نہایت اس (مرتبہ نبوت) کی ابتدا ہے لیکن پہلی (مراتب ولایت) کا کمال و انتہا فنا ہے جس کو اسوا کے مہیاں اور ذوال علوم سے تعبیر کرتے ہیں، اگر اشیاء کے علم حصولی کا زوال ہو تو فنائے قلب ہے اور اگر علم حضوری کا زوال ہے تو فنائے نفس ہے، یہ نیاں قرب ولایت میں فی نفسہ کمال بھی ہے اور دوسرے ان کمالات کے لئے جو اس کے اوپر ہیں شرط بھی ہے اور نماز میں لذت کا متنازعہ ہونا انتہا کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ گذر چکا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ سیر کی انتہا بقا باللہ تک ہے یا فنا و بقا باللہ کے معاملات گذر جانے کے بعد نہایت کسی دوسری چیز سے تعلق رکھتی ہے اور وہ کیا ہے؟ جان لیں کہ فنا و بقا جو کہ اصول اور اصول اصول کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں (ان) کے معاملات سے گذر جانے کے بعد جہل و حیرت کے ساتھ واسطہ پڑتا ہے یہ وہ جہل و حیرت نہیں جو کہ متعارف (مشہور) ہے کہ وہ تو نقص ہے یہ وہ جہل و حیرت ہے جو کہ علم و معرفت پر ہزاروں درجہ فوقیت رکھتی ہے من لم یذق لم یدر [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا] اور نیز اس معاملہ کے گذر جانے کے بعد ایسی نسبت جس کی کیفیت معلوم ہو ظاہر ہوتی ہے کذا و کذا اثم کذا و کذا [یعنی پھراس کے بعد اس قسم کی جہول کیفیت نسبت ظاہر ہوتی ہے اور پھراس کے بعد بھی اسی طرح کی کیفیت پیش آتی ہے] ان معاملات کے بارے میں سوائے اشارات کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ (آپ کی) موجودگی میں اگرچہ میں چاہتا تھا کہ اس قسم کی باتیں آپ کے بیان کووں لیکن چونکہ آپ کے شوق کی باگ کو اس سے بھرا ہوا دیکھتا تھا تو میں بھی سخن کی باگ کو کھیر لیتا تھا اب جبکہ معاملہ سر پر آگیا ہے شوق کی رگ کو حرکت ہوئی ہے فرید چند سطریں آپ کے مقصد کے مطابق لکھتا ہوں غور فرمائیے۔

فنائے نفس کا معاملہ جو کہ اوپر بیان ہو چکا ہے تجلی صفات کا نتیجہ ہے اور اس (مقام) سے گذرنے کے بعد معاملہ تجلی ذات کے ساتھ ہے اور اس تجلی کا معاملہ گفتگو سے باہر ہے ذاتی و وجہانی ہے بیانی و نور جہانی نہیں ہے اس قدر ہے کہ یہ تجلی ذاتی دائمی ہے اس لئے کہ ذات جب تجلی فرماتی ہے تو پھر اس کے لئے استناد (پوشیدگی، چھپنا) نہیں ہے، یہاں سے معلوم ہوا کہ تجلی برقی جو بزرگوں نے کہا ہے

وہ تجلی ذات تعالیٰ و تقدس نہیں ہے (بلکہ) ذات تعالیٰ کے شیونات میں سے کسی شان کی تجلی ہے اور حضرت شیخ ابن عربی قدس سرہ نے تجلی ذات کو اس عبارت سے تعبیر کیا ہے "ذات کی تجلی تجلی لہ کی صورت کے ساتھ ہونے کے سوا نہیں ہوتی پس تجلی لہ نے حق کے آئینہ میں اپنی صورت کے سوا نہیں دیکھا اور اس نے حق کو نہیں دیکھا اور یہ ممکن (مجب) نہیں ہے کہ وہ اس کو دیکھے۔" اور شیخ قدس سرہ نے اس تجلی کو تجلیات کا منہی کہا ہے اور فرمایا ہے "پس اس بارے میں کہ تو تجلی ذاتی کے اس درجے سے ترقی کرے طبع نہ کر اور اپنے آپ کو نہ تھکا۔" اور ہمارے حضرت عالی (عجید الف نانی) قدس اللہ بحانہ سرہ الاقدس نے اس تجلی کو ذات تعالیٰ کے شیونات میں سے کسی شان کی تجلی مقرر فرمایا ہے کیونکہ وہ شان اس اسم کے اصول میں سے ایک اصل ہے جو کہ سالک کا مبداء تعین ہے اور اس تعلق کی وجہ سے عارف کی صورت کی آئینہ داری کی ہے اور اس کے رنگ میں ظاہر ہوئی ہے نہ کہ تجلی ذات تعالیٰ بلکہ تجلی شان بھی تنہا ہی طریق پر نہیں ہے صورت کی آئینہ داری کے ساتھ مقید اور اس کا حکم لے ہوئے ہے۔

آپ نے غائبانہ توجہ کے لئے لکھا تھا کہ کس طرح ہے "توجہ میں حضور و غیب (حاضر اور غائب ہونا) برابر ہے اس معاملہ میں عمرہ واحد ہونا اور اپنے آپ کو متفرق توجہات سے جمع (یکسو) کرنا ہے، اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "مریدوں کے احوال کا علم نہ ہونا نقص کا سبب ہے یا نہیں" جان لیں کہ اختیاری سلوک و تسلیک میں پیر کو مرید کے احوال کا علم ہونا اور اسی طرح مرید کو اپنے احوال کا علم ہونا ضروری ہے اور ہمارے طریقہ میں جو کہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے یہ کچھ درکار نہیں ہے نہ پیر کی جانب میں نہ مرید کی جانب میں کیونکہ اس طریقہ میں فائدہ پہنچانا اور فائدہ حاصل کرنا انوکھا سی اور انصباغی (رنگ میں رنگا جانا) ہے، مرید شیخ کامل کی صحبت میں بقدر محبت اور فانی الشیخ ہونے کے ہر گھڑی اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اس صورت میں فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے میں علم ہونے کی کیا ضرورت ہے، خرپوزہ جو کہ سورج کی گرمی سے پک جاتا ہے کیا ضروری ہے کہ سورج یا خرپوزہ کو پختہ کرنے یا پختہ ہو جانے کا علم ہو، اس طریق میں اپنے شیخ کے ساتھ مناسبت کی جس قدر وجہ زیادہ پیدا کرتا ہے اس کے حق میں اسی قدر انصباغ (رنگ میں رنگا جانا) زیادہ حاصل ہوتا ہے اور مناسبت کے اسباب کا حاصل کرنا ظاہر و باطن میں شیخ کا اتباع کرنے کے ساتھ ہے کہ اپنے اندر بال برابر بھی مخالفت و اعتراض کی مجال نہ پائے کہ یہ راستہ کی نکاوٹ اور خسارہ کا سبب ہے اور نیز اس کی خدمت اور آداب کی رعایت کرنے میں جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے اور پیر کے ساتھ محبت و اعتقاد میں تجلی ہونے میں ہے۔

زان روئے کہ چشم تست احوال معبود تو پیر تست اول

(کیونکہ تیری آنکھ احوال (میرصادق کھینچے والی ہے) اس لئے اول تیرا معبود تیرا پیر ہے)

آپ نے لکھا تھا کہ مریدوں میں فنائے قلبی کے حاصل ہونے تک ان کے ساتھ شوق سے محبت رکھی جاتی ہے اس کے بعد اثر بہت کم معلوم ہوتا ہے اور چنداں اداک میں نہیں آتا۔ میرے مخدوم! ہمارے بزرگوں کی نسبت بلندی کے کمال کی جانب میں جہالت و حیرت سے زیادہ قریب ہے جس قدر ظلال کی قید رہائی پاتا ہے اور اصل کے ساتھ تعلق پیدا کرتا ہے علم و معرفت کے مقامات میں ہے اسی قدر زیادہ دور جا پڑتا ہے۔ قدوة المحققین ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سرہ الاقدس نے لکھا ہے: "باطن کی نسبت جس قدر جہالت میں جائے گی اسی قدر زیادہ اچھی ہوگی" مریدوں کو اذکار و طاعات کی پابندی میں مشغول رکھیں اور خدمات کے بجالانے اور آداب کی رعایت کرنے کی ترغیب دیتے رہیں اور بیکار نہ چھوڑیں امید ہے کہ بزرگوں کی خاص نسبت سے بہرہ ور ہوں گے، مقصود نسبت کا حاصل ہونا ہے اس کا علم ہونا دوسری بات ہے اگر دیں تو بہت اچھا اور خوب ہے ورنہ غم نہیں ہے، نسبت جب دیر سے اور تکلیف اٹھا کر حاصل ہوتی ہے تو قدر و منزلت رکھتی ہے اور جو چیز آسانی سے اور جلدی حاصل ہو جاتی ہے کچھ زیادہ قدر و منزلت نہیں رکھتی اور اگر کوئی شخص جلد بازی کرے وہ ہوا ہوس ہے طالب اور صحبت کے قابل نہیں ہے، لوگ کمینے دنیا کے طلب کرنے میں کیا کچھ تکلیفیں نہیں اٹھاتے حق جل و علا کی طلب اس (تکلیفیں اٹھانے) کی زیادہ حقدار ہے بزرگوں نے اس طلب میں بہت سی ریاضتیں کی ہیں درعمری گزاری ہیں

اودھری شصت سال سختی دید

بر سر پایے چلہ داشتہ ام

تاشے روئے نیک بخشی دید

نجم وحدت بسینہ کاشہ ام

[اودھری نے ساٹھ سال تک سختی دیکھی تب کہیں ایک رات نیک بخشی کا چہرہ دیکھا۔ میں نے چلہ کو ٹھوکر پر رکھا]

(یعنی حقیر جانا ہے اوم وحدت کا بیج سینے میں بویا ہے)۔ فنائے قلبی جو کہ ہمارے طریقہ میں بعض طالبوں کو

سہولت کے ساتھ حاصل ہو جاتی ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کسی کی آنکھیں باندھ دیں اور یکایک

منزل پر پہنچا دیں اور کئی سالوں کا راستہ آنکھ جھپکنے میں طے کر دیں، ہزاروں احوال و مواجید و تلویات

اور متلونہ و غیر متلونہ الوان و توار کے مشاہدات اور کشوف و واردات جو کہ حقیقی مقصد سے اتنا زیادہ

تعلق نہیں رکھتے اس نسبت کی گرد کو بھی نہیں پہنچتے، اور طالبان کے حق میں اس معنی کا حاصل ہونا

آسان کام نہ جانیں اور سیر الی اللہ کا دائرہ کہ جن کا اندازہ پچاس ہزار سال کے راستہ کے ساتھ کیا

گیا ہے پوری طرح طے کرنے کو آسان نہ جانیں اور تلویات سے پوری طرح نکلنے اور تمکین کے ساتھ

مل جانے کو خیر امر خیال نہ کریں ہاں یہ معاملہ دوسرے کمالات کی بنیاد ہے جو کہ اس کے اوپر ہیں

ایسا ہے جیسا کہ دریائے محیط کے بالمقابل ایک قطرہ ہے

آسمان نسبت بعرش آمد فروز ورنہ بس عالی سمت پیش خاک تو د

[آسمان عرش کی بہ نسبت بہت نیچے واقع ہوا ہے ورنہ خاک کے تودہ کے سامنے تو بہت ہی بلند ہے]

حضرت شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردی) قدس سرہ کتاب عوارف (عوارف المعارف) میں خوارق و کرامات کے ذکر کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عنایات ہیں ایک جماعت کو اس کے ساتھ مشرف کرتے ہیں اور کبھی (ایسا) ہوتا ہے کہ ان سے بزرگ ایک جماعت ہوتی ہے کہ ان کو ان خوارق و کرامات میں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ سب خوارق و کرامات ذات تعالیٰ کے ذکر سے خفیہ ہیں اور قلب کے ذکر کے ساتھ تجویہ (یعنی ملکہ حضوری حاصل کرنے پر) کم درجے کے ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ ملا عبد اللہ نام ایک دوست ایک ہفتہ میں خلبے قلبی کو پہنچ گیا اور ابتدائے زمانہ سے ایک ماہ کے بعد اس نے اپنے ذکر کے جو احوال ظاہر کئے وہ سب خائے نفس کے مشابہ ہیں اور اس فنا کی علامات ظاہر ہوتی تھیں۔ میرے مخدوم، ایہ نادر اور عجیب و غریب امور میں سے ہے مگر بہت کم لوگوں کو اس تیزی کے ساتھ یہ دونوں دولتیں میسر ہوتی ہوں گی۔ آپ نے لکھا تھا کہ ملا ادریس بہت بلند احوال رکھتا ہے اور اس کی صحبت اثر کرنے والی ہے استخارے بعد لوگوں کی ایک معینہ تعداد کو ذکر سکھانے کی اجازت اس کو دے دی گئی ہے۔ میرے مخدوم، اجب مشا را لید (شخص مذکور) اس تعداد کو پورا کرنے تو پہلی تعداد سے دو چار یا اس سے زیادہ کی اس کو اجازت دیدیں اور اسی طرح تعداد برہائے رب اور بوقت اس میں شرعی طریقوں اور صوفیوں کی عادات و اطوار پر استقامت سمجھیں اور فنا و تکلیف کا معاملہ مشاہدہ کریں اگر بہتر جائیں تو استخاروں کے بعد سفارت کے طریق پر سنت نبوی علی مصدرہا الصلوات و التسلیات پر استقامت کی شرط کے ساتھ مطلق اجازت دیدیں۔ اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ صوفی محمد شریف جو کہ مریدوں میں سے ہے کابل سے آیا ہے اس کی نسبت و حال کو اپنی نسبت و حال سے فائق پایا۔ میرے مخدوم! فقیر نے بھی اس عزیز کے ساتھ ایک مجلس میں محالست کی تھی اور بہت خوش ہوا تھا لیکن فوقیت رکھنے میں توقف ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم کو اوڑھ لے گا اور تمام بھائیوں کو کرامت و ترقی و توفیق میں زیادتی عطا فرمائے۔ رَبَّنَا آتِنَا لَنَا نُورًا وَ اَحْفَظْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [اے ہمارے رب! ہمارے لئے ہمارے نور کو پورا فرما دے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے]۔

۲۷۵

مکتوب ۱۲۳

مرزا عبید اللہ کے نام بلند ہمتی پر ترغیب اور دوسرے مشاہدات پر اس شہودی فضیلت کے بارے میں جو کہ احکام شرعیہ میں رونما ہوتا ہے تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: برادر ازار شدار جنم کا مکتوب عزیز میر دوست محمد نے پہنچا کر خوشوقت کیا، اللہ تعالیٰ عافیت اور نزقات کے ساتھ رکھے۔ آپ نے لکھا تھا کہ غیر وغیرت کے شہودی اس حد تک کامل نفعی ہوگئی ہے کہ کسی ظلی اور اعتباری مغایرت کو بھی پسند نہیں کرتا بلکہ کوئی دوسرا وجود ثابت کرنا کفر معلوم ہوتا ہے اس کے باوجود بندگی اور عبادت کی رعایت اپنی جگہ پر قائم ہے اور آپ ظاہری شرع کے طریقوں سے حتی الامکان ایک دقیقہ بھی ترک نہیں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اجل سلطانی کا شکر بخالائیں کہ باطن اس قسم کے حال سے پوری طرح مغلوب ہو اور ظاہر آداب شرعیہ پر قائم رہے، حق سبحانہ و تعالیٰ دن بدن استقامت کو زیادہ کرے کیونکہ یقینی نجات اس میں ہے اور اس کے ماسوا میں خطرہ ہے ہمت کو بلند رکھیں اور ان احوال کو وصول کے لئے ساز و سامان جائیل ترقی کے ذریعے تصور کریں اور مطلوب کو درہم اور اب طلب کریں اور شہود و مشاہدہ سے باہر تلاش کریں۔ ایک بزرگ نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا عرض کیا یا رسول اللہ! انوحید کیا چیز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کچھ تیرے دل میں وسوسہ گزیرے یا تیرے خیال میں آئے اللہ بخانہ و تعالیٰ اس سے ملور ہے۔ آپ نے لکھا تھا "حضرت خاتمت علیہ من الصلوٰت اوہما من التسلیمات اتمہا کی حقیقت کے ساتھ محبت کرنا ایک کامل ترین مقام ہے اور احکام شرعیہ کے غوامض (بارکیاں) خاص شکلوں میں کیفیت کے بغیر متجلی ہوتے ہیں اور مقصود کے چہرہ کو دوسرے آئینوں سے زیادہ صاف انکشاف بخشتے ہیں" میرے مخدوم! اس شہود کو جو کہ احکام شرعیہ کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے ان شہودات کے ساتھ جو اس عالم فانی کے آئینوں میں ظاہر ہوتے ہیں کیا نسبت؟ اس لئے کہ احکام شرعیہ کو عالم آخرت کے موجودات کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ اس عالم میں ممکن کے وجود کی جانب کو ترجیح دیکر صفات کے حسن و جمال کا مظہر بنائے گئے جو کہ ان کے وجود میں ثابت ہیں بخلاف اس عالم فانی کی موجودات کے کہ ممکن کے عدم کی جانب کو ترجیح دیکر اس حسن و جمال کا مظہر بنایا گیا ہے جو عدم صفات کے احتمال کی جانب میں نمودار ہوا ہے اس لئے کہ صفات واجبی کے لئے کہ ہر دو عالم (عالم فانی و عالم آخرت) کی موجودات

جن کے مظاہر ہیں جس طرح ان کے وجود کی جانب میں حسن و جمال موجود ہے (اسی طرح) ان کے عدم کے احتمال کی جانب میں بھی حسن و جمال ثابت ہے لیکن جو حسن کہ عدم میں نمودار ہوتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ حنظل کو شکر کے ساتھ غلاف (SUGAR COATED) کر دیں اور شیریں محسوس کر دیں اس لئے آخرت کی لذتیں اور نعمتیں سب پسندیدہ، مقبول اور ترقی بخش ہوئیں اور آخرت رضا کا گھر ہو اور دنیا غضب کا گھر ہوگی اور اس کی فانی نعمتوں میں مشغول ہونا پسندیدہ ہو کیونکہ اس مقلم کا حسن و جمال عدم کے زہر آب کے ساتھ مخلوط ہے، اس معاملہ کی تحقیق ہمارے حضرت عالی قدس سرہ کے مکتوبات کی جلد ثالث کے مکتوب صدر میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے وہاں سے طلب کریں، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ احکام شرعیہ جو کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و تنویہ ہیں (یہ سب) خطاب انہی ہیں جو کہ صفت کلام سے تعلق رکھتے ہیں پس اس جگہ نفسِ اسم کا ظہور عدم کے آئینوں کے بغیر ہوگا اور ان تمام ظہورات کو جو کہ عدم کے آئینوں میں اسماء کے ظلال کے ساتھ وابستہ ہیں اس ظہور سے کیا مساوات اور کونسی نسبت ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ ”اس وقت میں لوگ طریقہ کے لئے بہت زیادہ مجبور کرتے ہیں“ میرے مخدوم! جس جگہ طالبِ صادق دیکھیں اور استخارہ موافق آجائے اور دل بے تکلف متوجہ ہو جائے تو طریقہ بتا دیں ورنہ مجبوری نہیں ہے لیکن اگر بعض دوسرے اور اندیشے اس کام میں پیش آئیں تو ان سے استغفار ضروری ہے۔ آپ نے ولایتِ کبریٰ کے کمالات اور نبوت کے خصائص اور قدرة المحققین ہمارے حضرت عالی قریب اللہ بسره الاقدس کی ولایت کے خواص میں سے بعض کجاہے میں دریافت کیا تھا میرے مخدوم! ان امور میں سے اکثر حضرت عالی (قدس سرہ) کے مکتوبات میں واضح اور شرح ہیں (ان کو) مطالعہ فرمائیں، اگر کسی جگہ کوئی پوشیدگی رہ جائے (سمجھ میں نہ آئے) تو دریافت کر لیں، ولایت سے گانہ کہ ولایتِ صغریٰ، ولایتِ کبریٰ اور ولایتِ علیا میں کی تفصیل مکتوباتِ شریفہ جلد اول کے مکتوب ۲۱۷ میں ہے اور حضرت عالی (قدس سرہ) کی ولایت اور اس کی خصوصیات مکتوباتِ شریفہ کی جلد ثالث کے مکتوب ۱۰۷ و ۱۰۸ میں مذکور ہے (وہاں) دیکھ لیں اور اچھی طرح غور کریں کیونکہ ہر مکتوب ایک گہرا سمندر ہے (ان) بے پایاں اسرار میں غوطہ لگانا چاہئے تاکہ (ان) چاروں مکتوبات میں سب بھینٹاں موتیوں کو نکالے اور (اپنے) مقام سے نہ ہٹے اور دو گانہ شکر بجالائے۔ البتہ بہت سے ایسے اسرار ہیں جو تحریر کی قید میں نہیں آتے ہیں لیکن وہ تحریر میں پوری طرح ادا نہیں ہو سکتے (بلکہ) صحبت پر موقوف ہیں۔

آسودہ شے با پید خوش بہتا ہے تابا تو حکایتِ کتم از ہر بابے

[ایک فرصت کی رات اور اچھی جا نرہی ہوئی چاہئے تاکہ تجھ سے ہر چیز کے بارے میں بیان کر دیں] السلام اور اذکارِ صاحبزادگان و متعلقاتِ اطمینان و سکون کے ساتھ رہیں۔

مکتوب ۱۲۴

مولانا محمد صدیق کے نام عوام و خواص اخلاص الخواص کے ایمان کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔
 اللہ تعالیٰ امراتہ شہود کو جو کہ ظلال کے ساتھ وابستہ ہیں طے کرنا کہ غیب الغیب کے ساتھ جو کہ
 اصل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے ایمان نصیب کرے اور اس وصل سے جو کہ پانی معلوم ہونے والے
 سراب کی مانند ہے رہائی دے کہ کام کی حقیقت تک پہنچائے، ایمان بالغیب یا عوام کو نصیب ہے یا
 اخلاص الخواص کا حصہ ہے کہ جنہوں نے کمالات نبوت سے کچھ حصہ پایا ہے اور وہ نہایت انتہایت
 سے بقدر استعداد آگاہ ہیں، خواص و متوسطین شہود کی لذت کے ساتھ خوش ہیں اور وصال کے
 خیال کے ساتھ مطمئن ہیں کسی نے خوب کہا ہے ۵

بوقت صبح شور، پچور و زعلومت کہ باکہ باختم عشق در شب دیجور

[صبح کے وقت تجھ کو دن کی طرح معلوم ہو جائے گا کہ تو نے اندھیری رات میں کس کس کے ساتھ عشق بازی کی؟]
 جو سو سوتیرے دل میں آئے اور جو کچھ تیرے خیال میں گذرے پس اللہ تعالیٰ اس کے خلاف (ماوراء)
 ہے عوام کا ایمان بالغیب ظلمانی و نورانی پردوں کے پیچھے سے ہے اور خواص اگرچہ ظلمانی
 پردوں سے پوری طرح رہائی حاصل کر چکے ہیں لیکن نورانی پردوں سے پوری طرح نہیں نکلے اور
 ان میں پھنسے ہوئے ہیں اور ان کے شہود کو مطلوب کا شہود تصور کر لیا ہے اور جو عشق باز یاں کہ صرف
 مطلوب سے کرنی چاہیں ان کے ساتھ کرنے لگے ہیں اور اخلاص الخواص کا ایمان بالغیب نورانی
 و ظلمانی پردوں سے گذرنے کے بعد ہے، یہ بزرگوار دوسرے گروہ کے شہود کو پس پشت ڈال کر
 ذات ورا ماوراء کے گرفتار ہیں، انہوں نے یقین کیا ہے کہ اس عالم میں اس مقدس مرتبہ سے یقین کے
 سوا اور کچھ نصیب نہیں ہے کیونکہ رویت (دیدار باری تعالیٰ) کا وعدہ آخرت میں کیا گیا ہے، اگرچہ
 وہ کسی قسم کا پردہ حائل نہیں رکھتے لیکن بصر و بصیرت (ظاہری و باطنی نظر) کا ضعف شہود کے
 ادراک سے مانع ہے، ان دونوں ایمانوں اور دونوں غیبوں کے درمیان بہت فرق ہے: رَبَّنَا
 أَتُخِمْ لَنَا نُورَنَا وَاعْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [اے ہمارے رب! ہمارے لئے ہمارے

مکتوبہ ۱۲۵

مولانا حسن علی کے نام و عطا و نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

اَسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّکُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّآتِیَ یَوْمَ لَا تَمْرُدُ لَکُمْ مِنْ اِلٰهِ مَا لَکُمْ مِنْ مَّالٍ جَآ
 یَوْمَئِذٍ وَّ مَا لَکُمْ مِنْ نَّصِیْرٍ [قبل اس کے کہ ایسا دن آپہنچے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ٹوٹانے والا
 نہیں ہے تم اپنے رب کا حکم مانو، اس روز نہ تمہارے لئے کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تمہارے لئے کوئی (اللہ سے)
 روک ٹوک کرنے والا ہوگا] پس صوفی کی شان رب الارباب (اللہ تعالیٰ) کی طرف شوق کرتے ہوئے
 اس کے احکام ماننے کی طرف جلدی کرنا اور پسندیدہ کاموں اور درجات کو طلب کرتے ہوئے
 نیکیوں اور عبادات کی طرف سبقت کرنا ہے۔ سَارِعُوْا اِلَیْ مُغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا
 السَّمٰوٰتُ (تم اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف جس کا عرض تمام آسمان ہیں جلدی کرو) پس اس کی
 عظمت و کبر بانی کے میدان میں عارفین کے قلوب سرگشتہ ہیں اور اس کی ملاقات کے شوق میں مجتہدین کے
 جگر جل رہے ہیں پس اس شخص پر افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی اور اس شخص پر حسرت
 جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام (کے معاملہ) میں حد سے تجاوز کیا، تو اس چیز کی تعمیر میں مشغول نہ ہو جس کی تخریب
 (بربادی) کا سمجھ کو حکم دیا گیا ہے اور تو اپنے باطن کی تعمیر اور اس کی پاکیزگی میں کوشش کرو اور تو کسی چیز
 کی طرف نظر نہ کر مگر اس وقت جبکہ تو اللہ سبحانہ کو اس کے قبل اور اس کے بعد دیکھے اور کسی کے ساتھ
 صحبت اختیار نہ کر مگر اس وقت جبکہ تو اللہ تعالیٰ کو اس کے ساتھ دیکھے اور تو جان لے کہ بیشک
 وہ عزت شان شکستہ و غمگین، بکثرت گریہ و زاری کرنے والے، محبت کی آگ میں جلتے والے، غفلت والی
 فکر سے خالی، دارالغرور (دنیا) سے کنارہ کش اور دارالقرار (آخرت) کے لئے تیار رہنے والے دل کے
 ساتھ ہے خبردار! مالداروں اور ظالموں کی ظاہری آرایش کی طرف مائل نہ ہوں۔ اَلَا اَتَاٰکُمْ فِیْ هٰذِیْۤهٖ
 مِّنْ اٰیٰتٍ رَّحْمٰتِیْۤہٗۤ اَلَا اِنَّہٗ یُحِیْطُ بِکُمْ [آگاہ رہ کہ بلاشبہ یہ لوگ اپنے رب سے ملنے کے بارے میں شک و شبہ
 میں ہیں آگاہ رہ کہ بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے] والسلام

مکتوبہ ۱۲۶

شاہ خواجہ نیرمدی کے نام آیت کریمہ اسْتَجِیْبُوْا لِلرَّبِّکُمْ الْاٰیۃ میں ذکر کی ہوئی استجابت کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ بیشک تمام کمالات شریعت غریب میں مندرج ہیں۔

اسْتَجِیْبُوْا لِلرَّبِّکُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّیۡتِیَ یَوْمَ لَا مَرَدَّ لَکُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَکُمْ مِنْ مَّالٍ جَآ یَوْمَیۡنَ وَمَا لَکُمْ مِنْ دَکۡیۡرٍ [قبل اس کے کہ ایسا دن آپہنچے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ٹوٹانے والا نہیں ہے، تم اپنے رب کا حکم مانو، اس روز تمہارے لئے کوئی جلتے پناہ ہوگی اور نہ تمہارے لئے کوئی (اللہ سے) روک ٹوک کرنے والا ہوگا] ظاہری استجابت (ماننا) احکام شریعت کے ساتھ آراستہ ہونا اور سنن مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے ساتھ جو کہ ظاہر کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں زمین حاصل کرنا ہے اور باطنی استجابت حق تعالیٰ و تقدس کے ماسوا سے انقطاع و بی تعلقی پیدا کرنا اور اللہ تعالیٰ کے اُن اسرار و معارف کے ساتھ جن کا تعلق باطن سے ہے آراستگی حاصل کرنا ہے۔ پہلی بات (ظاہری استجابت) شریعت کی صورت ہے اور دوسری بات (باطنی استجابت) شریعت کی حقیقت ہے، پس ظاہری و باطنی کمالات شریعت حقہ کے دائرے میں داخل ہیں، لہذا شریعت کی صورت اصل ہے اور اس کی حقیقت اس پر مرتب ہونے والا پھل ہے پس یہ (شریعت) کَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ (اس پاکیزہ درخت کی مانند ہے جس کی اصل (جڑ) ثابت (قائم و مضبوط) ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں) پس اصل (جڑ) کی قوت کے مطابق پھل اور شاخیں اکثر و اعلیٰ ہونگی پس کمال وصول کی علامت کمال تقویٰ و کمال ابتلاء شریعت غریب، (دار الغرور (دنیا) سے کنارہ کشی اور دارالقرار (آخرت) کے لئے تیار رہنا ہے اور نبی مختار اور آپ کی آل برابر اور تمام انبیاء کرام و ملائکہ عظام اور تمام صالحین پر صلوٰۃ و سلام ہو جب تک رات اندھیری اور دن روشن ہوتا رہے (یعنی ہمیشہ ہو) آمین۔

مکتوب ۱۲۷

افادت دستگاہ شیخ میرک شاہ کے نام ممکن کی حقیقت اور فائدے حقیقی کی وضاحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

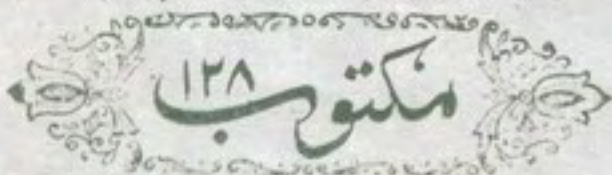
حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نبی کریم اور آپ کی آل اجماع علیہم الصلوٰۃ والبرکات الی یم الدنیا کے طفیل (آپ کی) ذات بابرکات کو (اپنے) قرب کے مدارج میں جذبات و عنایات کے ساتھ ترقیات عطا فرمائے۔ (یہ فقیر) نہیں جانتا کہ اس عالی جناب (آپ) کی خدمت میں کیا لکھے، ممکن بیچارہ کہ جس کو مطلوب حقیقی کو

استہلاک و اضمحلال (فنا و نیستی) کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہے اس کے کمال سے کیا حاصل کرے اور اس
 حُسن و جمال کا کس طرح پتہ لگائے کیونکہ اس کی ذات عدم ہے کہ جس نے کمالات و جود کی انعکاس
 کے واسطے سے نمود بے بود پیدا کر لی ہے اور اس نمود بے بود کے ساتھ اپنے آپ کو کامل و خیر خیال کر لیا
 اور اس بے بنیاد نمود پر طویل بنیاد رکھی ہے اور جب (اللہ تعالیٰ کی) عنایت سبقت کرتی ہے اور
 اصل کا کمال پر تو ڈالتا ہے اور معاملہ کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے تو انعکاسی کمالات اصل کی طرف
 لوٹ جاتے ہیں اور امانت اہل امانت کی ہو جاتی ہے، عارف صحرائے عدم کی طرف رُخ کر لیتا اور
 اپنی ہستی سے جدا ہو جاتا ہے اس وقت وہ فنائے حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے اور ممکن اگر اپنی
 طرف خیر و کمال کی نسبت کرے تو خائن ہوگا اور اصل کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ ظاہر کرے گا، کمال
 اس کے حق میں اپنے آپ سے کمال کی نفی کرنا ہے اور اچھا ہونا (اس کے حق میں) اچھا ہونے کی نفی کرنے
 میں ہے یہ دیدار و یہ اختلاع (اپنی ہستی سے جدا ہونا) اس محبت کی زیادتی کا اثر ہے جو اس نے اصل کے
 ساتھ پیدا کی ہے کیونکہ کمال محبت کا مقتضا محبت کا فنا ہو جانا اور محبوب کو باقی رکھنا ہے۔
 عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت ہر چہ بحر معشوق باقی جملہ سوخت

[عشق وہ شعلہ ہے کہ جب وہ جل اٹھا تو معشوق کے سوا کچھ باقی ہے اُس نے سب کو جلادیا] اور اصل کا ظہور
 جس قدر زیادہ ہوگا اس شرکت سوز محبت کا غلبہ بھی اسی قدر زیادہ ہوگا اور محبوب و فنا بہت بھی
 اسی قدر زیادہ ہوگی۔

آئرا کہ بحسن دیدہ تیز است ایں عشق بلائے خانہ خیر است

[جس شخص کی آنکھ حُسن کے لئے تیز ہے اس کے لئے یہ عشق خانہ خیر آفت ہے] حضرت حق سبحانہ نبی اُمّی علیہ
 علی آلہ الصلوٰات والبرکات العلی کے طفیل کہ جن کی آنکھ نے کبھی نہیں کی اور حد سے تجاوز نہیں کیا ہم فرقتِ رُود
 کو ان معانی کے ساتھ کچھ ایمان نصیب فرمائے اور اس سرچشمہ سے کچھ مشروب عطا کرے۔



حافظ عبد الغفور کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مواجید کا طالب ماسوی کا طالب ہے۔

میرے مخدوم! چونکہ آپ شکستہ (دل) فقر کے ساتھ اللہ عز و جل کے لئے محبت رکھتے ہیں امید ہے
 کہ نتیجہ بخش ہوگی اور کام میں کشادگی پیدا کریگی۔ احوال کی تلویحیات (رنگارنگیاں) جو بعض طالبین کو

فنا و بقا کے درجے تک پہنچنے سے پہلے اثنائے راہ میں حاصل ہوتی ہیں مقاصد میں سے نہیں ہیں اور وہ حق تعالیٰ کا غیر ہیں، طالب حق جل و علا کو اس سبحانہ و تعالیٰ کے ماسوا سے روگردانی ضروری ہے تاکہ توجہ کا قبلہ منتشر نہ ہو جائے، پس احوال و مواجید کا طالب ماسوا کا گرفتار ہے بیشک البتہ فنا و بقا مقاصد میں سے ہے اس کے حاصل کرنے میں کوشش کرنا اور اسی طرح اس کی طلب کرنا اہم کاموں میں سے ہے کیونکہ ولایت اُس کے ساتھ وابستہ ہے اور حق سبحانہ کی معرفت جو کہ انسان کے پیدا کرنے سے مقصود ہے اس پر موقوف ہے دیگر جس قسم کا ولولہ شوق اور شعلہ عشق کہ حجاز میں پیش آتا ہے وہ حقیقت میں درکار نہیں ہے اس لئے کہ وہ (حقیقی) عشق و محبت چونکہ اس بے کیف بیچون (بے مثل) کے ساتھ ہے (اس لئے) بیچونی (بے مثل ہونے) کا کچھ حصہ رکھتا ہے اسی لئے اس کو بعض بزرگوں نے ارادۂ طاعت سے تعبیر کیا ہے کبھی (ایسا) ہوتا ہے کہ وہ محبت چون کے لباس میں ظاہر ہوتی ہے اور غمرہ و زاری ظاہر کرتی ہے اور کبھی (ایسا) ہوتا ہے کہ اس طریق پر ظاہر نہیں ہوتی اور اپنی بے کیفی کی حقیقت پر رستی ہے بلکہ جائز ہے کہ بعض اوقات اس محبت کی نفی کرے اور حالانکہ حقیقت میں محبت کمال پر ہو، کیا تو نہیں دیکھتا کہ عالم مجاہدیں کسی شخص کو کوئی چیز اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہیں ہے کیونکہ مال اور بیوی بچوں میں سے جس چیز کو بھی وہ دوست رکھتا ہے اپنے لئے دوست رکھتا ہے اور اپنی محبت میں کوئی غمرہ و شوق درمیان میں نہیں ہے اور یہ جو ہم نے (اوپر) ”عالم مجاہدیں“ کہا ہے یہ اس لئے (کہا) ہے کہ عالم حقیقت میں محبوب حقیقی اپنی ذات سے بھی زیادہ محبوب ہے اسی لئے فنا اس محبت کا اثر ہوئی مصحح ”گرایں سودا بجان بودے چہ بودے“ [اگر یہ سودا جان کے ساتھ ہوتا تو کیا ہوتا] اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت بھی اسی قسم سے ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: لَنْ يُوْمِنَ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحِبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ وَاهْلِهِ وَنَاسِهِ جَمِيعًا (تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ہرگز مومن نہ (کامل) نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان، اس کے اہل و عیال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں) اور تریخ طریقت چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قائم مقام اور اللہ تعالیٰ کے فیوض کے پہنچنے کا ذریعہ (ہوتا) ہے (اس لئے) اس کی محبت بھی اسی طریقہ پر ہونی چاہئے، والسلام

مکتوب ۱۲۹

مولانا محمد صدیق کے نام اس واقعہ عالی کی تعبیر میں تحریر فرمایا جو انھوں نے لکھا تھا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: مدت ہوئی کہ اس برادر دینی کی طرف سے کوئی خط موصول نہیں ہوا، دل منتظر ہے، ہر حال میں جمعیت کے ساتھ رہیں اور انسانی کمال کو پہنچیں اور درافتادہ دوستوں کو سلامتی خاتمہ کی دعا سے فراموش نہ کریں، اس سے کافی عرصہ پہلے آپ نے لکھا تھا کہ "خواب میں دیکھتا ہے کہ ٹیڑھی دیوار کے اوپر جو نہایت بلند اور باریک ہے چڑھا ہے اور ڈرتے اور کانپتے ہوئے نہایت خوف کے ساتھ اس دیوار کے اوپر عبور کیا ہے اور اس دیوار کی ایک گز یا دو گز (جگہ) رو گئی تھی کہ دیوار کی پشت سے گر پڑا اور پھر مضبوط ہو کر اوپر اچھی طرح باندھ کر سینکڑوں مشقت کے ساتھ اپنے آپ کو دیوار کے اوپر کیا اور جب دیوار کی پشت پر نگاہ کی تو دیکھا کہ چند سطر جلی قسم کے ساتھ اس دیوار کے اوپر لکھی ہوئی ہیں "هَذَا جدار العشق وسيف المحبة" [یہ عشق کی دیوار اور محبت کی تلوار ہے] ان کلمات کو دیکھتے ہی فقیر کے اندر سے نعرہ بلند ہوا اور اپنے آپ کو ہوا میں معلق پایا اسی اثنا میں افاقہ حاصل ہو گیا الخ

میرے محذور! ہو سکتا ہے کہ یہ دیوار عین ثابۃ کی تمثیل ہو کہ اصل ولایت اس کے وصول کے ساتھ وابستہ ہے اور اس تک وصول تعین امکانی سے سالک کی فنا اور حق تعالیٰ کی طرف سے عطا کئے ہوئے وجود کے ساتھ اس کی بقا کا سبب ہے اس لئے وہ سیف محبت ہوگی اور چونکہ عین ثابۃ کا یہ تعین اطلاق (ذات مطلق) کے چہرے پر ایک پردہ ہے اس لئے عشق کی دیوار اور معشوق کا پردہ ہوگی کیونکہ عشق بمعنی معشوق ہے اور (یہ بھی) جائز ہے کہ عشق بمعنی عاشق ہو اور ہزار کی اضافت عشق کی طرف اضافت بیانیہ ہو اور اس مرتبہ پر عاشق کا اطلاق اس مرتبہ کے ساتھ عاشق کے بقا و تحقق کے اعتبار سے ہو اور یہ تعین اگرچہ وجود مہووب کے ساتھ حاصل ہوا ہے لیکن جزو ہونے کے کوجہ سے نہیں نکلا ہے اور اطلاق سے نیچے کے درجے میں ہے اور عاشق جس مرتبہ میں بھی ہو معشوق کا حجاب ہے۔ انت الغامۃ علی شمسک فاعرف حقیقتک [تو اپنے سورج پر ایک بادل ہے پس تو اپنی حقیقت کو پہچان لے] اور اس کو اوپر چڑھنا اس تعین کے حجاب کے رفع ہونے اور مرتبہ اطلاق کے شہود سے کنایہ ہے اور ہوا میں (معلق) ہونا یا تو اس تعین سے بالکل گزر جانے اور اس کے اوپر سیر کرنے سے کنایہ ہے یا نزول مراد ہے جس کو سیر عن اللہ باشد سے تعبیر کیا جاتا ہے جو کہ سیر فی اللہ کے بعد حاصل ہوتی ہے اور یہ تعبیر اس سے زیادہ مناسب ہے کہ اس دیوار کو تعین امکانی کے ساتھ تعبیر کیا جائے اور اس واقعہ کی ایک اور ہیئت اعلیٰ تعبیر ہے جو کہ مغلہ

۲۸۳

قدوة المحققین ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سبحانہ بسره الاقدس کے اسرار میں سے ہے وہ معنی سیر دست آپ کے حوصلہ کے لائق معلوم نہیں ہوتے اِذَا كَانَ يَشَاءُ رُبِّيْ شَيْئًا وَسِعَ رُبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا

[مگر یہ کہ میرا رب کوئی چیز چاہے، میرا رب علم کے اعتبار سے ہر چیز کا احاطہ کے ہوتے ہے] چونکہ آپ کی محبت اس نسبت والوں کے ساتھ ایک طرح سے درست ہے (اس لئے) امیدوار رہیں فان المرء مع من احب [پس بیشک آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] آپ اجمالی محبت رکھتے ہیں اور تفصیل کا شوق نہیں رکھتے اس کی بھی قدر کریں اور غنیمت جانیں اور زیادتی کے طالب رہیں وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا [اور آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے رب میرا علم زیادہ فرما]۔

فریادِ حافظ ایں ہمہ آخر ہرزہ نیست ہم قصہ غریب و حدیث عجیب بہت
حافظ کی یہ فریاد آخر فضول تو نہیں ہے یہ تو نادر قصہ اور عجیب بات ہے [والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

مکتوب ۱۳

خواجہ محمد حکیم ولد قاضی اسلم کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تمام کمالات سرور کا انکسار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتبل میں منحصر ہیں اور اس بات کے بیان میں کہ مرشد کے باطن سے فیض حاصل کرنا میرے کی محبت کے اندازے کے مطابق ہے۔

حمد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بعد شفقت شاعر کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس حدود کے فقر کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اور اللہ سبحانہ سے آپ کی سلامتی اور شریعت پسندیدہ و سنت منورہ مصطفویہ علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والنجیۃ کے راستہ پر آپ کی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے پس بیشک ظاہری و باطنی کمالات شریعت منورہ کے دائرے میں مندرج اور قائم الانیار علیہم الصلوٰۃ والبرکات العلیٰ کے اتبل میں منحصر ہیں پس جزیہ و سلوک (کی) آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آثار سے امید رکھی جاتی ہے اور فنا و بقا (دونوں) آنحضرت کے طریقوں (سنتوں) میں موجود ہیں اور تینوں لواہتین یعنی صغریٰ و کبریٰ و علیا آپ کے سمندروں کے قطرے ہیں اور نبوت و رسالت (دونوں) آنحضرت کے انوار سے ماخوذ ہیں اور مقطعات قرآنیہ آنحضرت کے اسرار کے معجز ہیں صلی اللہ علیہ وسلم

گرامی نامہ نے جو کہ آپ نے اس دور افتادہ ناکارہ کے نام موسوم فرمایا تھا پہنچ کر مسرور کیا، امید ہے کہ آپ اس طریقہ کی نگہداشت رکھیں گے باطنی تعلق کے سلسلہ کو جاری رکھیں گے جو کہ دعا اور غائبانہ توجہ کا سبب ہے اور اس بات کی کوشش کرتے رہیں گے کہ یہ سلسلہ اور زیادہ قوی ہو جائے اور کمال کو پہنچ جائے کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ فیض پہنچانے والے کے باطن سے برکات جاری ہوتا اس تعلق کے مطابق ہے

طالب کا باطن ان انوار سے جس قدر زیادہ روشن ہوگا فیض پہنچانے والے کے باطن سے صورتِ فیض کا
ظہور اسی قدر زیادہ کامل ہوگا کسی نے خوب کہا ہے۔ مصرع

بقدر آئینہ حسنِ تومی نماید روے [تیرا حسن بقدر آئینہ رونما ہوتا ہے]
دوستوں سے سلامتی خاتمہ کی دعا کی امید کی گئی ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۳۱

حافظ محمد شریف کے نام فنائے قلب نفس حاصل کرنے کی نصیحت ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذين اصطفى: کلام مجید کے حافظ کے خدام اس دلفناہ (کی طرف)
سے دعائیں پڑھیں اور دعائے خیر سے فراموش نہ کریں اور اوقات کی تعمیر میں کوشش کریں اور ظاہر باطن
میں ورع و تقویٰ (پرہیزگاری) کے ساتھ رہیں اور قرب و قیامت کو نصب العین بنائیں اور ذکر و حضور
مراقبہ پر اتنی ہمیشگی کریں کہ حضور کے یہ معنی دل کی صفتِ راسخہ (ملکہ) بن جائے اور یاد کر کے تکلف سے نجات
حاصل ہو جائے جیسا کہ سنا قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصہ کی صفت ہے اور چونکہ وہ بارگاہ
مقدس (اللہ تعالیٰ) کے عراسمہ خالص دین چاہتی ہے اور شرکت کے ساتھ راضی نہیں ہے (اس لئے) کوشش کریں
کہ نہ کوہ (اللہ تعالیٰ) کے ماسوا (ہر چیز) میدانِ قلب سے سامانِ باندھ لے (رخصت ہو جائے) اور ماسوا سے
اس کا علمی و حسی تعلق اس حد تک ختم ہو جائے کہ اس نسیان کے واسطے سے جو اس کے دل کو ماسوا سے حاصل
ہوا ہے اگر تکلف کے ساتھ بھی ماسوا کو یاد کرے تو میسر نہ ہو، اس وقت سالک فنائے قلبی کو پہنچ جاتا ہے اس کے
بعد اگر محض فضل سے نفس حاضر (ذاتِ سالک) بھی درمیان سے سامانِ باندھ لے اور کوچ کا نقارہ بجائے
اور ذکر و توجہ و حضورِ انور بخود ہو جائے تو فنائے نفس سے مشرف ہو جاتا ہے اور تخریرِ معرفت کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے۔
دادیم تراز گنجِ مقصود نشان گریمانہ رسیدیم تو شاید برسی

[ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانے کی نشاندہی کر دی، اگر ہم نہ پہنچے تو شاید تو ہی پہنچ جائے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۳۲

یہ بھی حافظ محمد شریف کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

جناب برادرِ م حافظ محمد شریف اوقات کی حفاظت اور نسبتِ باطن کے شرف سے مشرف ہو کر اس کی کیفیت کے زیادہ کرنے میں کوشاں رہیں، آپ نے ذکرِ قلبی کے دوام کے بارے میں لکھا تھا مبارک ہے کوشش کریں کہ ذکر سے مذکور تک پہنچ جائیں اور دال (رہنمائی کرنے والا) سے مدد لیں جس کی طرف رہنمائی کی جائے، تک آجائیں اور صورت سے حقیقت کے ساتھ ہو جائیں اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہو جائیں کسی نے خوب کہا ہے کہ

قوے ز وجود خویش فانی رفتہ ز حروف در معانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے] اس پر مزید لکھئے، کی گنجائش وقت میں نہیں ہر

آسودہ شبے باید و خوش ہمتا بلے تابا تو حکایت کم از ہر بابے

[ایک فرصت کی رات اور اچھی چاندنی ہوتی چاہئے تاکہ میں تجھ سے ہر چیز کے بارے میں بیان کروں] والسلام والا کرام۔

مکتوب ۱۳۳

مولانا محمد صدیق کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں جو کہ حالات و سولات پر مشتمل تھا تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے، مکتوبِ مرغوب پہنچا، آپ نے لکھا تھا کہ ابتدائے حال میں اپنے آپ کو محبت کے غلبات میں اہل شغل کی جماعت سے ممتاز پایا تھا، اب اپنے آپ کو ایک طرح سے خالی اور نکاحِ خیال کرتا ہے کہ تمام مخلوقات سے کمتر شمار کرتا ہے اور اپنے اندر کسی قسم کی قبولیت کی بونہیں سمجھتا اور اپنے شغل و اذکار و مراقبہ کو ناجائز سمجھتا ہے الخ۔ امید ہے کہ اس سے زیادہ خراب خالی ہو جائیں گے اور عدمِ محض کے ساتھ مل جائیں گے اور ہر وقت فقر ذاتی منظور ہوگا اور امانتِ اہل امانت کے سپرد اور عدمِ دوسرے عدم کے ساتھ ہو جائے گا، اوقات کی تعمیر اور عبادات و ریاضات کے وظائف کی پابندی جس قدر دین کے غنیمت و محمود ہے اور ترقی بخشنے والی اور باطن کو نورانی کرنے والی ہے اگرچہ اس کا اثر بظاہر بہت کم محسوس ہو اور اس کا ذوق و لذت فی الحال ادراک میں نہ آئے۔

آپ نے الہام اور نیک امور کا خیال دل میں آنے کے درمیان فرق دریافت کیا تھا۔ آپ جان لیں کہ الہام بھی دل میں آنے والے خیالات میں سے ہی ہے لیکن ان دونوں میں جس چیز سے امتیاز کیا جاسکتا ہے وہ الہام کی ہوتی چیز کے ساتھ یقین یا غلبہِ ظن کا حاصل ہونا اور اس کے ساتھ باطن کا انشراح ہے اور نیز صاحبِ الہام سمجھتا ہے کہ کس جگہ سے القا (ہوا) ہے اور دل میں آنے والے خیال کا منشا (جائے پیدائش)

اس شخص کا نفس ہے اور بس۔ اور آپ نے فنائے رومی و سہری و خفی و اخفی کی علامات اور ان میں سے ہر ایک کے مابہ الامتیاز کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ میرے مخدوم میر دست وقت اس تفصیل کی یابوری نہیں کرتا کیونکہ (وقت) گنجائش نہیں رکھتا اور قاصد روانہ ہو رہا ہے اگر کسی دوسرے وقت کچھ معلوم ہوا اور توفیق پائی تو انشاء اللہ تعالیٰ لکھے گا، اتنا کہ نفس کامل طور پر فنا ہونا ان لطائف کی فنا کو شامل ہے کیونکہ فنا سے پہلے بھی اور فنا کے بعد بھی ان لطائف عشرہ کا ریس وہی ہے خیار کم فی الجاہلیۃ خیار کم فی الاسلام اذا فقهوا (تم میں سے جو لوگ جاہلیت میں بہتر ہیں وہ اسلام میں (آنے کے بعد) بھی بہتر بن گئے جبکہ وہ سمجھ حاصل کر لیں) اگر آپ اس مکتوب میں غور کریں جس میں طریقہ کا بیان ہے تو امید ہے کہ آپ ان لطائف میں سے ہر ایک کی فنا کو الگ الگ سمجھ لیں گے۔ میرے مخدوم! دین اور طریقہ میں نئے پیدا شدہ امور سے بچنا ضروری ہے، طریقہ میں کوئی ایسی نئی بات لوگ پیدا کریں جو کہ بزرگوں میں نہیں تھی وہ اس بدعت کی مانند ہے جو مکمل دین میں نئی پیدا کی جائے، طریقہ کی برکتیں اس وقت تک جاری رہتی ہیں جب تک لوگوں نے اس طریقہ کو نئے پیدا کئے ہوئے امور سے آلودہ نہ کیا ہو۔ **إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا أَمْرَهُمْ** (اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ لوگ اپنے آپ کو نہ بدلیں) علم شرط ہے۔

مکتوب ۱۳

مولانا حسن علی کے نام اس طریقہ عالیہ کے بزرگوں کی تعریف میں اور ان کے اسرار عالیہ کے اشارات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: حضرت حق سبحانہ، شریعت منورہ اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ علیہ وآلہ الصلوٰت والتسلیمات کی سنت کے طریقہ پر قائم و دائم رکھے۔ میرے مخدوم! ہمارے بزرگوں نے سنت پر عمل کرنا اختیار کیا اور بدعت سے پرہیز فرمایا ہے جو امور کہ دین میں نئے پیدا ہو گئے ہیں اگرچہ وہ بظاہر باطن کے لئے فائدہ مند معلوم ہوں ان پر عمل نہیں کرتے اور ابتلع سنت کو اگرچہ وہ بظاہر حقیقت میں فائدہ مند معلوم نہ ہو ترک نہیں کرتے اسی لئے ان (بزرگوں) کا طریقہ بلند ہوا اور ان کے وصول کا پیش طاق (چھجی) اونچا ہو گیا ان بزرگوں کی ہدایت (ابتدا) نہایت (انتہا) آمیز ہو گئی اور انہوں نے کام کی حقیقت سے آگاہی حاصل کر لی اور ظلال سے گذر کر اصل کے ساتھ مل گئے اور انبیاء کرام

علیہم الصلوٰۃ والتحیات والبرکات والتسلیمات کے مخصوص کمالات سے کامل حصہ پایا اور فیصلہ کر دیا کہ نبوت ولایت سے افضل ہے اگرچہ اُس نبی ہی کی ولایت ہو اور جو فیصلہ کہ اس کے برخلاف ہوا ہے انھوں نے اس کو سُکرِ وقت پر محمول کیا ہے اگر ان اکابر کے معاملہ کی حقیقت سے ذرہ بھر بھی بیان کرے تو قریب ہے کہ نزدیک کے لوگ دوری تلاش کریں اور واصلین ہجر (جہائی) کے راستہ پر دوڑیں، سننے والا ہوش سے جاتا رہے اور کلام کرنے والے کو طاقت نہ رہے۔

فریادِ حافظ! ہمہ آخر ہرزہ نیست ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

[حافظ کی یہ سب فریاد آخر فضول تو نہیں ہے یہ تو نادر قصا اور عجیب بات ہے] قرآن مجید کی آیاتِ مشابہات اس کا ایک رمز ہیں اور فرقانِ حمید کے مقطعات اس کا ایک اشارہ ہیں، یہ دولتِ اصالت کے طور پر (یعنی بلا واسطہ) انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کو حاصل ہے اور کامل وارثوں کو بھی ان بزرگواروں (انبیاء علیہم السلام) کے اتباع کی وجہ سے وراثت کے طور پر حاصل ہے اگرچہ قلیل و نادر درجے میں ہو، پس آپ پر خاتمِ الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والبرکات کا اتباع لازم ہے تاکہ آپ ان کے برکات کو حاصل کر لیں اور ان کے اذواق (مزوں) کو چکھیں اور ان کی شفاعت کے ساتھ قیامت کی ہلاکت گاہوں سے نجات پائیں۔ والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم [آپ پر اور آپ کے پاس والوں پر سلام ہو]۔

مکتوب ۱۳۵

یہ بھی مولانا حسن علی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ منصبِ قضا سے عہدہ برآ ہونا بہت ہی مشکل ہے۔

حمد و صلوة اور تبلیغِ دعوات کے بعد برادرِ عزیز مولانا حسن علی، اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کے حال کو نیک کرے اور اس کی امیدیں پوری فرمائے، کو عرض کرتا ہے کہ اس حدود کے فقہاء کے احوال حمد کے لائق ہیں، اُس بھائی (آپ) کا خط پہنچا، اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کی جمعیت (اطمینان) کے ساتھ رکھے اور ناسوا کی دید و دانش سے رہائی دے اور آفاق و انفس سے ترقی بخشنے۔ اور آپ نے قاضی محمد رفیع کے بارے میں جو لکھا تھا، میرے مخدوم! یہ معاملہ اگرچہ صحت سے تعلق رکھتا ہے لیکن مشارِ الیہ (شخصِ مذکور) کے شوق کو دیکھ کر طریقہ لکھتا ہے حق سبحانہ فائدہ مند بنائے، منصبِ قضا سے عہدہ برآ ہونا بہت ہی مشکل ہے قاضی کو شرع کا پابند ہونا چاہیے تاکہ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس (قدر) علم و تقویٰ کے باوجود اس منصب کو قبول نہیں فرمایا۔ ڈرتے اور کانپتے رہنا چاہئے اور ہمیشہ

آہ وزاری کے ساتھ اس منصب سے رہائی کی دعا کرنی چاہئے، لقمہ میں احتیاط اس راستہ کی شرط ہے،
یہ معنی حسن ادا کے ساتھ مشارالہ (قاضی محمد رفیع) کو بیان کر دیں۔ والسلام علیکم

مکتوب ۱۳۶

ملا بعت اللہ کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

برادر عزیز مولانا نعمت اللہ! اللہ تعالیٰ جل شانہ کے انعامات کے ساتھ ممتاز رہیں، آپ کا خط
پہنچا، اوقات کی تعمیر میں پوری پوری کوشش کرتے رہیں اور مخلوقات کے ساتھ میل جول بقدر ضرورت
کریں اور شب بیداری کو غنیمت جانیں اور اپنے کردار پر گریہ وزاری کرتے رہیں اور اس دور افتادہ کو
دعا کے ساتھ یاد کریں، والسلام علی من اتبع الهدی [جس شخص نے ہدایت کی پیروی کی اس پر سلام ہو]۔

مکتوب ۱۳۷

۲۸۹

میرزا عبید اللہ کے نام اجمالی طور پر دقیق اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ (جملہ احوال قابل شکر ہیں۔ اور اُس
را اللہ سبحانہ سے آپ کی عافیت واستقامت اور قرب کے مدارج میں ترقی درجات اور ولایات ثلاثہ کے
مراتب تک پھر اُن سے علوم ولایت تک پہنچنے اور مرتبہ نبوت کے کمالات سے حصہ پانے پھر ان کو قائم الانبیاء
علیہم علیہم علی آل کل الصلوات والبرکات کے مقام تک اطلاع پانے کے لئے دعا کی گئی ہے تاکہ نفس کامل
درجہ کا اطمینان حاصل کر لے اور سینہ کو کماحقہ انشراح حاصل ہو جائے اور مختلف عناصر میں اعتدال پیدا
ہو جائے پس وہ خلقت و محبت ذاتیہ سے حصہ اور ان پوشیدہ اسرار سے بہرہ حاصل کر لے جن کی طرف صحابی
کی زبان سے اشارہ کیا گیا ہے کہ ”اگر میں اُن اسرار کو تم پر فاش کر دوں تو ضروریہ کلا کاٹ دیا جائے“ اور
تجھ جان لینا چاہیے کہ ولایت صغریٰ کے کمالات حاصل کرنے میں عمدہ چیز مراقبہ اور قلبی اذکار یعنی
اسم ذات و نفی اثبات کا ذکر ہے اور آخری دونوں ولایتوں (ولایت کبریٰ و علیا) کے حاصل کرنے میں
نفی اثبات کا زبان کے ساتھ ذکر کرنا (تہلیل لسانی) ہے اور جو کمالات مرتبہ نبوت کے ساتھ وابستہ ہیں
ان کے حصول میں مدد دینے والی چیز قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور نمازیں پڑھنا بالخصوص فرض نمازیں

پڑھنا ہے پھر اس کے بعد وہ مقام آتا ہے جس میں نہ عمل کے لئے کوئی نتیجہ ہے اور نہ ہی اعتقاد کے لئے کوئی اثر ہے، وہاں ترقی محض فضل و احسان کماۃ وابستہ ہے اور یہ مقام اصالت کے طور پر انبیائے مرسلین علیہم السلام والبرکۃ کے ساتھ مخصوص ہے اور ان کے تابع ہو کر دوسروں کے لئے بھی اس مقام حصہ ہے پھر اس کے اوپر وہ کمال آتا ہے جس میں بفضل سے محبت کی طرف ترقی ہوتی ہے پس اس کمال کے حصول میں ترقی کرنا محبت صرفہ (خالص محبت) پر موقوف ہے، اور محبت میں بھی محبت و محبوبیت دو کمال ہیں پس محبت ذاتیہ کے کمالات کا طور اصالت کے طور پر کلیم (حضرت موسیٰ) علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور محبوبیت ذاتیہ کے کمالات پہلے تو حبیب خدا علیہ وعلیٰ آلہ فضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کے ساتھ مخصوص ہیں اور پھر ان دونوں (کلیم و حبیب علیہما الصلوٰۃ والسلام) کے طفیل سے دوسروں کے لئے ان دونوں کمالات کی امید ہے۔ والسلام

مکتوب ۳۸

مولانا محمد صدیق کے نام بلند ہستی کی ترغیب اور اس راہ کو منکشف کرنے میں تحریر فرمایا کہ توجہ کے برخلاف غیر توجہ میں نسبت زیادہ ہوجاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: آپ کے گرامی نامہ نے پہنچ کر خوشوقت کیا، آپ نے اپنے آپ کو ناقص دیکھے اور بلند ہستی اور حاصل کے ہوئے امور پر اکتفا نہ کرنے کے بارے میں (جو کچھ) لکھا تھا (وہ) نیک و مبارک ہے، ممکن بیچارہ جو کم فی نفس خیر و کمال سے خالی ہے کمال اس کے حق میں نقص کی دیدار و کمال کی نفی کرنا ہے اور بھلا ہونے کی نفی اور نقص و شریت کے مشاہدہ میں بھلائی ہے، اپنے آپ کو مومہوم کمال سے خالی کرنے اور امانت (اہل امانت کو) واپس کرنے کے بعد اس قابل ہوا کہ غنی مطلق (راشد تعالیٰ) سے بھیک مانگے اور گدگری کرے اور چونکہ اس (حق تعالیٰ) کے عطیات و کمالات کی کوئی حد نہیں ہے اور اس (مبتدہ) کا پیاسا اور مفلس ہونا بھی کمال درجہ کا ہے (اس لئے) جس قدر ہمت کو بلند کرے اور قلّٰیٰ منّٰیٰ (کیا اور بھی ہے) کی صدا لگائے اس کو منزا رہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "جس وقت ارادہ کرے متوجہ اور مراقب ہوتا ہے تو خاطر خواہ نسبت محسوس نہیں ہوتی اور جب توجہ کو ترک کر دیتا ہے تو بلا طلب و بے ارادہ مخصوص نسبت محسوس ہوتی ہے اور اسی لئے مراقبہ میں بہت کم مشغول ہوتا ہے، میرے محمد دم! باطنی نسبت جس قدر اصالت کی طرف جاتی

اور ظلمت کی قید سے آزاد ہوتی جاتی ہے ظاہر کے ادراک (پانے) سے دُور چاڑھتی ہے اور مراقبہ کے احاطہ میں نہیں آتی، مراقبہ کمالات ظلی کے ساتھ وابستہ ہے اور کمالات اصلی سے بہت کم حصہ رکھتا ہے، شہود و مشاہدہ والے حضرات مراقبہ کے ساتھ لذت حاصل کرتے ہیں اور جو شخص شہود سے گزر چکا ہے وہ مراقبہ میں بہت کم مشغول ہوتا ہے۔ جانتا چاہئے کہ یہ جو کچھ بیان ہوا اہل انتہا اور خاص خواص کا معاملہ ہے اور خواص و متوسطین کے لئے اس معنی کا لازمی ہے کہ جب سالک کا ظاہر اپنے باطن کی طرف توجہ نہیں رکھتا تو باطن اپنے معاملہ میں مشغول ہے اور کسی مزاحمت کے بغیر اپنے مقصد میں لگا ہوا ہے اور جب ظاہر باطن کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو باطن کو بھی ظاہر کے ساتھ ایک گونہ توجہ پیدا ہو جاتی ہے اور اس مشغولیت میں جو کہ وہ اپنے معاملہ میں رکھتا تھا کچھ فتور آ جاتا ہے اور اس سکون و حضور میں خلل واقع ہو جاتا ہے، واللہ سبحانہ الملہم بالصواب [اور اللہ سبحانہ ہی صحیح بات کا اہلکار ہے والہی]

مکتوب ۱۳۹

پشاور کے دوستوں کے نام عارف کامل کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا

برادرانِ کرام خواجہ محمد صدیقی و مولانا حسن علی اور ملا نعمت اللہ کی طرف حمد و صلوة اور تسلیع
 دعوات کے بعد عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو خواہشات و ارادات سے فنا نصیب فرمائے اور اپنی مرضیات
 و تمام کمالات کے ساتھ بقا عطا فرمائے اور تقویٰ کے لباس سے زینت بخشے اور تجلیات کے زیور آراتہ
 کرے اور انھیں شیون کی تفصیلات سے ذات کے اجمال کی طرف عروج عطا فرمائے کیونکہ جو عارف کامل
 بقایذاتی کے ساتھ مشرف ہے وہ اپنے جمال کو جہانوں کے آئینوں میں مشاہدہ کرتا ہے اور اپنی ذات کو کلی
 و اجمالی طور پر اور عالم کو اپنے مظاہر و تفصیل دیکھتا ہے اور اپنی ذات کو افرادِ عالم میں سرایت کئے ہوئے
 اور اس طرح احاطہ کئے ہوئے معائنہ کرتا ہے جس طرح گل اپنے اجزاء کو احاطہ کئے ہوئے ہوتا ہے بلکہ اُن
 میں سے بعض کو ایسا احاطہ ہے جیسا کہ ذات کا احاطہ صفات کے لئے ہوتا ہے پس اس کے لئے ذات ہے
 اور اس کے ماسوا صفات کے مظاہر ہیں اور یہ آخری قسم کاملین میں سے بعض افراد کے ساتھ مخصوص ہے
 نادر ہونے میں اس کے لئے غنقا کا حکم ہے اگر کوئی (اس کا) پانے والا ہزاروں سال کے بعد (اس کو) پالے تو بیشک
 اس کو غنیمت جانتے سے اگر پادشہ ہمدرد پیر زن بیاید تو ابے خواجہ سبلیت مکن
 [اگر بادشاہ ہمدرد پیر عورت کے دروازے پر آجائے تو ابے خواجہ نو حدر نہ کر]

مکتوب ۱۲

شیخ عظیم جلال آبادی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت بعض درجات کی ہیں اور بعض وہی، اور اعتقاد عمل کو بعض میں دخل ہے اور بعض میں دخل نہیں ہے۔

حمد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس حدود کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ دور افتادہ دوست بھی ان کی کے راستہ پر ہوں گے اور سیدکائنات فخر موجودات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات کی متابعت پر ظاہری و باطنی طور پر قائم ہوں گے اور اس متابعت کے درجات و مراتب ہیں، حضرت قبلۃ الواصلین اسوۃ المحققین خلیفۃ اللہ فی العالمین ہمارے حضرت عالی قدر اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے مکتوبات جلد ثانی کے مکتوب ۴۵ میں متابعت کے سات درجے قرار دیئے ہیں اگر ہر کے کو اس مکتوب کا مطالعہ کریں، ان میں سے پہلے دو درجے کسی ہیں جو کہ ظاہری و باطنی اعمال سے تعلق رکھتے ہیں اور تیسرا درجہ ایک لحاظ سے کسی اور ایک لحاظ سے وہی ہے کیونکہ اس کے مبادی و مقدمات (ابتدائی امور) کسی ہیں اور فی نفسہ وہ وہی ہے، چوتھا درجہ وہی ہے لیکن اعتقاد و عمل کو اس کے حصول میں دخل ہے، پانچواں اور چھٹا درجہ اس سے بھی بلند تر ہے اور ساتویں (درجے) کے بارے میں کیا لکھے (وہ تو نہایت بالاتر) خواص اہل اللہ کے اس قسم کے اذواق کے مطالعہ سے مقصود دو چیزیں ہیں (اول) اپنے غرور و قصور پر اطلاع ہونا دوم ان اکابر کے کمال پر ایمان لانا کہ یہ برکات کا پھل دیتا ہے اور (اس سے) ان حضرات کے ساتھ محبت میں زیادتی حاصل ہوتی ہے تاکہ المرء مع من احب [آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہے] کی بشارت میں داخل ہو جائے۔ والسلام والاکرام

مکتوب ۱۳

میرزا عبید اللہ بیگ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ موجود حقیقی کو مہم کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں ہے حمد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بعد برادر م عبید اللہ بیگ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ کے مکتوب لطیف نے جو کہ احوال شریفہ پر مشتمل تھا پہنچ کر خوشوقت کیا، اس میں جو یہ درجہ تھا کہ "توحید علم کو بدل دینے کے سوا (اور کچھ) نہیں ہے اس پر فنا کا اطلاق بعید ہے" اور نیز درجہ تھا کہ "تمیزیہ کو اس مرتبہ تک ظاہر کرتے ہیں کہ تشبیہ کی طرف ہرگز رخ نہیں رکھتی اور تشبیہ کو اس کمال کے ساتھ جلوہ گر کرتے ہیں

کہ ہرگز منہ پر کے ساتھ کوئی نزاع نہیں رکھتی۔ یہ سب درست و معقول ہے، موجود حقیقی کو (موجود) مہوم کے ساتھ کیا نزاع اور کونسا تضاد ہے، موجود ایک ایسے مرتبہ میں موجود ہے کہ جہاں مہوم کا کوئی نام و نشان نہیں ہے، آئینہ کو اُس صورت کے ساتھ جو اس میں منعکس ہوئی ہے کوئی نسبت نہیں یہ نہیں کہہ سکتے کہ صورت آئینے میں داخل ہے یا اس سے خارج ہے، اس کے ساتھ متصل ہے یا اس سے جدا ہے ہی نسبت مہوم کو موجود کے ساتھ ہے کہ دونوں ایک ہی مرتبہ میں ہیں آئینہ خارج میں ہے اور صورت و ہم کی اختراع کی ہوئی ہے، توحید اس مرتبہ میں اگرچہ علم کو بدل دیتا ہے لیکن اس مشہور عبارت کو کہ وجود مہوم کی فنا وجود حقیقی کی بقا میں ہے اس معنی کی طرف پھیرا جاسکتا ہے، اور آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ ”اب فکر (شہود کے) جس نتیجے پہنچتی ہے دوسرے شرعی اعمال (بھی) وہی شہود بخشے ہیں“ (یہ) درست ہے، اللہ تعالیٰ اس دید کو کمال تک پہنچائے اور احکام شرعیہ میں سے ہر حکم سے مطاب کی طرف راستہ کھولے۔
والسلام

مکتوب ۱۴۲

محمد کاشف کے نام اس سوال کے جواب میں جو انہوں نے ذکر لسانی نفی اثبات کے بارے میں کیا تھا کہ (اس میں) کلمہ محمد رسول اللہ کو کلمہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ کتنی بار میں ملائے اور نماز وتر کے بعد سجدہ کرنے کے متعلق اُن کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا۔

۲۹۳

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد برادر رشید خواجہ محمد کاشف معرض کرتا ہے کہ آپ نے جو مکتوب اس اثنا میں حال (فلی) کے ہاتھ عصاؤں کے ساتھ بھیجا تھا پہنچا اور (عصاؤں) کو پہنچایا، اللہ سبحانہ قبول فرمائے۔ آپ نے دریافت کیا تھا کہ کلمہ طیبہ نفی اثبات کے تکرار کے وقت کلمہ مبارکہ محمد رسول اللہ کو بھی اس کے ساتھ ملائے یا نہ ملائے، اور اگر ملائے تو کتنی مرتبہ کے بعد ملائے؟ جواب (کتنی) مرتبہ کا کوئی تعین نہیں ہے ہر دس یا بیس یا ہر چالیس یا سو کے بعد ملائیں اور اس کلمہ کے تکرار سے اپنے مقاصد اور ارادوں کی نفی کریں تاکہ اپنے ارادوں سے پوری طرح خالی ہو جائیں اور واحد حقیقی و مطلب تحقیقی کے سوا کچھ مقصود نہ رکھیں، اپنی مراد تلاش کرنا بندگی کے مقام کے لائق نہیں ہے، مشائخ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ تیرا مقصود ہے وہ تیرا مبعود ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص نے اپنی فکر کو ایک فکر بنالیا اللہ تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت کی فکر کوں کے لئے کافی ہوتا ہے اور ایک روایت میں تھا واحد اہم المعاد یا ہم الآخرۃ [ایک فکر یعنی فکر معاد یا فکر آخرت] آیا ہے معاد یا آخرت سے مراد

دارالتخلود (میشگی کا گھر) ہے جو کہ داراللقاء (ملاقات کا گھر) اور پوٹنگاوی کلاس روم (اصل کی طرف بازگشت) (نوش) ہو جیسا کہ مولوی (رومی) علیہ الرحمہ نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے

ہر کسے کو دور ماندا ز اصل خویش باز جوید روزگار و صل خویش

[جو شخص کہ اپنی اصل سے دور رہ گیا وہ اپنے اصل کا وقت پھر سے تلاش کرنے]۔ آپ نے دوسرا سوال وتر کے بعد سجدہ کرنے کے بارے میں کیا تھا، فقیر نے اس کا جواب روایت کے ساتھ اس سے پہلے بھیج دیا ہے تعجب ہے کہ نہیں پہنچا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا عمل اور ہمارے حضرت عالی (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) کا عمل نہیں ہے اور علمائے اس کو منع کیا ہے (اس لئے) کرنا نہیں چاہئے (کتاب سنن الہدیٰ میں ہے کہ نماز وتر کے بعد دو سجدے کرنا اور ان کے درمیان جلسہ (بیٹھنے) کے ذریعے فصل کرنا اور اس (جلسہ) میں آیت الکرسی پڑھنا کہ ان دونوں سجدوں پر بلاد ہند میں عمل کیا جاتا ہے اخبار و آثار (احادیث و روایات صحابہ) میں ان دونوں سجدوں کی کوئی اصل نہیں ہے اور فقہ مختار میں بھی ان دونوں کے لئے کوئی روایت نہیں ہے اور اہل عرب کا بھی ان دونوں سجدوں پر کوئی عمل نہیں ہے بلکہ شافعیان دونوں کی حرمت کے قائل ہیں اور اکثر احناف ان دونوں سجدوں کو بالکل جلتے ہی نہیں ہیں اور میں نے ان دونوں سجدوں کے بارے میں فقہائے مدینہ سے دریافت کیا تو انھوں نے ان دونوں میں کراہت کا ہونا نقل کیا ہے، والسلام

مکتوب ۱۴۳

شیخ محسن کشمیری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ طالب نابینا کا حکم رکھتا ہے اور اس کا کسی کمال کی خدمت میں پہنچا محض عطلائے الہی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حضرت ختی سبحانہ و تعالیٰ اُس ذات کے طفیل جس کی نگاہ نے کبھی نہیں کی اور نہ وہ گمراہ ہوا علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والبرکات والتسلیمات العلیٰ، ماسوا کی غلامی سے آزاد کر کے اپنی بارگاہ مقدس کا پوری طرح گرفتار بنائے اور احسان کی حقیقت تک پہنچائے جس کی علامت از تعبد اللہ کا نذکرہ ہے [یعنی تواسہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے] تاکہ اُس (اللہ تعالیٰ) شانہ کی معیت کا جو کہ احسان کی صفت والے بندوں کے ساتھ ہے جیسا کہ کلام مجید سے معلوم ہوتا ہے بتر (راز) ظاہر ہوا اور اسم سے مسیحی کی طرف دلالت کرے اور شرح صدر کے ساتھ متصف کرے جو کہ اطمینان نفس اور سینہ میں ایک نور کے آنے کے ساتھ وابستہ ہے جس کی علامت دار الغرور (دینا) سے الگ ہونا

لے غاباً آیۃ ان اللہ مع المتحیین و ملوہ ہے۔ (مترجم)

اور دارالقرار (آخرت) کی طرف آمادہ ہونا ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے۔

آپ کے مکتوب شریف نے جو کہ مطلوب بے مثال کی طلب و شوق کے دردی خبر دینے والا تھا شرف کیا (یہ) کس قدر نعمت ہے کہ گونا گوں تعلقات اور اہل دنیا کی صحبت کے باوجود مطلوب حقیقی کا سودا دل کی گہرائی میں پیدا ہو جائے اور ہوسیت غیب (ذات حق تعالیٰ) کی خواہش جان کی پیشانی سے ظاہر ہو جائے، درویشوں کی محبت اس کا اثر ہے اور ان کے ساتھ نیاز مندی اس پر واضح دلیل ہے، اس گروہ سے محبت کرنے والا اس گروہ کے ساتھ ہے اور ان کا ہم نشین اُن میں سے ہے المرء مع من احب (آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے) نبی کریم علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے، حق سبحانہ سے اس طلب کی زیادتی کے لئے دعا کرتے رہیں اور اس خواہش و شوق کی تقویت طلب کریں تاکہ اس طلب میں یک رخ و یک جانب رہیں اور اس نفیس جوہر کو فانی آرزوؤں کے غبار سے بے ثور و بے رونق نہ بنائیں اور آہ و زاری کے ساتھ اُس تعالیٰ شانہ کے کرم سے دعا کریں کہ (کسی) کامل کی صحبت میں پہنچائے تاکہ استعداد کا جوہر روشن ہو جائے اور انسانی کمال اس کی صحبت میں ظاہر ہو جائے اور ناقص کی صحبت کا گرفتار نہ بنائے کیونکہ ناقص (کے ذریعہ) سے کامل نہیں بنتا اور سالک کی استعداد ضائع ہو جاتی ہے۔ ح

از کوزہ ہماں بروں تراود کہ دروست (کوزہ بہتر) سے وہی چیز باہر نکلتی ہے جو کاس میں ہے) طالب بیچارہ نابینا کی طرح ہوتا ہے مشکل ہے کہ وہ کامل و ناقص میں تمیز کرے اس جگہ فضل کی سبقت درکار ہے اور رحمت کی دستگیری ہونی چاہئے اور بس۔ اور اس بے پرواہ عاجز سے حصول کمال کا سوال کرنا بے نوال (مفلس) سائل سے سوال کرنے کی مانند ہے اگرچہ اس عالی مرتبہ گروہ کی محبت کی راہ سے ان اکابر کے کمال کے ساتھ کچھ ایمان حاصل کیا ہے اس لئے بعض طالبین نے جو کہ اس کے ساتھ نشست و برخاست کرتے ہیں محسن ظن کی وجہ سے بلکہ محض (اللہ تعالیٰ کے) فضل و کرم سے اس سرچشمہ سے کچھ شربت حاصل کیلئے اور کرتے رہتے ہیں اور ایک جماعت کے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنتے ہیں لیکن چونکہ یہ ناکارہ اس محبت میں ناقص ہے اس پر متفہر ہونے والے میں بھی (محبت) ناقص ہی ہونی چاہئے، البتہ چونکہ آپ نے ان بے سروسامان فقرا کے ساتھ کچھ محسن ظن پیدا کیا ہے اس لئے حدیث قدسی انا عند ظن عبدي بی (میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں) کے مصداق امید ہے کہ فضل و کرم سے اُس (حسن ظن) کے مطابق اُس طرف کو بھی معاملہ فرمائیں گے

۲۹۵

می تواند کہ دہرا شک مرا حسن قبول آنکہ در ساختہ است قطرہ بارانی را

(جس را اللہ نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا ہے کہ وہ میرے آنسوؤں کو حسن قبول عطا فرمائے) والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدی والترمذی صابغۃ المصطفیٰ علیہ و آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات والقیات والبرکات العلی۔

مکتوب

مولانا محمد صدیق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اصل کا معاملہ دربار الوداع ہے اور جو کچھ اس خلاف ہے وہ ظلال سے ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم میرے توفیق آتا رہی جانی جناب مولانا محمد صدیق اس دور افتادہ کی طرف سے دعا و سلام عافیت انجام پڑھیں اور عبادات و اذکار کے معمولات پر محنت کرتے رہیں اور رات کی نماز (تہجد) اور صبح کی گریہ و نزاری کو غنیمت شمار کریں اور اس معاملہ کے طالب رہیں جو کہ ادراک (پانے) کے حوصلہ سے باہر ہو اور وہ کسی عبارت سے تعبیر اور کسی اشارہ کے ساتھ اشارہ نہ کیا جاسکے اور وہ ہم کی رسائی کا میدان نہ ہو، جو معاملہ کہ اصل کے ساتھ وابستہ ہے وہ ایسا ہی ہے اور جو ایسا نہیں ہے وہ ظلال و اوصاف سے تعلق رکھتا ہے۔ سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادی) قدس سرہ نے مرنے کے بعد خواب میں جو اپنے حال کی خبر دی ہے شاید (اس میں) اسی معاملہ کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ انھوں نے فرمایا عبارت ضائع ہو گئیں اور اشارات فنا ہو گئے اور ہم کو ان دور کعتوں کے سوا جو ہم نے رات کی کسی حصے میں پڑھی تھیں اور کسی چیز نے نفع نہیں دیا، اس لئے کہ عبارات و اشارات جو کہ ظلال و صفات کے ساتھ وابستہ ہیں اصل کے ظہور کے بعد ہباءً مٹنٹوڑا (ترتیر) ہو گئے اور فانی و ناجیز بن گئے اور ان کا کوئی اثر نہ رہا اور چونکہ بندہ سے بندگی کے وظائف ادا کرنے کے سوا اور کوئی چیز اس بارگاہ عالی کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی خاص طور پر نماز کا ادا کرنا جو کہ مومن کی معراج اور تمام عبادات کی جامع ہے خاص کر وہ نماز جو کہ رات کی تھی میں ادا ہو کہ وہ وقت زمانہ کی سب سے بزرگ ساعت ہے اور اس آسمان (آسمان دنیا) پر (حق تعالیٰ کے) نزول کا وقت ہے اس لئے فرمایا کہ ہم کو ان دو رکعتوں کے سوا جو ہم نے رات کے خلا میں پڑھی تھیں اور کسی چیز نے نفع نہیں دیا۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا کہ میں سات سال تک مولانا عارف (الدیک کرانی قدس سرہ) کے ہمراہ اس دور و صوب (کوشش) میں رہا کہ اصل سے آگاہی حاصل کروں تین بار حجاز کے سفر پر گیا اگر میں وہاں مولانا (عارف) کی مثل یا مولانا کے کمالات کا ذرا سا بھی مظہر کسی کو پاتا تو ہرگز وہاں سے واپس نہ لوٹتا پس ہم صبح ۲۹۶ ہجرت زدوں پر لازم ہے کہ اس طلب میں جان و دل کے ساتھ کوشش کریں اور جہاں کہیں سے اس نعمت کی بو باطن کے دماغ میں پہنچے اس کے پیچھے چلیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوبہ ۱۲۵

محمد رضا شورجاری کے نام اس بارے میں کہ کلمہ طیبہ توجیب کے تمام سلوک کے خلاصہ کو شامل ہے اور مفید نصیحتوں کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی جماعہ الذین اصطفے! آپ کے گرامی نامہ نے خوش وقت کیا۔ حضرت حق جل و علاہ اسوا کی گرفتاری سے پوری طرح نجات دے اور درجاتِ قرب میں ترقیات نصیب فرمائے اور کلمہ طیبہ کی برکات سے سیراب کرے۔ اہل اللہ کے نزدیک مسلم ہے کہ باطن کو منور کرنے میں اس کلمہ مبارکہ سے زیادہ نفع دینے والی کوئی چیز نہیں ہے، صاحب استعداد سالک اس کلمہ کے پہلے جزو (لا اِلٰہَ) کے ساتھ مطلوب حقیقی کے مساوی نفی کرتا ہے اور اس کے دوسرے جزو (اِلَّا اللہ) کے ساتھ معبود برحق کا اثبات کرتا ہے جو کہ تمام سلوک کا خلاصہ ہے۔

تا بحارِ وبِ لا نہ رو بہی راہ نرسی در سرائے اِلَّا اللہ

(جب تک تو لا کی جھاڑ سے راستہ کو صاف نہیں کرے گا اس وقت تک) اِلَّا اللہ کی سرائے میں نہیں پہنچے گا) آپ نے اخلاق پر مشتمل نصیحتیں طلب کی تھیں، میرے مخدوم اعلوم شرعیہ کی کتابیں اور شبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی حدیثیں اس امر کی کامل طور پر ضامن ہیں، شریعتِ منورہ کے مقتضایہ عمل کریں اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کو تمام امور میں پیشوا بنائیں کیونکہ آخرت کی نجات اور قرب الہی جل شانہ کے درجات تک پہنچنا اس کے ساتھ وابستہ ہے اور اوقات کی آبادی میں پوری کوشش ملحوظ رکھنی چاہئے کیونکہ وقت نہایت قیمتی ہے لایعنی (فضول کاموں) میں صرف نہ ہو جائے، اور مخلوق کے ساتھ میل جول بقدر ضرورت کرنا چاہئے کیونکہ لوگوں کے ساتھ قدرِ ضرورت سے زیادہ صحبت رکھنا اس رتہ میں مہلک دوزخہ کی مانند ہے، اور راتوں کی شب بیداری اور صبح کے وقت کی گریہ و زاری کو غیبت شمار کرنا چاہئے اور فانی لذتوں میں مشغول ہونے سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ (یہ) باطن کو گدلا اور بے رونق کرتا ہے اور تمام لوگوں کے ساتھ خندہ پیشانی اور کشادہ روی پیش آنا چاہئے اور خوش ہلوی کے ساتھ نیکی کا افر کرنے اور بُرائی سے روکنے میں دریغ نہیں کرنا چاہئے اور کھانے، سونے اور کلام کرنے میں اعتدال کا خیال رکھنا چاہئے۔

نہ چندان بخورِ کزدہانت بر آید نہ چندان کہ از ضعف جانت بر آید

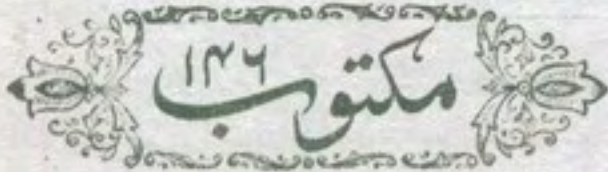
[نہ اتنا (زیادہ) کھا کہ تیرے منہ سے نکلنے لگے (اور) نہ اتنا (کم کھا) کہ کمزوری سے تیری جان کل جائے]

حق جل و علا کی طلب میں مضطرب اور بے آرام رہنا چاہئے۔ ابو بکر طسانی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب (کا نام) ہے، جب سکون آگیا تو تصوف نہیں رہا، محب کو محبوب کے بغیر چین نہیں ہے اور وہ ۲۹۷ ماسوا کے ساتھ کسی طرح انس و الفت اختیار نہیں کرتا (بزرگوں نے) کہا ہے کہ میر کو اس صفت کے ساتھ ہونا چاہئے جیسا کہ کلام مجید میں مذکور ہے: حَتَّىٰ اِذَا ضَاعَتْ عَلَيْهِمْ اَلْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاعَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ (یہاں تک کہ جب زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور وہ خود اپنی جانوں پر تنگ آ گئے) [۹/۱۱۸] اور جوانی کے دنوں کو غنیمت جانیں اور اس کی قوت کو مولا تعالیٰ کی طاعات میں صرف کریں، بڑھاپے کے وقت میں زندگی و فراغت کو فرض کرتے ہوئے معلوم ہے کہ کیا ہو سکتا ہے حدیث شائبہ نشأ فی عبادۃ اللہ (وہ جوان جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں نشو و نما پائی) آپ نے سنی ہوگی۔ اور بدعتی کی صحبت سے دور رہنا اور بدعت کے کاموں سے الگ ہو جانا چاہئے کیونکہ نجات سنت (پر عمل کرنے) میں ہے اور حق سبحانہ سے ہمیشہ دعا کرنی چاہئے کہ (کسی) کامل کی صحبت میں پہنچائے تاکہ استعداد کا جوہر جللا (چمک) حاصل کرے اور انسانی کمال ظاہر ہو جائے اور ناقص کی صحبت کا گرفتار نہ بنائے کیونکہ ناقص (کی صحبت کے ذریعے) سے کامل نہیں بنتا اور سالک کی استعداد ضائع ہو جاتی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ وحدت (توحید) کا عقیدہ اس قدر راسخ (بختم) ہو گیا ہے کہ دل ساعت بساعت فیض حقیقی کے سراپت کے مشاہدہ سے متاثر ہوتا ہے اور بعض امور کے سوا تمام امور میں پوری محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھتا ہے کہ ”بہت بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کا شکر بجالائیں اور اس دید کی زیادتی طلب کریں تاکہ سب جگہ اس کا جمال مطالعہ کریں اور سب کو اس کے کمال آئینے سمجھیں اور اپنی قدرت و قوت سے پوری طرح باہر ہو جائیں اور تمام امور اس کے سپرد رکھ دیں اور اپنے آپ سے محروم اور اس کے ساتھ موجود رہیں اور اس کی ذات کو دربار اور انصوہ کریں جو واقعہ کہ آپ نے دیکھا اور لکھا تھا نہایت پسندیدہ اور واضح ہے اور کامل مناسبت کی خبر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ باطنی امور کو قوت سے فعل میں لائے انقریب عجیب (بیشک وہ قریب ہے اور دعا کو قبول کرنے والا ہے)۔

بس کم خود زیر کاں را این بس است بانگِ ددِ کرم اگر در دہ کس است

[ابیں بس کرتا ہوں عقلمندوں کو یہی کافی ہے اگر گاؤں میں کوئی شخص ہر تینوں نے منہ سے (سے خطرے) کی آواز لگادی ہے] والسلام علیکم



مولانا محمد صدیق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے جلال کے ظہور کو اس
سبحانہ کے جمال و انعام کی طرح ترقی و لذت کا سبب سمجھنا چاہئے۔

الحمد لله في السراء والضراء [خوشی و رنج دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے] جو کچھ محبوب حقیقی
جل سلطانہ کی طرف سے آئے محب کی نظر میں بلکہ حقیقت میں تو بصورت و زیبائے، محب اس کے
رنج دینے سے (ایسی ہی) لذت حاصل کرتا ہے جیسی کہ اس کے انعام سے، ایک کو اس کے جمال کا ظہور
اور دوسرے کو اس کے جلال کا منظر دیکھتا ہے دونوں کو کمال کی صفت سمجھتا ہے اور صفت کو موصوف
کازینہ بناتا ہے اور صفت سے موصوف کی طرف مائل ہوتا ہے۔ فرزندِ جگر گوشہ کے رحلت کر جانے
۲۹۸ سے رضا و صبر اختیار کریں بلکہ محبوب حقیقی کا فعل ہونے کی وجہ سے اس سے لذت حاصل کریں اور فعل کو
فاعل تک پہنچے کازینہ بنائیں، پشیمانی پر شکن لانے اور بے صبری کرنے کی کیا گنجائش ہے جس طرح
بیٹے کے وجود سے فائدہ حاصل کرتے تھے اور اس کو حق جل و علا کی نعمت کا ظہور تصور کرتے تھے
اس کے جاتے رہنے سے بھی خوشوقت رہتا چاہئے اور اپنے حق میں صفاتِ جلالی کی تربیت جانیں اور
اپنی سعادت اس دردِ الم میں سمجھیں جو مالک حقیقی جل سلطانہ کی رضامندی کا دیر کچھ ہے، اس جہان کی
مصیبتیں اگرچہ بظاہر زخم کو چھیل دینے والی ہیں لیکن باطن پر نظر کرتے ہوئے مرہم و راحت ہیں اور
قرب و تفریقات کا سبب ہیں کسی نے خوب کہا ہے: دریا سخی

بادر دیا زچوں دولے تو منم در کس منگر کہ آشنائے تو منم
گر بر سر کوئے عشق من کشتہ شوی شکرانہ بدہ کہ خون بہائے تو منم

[چونکہ میں تیرا علاج ہوں تو درد کے ساتھ موافقت اختیار کرو تو کسی کو مت دیکھ کیونکہ میں تیرا آشنا ہوں، اگر تو میرے
عشق کے کوچے کے سر پر مار ڈالا جائے تو شکرانہ ادا کر کہ تیرے خون کا بدلہ میں ہوں]



میر محمد خانی کے نام تعمیرِ اوقات پر ترغیب اور مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے اور خُس خلق کے
فضائل کی احادیث کے میان میں تحریر فرمایا۔

اللہ سبحانہ ہمیں اور آپ کو سید المرسلین حبیب رب العالمین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوٰات افضلہا
ومن التسلیمات اکملہا کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ اے شفقت کے آثارِ روا لے (ذیوی زندگی نہایت

قلیل ہے اور بڑی ودائی معاملات اس کے ساتھ وابستہ ہیں، سعادت مند وہ شخص ہے جو اس تھوڑی فرصت کو غنیمت جان کر اس میں آخرت کے کام بنائے اور طویل سفر کا توشہ ہیا کرے اور چونکہ حق تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کی ایک جماعت کی ضروریات کا مرجع بنایا ہے (اس لئے) اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کا شکر بجا لا کر مخلوق خدا کی حاجات روائی میں اچھی طرح کمر ہمت باندھیں اور اپنے مالک (اللہ تعالیٰ) کے بندوں اور بندوں کی خدمت گاری کو دنیا و آخرت کے درجات حاصل کرنے کا وسیلہ تصور فرمائیں اور مخلوق کے ساتھ نیک سلوک و احسان کرنے اور ان کے ساتھ کسادہ روئی و خوش خلقی سے پیش آنے اور ان کے معاملات میں نرمی و مہولت اختیار کرنے کو مولائے حقیقی جل سلطانہ کی رضامندی کا دیر کچہ (کھڑکی) جانیں اور نجات کا سبب اور ترقی درجات کا ذریعہ سمجھیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مخلوق اللہ تعالیٰ کا کتبہ ہے پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب وہ شخص ہے جو اس کے کتبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے، اُن کو خوش کرنے، حُسن خلق، نرمی کرنے، مہلت دینے اور بُرد باری کی فضیلت کے بارے میں چند حدیثیں تحریر کرتا ہے، اچھی طرح غور فرمائیں اور اگر کسی حدیث کے معنی (سمجھنے) میں کوئی پوشیدگی رہ جائے تو کسی دیندار طالب علم سے اس کا حل طلب کریں۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان مسلمان کا (دینی) بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور اس کو (کسی دشمن یا ہلاکت کے) سپرد نہیں کرتا اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جس شخص نے کسی مسلمان کا کوئی غم دُور کیا اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے غموں میں سے کوئی غم دُور کر دیگا اور جس شخص نے کسی مسلمان (کے بدن یا عیب) کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی فرمائے گا، اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور مسلم کی روایت میں ہے اور جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرنے میں رہے اللہ تعالیٰ اس بندہ کی مدد میں رہے گا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق ہے جن کو لوگوں کی حاجات (پوری کرنے) کے لئے ہی پیدا کیا ہے، لوگ اپنی حاجات میں اُن کی طرف رجوع کرتے ہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون ہیں، اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی کچھ قومیں (لوگ) ہیں جن کو اس نے بندوں کے فائدوں کے لئے نعمتوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور جب تک وہ ان نعمتوں کو (اللہ کے بندوں پر) خرچ کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ اُن کو ان نعمتوں میں برقرار رکھے گا لیکن جب وہ ان نعمتوں کو (خرچ کرنے سے) روک لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کو ان لوگوں سے چھین لے گا اور دوسروں کی طرف منتقل کر دے گا، اس کو ابن ابی الدنیا و طبرانی نے روایت

کیا ہے، اور نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے کیلئے چلا (یعنی کوشش کی) تو یہ عمل اس کے لئے دس سال کے اعتکاف سے بہتر ہے اور (حالانکہ) جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ایک دن کا اعتکاف کیا اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان تین خندق کا فاصلہ کر دے گا ہر خندق دوسری خندق سے اتنے فاصلہ پر ہوگی جتنا کہ زمین کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک (مشرق سے مغرب تک) فاصلہ ہے اس کو طبرانی اور حاکم نے روایت کیا اور کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اپنے (مسلمان) بھائی کی ضرورت (پوری کرنے) میں کوشش کی یہاں تک کہ اس کو اس کے لئے پورا کر دیا اللہ عزوجل اس کے لئے پچھتر ہزار فرشتوں کا سایہ کرے گا جو اس پر اگر وہ صبح کا وقت ہوگا تو شام تک اور شام کا وقت ہوگا تو صبح تک رحمت طلب کرتے اور اس کے لئے دعا کرتے رہیں گے اور وہ کوئی قدم نہیں اٹھائے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اس کا ایک گناہ مٹا دے گا اور اس کے ساتھ ایک درجہ بلند کر دے گا، اس کو ابن حبان وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت (پوری کرنے) میں کوشش کی، اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم پر ستر نیکیاں لکھے گا اور اس کے ستر گناہ مٹا دے گا یہاں تک کہ جہاں سے وہ چلا تھا وہاں واپس آجائے پس اگر اس بھائی کی حاجت اس کے ہاتھ پر پوری ہوگئی تو وہ (کوشش کرنے والا شخص) اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسا کہ اس روز پاک ہوتا ہے جب اس کی ماں نے اس کو جنم لیا اور اگر اس (کوشش) کے دوران ہلاک ہو گیا تو وہ جنت میں بغیر حساب داخل ہو جائے گا اس کو ابن ابی الدنیاء نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے لئے کسی نیک مقصد کو حاصل کرنے اور کسی تنگی کو آسان کرنے کے بارے میں کسی صاحب اقتدار کی طرف پہنچا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز پل صراط سے گزرنے کے وقت اس کی مدد فرمائے گا جبکہ لوگوں کے قدم لڑکھڑاہے ہوں گے اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سب سے افضل عمل کسی مومن کو خوش کرنا ہے یعنی تو اس کی ستر پوشی کرے یا اس کی بھوک کو دور کرے یا اس کی حاجت پوری کرے اس کو طبرانی اور ابوالشیخ نے روایت کیا ہے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرآن (کی ادائیگی) کے بعد سب سے پسندیدہ عمل کسی مسلمان کو خوش کرنا ہے اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی آدمی کسی مومن کو خوش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس خوشی سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو کہ اللہ عزوجل کی عبادت کرتا اور اس کی توحید بیان کرتا ہے (یعنی لا الہ الا اللہ کہتا ہے) پس جب بندہ اپنی قبر میں (منقل) ہو جاتا ہے

تو وہ خوشی اس کے پاس آتی ہے اور کہتی ہے کیا تو مجھ کو نہیں پہچانتا تو وہ اس کو کہتا ہے کہ تو کون ہے
 میں وہ کہتی ہے کہ میں وہ خوشی ہوں کہ تو نے مجھے فلاں شخص پر داخل کیا تھا آج میں تیری وحشت کو
 اُس میں تبدیل کر دوں گی اور تجھ کو حجت (دلیل) کی تلقین کروں گی اور تجھ کو قول ثابت (کلمہ شہادت) پر ثابت
 رکھوں گی اور یوم قیامت کی حاضری کے مقامات میں تیرے ساتھ حاضر ہوں گی اور تیرے لئے تیرے
 رب کی طرف شفاعت کروں گی اور تجھ کو جنت میں تیری منزل دکھاؤں گی، اس کو ابن ابی الدنیا اور
 ابوالشخ نے روایت کیا ہے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس چیز
 کے متعلق دریافت کیا گیا کہ جس کے ذریعہ اکثر لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو آپ نے فرمایا (وہ چیز) اللہ تعالیٰ
 سے ڈرنا (تقویٰ) اور اچھے اخلاق ہیں۔ اور آپ سے اس چیز کے متعلق دریافت کیا گیا جس کی وجہ سے اکثر
 لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے تو آپ نے فرمایا وہ منہ اور شر مگاہ ہے، اس کو ترمذی، ابن حبان اور بیہقی نے
 روایت کیا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ ایمان کے اعتبار سے سب سے کامل مومن وہ ہے جو اخلاق
 میں سب سے اچھا ہو اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ سب سے زیادہ مہربان ہو، اس کو ترمذی و حاکم نے
 روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک بندہ ضرور اپنے حسن خلق کی وجہ سے آخرت کے
 بہت بڑے درجے اور بہت بلند منزل پر پہنچے گا اور بیشک یہ (اس کی) عبادت (کے ثواب) کو کئی گنا کرے گا
 اور بیشک وہ ضرور اپنی بد اخلاقی کی وجہ سے جہنم میں سب سے نیچے کے درجے میں پہنچے گا، اس کو
 طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا میں تم کو ایسی عبادت کی خبر نہ دوں جو کہ
 آسان ہو اور بدن پر ہلکی ہو، (وہ) خاموشی اور حسن خلق ہے، اس کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا۔ اور
 نیز حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آپ کے چہرہ مبارک
 کی جانب سے آیا اور کہا یا رسول اللہ! کو نسا عمل افضل ہے آپ نے فرمایا حسن خلق، پھر وہ شخص آپ
 کی دائیں جانب سے آیا اور عرض کیا کو نسا عمل افضل ہے، آپ نے فرمایا حسن خلق، پھر وہ آپ کی بائیں
 جانب سے آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کو نسا عمل افضل ہے، آپ نے فرمایا حسن خلق۔ پھر وہ شخص
 آپ کی پشت کی جانب سے آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کو نسا عمل افضل ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم اس شخص کی طرف مڑے اور فرمایا تجھ کو کیا ہو گیا ہے کہ تو سمجھ نہیں رہا (وہ عمل) حسن
 خلق (ہے) اور وہ (یہ ہے کہ اگر تجھ سے ہو سکے تو غصہ نہ کیا کر، اس کو محمد بن زہر المرزوی نے روایت کیا۔
 اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ میں اس شخص کے لئے جنت کے احاطہ میں گھر دینے کا صامن ہوں جو
 جھگڑا کرنا ترک کر دے اگرچہ وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو اور اس شخص کے لئے جنت کے وسط میں گھر دلانے کا

ضامن ہوں جو جھوٹ بولنا ترک کر دے اگرچہ جھوٹ بولنا فحاشی کے طور پر ہی ہوا اور اس شخص کے لئے جنت کے اعلیٰ درجے میں گھر دلانے کا ضامن ہوں جو اپنے اخلاق کو اچھا بنائے، اس کو ابوداؤد ابن ماجہ اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث قدسی میں آیا ہے بیشک یہ وہ دین ہے جس کو میں نے اپنے لئے پسند کیا ہے اور سخاوت و حسن خلق کے سوا اور کوئی چیز اس کے لئے سزاوار نہیں، پس جب تک تم اس (دین) پر قائم رہو ان دونوں اوصاف سے اس (دین) کا اکرام کرو، اس کو طبرانی اور بزار نے روایت کیا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے حسن خلق گناہوں کو اس طرح پگھلا (مٹا) دیتا ہے جس طرح کہ پانی برف کو گھلاتا ہے اور غیر اخلاقی عمل کو اس طرح فاسد کر دیتی ہے جس طرح کہ سرکہ شہد کو فاسد کر دیتا ہے، اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور تمام کاموں میں نرمی کرنے کو پسند کرتا ہے، اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نرمی کو پسند کرتا ہے اور اس سے راضی ہوتا ہے اور اس پر ایسی سزا دیتا ہے جو وہ سختی پر نہیں کرتا، اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا میں تم کو اس شخص کے بارے میں خبر نہ دوں جو دوزخ کی آگ پر حرام کر دیا جاتا ہے یا (یوں فرمایا) جس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی جاتی ہے (سنو) یہ ہر اس شخص پر حرام کر دی جاتی ہے جو آسانی، نرمی اور سہولت والا ہے، اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اصل دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلدی کرنا شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ عذر قبول کرنے والا کوئی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلم (بردباری) سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہیں ہے اس کو ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک بندہ حلم (بردباری) کے ذریعہ صائم و قائم (دن کو روزہ رکھنے اور رات کو نماز پڑھنے والے) کا درجہ پالیتا ہے، اس کو ابن جان نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کو غصہ آیا پھر اس نے اس کو ضبط کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے ضرور محبت کرے گا اس کو اصغہانی نے روایت کیا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا تم کو اس چیز کی خبر نہ دوں جس کے باعث اللہ تعالیٰ (جنت میں) مکان کو اونچا کرتا ہے اور جس کی وجہ سے درجات کو بلند کرتا ہے، صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ (ضرور اشراف فرمائیے) آپ نے فرمایا (وہ یہ ہے کہ) جو شخص تجھ سے جہالت (کا برتاؤ) کرے تو اس سے بردباری اور جو شخص تجھ پر ظلم کرے تو اس کو معاف کر دے اور جو شخص تجھ کو محروم کرے تو اس کو عطا کرے اور جو تجھ سے قطع تعلقی کرے تو اس سے میل جول کرے، اس کو طبرانی و بزار نے روایت کیا اور نیز حدیث شریف میں ہے کسی کو بچھاڑ دینے سے طاقتور نہیں ہوتا، حقیقت طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے

اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک یہ بھی ایک قسم کا صدقہ (نیکی) ہے کہ تو کٹا رہے روٹی کے ساتھ لوگوں کو سلام کرے، اس کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے، اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے سامنے تیرا تبسم کرنا تیرے لئے صدقہ (نیکی) ہے اور تیرا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا صدقہ ہے اور راستہ بھٹکنے کی زمین (جگہ) میں تیرا کسی کو راستہ بنانا تیرے لئے صدقہ ہے اور تیرا راستہ سے پتھر یا کانٹا یا بٹری دور کرنا تیرے لئے صدقہ ہے اور نیز اپنے ڈول میں سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا تیرے لئے صدقہ ہے، اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک جنت میں ایک ایسا بالا خانہ ہوگا جس کے باہر کا حصہ اس کے اندر سے اور اندر کا حصہ اس کے باہر سے (شفاف ہونے کی وجہ سے) نظر آئے گا تو ابوالک اشعری نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ (بالا خانہ) کس کے لئے ہوگا؟ آپ نے فرمایا اس شخص کے لئے ہوگا جس نے اچھا کلام کیا اور (لوگوں کو) کھانا کھلایا اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں وہ نماز کے لئے کھڑا ہوا، اس کو طبرانی و حاکم نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیثیں کتاب ترغیب و ترہیب سے لی گئی ہیں جو کہ علم حدیث کی معتبر کتابوں میں سے ہیں، اللہ تعالیٰ ان احادیث کے منشا پر عمل عطا فرمائے، اپنے حال کے صفحہ کو ان احادیث کے مضمون کے ساتھ موازنہ کریں جو کچھ حال کے موافق معلوم ہو اس پر اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کا شکر بجالانا چاہئے اور جو کچھ ایسا نہ ہو تو حق سبحانہ سے عاجزی و زاری کے ساتھ اپنا حال ان (احادیث) کے موافق ہونے کی دعا کرنی چاہئے۔ اگر کسی کو ان پر عمل کرنے کی توفیق سر دست حاصل نہ ہو تو پھر حال اپنی کوتاہی کا اعتراف تو اس کو حاصل ہونا ہی چاہئے، اور یہ (اعتراف) بھی ایک نعمت ہے، اللہ تعالیٰ اس بات سے اپنی پناہ میں رکھے کہ کسی کو عمل کی توفیق بھی حاصل نہ ہو اور اپنے آپ کو قصور وار بھی نہ جانے کیونکہ ایسے شخص کو اسلام سے بہت کم حصہ حاصل ہے۔

ہر کس کہ میافت دو لتے یافت عظیم و آن کس کہ نیافت در دنیا یافت بکست

[جس شخص نے پایا اس نے ایک بڑی دولت پائی اور جس شخص نے نہیں پایا اس کو نہ پانے کا درد ہی کافی ہے]

مکتوب ۱۲۸

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ بڑائی و شرافت حسن جمال کے آئینے ہیں۔

اللہ تعالیٰ (آپ کی ذات باریکات کو) (اپنے) الطاف میں شامل رکھے کہ ارشاد کی مسد پر رونق افروز رکھے: ظہر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس (لوگوں کی شامت اعمال کی وجہ سے)

خشی اور ستم میں فساد پھیل گیا۔ دوسرا سال ہے کہ ہماری شامت اعمال سے مخلوق قحط کی آزار میں گرفتار ہے، لوگ استسقاء (بارش طلب کرنے کی نماز و دعا) کے لئے (شہر سے باہر) نکلے تھے اور یہ ناکارہ (ہیں) بھی ان میں شامل تھا اس قدر گناہوں کا بوجھ ہوتے ہوئے یقین کے ساتھ تصور کرتا تھا کہ اس بلا (قحط) کا نازل ہونا اس کے بُرے اعمال کا نتیجہ ہے، لوگ اس کے (میرے) وجود سے برکت تلاش کرتے تھے اور اس کو سختی کے دور ہونے کی طلب کا وسیلہ بناتے تھے اور حقیقت حال سے واقف نہیں تھے اور حکام کے ظلم کی شکایت کرتے تھے اور وہ چونکہ اس ظلم کو اپنے اعمال کی طرف منسوب کرتا تھا (اس لئے) اس کے بالمقابل اُس (اعمال حکام) کو **هَبَاءٌ مِّنْثَوْرًا** [بکھرا ہوا گرد و غبار] خیال کرتا تھا۔

میرے محذوم! ان تمام تقصیرات کے باوجود عزیزیوں اور دوستوں سے امید رکھتا ہے کہ اس کے حال پر کچھ رحم کریں گے اور (اللہ تعالیٰ سے) اس کی لغزشوں کی معافی طلب کریں گے اور (اس کے) گناہوں کی کثرت کی وجہ سے اس کو (دعا سے) محروم نہیں کریں گے، اگرچہ گنہگار ہے لیکن (اللہ تعالیٰ کی) رحمت کا امیدوار ہے (رحم الراحمین) (اللہ تعالیٰ) بھی (رحمت کے) امیدوار گنہگاروں کے حال پر رحمت کی نظر رکھتا ہے، کل (قیامت کے روز) شفاعت بھی گنہگاروں ہی کو نصیب ہوگی جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔ روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے روز حضرت یحییٰ بن زکریا علی نبینا وعلیہا الصلوٰۃ والتسلیمات کو لائیں گے اور ان کے دیوان (نامہ اعمال) میں کوئی گناہ (درج) نہیں ہوگا اس کو گنہگاروں کے دیوان (نامہ اعمال) میں رکھیں گے یہاں تک کہ ان سے حساب لیا جائے گا مغفرت کی صفت گنہگاروں کے لئے ہے اور ستاری (پردہ پوشی کی صفت) گناہوں اور عیبوں کو چاہتی ہے اور عفو (معاف کرنے کی صفت) تقصیرات کو ڈھونڈھتی ہے، خیریت (نیکی) کے ظہور کے لئے شریعت (برائی) ہونی چاہئے اور خداوندی کے لئے بندگی درکار ہے۔

منم گاستاد را اُستاد کردم غلام خواجہ را آزاد کردم

[میں ہی ہوں کہ جس نے استاد کو اُستاد کر دیا، میں وہ غلام ہوں کہ جس نے خواجہ مالک کو آزاد کر دیا]

پس بُرائی اور نقص و شر کی وجہ سے قدر زیادہ ہوں گی حسن و کمال و خیر کی نمائش و ظہور اسی قدر زیادہ ہوگا۔ سبحان اللہ! بُرائی اور نقص نے اس جگہ حسن و کمال کے معنی پیدا کر لئے، عذرات مقیدہ شریعت کے باوجود چونکہ عارضی خیریت (بھلائی) کے وجہ رکھتے ہیں (اس لئے) یہاں اسما و صفات کے آئینہ دار ہو گئے عدم مطلق جو کہ بھلائی کی کوئی وجہ (صورت) نہیں رکھتا (اس لئے) وہ شرم محض ہے وہ وجود صرف تعالیٰ کے ساتھ تقابل (آئینہ سامنا) رکھتا ہے اور اس مرتبہ مقدسہ کی آئینہ داری کے ساتھ قائم ہے۔ غلام خویشتم خواند لالہ رخسارے سیاہ روئی من کرد عاقبت کارے

[ایک لادہ رخسار (محبوب) نے مجھ کو اپنا غلام کہا آخر کار میری سیاہ فانی کچھ کام آجی گئی۔] طویل زمانوں کے بعد ہزاروں عارفوں میں سے کوئی ایک اس کمال کے حصول کے ساتھ ممتاز ہوتا ہے اور عدم صرف کی طرف نزول فرماتا ہے اور اسما و صفات سے خالی محض حضرت ذات تعالیٰ کا مظہر بنتا ہے اور اس کی ہدایت کا نور عرش سے فرش تک چھا جاتا ہے اسی لہٰذا خاک کی پستی اس کی سر بلندی کا سبب ہو گئی اور خاک کیوں (انسانوں) میں سے خاص حضرات کو قدسیوں (فرشتوں) پر فضیلت دیدی۔ بات دوسری جگہ چلی گئی، مقصود یہ ہے کہ اس ناکارہ کو مقبول اوقات میں دعا کے ساتھ یاد رکھیں اور اس کی لغزشوں کی معافی طلب کریں۔

مکتوب ۱۴۹

مولانا محمد صدیق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ حزن اس دار (دنیا) کے لئے لازمی ہے احد یہ کہ نسبت اگر ظاہر سے ٹھپ جائے اور باطن پر جلوہ گر ہو تو مضر نہیں ہے۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، برادر عزیز مولانا محمد صدیق کے مکتوبات شریفہ نے پہنچ کر خوشوقت اور مسرور کیا، اللہ سبحانہ آپ کی ترقی و شوق کو زیادہ کرے، شکر و شکایت کے بارے میں جو کچھ آپ لکھتے ہیں وہ واضح ہو جاتا ہے۔ میرے مخدوم: دنیا جانی کا گھر ہے ملاقات (دیدار) کا مقام آگے آنے والا ہے آیہ کریمہ: **كَانَ يَرْجُوَ الْإِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ** [جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید رکھتا ہو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت ضرور آنے والی ہے] اس معنی کا پتہ دینے والی ہے پس اُس (اللہ) تعالیٰ کا طالب اس عالم میں سوائے اس کے کہ سوز و گداز کے ساتھ موافقت کرے اور حزن و فکر کے ساتھ موصوف رہے اور کچھ چارہ نہیں رکھتا۔ جب حبیب خدا علیہ علیہ السلام افضل الصلوات والتسلیمات کی صفت دائمی حزن اور متواتر فکر ہو تو دوسروں کو کیا حاصل ہوگا زیادہ سے زیادہ یہ کہ طالب کی قلبی کے لئے بعض وعدہ کئے ہوئے امور کا کچھ نمونہ اس کے باطن پر جلوہ گر کرتے ہیں۔ رع بلا بودے اگر ایں ہم نبودے [اگر یہ بھی نہ ہوتا تو نصیبت ہوتی]

آپ نے جہان (نئی کیفیات) کے گم کرنے سے بچ والہ کا اظہار کرتے ہیں، کوئی ڈر نہیں ہے، اگر ظاہر سے پوشیدہ ہو گیا ہے تو باطن پر جلوہ گر ہے، نفحات میں منقول ہے کہ ایک درویش نے ابو محمد جری سے کہا کہ میں آپ کی بساط پر بٹھا بساط کا ایک دروازہ مجھ پر کھول دیا گیا میں اسے مقام سے پھسلا اور اس سے محروم ہو گیا، (اب) میں اپنے گم کردہ (مقام) کا راستہ کس طرح پاؤں آپ مجھے اس راستہ کی

رہائی کیجئے جو اس مقام تک پہنچا دے، ابو محمد روئے اور کہا کہ اے بھائی! سب اس درد میں گرفتار
 اور اس دارغ میں مبتلا ہیں لیکن میں تیرے سامنے چند شعر پڑھا ہوں جو اس گروہ کی کسی بزرگ نے کہے ہیں یہ
 قَفَّ بِالْإِدْيَارِ فَمِنْهَا أَثَارُهُمْ تَبَكَّى الْأَحِبَّةُ حَسْرَةً وَتَشَوُّقًا
 كَمْ قَدْ وَقَعَتْ بِهَا أَسَائِلُ مُخْبِرًا عَنْ أَهْلِهَا أَوْ صَادِقًا أَوْ مُشْفِقًا
 فَأَجَابَتِي دَائِعِي الْهَوَىٰ فِي رَسْمِهَا فَارْقَتْ مَنْ تَهْوَىٰ فَعَزَّ الْمَلْتَقَىٰ

[تو ان گھروں کے پاس ٹھہر کر یہ ان کے آئینہ میں (جس کے لئے) اجاب حسرت و شوق میں روتے ہیں اور میں ان گھر
 کے پاس کتنا ہی عرصہ ٹھہرا تا کہ کسی بخت یا صادق یا مشفق سے ان گھروں کے مالکوں کے بارے میں دریافت کروں
 پس محبت کی دعوت دینے والے نے اس کے آئینہ نشانات کے بارے میں مجھ کو جواب دیا کہ جس سے تو محبت کرتا تھا تو اس سے جدا ہو گیا
 اب تو اس مقام سے جا ملنا جو نادر ہے یعنی مقام اسماء و صفات سے گزر کر مقام ذات تک پہنچ گیا ہے جہاں پہنچنا نادر ہے۔]

مکتوبات

شیخ محمد شریف کابلی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس راہ میں فنا پہلا قدم ہے۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: میرے برادر گرامی مولانا محمد شریف اس ناکارہ کو
 دعائے خیر سے فراموش نہ کریں اور سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر قائم رہیں اور ہستی مہیوم
 سے پوری طرح خالی ہو کر وہی وجود کے ساتھ متحقق ہو جائیں اور نیستی کے جال سے ہستی کا شکار کریں
 اور ہستی اور اس کے تواریخ کا ظہور کامل نیستی کے بغیر نہیں ہے اور محبوب کے اخلاق کے ساتھ متخلق ہونا
 تعلقات سے فنا حاصل کے بغیر ممکن نہیں ہے، اس کے اوپر اور دوسرے کمالات بہت ہیں لیکن وہ سب
 اس فنا کے ساتھ مشروط ہیں۔

بیچ کس رات نہ گردد اوفتا نیست رہ در بارگاہ کبریا
 [جب تک کوئی شخص فنا نہ ہو جائے اس کے لئے بارگاہ الہی میں باریابی نہیں ہے]

پس فنا اس راستہ میں پہلا قدم ہے۔

ومن بعد هذا ما تدق صفاته وما كتمه احطه لدايه واجمل

[اور اس کے بعد وہ مقام ہے کہ جس کی صفات کا بیان بہت مشکل ہے اور وہ مقام ہے جس کا چھپانا اس کے
 نزدیک زیادہ مناسب اور بہتر ہے۔]

مکتوب ۱۵۱

طمانعتِ اشر کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نسبتِ باطن جس قدر قوی ہوتی جاتی ہے احکامِ شرعی کے ساتھ آراستگی اسی قدر زیادہ ہوتی جاتی ہے۔

برادرِ مولا نا نعمت اللہ کے خطوط نے موصول ہو کر خوشوقت کیا، جمعیت و استقامت کے ساتھ رہیں فان الاستقامۃ فوق الکرامۃ [پس بیشک استقامت کرامت سے اوپر (افضل) ہے] اور مہموم ہستی سے نکل کر دائمی نیستی کے ساتھ موصوف ہو جائیں تاکہ مطلوبِ حقیقی کی ہستی جلوہ فرمائے اور سالک کو اپنے آپ سے لیجا کر وارفتہ کر کے خود اپنی ذات کے ساتھ حاضر ہو جائے، یہ معنی ذوقی اور وجدانی ہیں کہتے اور لکھنے میں اچھی طرح نہیں آتے اور نظر و فکر سے یہ معاملہ نہیں ہوتا کہ احکامِ شرعیہ کا مکلف ہونے کے باوجود نہ ہونا کس معنی سے ہے اور ہونا اور نہ ہونا ایک وقت میں کس طرح ہو گا۔ عرف ربی بجمع الاضداد [میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع کر دینے سے پہچانا]۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ ہر چیز میں رحمت ہے سوائے عشق کے کہ اس میں رحمت نہیں ہے، مارتے ہیں اور مرے ہوئے سے خونِ باطلِ طلب کرتے ہیں یعنی گم شدہ سے احکامِ بندگی معاف نہیں کرتے۔ عجب معاملہ ہے کہ جس قدر یہ نسبتِ عارف پر غالب آتی ہے اس کے احکامِ شرعیہ کے ساتھ آراستہ ہونے میں زیادتی کا سبب بن جاتی ہے اس لئے کہ نفسِ امارہ جو کہ ذاتی طور پر احکامِ شرعیہ کا منکر ہے (اس وقت) مطیع ہو جاتا ہے اور (احکامِ شرعیہ کے ساتھ) آراستگی کا کمال (نفس کے مطیع ہو جانے سے) وابستہ ہے اور (شرعیات کے کاموں) میں سستی کرنے والا شخص جو اس نعمت کا دعویٰ کر رہا ہے وہ نسبت کی حقیقت سے بے بہرہ ہے، پوست کے ساتھ (رہ کر) مغز سے عاجز رہ گیا ہے کیونکہ اس نسبت کا کمال اطمینانِ ننگ پہنچاتا ہے اور اطمینان کی علامت نازل شدہ احکام کا کامل اتباع ہے اور جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں ہے۔ اللہ سبحانہ ہمیں اور آپ کو صاحبِ شریعت علیہ علی الصلوٰات والتسلیمات والنجیۃ کی کامل متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

مکتوب ۱۵۲

فتح خاں شیرپوری کے نام اس شبہ کے حل میں تحریر فرمایا جو انھوں نے حضرت خواجہ نرنگ

(خواجہ بہاؤ الدین نقشبند) قدس سرہ کے کلام پر ظاہر کیا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم: آپ نے یوحنا تھا کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا روزہ ماسوا کی نفی ہے، پس معلوم ہوتا ہے کہ ماسوا ہے، وہ کیلے، وہ حقیقت میں وجود رکھتا ہے یا نہیں؟ اگر حقیقت میں وجود رکھتا ہے تو ہمارے نفی کرنے سے اس کی نفی نہیں ہوگی اور اگر حقیقت میں وجود نہیں رکھتا تو نفی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جواب: حضرت خواجہ قدس سرہ اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کی نفی ماسوا سے مراد اللہ اعلم بالصواب ماسوا کے تعلق اور اس کے مقصود ہونے کی نفی ہے بلکہ ماسوا کے شہود و شعور کی نفی ہے جو کہ فنا کا حاصل اور توحید شہودی ہے جو کہ اس راہ کے لئے شرط ہے ماسوا حقیقت میں موجود ہو یا نہ ہو، توحید و جدی کچھ درکار نہیں ہے ماسوا کے وجود کی نفی کی جائے، جو چیز ضروری اور قرب کے منازل تک پہنچنا جس پر موقوف ہے وہ توحید شہودی ہے۔ چاہے کہ سالک کی بصیرت (باطن) کی آنکھ میں ماسوا کی کوئی نام و نشان نہ رہے اور ماسوا سے اس کا علی و جلی تعلق ٹوٹ جائے تاکہ قدیم ذات کے انوار کے ظہور کی قابلیت پیدا کرے اور بارگاہ قدس کی طرف کوئی راستہ پالے اور اس کے سوا سب کچھ بیکار ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ جب تک رہائی حاصل نہیں کرے گا نہیں پائے گا۔ ہم کو اشیاء کے وجود کی نفی سے کچھ سروکار نہیں ہے باطنی مرض جو کہ وصول (الی اللہ) کا مانع ہے (اس کا علاج ہمارے نزدیک سب سے اہم کام ہے اور وہ (باطنی مرض) اشیاء کے ساتھ تعلق و گرفتاری اور ماسوا کا شہود و شعور ہے کیونکہ ولایت کے طریق پر کوئی (ہادث) علوم معرفت الہی جل سلطانہ کے ساتھ جمع نہیں ہوتے اور کثرت کا شہود و وحدت کے شہود کے ساتھ یکجا نہیں ہوتا (اس لئے) سالک کے لئے ضروری ہے کہ لاکھ کے ساتھ ان امور کی نفی کرے تاکہ ماسوا کا نسیان ہو جائے اور فقاظا ہر ہو جائے۔

تاجار و سید لا نزدی راہ نرسی در سرائے الا اللہ

[توجہ نہ لاکھ کی جھاڑو سے راستہ صاف نہیں کریگا الا اللہ کے محل میں نہیں پہنچے گا]

آپ نے لکھا تھا کہ (ماسوا حقیقت میں وجود مجازی کسوا وجود نہیں رکھتا) تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہی وجود مجازی اس کے اپنے مرتبہ میں ہے یا نہیں ہے، اگر ہے تو ہمارے نفی کرنے کا کیا فائدہ اور اگر نہیں ہے تو (بھی) اس کی نفی کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں وجود مجازی چونکہ ذہنوں میں وجود حقیقی کے عنوان کے ساتھ لا راسخ ہو گیا ہے (اس لئے) سالک اس (وجود مجازی) کے اس عنوان کی نفی کرتا ہے کہ وہ حقیقی ہے تاکہ مجاز حقیقت کے عنوان کے ساتھ ظاہر ہو جائے اور وجود حقیقی جل و علا کے ساتھ مشارکت پیدا نہ ہو جائے اور سالک کے لئے سدا رہا نہ ہو جائے المجاز یعنی

(مجاز کی نفی کی جاتی ہے) آپ نے سنا ہوگا ہوگا۔ آپ نے لکھا تھا: اگر کہا جائے کہ وجودِ مہوم کے سوا
 اصلاً کچھ نہیں ہے (تو جواب یہ ہے کہ جب اصلاً کچھ نہیں ہے تو وہم و مہوم کہاں سے ہوگا۔ اس
 کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ مرتبہ وہم جو کہ نمودریے بود سے عبارت ہے اللہ تعالیٰ کے علم میں کائن (موجود)
 و ثابت ہے۔ جائز ہے کہ حق سبحانہ عالم کو اس مرتبہ میں جو کہ اس تعالیٰ شانہ کے علم میں ہو وجود (مہوم)
 کے ساتھ پیدا فرمائے اور خارج میں بالکل نہ ہو، اس معنی کی تحقیق ان بزرگوں کی کتابوں میں مذکور ہے۔
 آپ نے لکھا تھا: اگر وجود ظلی کہا جائے تو جواب یہ ہے کہ ایک وجہ سے ہوگا اور ایک وجہ سے
 نہیں ہوگا اور یہ نفی اس وجہ میں ہے جو کہ نیستِ ہست نام ہے (یعنی بظاہر ہست ہے اور حقیقت میں
 نیست ہے) لہذا نفی کی نفی کرتا ہے فائدہ ہے۔ (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ چونکہ سالک نے نیست
 ہست نامِ عدم وجودِ نما کو ہستِ حقیقی کے عنوان کے ساتھ تصور کیا ہے اور اس بے بنیاد پر طویل
 بنیاد رکھی ہے (اس لئے) اس کے اس عنوان کی نفی کرتا ہے کہ وہ حقیقت میں ہست ہے تاکہ ذوق و
 حال کی رو سے اس کی ذاتی نیستی ظاہر ہو جائے اور ہستِ حقیقی (کی بلندی) پر چڑھنے کے لئے رتبہ ہو جائے
 اور ظل سے اصل کی طرف کوئی شاہراہ کھل جائے۔

مکتوب ۱۵۳

حاجی حسین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ فنا و بقا سے مقصود ماسوی کی گرفتاری کا زائل ہونا
 اور خالص بندگی ہے نہ کہ کوئی اور بات۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم جناب حاجی محمد بن شریفین اس دور افتادہ دوست سے سلام عافیت
 انجام پڑھیں، مکتوب شریف موصول ہو کر مسرت کا سبب ہوا، پسندیدہ احوال اور سنجیدہ ادواق و مواجہ
 (کیفیات) کے مطالعہ نے خوشی پر خوشی بخشی، اللہ تعالیٰ بے اندازہ ترقیات عطا فرمائے اور تازہ علوم و
 کیفیات بخشے۔ میرے مخدوم! چونکہ یہ دنیا عمل کرنے کی جگہ ہے اور کھیتی اور کام کرنے کا مقام ہے عمل کی
 کثرت میں پوری پوری کوشش کرنی چاہئے اور اس کی کمیت و کیفیت (مقدار و صفت) کی زیادتی میں
 کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ فنا و بقا سے مقصود حق سبحانہ کے ماسوا کی گرفتاری کا زائل ہونا ہے جو کہ معبود
 حقیقی کی مقدس بارگاہ کی طرف دائمی توجہ کی مانع ہے اور اعمال و طاعات میں آسانی حاصل ہونا اور شرکِ خفی
 کی باریکیوں سے عبادات کا پاک (خالص) ہونا ہے، فنا کے حصول اور عدم ہونے کی دیر سے بندہ غائب

اور معدوم مطلق نہیں ہو جاتا اور بندگی کے حلقہ سے سر باہر نہیں نکالتا (ترک نہیں کرتا) اور جانب بقا میں بھی (بندہ) حق جل و علا کے ساتھ حقیقت میں ایک اور متحد نہیں ہو جاتا، مقصود بندگی کی صفائی (خالص ہونا) اور معاملہ میں اُس (اللہ) سبحانہ کے ساتھ اچھا ہونا ہے، یہ معنی فانیس (تو ظاہر ہے اور بقا میں بھی چونکہ اتحاد کی دیدر (متحد رکھنا) ہے پس انا عند ظن عبدی بنی (میں اپنے بندہ کے گمان کے نزدیک ہوں) کے مقصد کے مطابق گویا کہ حضرت معبود تعالیٰ یہ لباس پہن کر عبادت میں آگیا ہے اور یہ مسلم ہے کہ جو کچھ اس مقدس بارگاہ کے ساتھ منسوب ہے کامل ترین و مکمل ترین ہے؛ لا احصی ثناء علیک انت کما اثنت علی نفسک (میں تیری ثنایدی طرح ادا نہیں کر سکتا تو ایسا ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی ثنایاں کی ہے) پس جو عبادت کہ بقا کے وقت میں ہوگی وہ کامل ترین و مکمل ترین ہوگی۔

مکتوبہ ۱۵۴

میرزا عبد اللہ کے نام اُن کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ اُن کے عریضہ میں درج تھے۔

الحمد لله وسلامه علی عبادہ الذین اصطفیٰ؛ جو مکتوب گرامی آپ نے شیخ نور الدین درویش کے ہمراہ ارسال کیا تھا سچا اس کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ ان دنوں میں نماز ادا کرنے کے دوران ایک ایسی حالت پیش آتی ہے جو کہ اس سے قبل نہیں تھی ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ جسم حرکت میں دوسرے جسم کے تابع ہے جیسا کہ کپڑا بدن کے تابع ہے اور یہ حالت ہرگز نظر سے پوشیدہ نہیں ہوتی اور بعض اوقات نماز سے باہر (بھی) حرکت و سکون میں یہی حالت (ہوتی) ہے۔ میرے مخدوم! یہ حالت نہایت اعلیٰ ہے جس طرح کہ نماز کو غیر نماز پر فوقیت ہے (اسی طرح) نماز کی حالت کو بھی بغیر نماز کی حالت پر فوقیت ہے اور یہ دوسرا جسم بتویر جو کہ آپ نے لکھا ہے ممکن ہے کہ وجود محبوب کی مثالی صورت ہو جو کہ ولادت ثانیہ کے ساتھ وابستہ ہے کہ اس اسم کے ساتھ جو کہ اس سالک کا مبداء تعین ہے فنا و بقا ثابت ہونے کے بعد وہ وجود حاصل ہوا ہے اور عارف کا باطن بن گیا ہے اور اس کے عالم خلق و امر کے لطائف عشرہ اس (باطن) کی یہ نسبت ظاہر کہلائے ہیں اور یہ ظاہر و باطن اس ظاہر و باطن کے ماسوا ہے جو کہ قوم میں متعارف ہے کہ یہ لوگ عالم خلق کو ظاہر کہتے ہیں اور عالم امر کو باطن کا نام دیتے ہیں اور یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ عارف ظاہر میں خلق کے ساتھ اور باطن میں حق جل و علا کے ساتھ ہے۔

از یروں در میانِ باز ارم و ز درون خلوتے مست با یارم

[میں ظاہر میں بازار کے درمیان ہوں اور باطن میں اپنے یار کے ساتھ خلوت میں ہوں] اس سے مراد متعارف (مشہور) ظاہر و باطن ہے اور تصفیہ باطن اسی معنی سے کہتے ہیں کیونکہ تصفیہ باطن پہلے معنی کے لحاظ سے کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور مطلوب کے ساتھ اس کی نگرانی و توجہ صورت پذیر نہیں ہوتی اس لئے کہ توجہ نگرانی (ایک دوسرے سے) علیحدہ و جدا ہونے کی خبر دیتی ہے اور یہ باطن جو کہ ظاہر کے لئے قیوم کا حکم رکھتا ہے اگرچہ عالم اجسام میں سے نہیں ہے لیکن معنوی (باطنی) امور اس راہ میں بہت ہیں جو کہ مثالی صورت میں اجسام کے عنوان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ ”باوجودیکہ عرض کیا ہے کہ اپنے ساتھ منسوب نسبت و ہمیہ اصل کے سپرد ہے اور یہ حال جو عرض کیا گیا ہے اس کے متضاد ہے“ میرے مخدوم! ان دونوں حالتوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ نماز کی مذکورہ بالا حالت بقا پر مرتب ہو اور نسبت و ہمیہ کا (اصل کے) سپرد کرنا فنا ہے اور فنا کو بقا کے ساتھ کوئی تضاد نہیں ہے فنا و بقا ہمارے نزدیک دائمی ہے عین فنا (کی حالت) میں باقی ہے اور عین بقا (کی حالت) میں فانی ہے کیونکہ فنا مطلوب کے ماسوا سے ہے اور بقا مطلوب کے ساتھ ہے، آپ کا یہ شبہ صاحبِ نزہت کے شبہ کی مانند ہے کہ اس نے قوم صوفیہ کے مقررہ اصول کو غلط کہا اور اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ

گویند عنانِ خود چہ تابی گم شو کہ چو گم شوی بیابی

ایں نکتہ نمود نا صوابم چوں گم شوم آں گئے چہ یابم

یابندہ اگر کے دگر خواست از گم شدم پس او چہ می خواست

[لوگ کہتے ہیں کہ تو بخی باگ کیا موزا ہے (بلکہ) تو گم ہو جا کہ جب تو گم ہو جائے گا تو پائیگا مجھ کو یہ نکتہ درست

معلوم نہیں ہوتا (کیونکہ) جب میں گم ہو جاؤں گا تو اس وقت میں کیا پاؤں گا۔ پلنے والا اگر کسی دوسرے کو چاہتا تھا تو پھر

وہ میرے گم ہونے سے کیا چاہتا تھا۔]

پس اعتراض بھی دور ہو جاتا ہے کیونکہ گم ہونا جو کہ فنا ہے یہ ماسوا کی نسبت سے ہے اور باینا جو بقا سے (متعلق) ہے حق تعالیٰ کی نسبت سے ہے اور ان دونوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے، اس فقیر نے اس مطلب کو کسی کاغذ (مکتوب) میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اگر کوئی پوشیدگی رہ جائے تو وہاں رجوع کریں۔ ہمیرے مخدوم! انکویتی غیبی امور اور مردوں کے احوال میں سے جو کچھ ظاہر ہو ضروری نہیں ہے کہ اس کو تفصیل سے لکھیں، اجمال کے طور پر لکھنا بھی کافی ہے کیونکہ (یہ) اصلی مطلب سے کچھ زیادہ تعلق نہیں رکھتا لیکن جو چیز نادر درجہ کی ہو اور جو چیز کہ اصلی مطلب کے ساتھ تعلق رکھتی ہو اگر اس کو تفصیل سے لکھیں تو مستحسن ہے اور جس شخص میں طلب کا جذبہ پائیں طرفین کے استخارہ کے بعد

اس کو طریقہ بتادیں اور اگر ہجوم اچھا نہیں لگتا تو صحبت میں کم آدمیوں کو موقع دیں اور احوال کو چھپانے کا طریقہ محمود (اچھا) ہے، (اس کے) پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے، ایک بزرگ نے آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں دریافت کیا یا رسول اللہ! تصوف کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا تصوف دعویٰ کو ترک کرنا ہے اور معانی (باطنی حالات و کیفیات) کو چھپانا ہے۔ اور آپ نے جو مقامِ فردیت کی بشارت حاصل ہونے کے بارے میں لکھا تھا وہ مبارک ہے لیکن آپ نے یہ نہیں لکھا کہ آپ نے اس کے آثار اپنے اندر کچھ پائے ہیں یا نہیں، البتہ آپ نے اس قدر لکھا ہے کہ اس میں مقام ارشاد مقامِ فردیت سے نیچے تصور ہوا، فقیر بھی اس بارے میں توجہ کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ بیشک عروج کے مراتب میں مقامِ فردیت مقام ارشاد پر فوقیت رکھتا ہے، ارشاد چونکہ عروج و نزول دونوں کو شامل ہے (اس لئے) فردیت پر فضیلت رکھتا ہے کیونکہ فردیت میں بھی (محض) عروج اور حق تعالیٰ کی طرف رُخ ہے، نزول اور خلق کی طرف رُخ نہیں رکھتا جو کہ تکمیل و دعوت کا مقام ہے وَلِکُلِّ وَجْهَةٌ (اور ہر ایک کیلئے ایک سمت ہے) ہاں جو شخص کہ فردیت اور قطبیت کے کمالات کا جامع ہو وہ کبریتِ احمد (سرخ گندھک) ہے جیسا کہ ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) شروع میں ان دونوں نسبتوں کے جامع رہے ہیں اس کے بعد وہ کمالات وراثت (وراثتِ انبیاء علیہم السلام) کے ساتھ ملحق ہو گئے تھے اور سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادی) قدس سرہ بھی (ان دونوں نسبتوں کے) جامع تھے، نسبتِ فردیت ان کو شیخ محمد قصاب سے حاصل ہوئی تھی اور نسبتِ قطبیت کو شیخ سری سقطی سے (حاصل کیا تھا) انھوں نے نسبتِ قطبیت کو نسبتِ فردیت کے بالمقابل فراموش کر دیا ہے جیسا کہ انھوں نے فرمایا کہ لوگ جانتے ہیں کہ میں سری سقطی کا مرید ہوں نہیں (بلکہ) میں محمد قصاب کا مرید ہوں۔

اور الان و انوار کا ظہور فنا و نیستی کی نسبت کے ساتھ کچھ زیادہ مخالفت نہیں رکھتا اور ان کے ظہور کے وقت اپنے آپ کو ان کے ساتھ مشغول نہیں کرنا چاہئے اگرچہ لذت بخش ہوں اپنی نسبت کی طرف متوجہ رہنا چاہئے۔

آپ نے لکھا تھا کہ ”واقعات میں دوسرے سلسلوں (کے بزرگوں) کے ساتھ صحبت بہت ارفع ہوتی ہے اور ان کی طرف سے) توجیہات بہت معلوم ہوتی ہیں بلکہ بعض اوقات اس قدر واضح انکشاف ہوتا ہے کہ ادراک کو دیکھنے میں ظاہری آنکھ باطنی نظر کے شریک (ہوتی) ہے، وہ اپنے طریقوں کا مکلف بتاتے ہیں، اس سے ہم بہت رکھتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ میرے محذوم! آپ اپنے کام میں مشغول رہیں، اور بزرگوں کا احترام ملحوظ رکھیں لیکن توجہ کے قبلہ کو منتشر نہ کریں اور توجہ کو ایک جانب قائم رکھیں

(یہ حضرات) بزرگ ہیں (حال کے اندر) ظاہر ہو چکی مشق میں شفقت کرتے ہیں، جو شخص ایک جگہ (تعلق رکھتا) ہے وہ ہر جگہ (سے فیض حاصل کر لیتا) ہے اور جو شخص ہر جگہ (تعلق رکھتا) ہے وہ کسی جگہ (سے بھی فیضیاب) نہیں ہے۔ جانا چاہئے کہ اس راہ کے اس طالب پر جو کسی شرح کا مرید ہو چکا ہے ظاہر ہو جائے کہ اس کو کوئی نسبت یا نور کسی دوسرے بزرگ سے پہنچا ہے تو اس کو چاہئے کہ اس نسبت کو اپنے پیروں سے جانے کہ جس نے اس بزرگ کی شکل میں ظاہر ہو کر فائدہ پہنچایا ہے اور اعتقاد کرے کہ اس کا پیر جامع ہے اس کے لطائف میں سے کسی لطیف نے جو کہ اس بزرگ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اپنے آپ کو اس بزرگ کی صورت میں ظاہر کیا ہے، یہ (دوسرے بزرگ سے فیض سمجھتا) طالبین کی غلطیوں میں سے ہے، آپ خود تو محفوظ ہیں لیکن دوستوں کو اس باریکی سے آگاہ کر دیں، شیطان طاقتور دشمن ہے ایسا نہ ہو کہ اس ذریعہ سے طالبین کی توجہ کے قبلہ کو منتشر کر دے اور مطلوب تک پہنچنے سے روک دے بلکہ راستہ ہی سے گمراہ کر دے۔

میرے محروم! آپ کا ایک مکتوب اس سے کچھ مدت پہلے پہنچا تھا وہ آپ نے ترک (گوشتہ نشینی) سے پہلے لکھا تھا اس کے بعد اس خط کے سوا جس کا جواب لکھا گیا آپ کا اور کوئی خط نہیں پہنچا اور اس خط میں ترک و استنکاف (خلوت و علیحدگی اختیار کرنا) اور اس وضع سے جو آپ رکھتے تھے کامل بے رغبتی کا شوق بہت زیادہ (درج) تھا اور آپ نے اس بارے میں ابتدائی امور کی کچھ تفصیل بیان کی تھی اور نیز اس خط میں درج تھا کہ ان دنوں میں گرمی و حیرت و عاجزی و محتاجی بہت زیادہ ہے اور ارادہ و غما (بے نیازی) و طاقت و ہمت (حوصلہ) جو کہ شروع میں معلوم ہوئی تھی بہت کم ہے (پہلے) اسباب کے واسطے کے بغیر مسبب علی نظر میں تھا اب وہ اسباب کے قبول میں ہے پہلے صنعت صانع کی مدلول (جس چیز سے صانع پر دلالت کی جائے) تھی، اب قضیہ برعکس ہے (پہلے) ایک شعور کی آند تھی اب آرزو کے شعور کا زوال ہے (پہلے) فنا کو بقا پر قبول کرتا تھا اب (صرف) بقا کا انتخاب کرتا ہے (پہلے) صفات کو تحقیق کی رو سے بلا کم و کاست عین ذات جانتا تھا اب ان امور میں وجود کا متضاد ہونا مفہوم ہونا ہے (پہلے) صحو کی آرزو معتبر تھی، اب دل مسکرا کر وی ہے (پہلے) جلوت و محافل (لوگوں اور محفلوں میں ہونا) و سیر و سفر اچھے لگتے تھے اس زمانے میں گونے (خلوت گاہیں) اور اقامت (گھر پر رہنا اور سفر نہ کرنا) اور بیٹھ رہنا ہمت کو اچھا لگتا ہے، میرے محروم! معاملہ ابتدا سے جس قدر دور ہوتا جاتا ہے مذکورہ امور دور ہوتے جاتے ہیں، ابتدا کی طرف رجوع کرنا ہی انتہا ہے (اس خط میں) درج تھا کہ "سلوک قدمی کا مرتبہ اور سلوک نظری کا مرتبہ بظاہر کسی فرق کے بغیر ایک ہی معنی میں ہو گیا یا نہیں" ایک ہی معنی میں نہیں ہے جیسا کہ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے مکتوبات شریفہ میں اس معنی کو تفصیل سے لکھا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والترم متابعتا المصطفیٰ علیہ علیٰ آلہ الصلوٰت والبرکات والعلیٰ
 وعلیٰ جمیع الاولیاء والمرسلین وعلیٰ کل الملائکۃ المقربین وسائر الصالحین آمین۔

مکتوب ۱۵۵

شیخ عرب بخاری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ظاہر کی تعمیر باطن کی تخریب ہے اور یہ کہ جو حالت
 نماز میں پیش آتی ہے وہ انتہا کی خبر دینے والی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً ومصلياً، برادر عزیزم شیخ عرب اس دلفگار درویش کا سلام
 عافیت انجام پڑھیں، آپ کے ارسال کردہ خطائے سرور کیا، اللہ سبحانہ کا حمد و شکر ہے کہ ظاہری عافیت
 اور باطنی شادابی و رکھمی کے ساتھ سعادت یافتہ ہیں، اللہ تعالیٰ ترقیات نصیب فرمائے اور زیادہ سے زیادہ
 عطا کرے من استوی یوہامہ فہو مغبون (جو شخص کے دونوں برابر ہو گئے یعنی دوسرے کی ترقی نہیں کی وہ خلیفے ہیں) بہترین
 اوقات کو وظائف بندگی کے ساتھ مصروف رکھیں اور اس قلیل فرصت میں باطن کی تعمیر اور اس کی تنویر
 (صفائی و جلا) میں مشغول رہیں افسوس در افسوس کہ ظاہر کی تعمیر باطن کی تخریب کا سبب ہے اور اس کے
 برعکس (باطن کی تعمیر ظاہر کی تخریب کا سبب) ہے اور ہم بواہوس لوگ ظاہر کی تعمیر کے درپے ہیں پس ہم
 باطن کی کیا خبر رکھیں گے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: فانی بعثت بھراب الدینا ولہ ابعث بعمار تھا
 (میں دنیا کی خرابی (یعنی اس سے توجہ کو ہٹانے) کے لئے بھیجا گیا ہوں اس کی تعمیر (اس کی طرف مشغول کرنے) کیلئے نہیں بھیجا گیا)۔

آپ نے لکھا تھا کہ پانچوں نمازوں کے دوران عجیب کیفیت پیش آتی ہے اور ہستی (فنائیت) کی
 دیدہ بیشکی کے طور پر ہے خاص کر ذکر و مراقبہ کے وقت میں نہ وجود کا کوئی نشان نظر میں آتا ہے اور نہ عدم کا کسی
 کام کا ارادہ دل میں نہیں آتا۔ میرے محترم! یہ احوال سنجیدہ اور پسندیدہ ہیں خاص طور پر وہ حالت جو کہ نماز اور
 کرنے کے دوران پیش آتی ہے بہت عمدہ ہے اور اس کی کیفیات انتہا کی خبر دینے والی ہیں والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۵۶

اپنے پیر زادے خواجہ محمد عید اللہ کی خدمت میں اس بارے میں کہ فتاویٰ حیدر و تجلی ذات کے ماوراء دوسرے
 معاملات بہت ہیں اور نماز کے بعض کمالات کے میان اور حضرت خواجہ نیرنگ (خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری مدظلہ)

کے اس کلام کی شرح میں کہ انھوں نے فرمایا ہے فنایت کے بعد ہوا جس و وسوس (شیطانی و نفسانی خطرات) کا ظہور مضر نہیں ہے، تحریر فرمایا۔

بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ: مخدوم زادہ کے خدام کے لئے اخلاص کے ساتھ دعا کرتے والوں میں سے سترہ کی عرض دعا و نیاز قبول فرمائیں، آپ کے عنایت نامہ گرہی نے شرف فرمایا، امید ہے کہ اسی طریق پر درو افادہ دوستوں کو نازہ الطاف و معارف سے نوازتے رہیں گے، یہ گنہگار تباہ کار نہایت شرمندگی و تجالت کی وجہ سے جو کہ باری تعالیٰ کی مقدس بارگاہ سے رکھتا ہے اپنے آپ کو اس کے لائق نہیں جانتا کہ تحقیق یا تقلید کے ساتھ اس بارگاہ مقدس کے ارد گرد کی کوئی بات زبان یا قلم پر لائے اور اسی وجہ سے بعض اوقات غایت ناموں کے جواب ارسال کرنے میں کوتاہی ہو جاتی ہے لیکن اس وقت (آپ کے) امر شریف کے مطابق جرأت کرتا ہے اور جو کچھ اس احقر کی ناقص سمجھ میں آتا ہے لکھتا ہے اور کوتاہیوں کی معافی کی امید رکھتا ہے۔ میرے مکرم! کامل درجہ کی فنا تجلی ذات کے بغیر میسر نہیں ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ تجلی ذات (کے ظہور) سے ماوراء دوسرے معاملات بہت ہوں کہ (اس) سعادت عظمیٰ کا حاصل ہوتا ان کے ساتھ وابستہ اور (ہو سکتا ہے) انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والبرکات کے درمیان آپس میں (ایک دوسرے پر) فضیلت دینے والی چیز بھی یہی معاملات ہوں۔ بیشک انبیاء کا طریقہ نیستی (فنایت) و گد شگی (گذر جانا) و آزادی ہے لیکن حقیقت انبیاء علیہم التجات والتسلیمات بظاہر اس کے ماوراء ہوگی طریقت سے حقیقت تک بہت فرق ہے فنا فی نفس مطالب مقصودہ میں سے نہیں ہے، مقصود اصلی دوسرے امور ہیں کہ فنا ان کے لئے شرطاً و فی ذلک فلیتذات فلیتذات فلیتذات فلیتذات (اور رغبت کرنے والوں کو چاہئے کہ ضرور اس میں رغبت کریں) اگرچہ جو صاحب نفی نقطہ نفی کے انتہائی درجہ تک نہیں پہنچتا ہے وہ مجمل اثبات سے کچھ حصہ رکھتا ہے اگرچہ تھوڑا سا ہی ہو، لیکن ایک حصہ سے دوسرے حصہ تک بہت فرق ہے، وہ لوگ جن کی اصلی فطرت نفی کے مقام سے ہو اگرچہ وہ اثبات کے مقام سے کسی قدر حصہ رکھتے ہیں لیکن یہ حصہ طفیلی ہے ذاتی نہیں ہے جو کچھ ان کا ذاتی حصہ ہے وہ نفی و شقی ہوتا ہے اور جو لوگ کہ فطری استعداد کے مطابق اثبات کے مقام سے کچھ حصہ رکھتے ہیں نفی ان کا طفیلی حصہ ہے، اثبات کے ضمن میں جو کہ اس جماعت کا ذاتی حصہ ہے نفی بھی حاصل ہو جاتی ہے ان دونوں حصوں میں بہت زیادہ فرق ہے، ان معاملات میں سے جو کہ مقام اثبات سے تعلق رکھتے ہیں اور ان میں کچھ تقلید کی راہ سے اور کچھ تحقیق کی راہ سے اس بے حاصل کی سمجھ میں آئے ہیں اگر کچھ بیان کرے تو قریب ہے کہ نزدیک کے لوگ دوری تلاش کریں اور ڈرتا ہے کہ اس کے حق میں قطع البعوم (گھلا کاٹ دیا جائے) صادق آئے سے سراپا آتشی امشب قدر گود دیگرے پُر کن کہ خوابد سوخت مجلس تا توئے درجام خواہی کرد

[نوح کی رات سزا پاگاہ ہے اس لئے کسی دوسرے کو کہہ نہ کہ پیالہ پر کرے کیونکہ اگر تو پیالہ میں شراب ڈالے گا تو مجلسِ قبل جائیگا] اس مقام میں اس قاصر کے (میرے) گمان میں توحیدِ ذاتی اور کثرت میں وحدت کے شہود کا کوئی

نام و نشان ظاہر نہیں ہے اور اسی طرح مخلوق کے ارشاد (ہدایت) کے لئے اس مقام سے کامل نزول کے بعد کثرت میں وحدت کا شہود نہیں سمجھنا اور ضروری نہیں جانتا اور بتندی اور غیر مرجوع یعنی نزول کی طرف رجوع نہ کرنے والے اور مرجوع یعنی نزول کی طرف رجوع کرنے والے متوسط کو اس معرفت میں کوئی فرق نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اگر کثرت کے آئینوں میں مشہود مطلوبِ حقیقی ہے اور نفی کے لائق نہیں ہے تو پھر بتندی اور متوسط کو یہ معرفت نقصان دہ کیوں ہو اور اس کی نفی میں کوشش کیوں کی جائے اور اگر مطلوبِ حقیقی نہیں ہے اور قابلِ نفی ہے جیسا کہ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا، سنا اور جانا گیا ہے وہ سب غیر ہے کلمہ لا کی حقیقت کے ساتھ اس کی نفی کرنی چاہئے تو منتہی مرجوع (نزول کی طرف لوٹے ہوئے) کہہ کیوں اس سے چارہ نہیں ہوتا اور کس قصور میں اس کو غیر مطلوب کے مشاہدہ سے آرام دیتے اور اس غیر واقع معرفت کو اس پر ظاہر کرتے ہیں اور اطلاق کی فضا میں آزادی حاصل کرنے کے بعد اس کو تنگ کوچہ (توحید و جود) کے قید خانہ میں کیوں قید رکھتے ہیں جیسا کہ ہمارے خواجہ حضرت مولانا الدین الرضی (باقی باللہ) قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ توحید (وجودی) تنگ کوچہ ہے مشاہدہ اور ہی ہے۔ اس عبارتِ شریفہ سے دو چیزیں حاصل ہوتی ہیں ایک یہ کہ توحید (وجودی) مطالب میں سے نہیں ہے (بلکہ) مطلوب کا راستہ ہے کیونکہ مطلوب کوچہ و شاہراہ کے ماوراء ہے، دوسری چیز یہ کہ یہ ایک بہت تنگ راستہ ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مطلوب سے باز رکھنا ہے اور یہ عبارت اس پر دلالت نہیں کرتی کہ کامل ترین فنا اور پوری طرح نزول کے بعد یہ معرفت ضرور ظاہر ہونی چاہئے۔ اگر لوگ کہیں کہ کثرت کے آئینوں میں اگرچہ مطلوب کلی طور پر مشہود نہیں ہے لیکن اس کے ظہورات ہیں جو کہ جزئیت کے عنوان کے ساتھ مشہود ہوتے ہیں، پس بتندی و متوسط چونکہ مطلوب تک نہیں پہنچے ہیں شاید اس معرفت کے ظہور کے وقت جزئی شہود کے ساتھ کلی شہود سے باز رہ جائیں اور منتہی چونکہ مطلوب کو پہنچ چکا ہو (اس لئے) اس کے رجوع کے بعد مدتِ دعوت کی تکمیل کے زمانہ تک اگر اس کو ان جزئی مشاہدات کے ساتھ مانوس رکھیں تو اس کی گنجائش ہے (وہ) غیر مطلوب کو مطلوب نہیں جانتے گا اور اس کے ساتھ کامل طور پر آرام نہیں لے گا اور تنگ کوچہ (توحید و جود) کا مفید نہیں ہوگا کیونکہ فضائے اطلاق میں آزادی حاصل کر چکا ہے اور مطلوب کو جیسا کہ وہ ہے پا چکا ہے اور جانتا ہے کہ یہ شہود اس کی تسلی کے لئے ایک مقررہ مدت تک عطا کیا گیا ہے۔ (اس کے جواب میں) ہم کہیں گے کہ جو منتہی انتہا کے کامل درجہ تک نہیں پہنچا

ممکن ہے کہ وہ اس رجوع کے بعد ان جزئی مشاہدات کے ساتھ خوش ہو جائے لیکن جو عارف کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات و اکابر اولیائے کرام رضی اللہ عنہم کے کمال تک پہنچ چکا ہے اور اصل سے کچھ شریعت حاصل کر چکا ہے اگر وہ عالم کی طرف نزول (رجوع) کرے تو وہ اس قسم کے مشاہدات پر کیوں فریفتہ ہوگا اور اس شہود کے ساتھ کب مانوس و گرویدہ ہوگا اور نیز جو تہمتی کہ کمال کے کامل درجہ تک پہنچ چکا ہے اور اس یقین کامل کے ساتھ جان لیا ہے کہ جو کچھ موجودات کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے وہ کسرا پر یقیناً یَحْسَبُهُ الظَّالِمُ بَلَاءً (وہ ایک چیل میدان میں چلتی ہوئی ریت کی مانند ہے جسکی سا آدمی پانی گمان کرتا ہے) کی قسم سے ہی اور غیر مطلوب ہے اور مطلوب اس سے ورا را الورا ہے پس وہ غیر مطلوب کے ساتھ کیسے مانوس ہوگا اور یہ معرفت کس لئے اس پر ظاہر ہوگی کسی نے خوب کہا ہے،

تو در عالم نمی گنجی ز خوبی مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

[تو سارے عالم میں خوبی کی وجہ سے نہیں سماتا تو پھر میری آغوش میں بھلا کہاں سما سکتا ہے]

ایک درویش نے کسی وقت میں عالم امکان کی موجودات مثلاً زمین، بادل، آسمان، سورج، نباتات اور حیوانات سے دریافت کیا کہ ارباب وحدۃ الوجود تمہارے آئینوں میں جو کچھ شہود و مشاہدہ ثابت کرتے ہیں کیا یہ درست ہے اور مطلوب تم میں جلوہ گرے ہمسب نے الگ الگ اس (اللہ تعالیٰ کی تقدیس و تہذیب (پاک) بیان کی اور ظاہر کیا کہ ہم پر یہ تہمت مت لگاؤ ہمیں اس کی کیا طاقت کہ اس کا منظر و آئینہ ہونے کا دعویٰ کریں، وہ سبحانہ اس بلندی شان اور تہذیب کے باوجود ہم میں کس طرح ظہور فرما ہوگا۔

ع مَن تہمت سایہ بر آفتاب [تو آفتاب پر سایہ کی تہمت مت لکھ]

انھوں نے اپنے آپ کو محض خالی اور صرف سادہ ظاہر کیا۔ آسمان کی حقیقت نے دوسروں کی حقیقتوں سے پہلے اس دعویٰ کو بریت ظاہر کی اور عافری وزاری و ذلت کے کامل اظہار کے ساتھ پیش آیا، اور چونکہ کچھ لوگ اس بیچارے سرگردان (آسمان) کے ساتھ غیر واقع امور کو منسوب کرتے ہیں اور کوئی حوادث اور اس قسم کے امور کو اس کی طرف لوٹاتے ہیں اس وجہ سے اس پر اللہ تعالیٰ اجل سلطانہ کی ہیبت کا اس قدر غلبہ تھا کہ وہ اس کو بیان نہیں کر سکتا تھا خوف و خجالت سے گپھل کر پانی ہوا جاتا تھا، اس اثنا میں سورج نے بھی اپنی عبادت (پوجا) کرنے والوں سے بریت ظاہر کی اور بیان کیا کہ اس جماعت نے مجھ کو شرمندہ و روا کر دیا ہے میں اس نامردی و سرگردانی کے ساتھ ادویہ اس (میری بندگی کے مقابل) میں (وہ آفتاب) لرزنا لانا تھا۔

(اب ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں، کامل مرحومین (روا پس لوٹنے والوں) کا انس (لگاؤ) محبوب کی طاعات و عبادات اور اس کی مخلوقات کے حقوق کی ادائیگی میں ہے، خاص طور پر نمازیں جو کہ

مومن کی معراج ہے اس حد تک خاص اُنس رکھتے ہیں کہ اس نماز کے باہر گویا معطل اور بیکار رہیں۔
 حدیث ارحیٰ یا بلال [اے بلال مجھ کو نماز کو راحت پہنچاؤ] اور حدیث قرۃ عینی فی الصلوۃ
 [میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے] اسی کا اشارہ ہے، خاص طور پر وہ لوگ جو کہ محبوبیت ذاتیہ کے ساتھ
 مشرف ہیں اور ولایت خاصہ محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام والحقۃ کے ساتھ واصل ہو گئے ہیں،
 ان کا اُنس طاعت میں ہے اور ان کی ہمت نماز کی تکمیل پر مصروف ہے، بلند مقامی سے شہود و مشاہدہ کی طرف
 متوجہ بھی نہیں ہوتے کیونکہ انھوں نے یقین کے ساتھ جان لیا ہے کہ اس عالم کے
 مشکوفات و مشہورات مطلوب کے ظلال ہیں عین مطلوب نہیں ہیں، اور مطلوب مطلق ذات حق تعالیٰ
 ان مقیدات و مشاہدات سے پاک و بری ہے اس لئے ہزاروں شہود و مشاہدہ کو اُس تحریرِ اولیٰ کے برابر
 نہیں جانتے جس کو وہ امام کے ساتھ پاتے ہیں اور نماز کے شروع کی طمانیت کو تجلیات سے بہتر تصور کرتے
 ہیں البتہ محب چونکہ ہمیشہ محبوب کے شہود (مشاہدہ) کا طالب ہوتا ہے اور ہر وقت اس کے وصل و اتصال
 کا خواہشمند رہے (اس لئے) جائز ہے کہ وہ کمال شوق کی وجہ سے محبوب کے ظلال کے ساتھ بھی آرام حاصل
 کر لے اور اس کے ظہورات کے ساتھ مجتہدیں کرے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے ۵

ہوئے توازیاجہ مست و بخود زہر سو کہ آواز پائے برآید

[جس طرف سے بھی کہتے ہو پاؤں کی آواز آتی ہے میں تیری ٹوکی وجہ سے مست بخود ہو کر اپنی جگہ سے (اٹھ کر چل پڑتا ہوں)

محبوب اصل کی کچھ نشانی رکھتا ہے اور ذات کا من حیث ہو [جیسی کہ وہ ہے] گرفتار ہے اور
 اس گرفتاری کے غلبہ کی وجہ سے دوسرے امور کی طرف متوجہ نہیں ہے جو معاملہ کہ وہ رکھتا ہے اس مقام
 میں شہود و تجلی کا نام لینا عار (شرم) ہے پس محمدی المشرب کو جو کہ محبوبیت کے زیادہ قریب ہے (اُسے)
 چاہے کہ ان مشاہدات سے دور اور تمام شہودات سے ایک طرف (بے تعلق) ہو جائے خواہ وہ شہود
 آئینوں میں ہو یا آئینوں سے باہر ہو اور جو عبارت کہ حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ نقشبند بخاری) تو ان شہود
 سے منقول ہے کہ فنا کے بعد ہوا جس و وسوس کا ظہور ضرر نہیں ہے اس کے محامل (مواقع) اور ہیں جو
 کہ بہت بلند ہیں کیا ضروری ہے کہ (اسے) کسی ایسے محل (موقع) پر لانا رہے جو ان بزرگ کے مشرب کے
 مخالف ہو اور ان حضرت عالی کی عبارت کے ساتھ جو کہ پہلے لکھی جا چکی ہے تضاد رکھتا ہو کیونکہ ہو سکتا ہے
 کہ یہ عبارت اس معنی میں ہو کہ فنا سے مقصود اُس (امر) تعالیٰ کے ماسوا کی گرفتاری کا زائل ہونا ہے
 اور جب فنا و اطمینان نفس کے ساتھ یہ معنی حاصل ہو گئے پھر اس کے بعد اگر اشیا کا علم لوٹ آئے اور
 ساوس پیدا ہو جائیں تو وہ حضرت سے بچ جاتا ہے کیونکہ اشیا کا علم جو کہ فی نفسہ صفت کاملہ ہے

۱۶۷
اشیاء کے ساتھ گرفتاری کی وجہ سے مذموم ہوتا ہے اور فنا کے ذریعہ اس گرفتاری سے نجات میسر ہو گئی
تو اشیاء کا علم ہم (ہماری) کی صفت سے نکل گیا اور نیز ہو سکتا ہے کہ اس معنی میں ہو کہ عارف کامل کام کی
تکمیل کے بعد جب عبادت کے مقام تک پہنچ جاتا ہے تو اس کے لئے اقدارِ عالم میں سے ہر فرد اس (اللہ تعالیٰ) کی
کی مقدس بارگاہ کی طرف شاہراہ ہو جاتا ہے پس خطرات جو کہ پہلے غفلت اور دُور کی کا سبب تھے اس وقت
میں جمعیت و حضوری کا سبب بن جاتے ہیں اور خطرات سے خالق خطرات تعالیٰ و تقدس کی طرف ایک راستہ کھل جاتا ہے

۵ در دلِ ما غمِ دنیا غمِ معشوق شور بادہِ گروام بود پختہ کند شیشہ ما
[ہمارے دل میں دنیا کا غم (بھی) معشوق کا غم ہو جاتا ہے، شراب اگر کچی ہو تو ہماری صراحی اس کو پختہ کر دیتی ہے]
اور نیز ممکن کا علم چونکہ عالم کی ذات میں معلوم کی صورت حاصل ہونے کے ساتھ ہے اور معلوم
کے ساتھ عالم کے اثر قبول کرنے کا سبب ہے اس لئے عالم کے تغیر و تلون (بدلتے رہنے) کا سبب ہر جس سے
نقص لازم آتا ہے اور واجب تعالیٰ کا علم حصول کی کیفیت سے پاک و جبری ہے پس اگر عارف کامل کا علم
تخلیقا و باخلاق اللہ [اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ موصوف ہو جاوے] کے مصداق اس قسم کا ہو جائے اور
ناثر و تغیر سے رہائی حاصل کر لے اور نقص سے کمال میں آجائے تو بعید نہیں ہو گا کہ اس وقت میں خطرات و
حدیث نفس ہو اور اس سے کچھ بھی ناثر و تغیر نہ ہو، یہ معرفت نہایت عجیب و غریب اور نہایت پوشیدہ اسرار
میں سے ہے۔ رَبَّنَا اِنَّا مِّنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَهِيَ تَلْتَمِزُنَا مِنْ اَمْرِ نَا رَسُوْلًا اِذَا [اے ہمارے رب! ہم کو اپنے
پاس سے رحمت کا سامان عطا فرما اور ہمارے لئے ہمارے کام سے بھلائی بھیجا فرما] و صلوات اللہ تعالیٰ علیٰ خیر
خلقه محمد و آلہ اجمعین وصل علی جمیع الانبیاء و المرسلین و الملائکۃ المقربین سائر الصالحین المؤمنین
آمین

مکتوب ۱۵۸

مولانا عبد الغفور عمر قزوی کے نام پیر دستگیر اور ان کے اصحاب کے ساتھ بہت زیادہ محبت کے

اظہار میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ یہ وقت ان کی نسبت شریفی کے طور پر کتاب نہیں رکھتا۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ کتنی بڑی نعمت ہے کہ کوئی شخص بڑھاپے کے

اوقات میں زیورِ طاعات سے آراستہ ہو اور ضعف کے وقت میں طاقتور و شہنشاہ پر قائل ہو اور اہل اللہ کے

قبول کر لینے کے آثار اس کے طور طریقوں سے ظاہر ہوں اور اس کی پیشانی کے انوار اس معنی کی شہادت

میں نمایاں ہوں۔ آمین (آپ) کی توفیق کی خبریں سننا کامل خوشی اور اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کے

شکر کا باعث ہے اور اس خوشگوار نعمت کی زیادتی کے لئے دعا و امداد کا سبب ہوتا ہے، یہ سب انوار اُس (اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے دوستوں کی نظر کی برکات سے ہیں اور یہ صوری جمعیت جو کہ ظاہر نے بندگی کے وظائف کی ادائیگی کے ساتھ حاصل کی ہے اس معنوی نسبت کا اثر ہے جو کہ اُن (اولیاء اللہ) کے باطن سے (اس کے) باطن پر چمکی ہے، جو حضرات کہ حضرت قبلہ حقیقی (والد ماجد یعنی محمد الف ثانی قدس سرہ) کی خدمت کے شرف اور پاپوسی کی سعادت سے مشرف ہوئے ہیں نہایت عزیز و محبوب اور بہت ہی شریف و مرغوب ہیں کیونکہ یہ حضرات محبوب کے کمالات کے آئینے ہیں اور اس کے جمالِ پاک کی یادگار ہیں، جب کبھی اس جماعت کو دیکھتا ہے ایک ایسی حالت ظاہر ہو جاتی ہے کہ گویا اس قبلہ طالباں خدا کے جمالِ مبارک کو مشاہدہ کرتا ہے اور (جب) اُس صحبت اور اس بخت فی اللہ اجتماع کو کہ جس کے مثل تمام دنیا میں نہ تصور کیا جاسکتا تھا اور نہ ہے دل میں خیال کرتا ہے تو دل پر آب اور جگر کیاب ہو جاتا ہے، آرزو یہی ہے کہ ان حضرات کے ساتھ صحبت رکھے اور حرف و حکایت انہی کے ساتھ کرے لیکن افسوس کہ یہ حضرات دن بدن کم ہوتے جا رہے ہیں اور اس کی کے باوجود ایک دوسرے سے دور پڑے ہیں۔

زحیر دوستاں خون شد درونِ یزدجان من فراق ہمنشینان سوخت مغیر استخوان من

[دوستوں کی جدائی سے میری جان سینہ کے اندر خون ہو گئی، ہمنشینوں کے فراق نے میری ہڈیوں کا مغز جلادیا ہے]
[تخیر فی احسن اللہ سبحانہ] (جو کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے اسی میں بھلائی ہے) یہ حضرات جہاں بھی غیبت میں - رع
بیادگارِ ربانی کہ ہوئے آں داری [تو یادداشت میں رہیگا کیونکہ تو اس کی بڑھتا ہے]

اس فراق سوختہ اور دل باختہ عاشق کی حالت یہ ہے کہ جو شخص کہ حضرت عالی (محمد الف ثانی قدس سرہ) کے وجود کی شمع کے گرد پروانہ کی طرح نہ پھلے اور نشانہ کی طرح اس کی بے مثال توجہ کے تیر کا ہدف نہیں بنائے اور اس کی رفتار اور محبوبانہ اداؤں کا شکار نہیں ہوا ہے اور اس کے قدرِ غنا کی نزاکت کے فخر اک دغا رنج میں نہیں بندھتا ہے اور اس کی معشوقوں جیسی شراب کی مانند (نیشلی) آنکھوں کا کشتہ نہیں ہے اور اس کے دلبروں جیسے تبسم کا عاشق نہیں ہے اور جس نے اپنی نازک پیشانی کو اس کے آستانہ عالیہ پر کمال شوق و آرزو کے ساتھ نہیں گھسا ہے اور اس کی درگاہ کے کُنوں کی خاک پا کر اپنی آنکھوں کا سرمہ نہیں بنایا ہے اور اس کی بندگی کے خط کا نشان جس کی پیشانی پر ظاہر نہیں ہوا ہے اور اس بارگاہ کی غلامی کی زنجیر جس کی جان و تن کی گردن میں ظاہر نہ ہو، اس کے ساتھ نہ بیٹھے اور (اس کے ساتھ) آشنائی نہ کرے اور (اس سے) گفتگو نہ کرے، کیا کروں مجھے ایسا ہی پیدا کیا گیا ہے، میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں، محبت کے دیوانے جس جگہ محبوب کی بُو پاتے ہیں جان فدا کرتے ہیں اور جس جگہ محبوب کا کوئی نشان نہیں دیکھتے

اس جگہ سے سینکڑوں فرسنگ (دور) بھاگتے ہیں، جو شخص کہ اس ناکارہ کے ساتھ نشست و برخاست کی رغبت رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ ایسا ہو جائے ورنہ ناکارہ لوگوں کے ساتھ کیا دوستی اور کسی نشست و برخاست، بارہا دل میں آتا ہے کہ کوئی گوشہ اختیار کر لے اور زمین کی تہ میں کوئی گرٹھاپن کر لے تاکہ جو لوگ مذکورہ اوصاف کے حامل نہیں ہیں نہ اُن کو دیکھے اور نہ اُن کی بات سُنے۔

میرے مخدوم! اس وقت کو اس نسبت شریفہ کے اٹھانے کی طاقت نہیں ہے اور قیامت کے قُرب اور ظلمات کے پے درپے آنے کی وجہ سے یہ نسبت عالیہ روز بروز پوشیدہ ہوتی جا رہی ہے اور اس کے اتوار چھپتے جا رہے ہیں اور اس کے اٹھانے والے لوگ کم ہو رہے ہیں اور سوائے اُس کے کہ یہ شخص کسی گوشہ تنہائی میں جا بیٹھے اور کوئی علاج نہیں رکھتا لیکن یہ بھی اس شخص کے اختیار میں نہیں ہے۔ یا اللہ! مجھ کو اُن (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے محبت کرنے والوں میں سے بنادے اور اُن سے محبت کرنے والوں کے دیکھنے والوں میں سے بنادے کہ میں دوسری قوم (جماعت) کے نظارہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ والسلام علیکم وعلیٰٰ اٰلہکم

مکتوب ۱۵۸

مولانا محمد حنیف کے نام درود سوز کے اظہار اور درآفرین کی بقائے مطلب پر دلالت کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ میرے سوادت آثار بھائی مولانا محمد حنیف اس گرفتار آثار سے مشتاقانہ دعائیں قبول فرمائیں۔ آپ کا مکتوب مرغوب اس وقت میں ایک عزیز نے لاہور سے بھیجا ہے اس کے مطالعہ سے خوش وقت ہوا۔ مکتوب گرامی کے مضمون سے شوق کا جاذبہ ظاہر اور طلب کی حرارت آشکارا تھی۔ الحمد للہ سبحانہ علیٰ ذلک۔ جس قدر بھی جذبہ حرارت حاصل ہو جائے نعمت ہے، کمال یہ ہے کہ جنون کی حد تک پہنچا رہے اور ماسوائے کلی طور پر چھڑا دے۔ لیکن یومن احد کم حتی یقال انه لمجنون [تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ہرگز (کامل) یومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو مجنون نہ کہا جائے] یہ جنون دوستوں کو نصیب ہوا اور ان کے طفیل سے اس کا کوئی گھونٹ تلچھٹ پینے والوں کے حلق میں واقع ہو جائے۔ آپ نے اس دیار (سرحد شریف) آنے کے اشتیاق کا اظہار کیا ہے اور اس ناکارہ کے طلب کرنے کا انتظار رکھتے ہیں۔ میرے مخدوم! اس دیار کے لوگ چونکہ (اپنے) سر میں دوسرے دیار (درآفرین) کا خیال رکھتے ہیں اور اس کی دوری سے ہمیشہ باطن میں سوگوار ہیں، دوستوں کو بھی اُس دیار کی رہنمائی کرتے ہیں اگرچہ (ابتک) اُس دیار کا کوئی نشان ظاہر نہیں ہے اور

اس کے رہنے والوں کا کوئی اثر (علامت) نمایاں نہیں ہے، جدائی اور دوری کے سوا اس سے کچھ نصیب نہیں ہے اور روزِ گلزار کے علاوہ اس سے کچھ حاصل نہیں ہے۔

فخی القلار وساکنہ وانسہم شیون بین جوانخی وضلوخی
 (..... میرے پہلوؤں اور میری پسلیوں (دل) میں دایاں قلوب اس کے رہنے والوں کی محبت کے بارے میں بہت البتہ اس مقام سے گزریں تاکہ جدائی کے ماتمِ زردوں کے (ہمارے) درمیان شریک اور گم شادی (فنایت) کی سوزش کی محفل کے تلخ نوشوں کے ساتھ جُرحِ کش ہو جائیں (یعنی آجائیں) تو کیا مضائقہ ہے لیکن اس سب دردِ دُوری و سوزِ جدائی کے باوجود غنایاتِ بیش از بیش اور الطافِ زائد از بیش ہیں (یہ بھی) غایت ہی ہے کہ جو اس درد کے ساتھ مانوس رکھتی ہو اور جس نے اس سوز کے ساتھ موافقت دے رکھی ہو۔

دریں دیارِ بآں زندہ ام کہ گاہے نسیمِ عاطفے زان دیارِ می آید
 (میں اس دیار میں اس لئے زندہ ہوں کہ کبھی کبھی ہیر بانی کی نسیم اُس دیار سے آجاتی ہے)
 اس جگہ (مقدس بارگاہ) کے لئے جو کہ دارِ اور کسی دیار (لیکن) سے پاک و بری ہے دیارِ و دیار کا اطلاق صنعتِ ۳۱۴
 مشککہ کے طور پر ہے یا کتنا یہ ہے جیسا کہ مشلِ کرام کے کلام میں اس کے مثل آتا ہے ورنہ بیت
 لا دھو زان سرائے روزِ بہی باز گشتند جیب و کببہ ہی
 (لا دھو (فنا و بقاء) اس مقدس بارگاہ سے اس حال میں واپس لوٹتے ہیں کہ ان کی جیب اور قبیلہ خالی ہوئی ہے)

مکتوب ۱۵۹

شیخِ حسن کے نامِ نعت کے شکر پر رہنمائی کرنے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے مکر (تدبیر) سے ڈرنے کے بارے میں تحریر فرمایا
 بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبدہ الذین اصطفے۔ برادرِ عزیزِ مخلصِ احسن اللہ
 سبحانہ حالہ و حصل امالہ اللہ تعالیٰ اس کے حال کو اچھا کرے اور اس کی امیدوں کو پورا فرمائے اس دلِ فگار
 درویش — ہے سلامِ عافیت انجامِ پڑھیں، آپ کی توفیق (ہمت) اور طابِ لبین کے اجتماع کی
 رونق اور اطوار و عنادات کی استقامت اور حلقہ ذکر و فکر کی پابندی کی خبروں کا سننا دوستوں کی مسرت کا
 سبب اور ان کے مزید شکر و حمد کا باعث ہونا ہے، زمانہ کے اس جزو (حصہ) میں جو کہ قُربِ قیامت کا وقت ہے
 اہل اللہ کا اس قسم کا اجتماع اور اللہ فی اللہ صحبتِ بہت بڑی نعمتوں میں سے ہے۔
 کند آسمانِ سجدہ بردہرِ زمینے کہ درو یک دو کس یک رو نفس بہرِ خدا نشیند

(آسمان اس زمین کے لئے سجدہ کرتا ہے جس میں ایک ہڈی ایک دوسرے کے لئے خدائے تعالیٰ کیلئے بیٹھے ہیں) اپنے کام میں مشغول رہیں اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر بجالائیں، لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ [اگر تم شکر بجالاؤ گے میں تم کو زیادہ دوں گا] اور اللہ تعالیٰ کے مکر و تدبیر سے ڈرتے اور لرزتے رہیں اور شیطان کے دھوکے سے بے فکر نہ رہیں اور نفسانی خواہشات اور شرک خفی کی باریکیوں سے خوب ڈرتے رہیں جبکہ ہمارے پیشوا حضرات مَآ أَبْرَأُ نَفْسِي [میں اپنے آپ کو بری نہیں کرتا] فرماتے ہیں تو ہم پر افسوس ہے۔ مختصر یہ ہے کہ اپنے بزرگوں کے ساتھ محبت اور باطنی رابطہ کو مضبوط رکھیں اور نبی کریم علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کے مضبوط حلقہ کو نہ چھوڑیں اور حضرت یلم یزل (حق تعالیٰ) کی بارگاہ مقدس میں التجا و تمت رگڑ کرنا تو تضرع و زاری کو لازم پکڑیں تاکہ نجات کی امید پیدا ہو، اور دوستوں سے توقع یہ ہے کہ اس ناکارہ دعائے خیر سے یاد رکھیں۔ جو مکتوب آپ نے بھیجا تھا پہنچ گیا، اللہ تعالیٰ آپ کا معاون و مددگار ہو۔

مکتوب ۱۶

شیخ عبداللطیف لشکر خانی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ظاہر (بھی) باطن کی طرح دائمی حضور کے

ساتھ موصوف ہونا چاہئے۔

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اُس ذات علیہ علیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات والبرکات العلیٰ کے طفیل کہ جس کی نگاہ نے نہ کبھی کی اور نہ حد سے بڑھی ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ کر کے ایک مطلب کا گرفتار رکھے کہ جو کچھ اس کے ماسوا ہے وہ اس کے بالمقابل محو و لا شئی ہو جائے تاکہ اس کا محب المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے کہ وہ محبت کرتا ہے] کے بموجب آفاق و انفس کو رخصت کر کے بیخود ہو کر اس جگہ دور اور اس کی طلب میں ایسی ہمت عطا فرمائے کہ اس کی تجلیات و ظہورات سے چشم پوشی کر کے ظاہر و متجلی ذات کا طالب و متلاشی رہے، اس حدود فقر کے اطوار و احوال اللہ تعالیٰ کی حمد کے لائق ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کا حمد و احسان ہے، اللہ سبحانہ سے آپ کی سلامتی و عافیت کی دعا کی گئی ہے، اس مسکین کی آند و اپنے اور سب دوستوں کے بارے میں یہ ہے کہ اپنی ہمت کو پوری طرح مطلوب حقیقی کی مقدس بارگاہ کی طرف مصروف رکھا جائے اور جو کچھ اس عظیم دولت کے منافی ہو اُس سے پوری طرح اعراض کیا جائے ایسا نہ ہو کہ باطن کی آبادی پر کثفا کر کے ظاہر کو غفلت کے ساتھ چھوڑ دیں کیونکہ یہ بھی شرک خفی کے دائرہ سے باہر نہیں ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی سعادت مند بندہ تمام عمر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہا پیفر

اُس نے ایک لمحہ بھر کے لئے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی تو جو کچھ اُس نے کھویا وہ اس سے زیادہ ہوگا جو اُس
 پایا تھا۔ لیکن کیا کیا جائے (کہ تمام آرزوئیں میسر نہیں ہیں، جسمانی تقاضوں اور مخلوق کے ساتھ میل جول
 سے چارہ نہیں ہے ہاں اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ ظاہر کی اس غفلت کو جو کہ لازمی ہے اگر اچھی نیت کے
 ساتھ ملایا جائے تو غفلت سے کل جاتی ہے اور ذکر کے ساتھ مل جاتی ہے مثلاً نیت جو کہ سہرا غفلت ہے
 اگر عبادت میں مستی دور ہونے کی نیت کے ساتھ مل جائے تو ذکر ہو جاتی ہے، نوم العلماء عبادۃ [علماء
 کی نیز عبادت ہے] تو آپ نے سنا ہی ہوگا، اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی نیت سے ان کے ساتھ میل جول
 رکھنا بھی ذکر ہے کیونکہ یہ واجب و مستحب کو ادا کرتا ہے علیٰ ہذا القیاس [اور چیزوں کو بھی اسی پر قیاس
 کر لیجئے]۔ ذکر زبانی ذکر میں ہی مختصر نہیں ہے (بلکہ) ہر وہ عمل کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو ملحوظ رکھا گیا ہو
 ذکر میں داخل ہے، اِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذْ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا [بیشک یہ ایک نصیحت ہے پس جو
 شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے]۔ اس بیان سے واضح ہو گیا کہ دائمی حضور کہ جس سے مراد
 غفلت کا ہمیشہ کے لئے دور ہو جانا ہے جیسا کہ بزرگوں نے باطن کی نسبت کہا ہے ظاہر میں بھی ثابت ہے
 لیکن ظاہر کے دائمی حضور کو کہ جس سے مراد اپنے تمام اعمال و افعال کو نیتِ صالحہ کے ساتھ ملانا اور تمام
 امور میں سختی کہ جو امور بظاہر غفلت معلوم ہوتے ہیں ان میں بھی رضائے الہی جل شانہ کو ملحوظ رکھنا ہے باطن
 کا دائمی حضور لازم ہے اور اس کا عکس لازم نہیں ہے۔ یہ کمال مخلصین (لام کی زبر سے) رہائی یافتہ لوگوں
 کے ساتھ مخصوص ہے کہ یہ حضرات ہر عمل میں تصنع و تصحیح نیت سے آزاد ہو چکے ہیں اور ان کی نیت فنا و بقا
 کے ذریعہ اکمل طریقہ پر تصحیح حاصل کر چکی ہے اور لام کی کسرہ کے ساتھ مخلصین (رہائی پانے والے) اس کمال
 سے بہت کم حصہ رکھتے ہیں۔ والمخلصون علیٰ خطر عظیم [اور رہائی حاصل کرنے والے بہت بڑے خطرہ پر ہیں]
 یہ بزرگواران جو کہ اخلاص کی خفقت کو پہنچ چکے ہیں اور تصنع و تکلف سے جو کہ لازمہ طریقت سے ہے رہائی حاصل
 کر چکے ہیں، وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے کرتے ہیں اور جو کچھ ان سے ظہور میں آتا ہے اللہ سبحانہ ہی
 کے لئے ہوتا ہے خواہ وہ نیت کریں یا نہ کریں، نیت (کی ضرورت) محتمل (امر) میں ہے متغین (امر) میں تصحیح
 نیت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان بزرگوں کا نفس اپنے مولا کے لئے فدا ہو چکا ہوتا ہے اور وہ اپنے اوپر
 اُنا (میں) کا اطلاق شُرک جانتے ہیں اس لئے وہ جو کچھ کرتے ہیں وہ اُس (اللہ تعالیٰ کی طرف) ٹوٹتا ہے جیسا کہ
 (اس مقام کے حاصل ہونے سے) پہلے وہ جو کچھ کرتے تھے اپنے نفس کیلئے کرتے تھے اور وہ (عمل) نیت کا محتاج تھا۔
 جاننا چاہئے کہ اس قسم کے عارف کی بے ادبی کرنا اور اس کو تکلیف پہنچانا اس (اللہ) سبحانہ کی
 ایذا و بے ادبی کا پہنچانے والا ہے کیونکہ اس صورت میں اس کے منکبات بلا تکلف اس تعالیٰ شانہ

کی بارگاہ کے ساتھ منتسب ہو جاتے ہیں، جبکہ اس عارف کے اعمال نیت کی احتیاج کے بغیر اس
 (اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہوتے ہیں تو دوسروں کے اعمال جو کہ اس کے متعلق واقع ہوں وہ بطریق اولیٰ اس
 بارگاہ کی طرف عائد (نسب) ہوں گے اور اسی قیاس پر اس کی تعظیم و اطاعت اس کے مولیٰ اجل و علا کی
 تعظیم و اطاعت ہوگی اور اسی اعتبار سے کلام مجید میں وارد ہوا ہوگا مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ ^{بجہ}
 (جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی) سے

بس کسم خود زیر کاں را این بس است بانگ در درم اگر در دره کس است
 (اِس بس کرنا ہوں غفلتوں کے لئے یہی کافی ہے، اگر گاؤں میں کوئی ہے تو میں نے در درے کے خطرے کی آواز لگا دی ہے) والسلام اظہاراً

مکتوب ۱۶۱

حقائق نگاہ خواجہ محمد صدیق کشی کے نام مطلوب جل و عز کی عظمت بیان کرنے اور (سالک کی) ہمت کو بلند کرنے پر
 رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ: آپ نے جو گرامی نامہ ان دنوں میں ارسال فرمایا
 تھا اس کے مطالعہ سے خوش و مسرور ہوا، آپ سلامت رہیں، حج کا عفر مبارک ہو، یقین ہے کہ (اپنی)
 منقول دعاؤں میں ان فقر اکو فراموش نہیں کیا ہوگا۔ میرے مخدوم! (اپنی) بلند ہمت کو اس بات پر
 لگائیں کہ مطلوب حقیقی سے (اس کے سوا) کچھ حاصل نہ کریں اور وصل و اتصال کی آرزو کو اس میں آنے
 نہ دیں کیونکہ یقین کامل کے ساتھ معلوم ہو چکا ہے کہ جو کچھ اس سے حاصل ہوتا ہے وہ اصل کے حوصلہ
 کے مناسب ہوتا ہے اور اس کی استعداد یافت کے ساتھ مقید ہے اور مطلوب ان تقیدات
 (پابندیوں) سے پاک و بری اور ان قیود سے آزاد و خالی ہے، پس چاہئے کہ ہمت کی نظر پڑنے کی
 جگہ ایک ایسے مرتبہ پر محدود ہو جو کہ اور اک (حصول) کی قیود اور استعداد کی پابندیوں سے بالاتر ہو۔

۳۲۲

اگر نہ دہی بکیت دامن یارم گرفتار کسے دیگر ندامم
 (اگر تو یار کا دامن میری تھیلی (مٹھی) میں نہیں دیتا تو مجھے کسی دوسرے کا گرفتار (تو نہ رکھ)۔ کیونکہ ممکن جیتک
 امکان کی قید میں مقید ہے مطلق حقیقی سے کس طرح کوئی حصہ حاصل کرے گا اور بشریت و امکان سے
 پوری طرح الگ ہونا متصور نہیں ہے۔ شیخ عطار (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں۔
 نمی بینی کہ شاہے چوں پیمبر نیافت او فقر کل تو رنج کم بر

(کیا تو نہیں دیکھتا کہ سیر جیسی بادشاہ ہستی نے کامل فقر (کلی انقطاع) نہیں پایا تو پھر تو بھی رنج نہ کر) [إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا وَوَسِعَ رَحْمَتِي كُلَّ شَيْءٍ عَمَّا] (مگر یہ کہ میرا رب کوئی چیز چاہے، میرا رب علم کے اعتبار سے ہر چیز کو احاطہ کے ہوئے ہے) [عجب معاملہ ہے اس مقام میں نہ مطلوب کی جدائی کو چاہتا ہے اور نہ اس کے وصل کو اس کے باوجود اس سے ناامیدی بھی نہیں رکھتا کیونکہ یہ کمال ناامیدی کے معاملہ سے اوپر ہے عرفت ربی جمع الاضداد (میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع کرنے سے پہچان لیا) اور اس کمال کے اضداد کا دور ہونا عالم محبوبیت کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ محبوب جو کہ ہمیشہ محبوب کے شہود کو چاہتا ہے اور ہر وقت اس کے وصل و انصال کا آرزو مند ہے اس بات کی کہاں طاقت رکھتا ہے کہ محبوب کا کوئی پر تو اس پر ظاہر ہو اور اپنے آپ کو نگاہ رکھ سکے، ایک عزیز فرما رہے ہیں: یہ بولے تو از جا جہم مست و بخود نہر سو کہ آواز پائے برآید

[جس طرف سے بھی کسی پاؤں کی آواز آتی ہے میں تیری خوشبو مست و بخود نہر سو کہ آواز پائے برآید] (حرف چل پڑتا ہوں) محبوب جمال و جلال کے آثار و افعال و صفات کے باعث اور خدو قال کے حسن کی وجہ سے محبوب کا شیفہ ہو ا ہے، محبوب ہے جو کہ اصل کی کچھ نشانی رکھتا ہے اور ذات کا من حیث ہو (جیسی کہ وہ ہے) گرفتار ہے اور اس گرفتاری کے غلبہ کی وجہ سے مذکورہ امور کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور توجہ کے قبلہ کو پر آگندہ نہیں کرتا۔ قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَشَكِّكِينَ (آپ کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح پر دعوت دیتا ہوں کہ میں اور میرا اتباع کرنے والے واضح دلیل پر ہیں، شریک ہے اور میں شرکین میں سے نہیں ہوں) اس قسم کے بلند ہمت شخص کیلئے من تواضع لله رفعه الله [جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کی اللہ تعالیٰ نے اس کو بلند کیا] کے مصداق عالم آخرت میں بہت سی امیدیں ہیں جو کہ دوسروں کے لئے نہیں ہیں۔ إِنَّ هَذِهِ تَذَكُّرٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذْ إِلَىٰ رَبِّهِ مَسِيلًا (بیشک یہ ایک نصیحت ہے جس کو کوئی چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ اختیار کرے۔)

مکتوب ۱۶۲

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مطلوب حقیقی سے سالک کا نصیب استہلاک (فنایت) کے سوا نہیں ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: اس گنہگار ہجرت زدہ گوشہ گنہگار کے گم شدہ کی دعا و نیاز مندی قبول ہو، نہیں جانتا کہ کیا لکھے، محبوب کی غایات اس سے

بہت بلند ہیں اس فضول گو کی زبان پر جاری ہوں اور مشتوق کی خوبیاں اس سے بلند تر ہیں کہ اس
 بواہوس کا قلم اُن کی ترجمانی کا خیال کرے۔ لاجعل عطا یا الملک الا مطایاہ [بادشاہوں کے
 عطیات اُنہی کی سواریاں اُنھا سکتی ہیں] جو کچھ اس بیچارہ کا حصہ ہے وہ استہلاک و اضمحال ہے اگر کسی
 خیر و کمال کو اپنی طرف منسوب کرے تو طریقت کا مشرک ہو جائے اور امانت میں خیانت کرنے والا بن جائے
 وَقَدْ مَنَّ اَللّٰی عَلَیْہِمْ اَمَّا اَمِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰہُ حَبَآءً مَّتَّوْرًا [اور جو عمل کا انھوں نے کئے تھے ہم ان کی طرف
 منوجہ ہوئے اور ان سب کو اکارت کر دیا۔] بیہناکارہ اپنی ذات میں تمام نسبتوں سے خالی ہے
 ایک وجود ناعدم ہے وَتَحْسَبُہُمْ اَیْقَانًا وَہُمْ زُؤُودٌ [اور تُو اُن کو جاگتا ہوا گمان کرے گا حالانکہ وہ سوئے
 ہوئے ہیں] اس کا فقر ذاتی اور اس کا فاقہ دائمی ہے، امانتیں ہمیشہ امانتوں والوں کی (ہوتی) ہیں،
 جس بیچارہ کا کمال عدم ہو اور اس کا جمال نیستی ہو وہ اپنے مولا کی ہستی کے متعلق کیا خبر رکھے اول
 اس کے کمال و جمال سے کس طرح اطلاع پائے گا، ہوا العارف والمعروف [وہی عارف وہی معروف] کا
 کا بھید اس جگہ ظاہر ہوتا ہے حضرت جمیل مطلق (اللہ تعالیٰ) ہم جیسے ناکاروں کو ان معانی کے
 ساتھ ایمان نصیب فرمائے اور اس چشمہ سے کچھ شربت عطا فرمائے۔

مکتوب ۱۶۳

بہارِ ابرار
 سبکدوش ۱۰/۱۰/۱۳۳۳
 (درست)

یہ بھی ارشاد پناہ میر محمد نغان کی خدمت میں بعض دقیق اسرار و اپنی خاص کیفیات کے متعلق اشارات
 کے بیان میں تحریر فرمایا۔

سیادت و نقابت دستگاہ کے خدام ہمیشہ مخلص دوستوں کو یاد کرتے ہوئے پس پشت دعا
 مدد فرماتے رہیں، اس حدود کے فقرائے احوال حمد کے لائق ہیں اللہ سبحانہ آپ کی سلامتی و عافیت
 اور اپنے مشائخ کے طریقہ پر استقامت کی دعا کی گئی ہے پس بیشک یہی مدار کار ہے اور اس کے علاوہ
 سب کچھ بیکار ہے، غایات کے شامل حال ہونے کے متعلق جو کہ اس گنہگار کے بارے میں واقع ہیں کیا لکھے۔ رع
 داد اور قابلیت شرط نیست (اُس اللہ تعالیٰ) کی دین کیلئے قابلیت شرط نہیں ہے
 قبل من قبل بلا علت [جو قبول کر لیا گیا وہ کسی سبب کے بغیر ہی قبول کر لیا گیا] اگر اس کی تفصیل میں مشغول ہو
 تو احتمال ہے کہ قلم اس کی تاب نہ لاسکے اور کاغذ جل جائے اور کہنے اور سننے والا دونوں بیہوش ہو جائیں
 اس کے بعد کون کہے گا اور کون سنے گا، کسی نے خوب کہہ لے۔

سر اپا آتشِ مشبِقِ قروحِ گودِ گئے پُر کن کہ خواہد سوختِ ساغرِ آتوئے درِ جامِ خواہی کر
[تو آج کی رات مرنے والا ہے (اس لئے کسی دوسرے کو کہہ کہ پیالہ پُر کرے کیونکہ اگر تو پیالہ میں شراب ڈالے گا تو پیالہ جل جائے گا]
اور نیز اس کی لطافت و رفعتِ زبان کو پُر دلیتی ہے یَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي [میرا سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی]۔ ع
سخن از لب تو گفتم بلبم سخن گرہ شد [میں نے تیرے لب کے متعلق بات کہی تو اب میرے لب پر گرو ہو گیا]
پس چاہئے کہ سننے والے کلام کرنے والے کو معذور قرار دیں اور ہم جنس ہونے کی وجہ سے اس کی
ذات کی طرف راستہ تلاش کریں تاکہ بیچونِ حقیقی کی ذات سے کچھ حصہ پائیں اگرچہ مکمل کی ذات کو سننے والوں
کی ذات کے ساتھ کچھ بھی ہم جنسیت درمیان میں نہیں ہے کیونکہ اس کی ذات نے بیچونی کا کچھ حصہ پایلیا،
اور بے چونِ حقیقی کی ذات کے ساتھ ایک خاص اتصال و نسبت پیدا کر لی ہے بلکہ دوسروں کے لئے
ہرگز ذات نہیں ہے وہ عارف کی ذات کا کس طرح پتہ لگائیں گے، عارف کے خالق کی ذات خود اس کے ماوراء ہے
بہر حال ہاتھ پاؤں مارنے چاہئیں (کوشش کرنی چاہئے) اور ہمیشہ اس ترانے کو گاتے رہنا چاہئے۔ س
مفسرِ ایم آدرہ در کوئے تو شَيْثَانُ اللَّهِ از جمالِ روئے تو

[ہم مفسر ہیں تیرے کوچہ میں آئے ہیں تو اپنے حیرے کے جمال سے کچھ اللہ کے لئے غایت فرما] اللَّهُمَّ اجْعَلْ جَنَّتِكَ
أَحَبَّ الْأَشْيَاءِ إِلَيَّ وَاجْعَلْ خَشْيَتَكَ أَخَوْفَ الْأَشْيَاءِ عِنْدِي وَاقْطَعْ عَنِّي حَاجَاتِ الدُّنْيَا بِالشُّوقِ
إِلَى لِقَائِكَ وَادْأَقِرْتَ أَعْيُنَ أَهْلِ الدُّنْيَا بِدِيَا هِمِّ فَاقِرٍ عِشِّي بَعْدَ ذَلِكَ [اے اللہ! تو میرے لئے اپنی
محبت تمام اشیاء سے زیادہ محبوب بنا دے اور میرے لئے اپنا خوف تمام اشیاء کے خوف سے زیادہ کر دے اور اپنی
ملاقات کے شوق کے ساتھ دنیا کی حاجات مجھ سے منقطع کر دے اور جب اہل دنیا کی آنکھیں اُن کی دنیا کے ساتھ ٹھنڈی
ہوں تو میری آنکھوں کو اپنی عبادت کے ساتھ ٹھنڈک پہنچا] وَالسَّلَامُ أَوَّلًا وَآخِرًا۔

مکتوب ۱۶۲

تربیتِ خاں کے نام اس بارے میں کھٹا البت حق جل و علا اس دار (دنیا) میں ہمیشہ درد و گداز کے
ساتھ ہے اور دنیا کی خدمت میں تحریر فرمایا۔

آپ کے گرامی نامہ نے جو کہ غمِ جدائی کی خبر دینے والا تھا مشرف کیا، کیا کیا جائے دنیا سلا سر
جدائی و غم کا مقام ہے، ملاقات کا مقام آخرت ہے، حق سبحانہ اُس کے اعمال کے ساتھ مشغول رکھے

تاکہ وہاں کی ملاقات کی صورت بن سکے، چونکہ مطلوب حقیقی کی ملاقات (دیدار) کا وعدہ اُس جگہ کے ساتھ کیا گیا ہے (تو) دوسروں کی ملاقات اُس سجدہ و تعالیٰ کی ملاقات کی فرع ہے کیونکہ عالم دنیا اس تعالیٰ شانہ کے دیدار کو براہِ راست کرنے کی کامل طور پر طاقت نہیں رکھتا اس لئے اس (دیدار) کے طالب اس (دنیاوی) عالم میں ہمیشہ جگر سوختہ و چشم پریم ہیں اور ہر وقت سوگوار اس کے سوز و گداز میں بے چین، ہر شب آفتابِ احمریت کے طلوع ہونے کی انتظار میں بیدار اور ہر روز آفتابِ ہویت کی آرزو میں پیاسا اور بے قرار ہیں۔

منائے کزین رہ گذر می بر بند لب خشک و فراقان ترمی بر بند
[جو سامان کہ وہ اس راستہ سے لجاتے ہیں (وہ یہ ہے کہ) وہ خشک لب اور تڑپا لکڑی لجاتے ہیں] (طالبین) اس (مطلوب) سے
حقیقی کے بغیر آرام نہیں رکھتے اور یا سوا کے ساتھ انس و الفت اختیار نہیں کرتے اور ہمیشہ یتیمانہ گاتے ہیں۔
بچہ مشغول کتم دیدہ و دل را کہ درام دل ترمی طلبد دیدہ ترمی خواہد
[میں دیدہ و دل کو کسی چیز میں مشغول کروں کیونکہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو چاہتی ہے]

(یہ حضرات) شوریدہ کار و پریشان حال ہیں، جہان میں جہان کے بغیر اور عالم میں عالم کے بغیر
ہیں اس کے باوجود درحقیقت عالم میں ہی حضرات ہیں اور تمام افرادِ عالم انہی کے ساتھ قائم ہیں اور صاحب
نصیب ہی لوگ اور آزاد بھی ہی ہیں کہ نہ کسی شخص کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں اور نہ اپنے آپ کے ساتھ۔
غلامِ نرگس مست تو تا جدار اند خراب بادہ لعل تو ہوشیار اند

[تیری مست نرگس (آنکھ) کے غلام تاجدار (بادشاہ) ہیں اور تیری لعل جیسی (سرخ) شراب کے مستانے ہوشیار ہیں]
اگر سرمایہ و حاصل (پیداوار) رکھتے ہیں تو اسی (ذات مقدس) کو رکھتے ہیں (یعنی وہی اُن کا سرمایہ حاصل ہے)
اور اگر کلم و خطاب رکھتے ہیں تو وہ بھی اسی کے ساتھ رکھتے ہیں اگرچہ بظاہر ہم اور تم منکلم و مخاطب ہیں
لیکن حقیقت میں درد کی گفتگو اور غم کا شکوہ اسی کے ساتھ ہے اور اس گفتگو میں بھی یہ حضرات ترجمان سے
زیادہ نہیں ہیں، اِنَّمَا أَشْكُو بَدْحًا فِيَّ إِلَهِی وَاعْلَمُ مِنْ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ [میں تو اپنے
غم و پریشانی کی شکایت اللہ تعالیٰ سے کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ (کی جانب) سے اس چیز کو جانتا ہوں جس کو تم نہیں
جانتے] کسی نے خوب کہا ہے "یا اللہ! مجھ کو اس قوم میں سے بنادے یا اس قوم کے دیکھنے والوں میں سے
بنادے کہ میں کسی دوسری قوم کی طاقت نہیں رکھتا ہوں، شاید کہ درد مندوں کے شربت کی کچھ چاشنی
آپ کے باطن کو نصیب ہو گئی ہے کہ آپ نے فقر و تجرید (تنہائی) کی آرزو کی ہے، بیشک سے
ہر کسے کو دورِ اندازِ اصل خویش باز جوید روزگار و صل خویش
[جو شخص کہ اپنی اصل سے دور رہ گیا ہے وہ اپنے اصل کا زمانہ پھر تلاش کر ہے]

صاحب استعداد جوانوں پر افسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی اعلیٰ فطرتوں (صلاحیتوں) کو اس کمینہ (دنیا) میں مصروف کر دیا ہے اور بظاہر اس غذا زنجیر (دلالہ) کے ساتھ شغف رکھتے ہیں اور نفیس جواہر (موتیوں) کے بدلے چند ٹھیکریوں کے ساتھ ٹک کر رہ گئے ہیں، جمالِ مطلق چمک رہا ہے اور آمد و رفت کا راستہ کھلا ہوا ہے اور ہم پست فطرت لوگ اس جمال سے پردے اور جدائی میں ہیں۔

در جہاں شاہدے و مافارغ در قدر جرعه و ما ہشیار

[جہاں میں ایک معشوق (موجود) ہر اہم بے پروا ہے، پیالہ میں ایک گھونٹ ہے اور ہم ہشیار ہیں] رباعی

آمد سحر آں دلبرِ خونین جگر آں گفتہ کہ تو بر خاطر من بارِ گراں

شرمت بادا کہ من بسویت نگر آں باشم تو ہی چشم بروئے دگر آں

[صبح کے وقت وہ خوشی جگر والوں کا دلبر آیا (اور) اس نے کہا کہ تو میرے دل پر ایک بھاری بوجھ ہے، تجھ کو شرم آتی چاہئے کہ میں تو تیری طرف دیکھ رہا ہوں اور دوسروں کے چہرے پر نظر جائے ہوئے ہے] والسلام علیکم وعلیٰ اہلِ بدیم۔

مکتوب ۱۶۵

شرح الیاس کے نام اس طریقہ عالیہ کے بعض اصطلاحی کلمات کی شرح میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ اجمعین
اما بعد، چونکہ سعادت آثارِ شیخ الیاس نے اس فقیر سے مطالبہ کیا کہ بعض کلمات جو کہ اس طریقہ عالیہ میں مشہور و رائج ہیں ان کی شرح لکھ۔ اس مطالبہ کو قبول کرتے ہوئے اپنی ناقص سمجھ کے مطابق لکھا گیا واللہ سبحانہ الما لہم للصواب [اور اللہ سبحانہ درست بات کا الہام کرنے والا ہے]

(۱) سفرِ دروِطن سیرِ انفسی سے عبارت ہے کہ اس کو جذبہ بھی کہتے ہیں، ان بزرگواروں کے معاملہ کی ابتدا اسی سیر سے ہے اور سیرِ آفاقی کہ سلوک اسی سے عبارت ہے اس سیر کے ضمن میں طے ہو جاتی ہے اور دوسرے سلسلوں میں کام کی ابتدا سیرِ آفاقی سے کرتے ہیں اور (ان کی) انتہا سیرِ انفسی پر ہے اور کام کی ابتدا سیرِ انفسی سے کرنا اس طریقہ کی خصوصیت ہے اور اندراجِ نہایت درجہ اہمیت (ابتدا میں) انتہا کا درجہ ہونا، اسی معنی میں ہے کہ سیرِ انفسی جو کہ دوسروں کی نہایت ہے وہ ان اکابر کی ابتدا ہے، سیرِ آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈنا ہے اور سیرِ انفسی اپنے آپ میں آنا اور اپنے دل کے گرد گھومنا ہے، اس معنی میں پیرنگوں نے کہا ہے

ہجونا بینا مبر سر سوئے دست باتو دزدیر گلیم است ہرچہ ہست
[تواندے کی طرح ہر طرف ہاتھ نہ لیجا، جو کچھ ہے وہ تیرے ساتھ ہی کبیل کے نیچے ہے]
(۲) خلوت در انجمن یعنی انجمن (مجلس) میں جو کہ تفرقہ (جدائی) کی جگہ ہے باطن کی راہ سے
مطلوب کے ساتھ خلوت رکھتا ہوا اور باہر کا تفرقہ اندرونی مجاہد (باطن) میں راہ نہ پائے
از برون در میان بازارم و درون خلوتیست بایارم

[تین باہر سے (ظاہری طور پر) بازار میں ہوں اور اندر سے (باطنی طور پر) مجاہد کو درست کے ساتھ خلوت ہے]
ابتدائیں یہ معنی تکلف کے ساتھ ہے اور انتہا میں بلا تکلف ہے اور اس طریقہ میں چونکہ یہ معنی ابتدا میں حاصل
ہو جاتا ہے ان بندگوں نے اس کو حاصل کرنے کے لئے ایک راستہ وضع کیا ہے اس لئے یہ بات (اس طریقہ کی
خصوصیات میں سے) ہے اگرچہ دوسرے طریقوں کے منتہیوں کو بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اسی معنی میں بندگوں نے کہا ہے
از درون شواشتا و زبروں بیگانہ و شش این چنین زیبا صفت کم می بود اندر جہاں
[تواندے آشنا ہو جاؤ اور باہر سے بیگانوں کی طرح رہو، اس قسم کی اچھی صفت والا دنیا میں کم ہی ہوتا ہے]

من لم یملک عینہ فلیس القلب عندہ [جو شخص اپنی آنکھ کا مالک نہیں ہوا تو اس کے پاس دل نہیں ہے]
(۳) نظر برفقہم اس چیز سے عبارت ہے کہ راستہ چلنے میں نظر قدم پر جمالی جائے اور طرح طرح کے
مخسوسات کے ساتھ نظر کو پرانگندہ نہ کرے تاکہ جمعیت کے زیادہ قریب ہو جائے کیونکہ ابتدا میں دل نظر کے
تابع ہے اور نظر کی پرانگندگی دل میں اثر کرتی ہے کسی نے خوب کہا ہے
بچہ مشغول کم دیدہ دل را کہ مدام دل شرمی طلبد دیدہ نرمامی جوید

[میں دیدہ و دل کو کس چیز کے ساتھ مشغول کروں کہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو تلاش کرتی ہے]
(۴) ہوش در جہم، اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے سانس کا واقف رہے تاکہ وہ غفلت سے باہر نہ آئے
تیسرا کلمہ اس تفرقہ کو دور کرنے کیلئے ہے جو کہ آفاق سے اٹھتا ہے اور جو تھا کلمہ انسی تفرقہ کو دور کرنے کیلئے ہے
(۵) یاد اگر و یاد داشت، سالک جب تک طریقت (تکلف) تصنع میں ہے اور حقیقت و ملکہ

حضور کے ساتھ نہیں ملا ہے (اس وقت تک) یاد کرد کے مقام میں ہے
دائم ہمہ جا با ہمہ کس درجہ کار می دار ہفتہ چشم دل جانب یار
[ہمیشہ ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر کام میں دل کی آنکھ کو پوشیدہ طور پر یار کی جانب رکھا]
اور جب حضور دائمی ہو جانا اور یاد کرد کے تکلف سے رہائی پالیتا ہے اور ایسا ملکہ ہو جاتا ہے کہ نفی
کرنے سے بھی نفی نہیں ہوتا تو (یہ حالت) "یادداشت" ہوتی ہے

دارم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال مدد دل تو آرزو و در دیدہ خیال

[میں ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر حال میں دل میں تیری آرزو اور آنکھ میں تیرا خیال رکھتا ہوں]

اور بارداشت کے دوسرے معنی بھی ہیں جو کہ نہایت اعلیٰ ہیں اور وہ معنی اس مکتوب کے لائق نہیں ہیں۔
(۷) وقوف قلبی یہ ہے کہ دل کا نگہ بان و واقف رہے اور ایک توجہ و نظر اس پر رکھتا رہے اور ذکر کو ترک کرے تاکہ تفرق اس میں راہ نہ پائے اور وہ ماسوا کے نقوش کے ساتھ منقش نہ ہو جائے۔
بزرگوں نے کہا ہے کہ دل بیکار نہیں ہے یا ماسوی کے ساتھ ملا ہوا ہے یا مطلوب کے ساتھ الگ ہوا ہے۔ آدمی جب تک بیدار ہے ظاہری حواس جو کہ جاسوس ہیں عالم (دنیا) کی خبریں دل کو پہنچاتے ہیں اور تفرقہ میں رکھتے ہیں اور جب سو جاتا ہے تو باطنی حواس یہ کام کرتے ہیں امدل کو پریشان رکھتے ہیں اور جب صاحب دل شخص اپنے دل کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو گویا اس توجہ سے ایک قلم اس کے دل کے گرد پیدا ہو جاتا ہے اور عالم (دنیا) کی خبروں کو دل تک پہنچے نہیں دیتا، اس وقت میں دل انتہائی مقصد کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے کیونکہ بیکاری اس کے حق میں ناپید ہے جب اس طرف سے روک دیا گیا تو اس طرف توجہ کے بغیر چارہ نہیں رکھتا، مذکور کے ذکر و توجہ کا محتاج نہیں ہے، دل کو دشمن سے باز رکھ، دوست کو طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے، آئینہ سے رنگ دو کر نور کے ظہور کے سوا کچھ نہیں ہے۔ میں نے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) سے سنا ہے کہ اگر کسی کو قلبی ذکر اثر نہ کرے اور وہ شخص متاثر نہ ہو تو اس کو ذکر سے روک کر محض وقوف قلبی کا امر کیا جائے اور (اس پر) توجہات کرنی چاہئیں تاکہ ذکر اثر کر جائے۔

(۸) وقوف عددی سے مراد یہ ہے کہ ذکر نفی اثبات کے عدد پر اس طرح پر جو کس اس طریقہ میں مقرر ہے واقف رہے تاکہ ہر سانس میں طاق عدد کہے جفت نہ کہے۔

(۹) مراقبہ، ترقب سے مشتق ہے ترقب انتظار کو کہتے ہیں، پس مطلوب کے انتظار میں ظاہری باطنی حواس کو جمع کرنا مراقبہ ہے۔

ہمہ چشم تابرہوں آئی ہمہ گوشیم تا چہ فرمائی

[ہم سب آنکھ ہیں (یعنی منتظر ہیں) تاکہ تو باہر آجائے اور ہم سب کان ہیں تاکہ (میں) تو کیا فرمائے]

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے مراقبہ بتی سے سیکھا ہے۔ اور مراقبہ کے ایک دوسرے معنی بھی ہیں اور وہ حق سبحانہ کی دائمی اطلاع کے ساتھ بندہ کا آگاہ و باخبر ہونا اور اس کو اس تعالیٰ شانہ کا حضور ہے، خواجہ بزرگ قدس سرہ فرماتے تھے کہ مراقبہ کا طریق دراصل نفی و اثبات کے طریق سے اعلیٰ ہے اور جذبہ کے زیادہ قریب ہے، مراقبہ کے طریق سے وزارت اور ملک و ملکوت میں تصرف کے مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے اور

خواطر (دل کی باتوں) پر آگاہی اور مہبت (بخشش) کی نظر سے دیکھنا اور باطن کو منور کرنا مراقبہ کی ہمیشگی سے (حاصل ہوتا) ہے، مراقبہ کے ملکہ (مشق) سے دلوں کی دائمی جمعیت (سکون) اور دلوں کی دائمی قبولیت حاصل ہوتی ہے اور اس معنی کو جمع و قبول کہتے ہیں۔

(۱۰) سلطان ذکر یہ ہے کہ ذکر تمام بدن کو محیط ہو جائے اور ہر عضو دل کی طرح ذکر اور مطلوب کی طرف متوجہ ہو جائے۔

ہر دم بہ ہوائے اُست دمساز ہر موئے زگیسوم بہ پرواز

[میں ہر دم تیری محبت میں سانس لے رہا (جی بیا) ہوں (اور) میرے گیسو کا ہر بال پرواز میں ہے]

(۱۱) رابطہ (سے مراد) دل میں پیر کی صورت کی حفاظت ہے۔ حضرت خواجہ احقر قدس سرہ نے رابطہ کی طرف اشارہ کیا ہے جس جگہ کہ انھوں نے فرمایا ہے

سایہ رہبر است از ذکر حق [رہبر کا سایہ ذکر حق سے بہتر ہے]

یعنی یہ طریقہ (رابطہ) ذکر سے زیادہ نفع دیتے والا ہے، اس کی تشریح یہ ہے کہ مرید بیچارہ چونکہ عالم سفلی (دنیا) کا گرفتار ہے (اس لئے) عالم علوی (عالم بالا) سے مناسبت نہیں رکھتا تا کہ اس (اللہ تعالیٰ کی) بارگاہ سے بلا واسطہ فیوض و برکات حاصل کرے کوئی ایسا واسطہ بننے والا شخص ہونا چاہئے جو دونوں جانب کا مالک ہو کہ عالم علوی سے کچھ حاصل کر کے عالم سفلی کی طرف دعوت و ارشاد کر کے رُخ کئے ہوئے ہو اور پہلی مناسبت کی راہ سے عالم غیب سے فیوض اخذ کر کے دوسری مناسبت کی راہ سے جو کہ وہ عالم سفلی کے ساتھ رکھتا ہے اُن فیوض کو صاحب استعوار لوگوں تک پہنچائے اور مرید کے حق میں وہ واسطہ پیر ہے کہ جس نے غیب الغیب (ذات حق) کے ساتھ بے کیف اتصال پیدا کر کے عالم شہادت (دنیا) کی طرف رجوع کیا ہے پس مرید مناسبت کی جس قدر زیادہ صورتیں پیر کے ساتھ رکھتا ہوگا اس کے باطن سے اسی قدر زیادہ فیض کا اخذ کرے

زبانِ روستے کے چشمِ تست اول معبود تو پیرِ تست اول

[کیونکہ تیری آنکھ ایک چیز کو رو دیکھنے والی ہے (اس لئے) اول تیرا معبود تیرا پیر ہے]

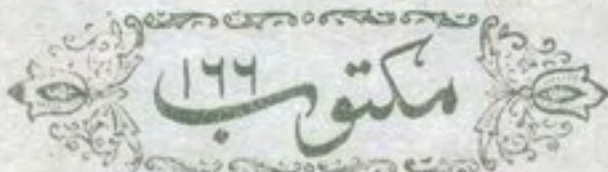
اور جن چیزوں کے ذریعہ پیر کے ساتھ مناسبت حاصل ہوتی ہے وہ پیر کے ساتھ محبت و خدمت اور ظاہر و باطن میں اُس کے آداب کی رعایت اور عادات و عبادات میں اس کا اقلع اور اپنی مرادوں کو اس کی مرادوں کے تابع کرنا اور اپنے آپ کو اس کے حضور میں کاملیت بین یدی الغسال [امرہ بدست غسال کی مانند] دیکھنا اور پیر میں فانی ہو جانا ہے اور اسی لئے بندگان نے کہا ہے کہ فنا فی اشیخ فنا فی اللہ کا مقدمہ (نتیجہ) ہے۔ اور رابطہ کا طریقہ ان امور میں سب سے عظیم امر ہے اور یہ پیر کے ساتھ بہت ہی زیادہ مناسبت

پیدا کرتا ہے اور ان مذکورہ امور کو آسان کرنے والا ہے جو کہ مناسبت حاصل نہ ہونے کا ذریعہ ہیں اور رابطہ کی نسبت غالب آجاتی ہے تو (سالک) اپنے آپ کو عین پر پاتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے لباس و صفت کے ساتھ موصوف پاتا ہے اور جہد و کھتا ہے پیر کی صورت کو دیکھتا ہے

درود پورا چو آئینہ شد از کثرت شوق ہر کجای نگر م روئے ترمی بینم
[کثرت شوق کی وجہ سے درود پورا آئینہ کی مانند ہو گئے ہیں جس طرف بھی دیکھتا ہوں تیرا ہی چہرہ دیکھتا ہوں] ماسوی اللہ کی
طرف التفات کرنے اور غیر اللہ کے شہور و شعور سے دل کو یگانہ (خالی) کر دینا تو حید ہے
توحید بعرف صوفی صاحب سیر تخلص دل از توجہ اوست بغیر
[صاحب سیر صوفی کی اصطلاح میں دل کو غیر اللہ کی طرف توجہ کرنے سے آزاد کرنا توحید ہے]

۳۲۹

عالم (کا مطلب) جذبہ کی جہت میں فنا ہے اور یہ اپنے ساتھ اور اپنے اوصاف کے ساتھ شعور نہ ہونے سے عبارت ہے۔ وجود عدم، ایک بقلہ ہے جو کہ اس فنا پر مرتب ہوتی ہے، یہ فنا و بقاء چونکہ اس جذبہ کی جہت میں ہے کہ جس کے ساتھ سلوک شامل نہیں ہوا ہے اس لئے وجود بشریت کی طرف عود کرنے سے محفوظ نہیں ہے پس اس کے ساتھ ولایت حاصل نہیں ہوتی، اور فنا و بقائے حقیقی ہی ہے کہ جس کے ساتھ ولایت وابستہ ہے اور عود مذکور سے محفوظ ہے اور دوام اس کے لئے ضروری ہے۔ فنائے حقیقی اس (اللہ تعالیٰ) کے ماسوا کا نیاں اور غیر اللہ کے علم کا زوال ہے۔ ہمارے حضرت عالی قدس سرہ نے فرمایا کہ اگر اشیاء کے علم حصولی کا زوال ہے تو یہ (فنائے قلبی) ہے اور اگر علم حضوری کا زوال ہے کہ جس سے مراد نفس حاضر (سالک کی اپنی ذات) ہے تو فنائے نفس ہے۔ اور وجود فنا وہ بقاء ہے جو کہ اس فنا پر مرتب ہوتی ہو اور (سالک) ولادتِ تیسری وجود ہو جو کہ ساتھ موجود ہو جائے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے اسی معنی میں فرمایا ہے کہ وجود عدم وجود بشریت کی طرف عود کرتا ہے لیکن وجود فنا وجود بشریت کی طرف عود نہیں کرتا۔ باز گفت سے مراد یہ ہے کہ نفی و اثبات کے ذکر کے بعد مقررہ طریقہ پر زبانِ دل سے یہ کہہ کہ اے اللہ میرا مقصود تو ہی ہے اور میری رضا تجھ ہی سے ہے۔



حافظ عبد الکریم کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ: برادر عزیزم مولانا عبد الکریم کا مکتوب مرغوب پہنچا مسرت کا

باعث ہوا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد ہے کہ باطنی جمیعت ولذت اندوزی سے خالی اور فقرار کی یاد سے فارغ نہیں ہیں، چاہئے کہ اسی طرح پر احوال لکھتے رہیں اور اوقات کو طاعات و مراقبات کی پابندیوں کے ساتھ یاد رکھیں اور دوال و دلالت کرنے والے امور و مظالم سے اصل اور مدلول حقیقی کی طرف رخ کریں اور علم سے حیرت کی طرف اور گفتگو سے خاموشی کی طرف آئیں اور پوست سے مغز کی طرف اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں۔ کسی نے خوب کہا ہے ۔

قوے ز وجود خویش فانی رفتہ ز حروف در معانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی ہے وہ حروف کو معانی کے اندر چلی گئی ہے] اگرچہ مطلوب حقیقی جیسا کہ لفظ س ماوراء [اسی طرح] معنی سے بھی باہر ہے اور پوست و مغز سے بالاتر ہے ۔

لا دھوزاں سر لے روز بہی باز گشتند جیب و کیسہ تہی

۳۳

[لا اور ہواں مقدس بارگاہ سے اس حال میں واپس لوٹتے ہیں کہ ان کا جیب و کیسہ خالی ہوتا ہے] اصل اس بارگاہ مقدس سے ظل کی طرح راستہ میں ہے چونکہ آپ نے اس بلند نسبت والوں کے ساتھ فی الجملہ محبت ارادت درست کی ہے امید ہے کہ (اللہ تعالیٰ) اس کے مطابق اس معنی کے جمال سے نقاب اٹھا دے اور اس چشمہ سے کچھ شربت عطا فرما دے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ ”ذکر نفی و اثبات کے وقت کبھی کبھی اپنے آپ کو لاشیٰ محض پاتا ہے“ لاشیٰ محض پانے کے دو مقام ہیں ایک یہ کہ وجود اور اس کے توابع کے مستبث کو اصل کے حوالہ کر دے اور اپنے آپ کو عدم محض کے ساتھ ملحق دیکھے اور آنا کے ساتھ تعبیر نہ کر سکے یہ حالت تہایت عمدہ ہے اور فنائے نفس سے تعبیر کی جاتی ہے اور کعبہ مقصود تک پہنچنے کی بشارت دینے والی ہے۔ دوم یہ کہ ان احوال کے بغیر مذکورہ بالا دید متحقق ہو جائے یہ بھی اچھی حالت ہے کہ پہلی حالت کے مقدمات (مبادیات) سے ہے اگرچہ مقدمات سے مقامات تک بہت فرق ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ نہ اپنا شعور رہتا ہے اور نہ اپنے عدم کا شعور رہتا ہے۔ یہ حالت فنائے قلب میں جس کا ذکر ہالہ ماشاف ہوتا تھا حاصل ہے کیونکہ دائمی نہی ان کے وقت میں قلب نہ ماسوی کا شعور رکھتا ہے اور نہ عدم شعور کا شعور رکھتا ہے اور بظاہر اس حالت کا دائمی ہونا دشوار ہے اور جو چیز دوام نہیں رکھتی وہ اعتبار کے دائرہ سے ساقط ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۶۶

یہ بھی حافظ عبدالمکرم کے نام مطلوب کی تہذیب اور عفت کی بلندی پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ایک ایسے مطلب کا گرفتار بنائے کہ جس سے اس کی عظمت و کبریا کی دامن تہا و آرزو کی آمیزش کے ساتھ آلودہ نہ ہونے پائے اور اس کی طلب میں ایسی ہمت عطا فرمائے کہ جو کچھ اس سے ظاہر ہو ظاہری اور باطنی طور پر اس سے چشم پوشی کر کے اس کی طرف توجہ نہ کرے بلکہ جل جائے اور نگہل جائے اور کوئی چیز نہ چاہے اور کسی امر کی طرف متوجہ نہ ہو اس وقت نہ اس کے ہجر کو چاہے (اور نہ اس کے وصل کو، وہ محبوب کا ہجر کس طرح چاہے گا اور اس کے وصل کو اس لئے نہیں چاہتا کہ اس نے یقین یقین کے ساتھ جان لیا ہے کہ اس کے ساتھ وصل و اتصال اس کے حوصلہ کے لائق ہے اور اس کی استغور و یافت کے ساتھ مفید ہے اور وہ امر جس کا کہ وہ گرفتار ہے ان پابندیوں سے پاک اور بری ہے اور ان قیود سے خالی ہے، پس بلند ہمتی کی وجہ سے اس وصل کی طرف التفات نہیں کرتا اور جو کچھ اس سے ظاہر ہوتا ہے سب سے منہ موڑ لیتا ہے، اس کی ہمت کا مرکز مطلوب حقیقی کے سوا جو کہ ظہورات کے ماوراء اور آرزوؤں سے ورا اور راز ہے اور کچھ نہیں ہے۔

آل لقمہ کہ درد بان نغیر طلبید [وہ لقمہ طلب کرتا ہے جو کہ منہ میں نہیں سماتا]

۳۳۷

اس کے باوجود مطلوب سے مایوس بھی نہیں ہے کیونکہ یہ معاملہ یا اس (تا امید) کے معاملہ سے اوپر ہے، عجیب معاملہ ہے کہ نہ مطلوب کے ہجر کو چاہتا ہے اور نہ اس کے وصل کو اور نا امید بھی نہیں رکھتا اور اس مقام میں اضداد کا جمع ہونا اور نیز تضادات کا رفع ہونا محال ہونے سے نکل چکا ہے عرف ربی بجمع الاضداد [یعنی اپنے رب کو اضداد کے جمع کرنے سے پہچانا] یہ کمال محبوبیت کے مقام کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ محبوب ہمیشہ محبوب کے شہود (مشاہدہ) کو چاہتا ہے اور ہمیشہ اس کے وصل و اتصال کا آرزو مند ہے اس بات کی طاقت کہاں رکھتا ہے کہ محبوب کا کوئی پرتو (ظل) ظاہر ہو اور وہ اپنی نگاہداشت کر سکے، ایک بزرگ فرماتے ہیں

بیوئے توازجا جہم مست و بخود زہر ہو کہ آواز پائے بر آید

[جس طرف کسی پاؤں کی آواز آتی ہے میں تیری بوسے مست و بخود ہو کر پڑ جگر کی طرف چل پڑتا ہوں محبوب کے جمال و آثار و افعال و صفات اور اس کے خد خال کے حسن پر شفیقہ ہے محبوب ہی جو کہ اصل سے کچھ نشان رکھتا ہے اور ذات کا مزج نہ بھی (جیسی کہ وہ ہے) گرفتار ہے اور اس گرفتاری کے غلبہ کے باعث ان امور کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور توجہ کے قبلہ کو پرالندہ نہیں کرتا والسلام۔

آغاز شد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس راہ کی پہلی شرط فنا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم واللہ تعالیٰ فیوض و ترقیات کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، آدمی جب تک علم و دانش کی قید میں ہے معرفت بسیط سے جو کہ اہل اللہ کے نزدیک معتبر ہے بے بہرہ ہے ماسوا کا نیاں اور غیر اللہ کے علم کا زوال اس راہ کی پہلی شرط ہے خواہ اشیاء کا علم حصولی ہو یا علم حضوری ہو کہ جس سے مراد نفسِ حاضر (اپنی ذات) ہے جب تک باطن کا صحن اشیاء کے علمی نقوش سے پاک و صاف نہیں ہو جاتا قدیم (قدیم ہونے) کے انوار کا ظہور صورت پذیر نہیں ہوتا اور جب تک نفسِ حاضر (انانیت) قائم ہے وہ اُس حرم (بارگاہ) میں کوئی راستہ نہیں رکھتا۔

بیچ کس راتا نگر درد او فنا نیست رہ در بارگاہ کبریا
[جب تک کوئی شخص فنا نہ ہو جائے بارگاہ کبریا میں اس کے لئے باریابی نہیں ہے]

مکتوب ۱۶۹

میرضیا مالدین حسین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عمل سے مایوسی کم (فداوندی) پر عمل کو مستلزم ہے۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: آپ نے جو مکتوب گرامی قاصد ملازماہر کے ہمراہ روانہ کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا۔
[لے وہ شخص کہ جس نے ہمارے وقت کو خوش کیا تیرا وقت بھی خوش ہو]۔ آپ نے جو مفصل مقدمات اس شخص (آپ) کے عمل سے کامل ناامیدی اور (اللہ تعالیٰ کے) لازوال فضل و کرم پر کئی اعتماد کی خبر دینے والے درجہ کے تھے واضح ہوئے، بیشک عمل سے ناامیدی جس قدر زیادہ ہوگی فضل پر اعتماد اسی قدر زیادہ ہوگا، لوگوں نے کسی بزرگ سے پوچھا کہ یہ تمام امید جو کہ آپ رکھتے ہیں کس بنا پر رکھتے ہیں، انھوں نے فرمایا بیاسی من کل علی (یعنی یہ تمام امید جو کہ میں رکھتا ہوں یہ میرے ہر عمل سے میری ناامیدی کے سبب سے ہے) اور موت و قیامت کو یاد کرنے اور اس (اللہ تعالیٰ کے ساتھ امید و حسن ظن کی وجہ سے داراللقاء (آخرت) کے شوق غالب آنے کی بابت جو کچھ درج تھا نیک مبارک ہے، حدیث نفیس احسن ظنک بربک (اپنے رب کے ساتھ اپنا لگانا اچھا کرنا) اور حدیث قدسی انا عند ظن عبدي بنی (میرا بندہ مجھ جیسا لگتا ہے میں اس کیلئے ویسا ہی ہوں) اس معنی کی تائید کرتی ہے۔ اپنے شوق آمیز اور سوز انگیز مقدمات لکھے تھے اور نیز لکھا تھا یا الہی چونکہ تیرا آشتا مخلوق ہے بیگانہ ہے (اسلئے) میں کسی ساتھ آشتائی کا خیال نہیں رکھتا۔ (اس چیز نے) امید و ارکیا، حق سبحانہ اس آشتائی کی حقیقت تک پہنچائے اور

اپنے آپ سے اور مخلوق سے کامل رہائی نصیب وقت کرے۔ ع
 لے والے برائے انکے از خود از خلق تہ رست [اُس شخص پر افسوس ہے جس نے اپنے آپ سے اور مخلوق سے رہائی حاصل نہیں کی]
 یافت و شہود کی رو سے اس انقطاع اور سالک سے عین و اثر کے دُور ہو جانے کا کمال تجلیاتِ صفائیہ
 بلکہ سبلی ذاتِ تعالیٰ کے بغیر میر نہیں ہے اور ظلماتِ عدم کے آثار کا جو کہ بُعد و دوری کی اندھیری ات ہیں دور ہو جانا
 سالک کے خرابہ (قلب پر) غیب الغیب کے افق سے آفتابِ احدیت کے طلوع ہوئے بغیر کہ جس کے
 سبب سے قرب و وصال کی دولت کو پہنچ سکتا ہے، ممکن نہیں ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوبات

مولانا محمد حنیف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ذکر کسی غرض کے ساتھ حتیٰ کا احوال و مواجہہ
 کے ساتھ بھی ملا ہوا نہیں ہونا چاہئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ محمد و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ ع

از ہر جہ میر و سخن دوست خوشتر است [دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے]

میرے مخدوم! احدیتِ ذات کے طالب کو چاہئے کہ ذکر و فکر کو آرزوؤں سے خالص کرے اور اپنی
 اغراض و خواہشات کے ساتھ نہ ملائے بلکہ احوال و مواجہہ بھی اس میں ملحوظ و منظور نہ ہوں فاذا کُرْتُ دُنِّی
 اَذْکُرْتُ کُم (پس تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا) کے وعدہ کے مطابق اس طرف سے بھی یاد کریں گے۔ دیکھئے کہ
 کس طرز پر یاد فرماتے ہیں اور کس بخشش کے ساتھ نوازتے ہیں بلکہ ذکر میں چاہئے کہ اَذْکُرْتُ کُم (میں تم کو یاد
 کروں گا) کی جانب بھی ملحوظ نہ ہو اور سیتہ (دل) کو خالی کر کے یاد کرے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آیہ کریمہ
 یَذْعُرُونَ رَجَعُهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا (وہ اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ بکارتے ہیں) سے اس کے خلاف مفہوم
 ہوتا ہے، اور یہ جو بزرگوں نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے اس سے مراد یہ ہو کہ انقطاع (جدائی) سے خوف
 کھاتے ہوئے اور وصال میں طمع رکھتے ہوئے (بکارتے ہیں) یہ تاویل (اس شبہ کی تشفی نہیں کرتی کیونکہ اکثر
 (ایسا ہوتا ہے) کہ ذکر و عبادت میں یہ خوف اور یہ طمع بھی منظور نہ ہو اور وصل و فراق منور نہ ہو۔
 ہم (جواب میں) کہتے ہیں کہ شک نہیں ہے کہ ثواب و عذاب اور قرب و درجات سے قطع نظر وہ سبحانہ تعالیٰ
 محض اپنی ذاتِ اقدس کے ساتھ بھی ذکر و عبادت کا مستحق ہے اور یہ آیہ کریمہ اس معنی کے منافی نہیں ہے، غایت الامر
 جائز ہے کہ یہ آیہ کریمہ استحقاقِ صفائی کے لحاظ سے ہو اور استحقاقِ ذاتی اس کے ماسوا ہو اور وہ دوسری

نصوص ہے جن میں کہ تسبیح و ذکر خوف و رجا کے ساتھ مقید نہیں ہے مستفاد ہوتا ہے مثلاً **إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى** [مگر اپنے پروردگار را اعلیٰ کی رضامندی چاہنے کے لئے (دل فرخ کرنا ہے)] اور **يَا كَرِيمُ وَمَا سَفَقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ** [اور تم اللہ کی رضا جوئی کے سوا اور کسی غرض سے خرچ نہیں کرتے] اور ہو سکتا ہے کہ آیہ کریمہ **يَذْكُرُونَ رَحْمَةً الْآيَةِ** میں دعا بمعنی سوال ہو جو کہ ذکر کے بالمقابل ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ جس کو میرے ذکر کرنے سوال کرنے سے روک دیا میں اس کو اس فضل دیتا ہوں جو مال کرنے والوں کو دیتا ہوں اور سوال اس حیثیت سے کہ وہ سوال ہے البتہ اس میں خوف و طمع ملحوظ بخلاف ذکر کے۔

مکتوب ۱۴۱

حاجی محمد افغان کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

میرے مخدوم! اوقات کو آباد رکھیں اور خلوت و تنہائی کی طرف بہت زیادہ راغب نہیں اور لوگوں کے ساتھ خصوصاً غیر آدمیوں کے ساتھ جو کہ سلسلہ میں داخل نہیں ہیں بہت کم میل جول رکھیں ضرورت کے مطابق ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھیں لیکن طالبوں کے حالات میں اچھی طرح مشغول رہیں اور ان کے حالات کی تفتیش اور احوال پرسی جیسی کہ ہونی چاہئے کرتے رہیں اور اہل خانہ کے شرعی حق بھی بحال آئیں اور ان کے ساتھ زیادہ میل جول نہ رکھیں کیونکہ عورتوں کی مصاحبت دنیا کے حقیر و قلیل مال کی طرف رغبت دلاتی ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ سے غافل کرتی اور دُور بھینکتی ہے۔

مکتوب ۱۴۲

محمد کاشف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ کالمین کے حق میں ظاہر کوئی باطن کی طرح دائمی حضور کے ساتھ متصف ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ بالتوکل والصادر (نون ہمد کے طفیل) ماسویٰ کی غلامی سے آزاد کرے، **إِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا** [اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم ان کو شمار نہیں کر سکتے]۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے صوری و معنوی ظاہری و باطنی فیض و انعام دائمی ہے کہ اگر ایک ساعت یا ایک لمحہ یہ فیض منقطع ہو جائے تو بندہ کے وجود اور کمالات تابعہ وجود کا

کچھ بھی نشان باقی نہ رہے۔ پس بندہ پر لازم ہے کہ ایک لمحہ یا ایک پلک جھپکنے تک بھی اُس ذات اقدس سے غافل نہ رہے اور دائمی حضور کے ساتھ موصوف رہے عجیب خسارہ اور شرمندگی ہے کہ شمع حقیقی انعام کے دریپے ہو اور جس پر انعام کیا جائے وہ اس کی طرف کوئی توجہ نہ رکھتا ہو اور (اُس سے) روگردانی کرنے والا ہو۔

کے کو غافل از حق یک زبان ست درآں دم کافر است اما نہان ست

[جو شخص کہ حق سے ایک پل بھی غافل ہے وہ اس وقت کافر ہے لیکن پوشیدہ طور پر ہے] (اس میں) شک نہیں ہے کہ باطن کے لحاظ سے دائمی حضور ممکن بلکہ واقع ہے خاص طور پر ہمارے طریقہ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے کرم سے یہ دوام آسانی سے حاصل ہو جاتا ہے اور ابتداء ہی میں میسر ہو جاتا ہے لیکن ظاہر کے ساتھ یہ دوام دشوار ہے کیونکہ ظاہر کو جو کہ کثرت کے ساتھ سمجھا رہتا ہے غفلت سے چارہ نہیں ہے اور سونے اور لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنے سے چھٹکارا نہیں ہے، ہاں اگر ظاہر کی اس غفلت کو اچھی نیت کے ساتھ ہٹالے تو غفلت عین حضور ہو جائے اور عبادت میں سستی دور ہونے کی نیت سے سوتا طاعت میں داخل ہے نوم العلماء عبادۃ [علماء کا سونا عبادت ہے] (یہ مقولہ) آپ نے سنا ہوگا اور (اسی طرح) لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کی نیت سے ان کے ساتھ میل جول رکھنا احکامات شرعیہ میں سے ہے اور ہر وہ شخص جو کسی امر میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرنے والا ہے وہ اللہ کا ذکر کہے۔ پس ظاہر کے لحاظ سے بھی دائمی حضور ثابت ہوگا اور اس لحاظ سے ظاہر و باطن دوام آگاہی کے ساتھ موصوف ہونے کے کیونکہ باطن تمام کا تمام کسی شرکت کے بغیر خالص حق تعالیٰ جل و علا ہی کے لئے ہے اور ظاہر جو کہ کبھی حاضر اور کبھی غائب ہے اس کا نصف بھی خالص اُس (اللہ تعالیٰ ہی) کے لئے ہے اور ظاہر کا دوسرا نصف جو کہ صورت کے لحاظ سے غفلت و غیبت میں ہے چونکہ مولا سبحانہ و تعالیٰ کی طاعت میں ہے (اس لئے) وہ بھی اس بارگاہ قدس ہی کی طرف لوٹنے والا ہے، **إِلَیْهِ یَرْجِعُ الْأَنْفُسُ كُلُّهَا قَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَیْهِ** [امتِ تمام کا تمام اسی کی طرف لوٹتا ہے پس اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ کرو]۔ جانا چاہئے کہ یہ دوام جو ظاہر و باطن دونوں کے لحاظ سے ہو افراد انسانی میں سے کامل ترین افراد کا حصہ ہے جو کہ نفسِ امارہ کی اطاعت سے باہر ہو چکے ہیں بلکہ اطمینانِ نفس کے ساتھ مشرف ہو چکے ہیں اور کامل ترین فیاض اور اکمل بقا سے وصل ہو چکے ہیں اور نیت کی تصحیح اور عمل میں خلاص کی تکلیف سے رہائی پا چکے ہیں جو شخص کہ نیت کی تصحیح اور خلاص کے تکلف میں ہے وہ مخلص (بکسر لا) (ربانی پائے والا) ہے اور جو شخص کہ تکلف سے گزر چکا اور حقیقت سے جا ملے وہ مخلص بفتح لام (ربانی پایا ہوا) ہے جو کہ ایک کریمہ **إِنَّ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ** [بیشک وہ ہمارے مخلص (ربانی پائے ہوئے) بندوں میں سے ہے] میں وارد ہے اور مخلصین (کسرہ لام ہکے ساتھ) بڑے خطرے پر ہیں، والسلام۔

مکتوب ۱۷۳

خواجہ ابراہیم کے نام اُن کے اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو کسی بزرگ کی عبارت کے معنی سے متعلق تھا کہ انھوں نے کہا ہے کہ میں حق تعالیٰ کے علم کو اپنے علم میں گم پاتا ہوں۔

حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے روزمرہ کے امور لائق شکر ہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے اکابر کے طریقہ پر آپ کی استقامت کی امید کی گئی ہے پس یہی کام کی صل و بنیاد ہے اور اس کے بغیر بے فائدہ کلیف اٹھانا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ ”میں حق تعالیٰ کے علم کو اپنے علم میں گم پاتا ہوں۔“ آپ نے اس بات کے مستبعد ہونے کا اظہار کیا تھا اور لکھا تھا ”اس کے برعکس کہنا چاہئے کہ میں اپنے علم کو علمِ واجبِ تعالیٰ میں محو پاتا ہوں۔“ میرے مخدوم ابدید (مشاہدہ) پر اعتراض کی گنجائش نہیں ہے لیکن اس دیک کے نشا (سبب) کو تلاش کرنا چاہئے۔ جان لیں کہ اس دیک کا منشاء (سبب) یہ ہے کہ اس نے اپنے علم کو علمِ واجبِ (الہی) جل سلطانہ کا آئینہ پایا ہے اور آئینہ کو اس چتر سے زیادہ جامع خیال کیا ہے جو کہ آئینہ میں ہے جیسا کہ آفتاب یا آسمان کی صورت آئینہ میں ظاہر ہو اور کوئی سادہ لوح آفتاب یا آسمان کو آئینہ کا جز و تصور کرے، یہ شئی کے نمونہ کاشی کے ساتھ مشتبہ ہونے کی قسم سے ہے کیونکہ آئینہ میں آفتاب کا نمونہ (عکس) ظاہر ہے نہ کہ عین آفتاب۔ اس بیان سے مولوی معنوی قدس سرہ کے اس شعر کے معنی حل ہو گئے جو کہ انھوں نے فرمایا ہے ۵

علمِ حق در علمِ صوفی گم شود ایں سخن کے باورِ مردم شود

[حق تعالیٰ کا علم صوفی کے علم میں گم ہو جاتا ہے لوگوں کو اس بات کا یقین کب آتا ہے] اور (یہ بات) اس بات کے قریب ہے جو کہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا ہے کہ ”جمع محمدی جمعِ الہی سے اجمع ہے اس لئے کہ جمعِ محمدی جمعِ الہی کے خلاف و جوب و امکان کے مراتب کی جامع ہے“ یہ بھی نمونہ کے اصل کے ساتھ مشتبہ ہونے کی قسم سے ہے کیونکہ آئینہ محمدی میں (جو) ظاہر (ہے وہ) مرتبہ و جوب کی صورت ہے نہ کہ اس مرتبہ کا عین۔ کسی نے خوب کہا ہے ۵

تو از خوبی منی گنجی بعالم مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

[جب تو خوبی کی وجہ سے عالم میں نہیں سما سکتا تو پھر میری آغوش میں بھلا کہاں سما سکتا ہے]۔ اس فقیر کو بھی یہ دید بھی کبھی اپنے بارے میں حاصل ہوتی ہے لیکن چونکہ اس کا منشاء (سبب) اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فضل و کرم سے

معلوم ہے (اس لئے) لغزش و خطائے محفوظہ ہے مالم للتراپ و رب الاکراپ [رع چہ نسبت خاک را با عالم پاک] اس قسم کی چیزیں اس راستہ میں بکثرت رونما ہوتی ہیں (ان سب سے گزر جانا چاہئے اور عاجزی و نادانی میں آنا چاہئے اور بندہ بننا چاہئے اور خواجگی (بزرگی) کا خیال سرے کال دینا چاہئے اور نہایت خاکساری کے ساتھ بندگی کے لوازم بجالانے چاہئیں اگر بندگی میں قبول فرمایاں تو یہ ہے عز و شرف و نہ خسارہ نقد و وقت ہے، ممکن کا کمال بندگی میں ہے، خداوندی اس سبحانہ و تعالیٰ کے لئے مسلم ہے۔

گر زمعشوقت خیالے در سر است نیست معشوق آن خیالی دیگر است
[اگر تیرے سر میں معشوق کا کوئی خیال ہے تو وہ معشوق نہیں ہے (بلکہ کوئی اور خیال ہے) والحمد للہ اولہ و آخرہ و الصلوٰۃ و السلام علی رسولہ و علیٰ آلہ و اصحابہ العظام الی یوم القیام۔]

مکتوب ۱۲

خواجہ گدا کے نام اجمال کے طور پر خلاصہ سلوک کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: برادر گرامی خواجہ گدا محمد اس دور افتادہ سے بہت بہت دعائیں پڑھیں اور اوقات کو ذکر و مراقبہ میں بسر کریں یہاں تک کہ دل کو تذکرہ (اللہ تعالیٰ) کے ماسوائے کامل انقطاع حاصل ہو جائے اور اشیا کے ساتھ اس کا محبتی اور علمی تعلق زائل ہو جائے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ حضور (اس کے) دل کا ذاتی وصف ہو جائے اور یاد کر کے تصنع و تکلف سے رہائی حاصل کیساکہ سنانا قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے، اس کے بعد کوشش کرے کہ یہ حضور کی صفت اس بارگاہ اقدس کی طرف رجوع کرے اور نفسِ حاضر (ذاتِ ذاکر) درمیان سے اٹھ جائے اور اس کا حضور (غیاثِ ماسوائی) کی مزاحمت کے بغیر خود بخود صورت پذیر ہو جائے حال کا نسخہ اور اہل کمال کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے، والسلام۔

مکتوب ۱۳

حاجی حسین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مشاہدات اور تخیلات کی نفی کرنی چاہئے۔

جواب مشیخت مآب شیخ حاجی حسین دور افتادہ دوست کو فراموش نہ کریں اور کبھی کبھی دعائیں یاد کرتے رہیں اور اپنے حالات کی اطلاع دینے اور دوستوں کے احوال معلوم کرنے سے غافل نہ رہیں اور

بدوں کی دوری کو دلوں کی دوری کا سبب نہ بنائیں اور فیوض کے دروازوں کو جو کہ قلوب کے راستہ سے ہیں ہمیشہ کھلا رکھیں اور اپنے تمام مشاہدات و تمحیلات کو جو کہ حقانیت کے عنوان کے ساتھ ظاہر ہوں نفی کریں اور معلومات و مشہودات کے ماوراء کو متشش کریں اور معمول الکیفیت نسبت کے طالب رہیں، ہاں جو مشہود کہ نسبت مذکور کی مانند ہو اور اس معاملہ کو یاد دلائے اس کی نفی کرنے کی ضرورت نہیں ہو اور طاعات و عبادات کی پابندیوں پر مستقیم رہیں اور تمام اوقات کو اس میں مستغرق رکھیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۷۶

میرزا الطف اللہ بن سعید خاں کے نام اس بارے میں کہ فنا معرفت کے لئے شرط ہے اور اس اعلیٰ دولت کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حضرت حق سبحانہ نبی کریم اور ان کی بزرگ آل علیہم وعلیہم الصلوٰۃ والبرکات الی یوم النہاد کے طفیل ظاہر کو شریعت منورہ کے زیور سے آراستہ اور باطن کو اس کے ثمرات و برکات سے شاداب و سیراب رکھے۔ میرے مخدوم! چونکہ بنی آدم کی پیدائش سے مقصود حق جل شانہ کی معرفت حاصل کرنا ہے اور معرفت اس بزرگ گروہ کے طریق پر معروف میں فنا ہوئے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی۔

سچ کس راتا نگر دہ او فنا نیست رہ در بار گاہ کبریا

(جب تک کوئی شخص فنا نہ ہو جائے اس کی بارگاہ الہی میں باریابی نہیں ہے) پس ہم جیسے ہجرت زدوں کیلئے ضروری ہے کہ عمر عزیز کو اس مطلوبہ دولت کے راستہ میں خرچ کریں، صوری (ظاہری) فنا سے پہلے حقیقی فنا کی طرف جلدی کریں اور وقت کے سرمایہ کو فانی لذتوں کے پورا کرنے کے چھپنے نہ لگائیں اور جس چیز کی تخریب (بربادی) طلب کی گئی ہے اس کی تعمیر (آبادی) نہ کریں، بُود و حیران کا عذاب جہنم کے عذاب سے بدتر ہے جیسا کہ قرب و وصال کی لذت جنت النعیم کی لذتوں سے زیادہ ہے پس اس شخص پر افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی اور اس شخص پر حسرت ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی حدود سے تجاوز کیا، دنیا میں دوبارہ آنا نہیں ہے مَن كَانَ فِي هَذِهِ اَعْمٰی فَمَا لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ اَعْمٰی وَاَصْلُ سَبِيلِهِ

[جو شخص اس دنیا میں اندھا رہا پس وہ آخرت میں (بھی) اندھا اور راستہ سے ہٹکا ہوا ہوگا]۔

ترسم کہ یار بامانا آسشنا بماند تا دامن قیامت این غم بماند

[میں ڈرتا ہوں کہ دماں محبوب ہمارے (حال) ناآشنا ہی ہے (اور) قیامت کے دامن تک یہ غم ہمارے ساتھ رہے]

صاحب استغداد و جوانوں پر افسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی اعلیٰ فطرتوں کو اس کمینہ (دنیا) کی طرف لگا دیا ہے اور ظاہر کے ساتھ اس عذار بدکارہ پر فریفتہ ہو گئے ہیں اور قیمتی جواہرات کی بجائے چند ٹھیکریوں پر اتکنا کر رہے ہیں، جمالِ مطلق چمک رہا ہے اور اس کی طرف آنے جانے کی راہ کھلی ہوئی ہے اور ہم جیسے پست فطرت لوگ اس جمال سے محروم اور اس بلند یارگاہ سے محروم ہیں۔

در جہاں شاہدی و مافارغ در قرح جرعه دما ہشیار
[دنیا میں ایک شاہد (معشوق) ہے اور ہم بے پروا ہیں پیالہ میں کچھ شراب ہے اور ہم ہشیار ہیں] نہایت خجالتِ شرمندہ ہے کہ صاحبِ جو و سخا ذاتِ کریم اُس عزت و جلال کے باوجود ایک نظر اس ذرہ مثال کی طرف رکھے اور اس کے پوشیدہ و ظاہر سے واقف ہو (اور) وہ انتہائی جہالت کی وجہ سے قلب کی توجہ کو دوسروں کی طرف لائے اور نیازِ مندی کا سرغیروں کے آگے رکھے۔ دباغی

آمد سحر آں دلبر خنیں جگراں گفتا کہ تو بر خاطر من بارگراں
شرمت بادا کہ من بسویت نگران باشم تو نہی چشم بروے دگراں
[صبح کے وقت وہ خنیں جگر والوں کا دلیر آیا، اس نے کہا کہ تو میرے دل پر بھاری بوجھ ہے، تجھ کو شرم آتی چاہئے کہ میں تیری طرف دیکھ رہا ہوں اور تو دوسروں کے چہروں پر نظر رکھتا ہے]۔ چاہئے کہ ظاہری ملاقات تک خط و کتابت کے طریقہ کو جاری رکھیں تاکہ باطنی فیوضات کا راستہ اور زیادہ کھلا رہے۔

مکتوب ۱۷

ملا جمال الدین کے نام اس بارے میں کہ کشف و وقائع پر اعتماد نہیں رکھنا چاہئے اور قابلِ اعتبار کمالِ صلحِ جل و علای معرفت ہے اور فنا کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله و سلام علی عبادہ الذین اصطفے۔ آپ کے مکتوبات شریف نے پے درپے کیے بعد دیگرے پہنچ کر خوشوقت و سرور کیا۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیشہ ذوق و شوق کے ساتھ رکھے اور اعلیٰ مقامات و ترقیات عطا فرمائے۔ میرے مخدوم! چونکہ کشف و منامات اور صحیح و صادق بشارات اور ان کے برعکس (یعنی غیر صحیح و صادق بشارات) میں فرق کرنا دشوار ہے (اس لئے) ان پر اعتماد نہیں رکھنا چاہئے اور ان کا چنداں اعتبار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ مغربہ کمال ان کے ساتھ وابستہ نہیں ہے جو کچھ اعتماد کے لائق اور بلاشبہ نجات دینے والا ہے وہ کتاب و سنت ہے۔ چاہئے کہ ہمت اس پر لگا دیں کہ کتاب و سنت کے

مقتضای عمل میسر آجائے۔ اور ذکر بھی شرعی احکامات میں سے ہے اس پر ہمیشگی کو ترک نہ کریں اور اوقات کو اس میں مشغول رکھیں اور جس کو اہل اللہ نے کمال قرار دیا ہے وہ صالح (اللہ جل و علا کی معرفت ہے اور معرفت سے مراد معروف میں فنا ہو جانا ہے۔

تو مباح اصل کمال این ست و بس رود و گم شو وصال این ست و بس
 ۳۳۹ [تو ہرگز نہ رہ کمال یہی ہے اور بس، جا اس میں گم (فنا) ہو جا وصال یہی ہے اور بس] اور فنا ہمارے طریقہ کے مطابق دو طرح پر ہے، پس فنائے قلب اس کا مذکور کے ماسوا کو اس حد تک بھول جانا ہے کہ اگر وہ تکلف کے ساتھ بھی ماسوا کو یاد کرے تو اس کو یاد نہ آئے، ماسوا کے ساتھ اس کا مجتبیٰ و علی تعلق بالکل منقطع ہو جائے۔ اور فنائے نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس حاضر (ذات سالک) کی پوری طرح نفی ہو جائے اور عدم محض کے ساتھ اس درجہ تک مل جائے کہ خود کو انکے تجریر نہ کر سکے، اس مقام میں عارف کو نہ کوئی ذکر ہوتا ہے اور نہ کوئی توجہ کیونکہ عارف سے کوئی اثر (نشان) باقی نہیں رہا ہے ذکر و توجہ کس کے لئے ہوگی، اس کے بعد اگر ذکر و توجہ حضور پر تو اپنے آپ سے اپنے ساتھ ہے اس فنا سے مقصود حق سبحانہ و تعالیٰ کے ماسوا کے ساتھ گرفتاری کا زائل ہونا ہے خواہ وہ (ماسوا) آفاق ہو یا انفس ہو کہ (یہ) تہر قاتل و مرض جہلک ہے اور نیز اس فنا سے مقصود ایمان کا روشن و نمایاں ہونا اور احکام شرعیہ کا کامل طور پر مطیع ہونا اور اوامر کے بجالانے اور نواہی سے باز رہنے میں آسانی ہونا اور طاعات میں عجب (خود پسندی) اور ریا کا دور ہونا ہے تاکہ اخلاص پیدا ہو جائے اور نفس امارہ کا اطمینان ہے جو کہ ذاتی طور پر احکام الہی جل و علا کا مخالف ہے اور حقیقی سلام کے ساتھ مسلمان ہونا ہے مختصر یہ ہے کہ سیر و سلوک و فنا و بقا سے مقصود بندگی و نیستی کا حاصل کرنا ہے تاکہ بندگی کے احکام و لوازم جیسے کہ وہ ہیں بقدر امکان بجالائے اور سرکشی جو کہ نفس و خواہش کی راہ سے پیدا ہے نوال کی طرف رُخ کرے یہ مراد نہیں ہے کہ بندہ بندگی کے حلقے سے برابر نکالے اور خواہاں (بزرگی) کا دعویٰ کرے اور غیبی صورتوں اور انوار کا تماشا کرے حتیٰ صورتیں اور انوار کیا کم ہیں کہ کوئی شخص اُن کو چھوڑ کر غیبی صورتوں اور انوار کی ہوس کرے، حسی اور غیبی صورتیں اور انوار دونوں مخلوق ہیں اور حدوث کے دارغ سے داغدار ہیں، حق جل سلطانہ کی رویت و مشاہدہ آخرت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں دنیا میں نہیں ہیں جیسا کہ علمائے کرام و صوفیہ عظام کا اجماع اس پر واقع ہے اور جو کچھ دنیوی زندگی سے تعلق رکھتا ہے وہ یقیناً حاصل ہونا ہے پس دنیاوی، دنیائے صوفیہ کرا کے طریقہ کا نتیجہ احکام شرعیہ کو پورا کرنا ہے اور وصل و مشاہدہ و قرب ایک ایسا نتیجہ ہے جو کہ آخرت سے تعلق رکھتا ہے۔ چاہے کہ احکام شرعیہ کے بجالانے میں کمر ہمت چست رکھیں اور امر معروف و نہی منکر کو اپنا شیوہ بنائیں اور متروکہ سنتوں کے

زندہ کرنے کو اہم امور میں سے جانیں اور جو وار بھی پیش آئے اس کو چھپانے میں کوشش کریں اور واقعات و منامات پر اعتماد نہ کریں اگر کوئی شخص خواب میں بادشاہ یا قطب وقت ہو گیا تو (اس سے) کیا ہوتا ہے بادشاہ اور قطب وہ شخص ہے جو کہ خارج میں ان دنوں منصوبوں پر پہنچ جائے اور اگر خارج میں بھی کوئی شخص بادشاہ ہو گیا یا کائنات کی چیزیں اس کے تباہ ہو گئیں تو اس نے کونسی بزرگی حاصل کر لی اور قبر و قیامت کا کونسا عذاب اس سے رفع ہو گیا۔

۳۴۷

گر دیو پوری مسخر تو گر دزد زیں ہر دو چہ حاصل تو گر درد
[اگر دیو اور پوری تیرے تباہ ہو جائیں تو ان دونوں سے تجھے کیا حاصل ہوگا] بلند ہمت لوگ اس قسم کے امور کی طرف التفات نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کی مرضیات میں کوشش کرتے رہتے ہیں اور فنا و نیستی حاصل کرنے اور واردات کے چھپانے میں سعی کیا کرتے ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد ہے کہ آپ بزرگوں کے ساتھ محبت و اعتقاد میں پوری پختگی رکھتے ہیں اور آپ کے اطوار و عادات اچھے سمجھنے میں آئے ہیں، آپ جیسے دوستوں سے ہم امیدوار ہیں کہ اس گنہگار کو دعا سے فراموش نہ کریں گے اور رحمت و مغفرت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو اس فقیر کے حق میں طلب کرتے رہیں گے، والسلام۔

مکتوبہ ۱۸

مولانا حسن علی کے نام علوم شرعیہ کے حاصل کرنے اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام والیتہ

کی مستحق کو زندہ کرنے پر ترغیب دینے اور دیگر نصیحتوں کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة اور دعائیں دینے کے بعد سعادت آثار برابر عزیمت مولانا حسن علی، اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کے حال کو اچھا کرے اور اس کی امیدیں پوری فرمائے کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ (اس طرف کے) احوال حمد کے مستحق ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و احسان ہے، اللہ تعالیٰ سے اکابر کے طریقہ پر ثابت قدمی اور استقامت کی دعا کی گئی ہے پس بیشک یہی کام کامرانیہ اور نجات کا مدار ہے اور اس کے بغیر بے فائدہ رنج اٹھانا ہے۔ اے بھائی! چونکہ آخری زمانہ کے اوقات ہیں، دین (کے معاملہ) میں سستی آگئی ہے اور سنت متروک ہو گئی اور بدعت پھیل گئی ہے (اس لئے) علوم کا حاصل کرنا اور ان کو پھیلانا اس طرح کے ظلمانی دور میں اہم کاموں میں سے ہے اور سنت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتجہ کو زندہ کرنا اعظم مقاصد میں سے ہے، علوم شرعیہ کے حاصل کرنے

اور اُن کی نشر و اشاعت اور سنتِ مصطفویٰ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والقیۃ کے زندہ کرنے میں کمر ہمت مضبوط باندھیں اور نامِ رادی کے گوشے اور عاجزی و نیستی کی صفت کے ساتھ بارگاہِ الہی عز و جہانہ میں دُعا کی نگرانی (حضور) کو ترک نہ کریں اور احوال و مواجید کی کچھ فکر نہ کریں کیونکہ اُن کا کمال آخرت کے ساتھ وابستہ ہے اور وہ امور جن کے ساتھ صوفیاً وقت خوش ہیں یا وہ کسرا ب یقینۃ یَحْسِبُهَا الظُّمَانُ قَاءً [جیسا کہ چٹیل میدان میں چکنا ہوا ریت جس کو سپا آ آدمی (دُور سے) پانی سمجھتا ہے] کی قسم ہیں یا ان کی تسلی کے لئے ہیں، ہزاروں میں سے کسی ایک کے لئے ظاہر کرتے ہیں جس کسی نے بھی یہ کہا ہے خوب کہا ہے: ثلاث خیالات تری ہما اطفال الطریقت [یہ وہ خیالات ہیں جن سے طریقت کے بچوں کی پرورش کی جاتی ہے] (یہ گھر دنیا) عمل کا گھر ہے، طاعات کی ادائیگی میں مردوں کی طرح رہیں اور خلوت و گوشہ نشینی کو غنیمت جانیں ظاہری معاش کے کاموں کو حضرت رزاق ذوالفقوۃ المیتین [تہایت مضبوط قوت والے رزاق یعنی اللہ تعالیٰ] کے سپرد کر دیں اور جمعیت (اطمینان) کو اس کی تدریس کے ترک میں جانیں کیونکہ تدریس اور اسباب جمع کرنے کا معاملہ دُور و تسلسل کی طرف لے جاتا ہے اور اس سے کامل جمعیت (اطمینان) کا حاصل ہونا عادتِ محال ہے۔ دیگر یہ کہ آپ کے والد بزرگوار کے لئے فاتحہ پڑھی گئی، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ [میشک ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اور ہم سب اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں] حق سبحانہ و تعالیٰ اپنی رحمت میں شامل فرمائے اور پسماندگان کو اپنی فضا پر رضا نصیب فرمائے (ان کے ایصالِ ثواب کیلئے) فاتحہ و صدقہ اور (اُن کی مغفرت طلب کرنے کے لئے) استغفار سے ہمیشہ ان کو یاد کرتے رہیں۔

مکتوبہ ۱۹

خواجہ محمد صدیق کے نام شریعت پر استقامت چاہئے اور مشد کی محبت پر رہنمائی کرنے کے متعلق اور اس بارے میں کہ حصولِ نیت اور چیز ہے اور اس کا علم ہونا اور چیز ہے اور اس چیز کی وضاحت میں کہ حال ہو اور اس حال کا علم نہ ہو، تحریر فرمایا۔

حد و صلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب پسندیدہ کچھ نیاز (ہدیر) کے ساتھ یکے بعد دیگرے پہنچا اور اس کے لمبے چوڑے مفردات واضح ہوئے۔ میرے مخدوم! اس طرف سے کمال صفائی ہے کوئی غبار اپنے دل پر نہ لائیں، یا یوسی دشمنوں کو نصیب ہو، اپنے کام میں کوشش کرتے رہیں اور جس حال میں بھی ہوں نیستی کی صفت کی طرف دائمی توجہ کو ہاتھ سے نہ دیں اور حضرت حق سبحانہ سے

استقامت طلب کریں، الاستقامۃ فوق الکرامۃ [استقامت کرامت سے افضل ہے] آپ نے سنا ہوگا۔
 فقیر بھی آپ کی استقامت کے لئے دعا گو ہے، امید ہے کہ اس کے آثار ظاہر ہوں گے، اگر احوال و مواجید
 کچھ بھی ظاہر نہ ہوا اور شریعت پر اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) اور ان کے درویشوں کی
 محبت پر استقامت حاصل ہو تو کوئی خوف نہیں ہے اور حقیقت سے بے نصیب نہیں ہے اور اگر معاملہ
 برعکس ہے تو استدراج کے سوا کچھ نہیں جانتا چاہئے، اس تعلق کو مضبوط رکھنا چاہئے۔ ہمارے بزرگوں
 کی نسبت بہت بلند اور عقل کے دائرے سے باہر ہے، مشکل ہے کہ ادراک (سمجھ) کا ہاتھ یکایک (یکدم)
 اس کے دامن تک پہنچے اگرچہ (یہ نسبت) حاصل ہو کیونکہ حصول اور چیز ہے اور اس (حصول) کا علم
 دوسری چیز ہے یعنی نسبت کے حصول کا علم باطن کے لئے ہے کیونکہ علم والتلاذ اسی کے نصیب ہے اگرچہ ظاہر
 کے ساتھ ملا ہوا ہے چنانچہ باطن کا علم والتلاذ ابتدا میں ہمسائیگی کی وجہ سے ظاہر میں بھی سرایت کرتا ہی
 اور ظاہر بھی اجرو لذت یافتہ ہو جاتا ہے اور جب کام انتہا کو پہنچ جاتا ہے (اور) باطن ظاہر سے
 جدائی اختیار کر لیتا ہے اور ہمایہ ہونے کا حق جاتا رہتا ہے تو ظاہر بیچارہ باطنی دولت سے بہت کم
 حصہ لیتا ہے اور اپنے آپ کو خالی اور بے نسبت پاتا ہے بلکہ کبھی (ایسا) ہوتا ہے کہ باطن کے ساتھ کمال
 بے مناسبتی کی وجہ سے ہدایت یافتہ بندگی کو جس نے کہ اندراج النہایت فی البدایۃ (ابتدا) کا انتہا میں
 درج ہونا) کے حکم کے مطابق انتہا کی چاشنی پائی ہے اور قلب سے جو کہ جذبہ کا مقام ہے نہیں نکلتا ہے
 اور اس کے مقلب (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ نہیں ملا ہے اور ظاہر میں ذوق و وجہ کے ساتھ موصوف ہے
 اپنے آپ سے زیادہ کامل جانتا ہے اور اپنے آپ سے نسبت کی نفی کر کے اس کو صاحب نسبت جانتا ہے
 یہی وجہ ہے کہ طالب اس قسم کے مبتدی اور متوسط کی صحبت میں بظاہر زیادہ رشتہ و ہدایت سمجھتا
 ہے اور وجد و التلاذ زیادہ دیکھتا ہے چونکہ اس کا مژدہ شوق و وجہ کے ساتھ لذت پارہا ہے اس لئے
 مرید میں بھی کیفیت پر نور (عکس) دالتی ہے۔ شیخ الاسلام (قدس سرہ) نے کہا ہے کہ اگر خرقائی اور محمد قصاب
 موجود ہوتے تو میں تم کو ان (محمد قصاب) کے پاس بھیجتا کہ خرقائی کے پاس، کیونکہ وہ تمہارے لئے خرقائی
 سے زیادہ فائدہ مند ہوتے یعنی خرقائی تہی تھے مریدان سے کم فائدہ حاصل کرتا۔ راقم کہتا ہے یعنی وہ فائدہ
 جو کہ وجد و دانش سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ مطلقاً فائدہ کیونکہ کامل فائدہ وہ ہے جو کہ تہی کی صحبت سے
 حاصل ہوتا ہے، پہلے فائدہ کو اس فائدے کے ساتھ کیا نسبت ہو وہ فائدہ کی صورت ہو اور یہ فائدہ کی حقیقت ہے
 لیکن چونکہ نہایت بلندی کی وجہ سے اس کی نسبت معروف دراک سے باہر ہے طالب میں بھی اسی کیفیت کے ساتھ ملو
 کرتا ہے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی نسبت یہی تھی فَلَا تُكِنُّ مِنِّ الْمُنْتَرِبِينَ (پس نوشہ کرنے والوں میں سے نہ ہو) والسلام۔

مکتوب ۱۸

حقائق و معارف آگاہ جامع علوم ظاہری و باطنی شیخ محمد یحییٰ دامت برکاتہ کی خدمت میں حضرت
مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصیات اجمال کے طور پر بیان کرنے اور ایک درویش کے
احوال کے درپے ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: میرے مخدوم! (آپ کے) آخری مکتوب میں درج تھا کہ
بالمشاہدہ بھی اُن حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے بعض خصوصی معارف ذکر کئے جاتے ہیں مثلاً
معارف توحیدی سے گزر جانے اور مقام جذبہ و سلوک سے اوپر جانے کو بے تکلف تسلیم و تصدیق کرنا۔
اے عزیز! حضرت عالی قدس سرہ کے فضائل اور وہ خصوصیات جن سے اُن کو دوسروں پر فضیلت ہے
جو کہ اس فقیر نے لکھی تھیں دوسرے امور ہیں کہ عقل و دہم کی آنکھان کے ادراک میں خیرہ (چکاچوند) اور
زبان خیال اُن کے بیان کرنے میں گونگی ہے اور یہ کمال جو آپ نے بیان کیا ہے ان کمالات و فضائل کی بلندی
کے زمینوں میں سے نیچے کا ایک درجہ ہے بلکہ اس کمال کو جو کہ کمالات و ولایت میں سے ہے اُن امور کی نسبت
جو کہ کمالات نبوت پر متفرع ہیں کوئی اعتبار و شمار نہیں ہے کاش کہ سمندر کے ساتھ ایک قطرہ کی نسبت
۲۴۳ ہی رکھتا ہوتا، یہ کمال لائق اظہار علوم کی قسم سے ہے اور وہ امور اُن اسرار میں سے ہیں جن کا پوشیدہ
رکھنا لازم ہے، ظاہر ہے کہ علوم کو اسرار کے ساتھ کیا نسبت ہے، اور جو معاملہ کہ حضرت عالی قدس سرہ کی
پیدائش کے ساتھ وابستہ ہے وہ جدا ہے اور جو اسرار و دقائق اور جو نازک باتیں آپ نے ذات و صفات کے
بارے میں لکھی ہیں اور عجیب و نادر تحقیقات و مقالات جو کہ بیان فرمائے ہیں علیحدہ ہیں، اور اصالت اور
خاتم الرسل علیہ وعلیہم وعلی آل کل الصلوات والتسلیمات کی پیدائش کی بقیہ مٹی سے (حضرت عالیؑ کی)
طینت کو خمیر کرنے کے معاملہ خود کیا بیان کرے اور حضرت عالی (قدس سرہ) کی ولایت کا جو کہ محبت و
محبوبیت ذاتی سے پیدا ہوئی ہے کیا پتہ و نشان دے، اور ہوتیت کے حقائق سے جو کہ ان کے ساتھ خصوصیت
رکھتے ہیں اور وہ حقیقت بے انتہا رحمتوں کا مخزن ہے کہ اُس کا ایک چشمہ اس نام میں پھیلا ہوا ہے
اور دوسرا چشمہ دوسرے عالم میں ذخیرہ ہو گیا ہے اور رحمن و رحم الراحمین کی نہت بھی اسی حقیقت
سے جاری ہوئی ہے اور انھوں نے تعین اول سے بھی ترقی ثابت کی ہے اور دوسروں نے اس سے
منع کیا ہے اور سیر و سلوک کی انتہا کو وہاں تک کہا ہے اور اس کے اوپر مرتبہ اطلاق و لاتعین ذات بحت

تصویر کیا ہے کہ سیر و سلوک و علم و معرفت کو اُس بارگاہِ قدس میں ناممکن بنا دیا ہے حضرت عالی (قدس سرہ) نے اس سے گذر کر مراتب و تعینات ثابت کئے ہیں اور تعین اول کو اس سے کئی مرحلے اوپر لے گئے ہیں خود لاتعین کا تذکرہ کیا اور حقیقتِ محمدی و حقیقتِ قرآنی و حقیقتِ کعبہ ربانی و حقیقتِ صلوة اور وہ حقیقت جو کہ ان حقایق سے اوپر ہے کہ حضرت عالی قدس سرہ جن کے بیان کے ساتھ ممتاز ہیں۔ (آپ کے) مکتوبات میں مذکور ہیں اور کمالاتِ حقیقتِ ولایتِ محمدی و ولایتِ ابراہیمی و ولایتِ موسوی و ولایتِ احمدی و کمالاتِ انبیاء و خصوصیاتِ رسل و فضائل و اولوالعزم اور ان بزرگواروں میں سے ہر ایک کے مبادی تعینات اور خصوصیتِ حضرت روح اللہ (عسیٰ علیہ السلام) و حضرت ہمدی موعود و مبادی تعیناتِ ملائکہ اعلیٰ و ولایتِ حضرت صدیقِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کا مبداء تعین (وغیرہ امور) جو کہ انھوں (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے بیان فرمائے ہیں کہاں تک لکھے علی نبینا و علی سائر الانبیاء و الملائکہ الصلوٰۃ و التسلیمات و علی اتباعہم، اور اسی طرح حقیقتِ صلوة کے واصلین کے قدموں کے فرق اور اس مقام میں انبیاء علیہم السلام کی فضیلت اور ان اکابر علیہم التحیات کی چار صفیں، اور ان انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ کی خصوصیات کہ جن کے منبر کا نام قرآن مجید میں مذکور ہیں، اور یہ کہ آنسور و انبیاء علیہ الصلوٰۃ و السلام کے مقام کو ان تمام مقولات پر فضیلت ہے اور جو نصیب (حصہ) کہ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کو اس مقام سے ثابت ہے اور اُس مقام سے حضرت ہمدی موعود (علیہ السلام) کا جو نصیب (حصہ) ہے اور ان (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی اپنی اصالت و ولایت اور حضرت ہمدی رضی اللہ عنہ کی اصالت کا منشا (جائے پیدائش)، (غرض کہ راقم) کہاں تک تشریح کرے۔ اور آپ (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے مرضِ موت میں جو اسرار و دقائق بیان فرمائے ہیں اور آنسور و عالمِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کے کمالات اور ان حضرات کے بارے میں اپنی بعض مناسب بات بیان کی ہیں کس طرح سے سمجھائے اور قبولیت کے حقایق اور مقامِ خلت کے دقائق اور محبت کے فضائل اور صباحت و ملاحت کے اسرار اور ان دونوں حق کے استخراج کا آپ نے مطالعہ کیا ہو گا اور (آیات) مقطعات کے اسرار کہ جن کا کچھ اشارہ اوپر گزر چکا ہے ایک بے پایاں سمندر ہے جو کہ گفت و شنید میں نہیں آئے اور مرستہ (حضرت عالی) کے ساتھ ہی چلے گئے۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ اپنے مکشوفات کو حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے معارف کے برابر جانتا ہے، کلامِ حضرت عالی (قدس سرہ) کے معارف کے سمجھنے میں ہے بلکہ (آپ کی)

سمجھ میں شیخ ابن عربی کی اصطلاح گزری ہے جو اس سے کئی مرحلے دُور ہے، ان کے ساتھ برابر ہی ڈھونڈنا محض خیال ہے جو کہ نادانی اور خام خیالی سے پیدا ہوا ہے، بہت سے نادان ہیں جو کہ جہل مرکب کی رو سے اپنے بعض واقعات پر اعتماد کر کے فاسد توہمات میں مبتلا ہو گئے ہیں اور لوگوں کو (صحیح) راستہ سے ہٹالے گئے ہیں، وہ گمراہ ہیں پس وہ گمراہ کرتے ہیں، وہ برباد ہیں پس دوسروں کو برباد کرتے ہیں، برابری تلاش کرنا ادراک کی فرع بلکہ تصور کی فرع ہے جو کہ وقوع میں نہیں آیا ہے، برابری کہاں اور سادات کس طرح بخواب اندر مگر موشی شتر شد [شاید کوئی چہ یا خواب میں اونٹ ہو گیا]

مکتوب ۱۸۱

مولانا اجمال الدین کے نام مقام جمع کے بیان اور فرق بعد الجمع کے حاصل کرنے کی ترغیب میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ: آپ کے پاکیزہ گرامی نامہ نے مشرف کیا اذواق و

مواجید و اشواق و تلویحات کے مطالعہ سے جو کہ رنگین اشعار اور دلکش عبارات کچھ نص میں تقرباً ملاحظہ ہوا۔
ع لے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی [اے شخص یوں وقت بھی خوشی میں گذرے جب کہ تو نے ہمارے وقت کو

میرے مخدوم! اس قسم کے شوق کے ولولے اور عشق کی دیوانگیاں جو کہ سالکوں کو حاصل ہوتی ہیں یہ انجمن جمع کا شگوفہ ہیں جو کہ آفتاب حقیقی کے استواء (نہایت بلندی پر قرار پکڑنے) کے وقت سویدلئے قلب کے غنچے سے سراپا ہر نکالتے ہیں (ایسا سالک) نماز کو اس استواء کے وقت میں مرفوع (اٹھادی گئی) جانتا ہے اور نکالیف شرعیہ کو معجون کے ہاتھ اور پاؤں کی رنجیر پاتا ہے اور نکالیف شرعیہ کے ساقط ہونے کا خیال کرتا ہے، ذکر کو بکواس اور گناہ سمجھتا ہے اور کہتا ہے عوام کی توبہ گناہوں سے اور میری توبہ لا الہ الا اللہ کہنے سے ہے، اور نیز کہتا ہے اللہ کا ذکر قلب کو سیاہ کرتا اور گناہوں اور خطاؤں کو بڑھاتا ہے اور وہ مذہب و ملت کے تعین سے الگ تھلگ ہے اور انا علیٰ مذہب ربی (میں اپنے رب کے مذہب پر ہوں) کا ترانہ گاتا ہے اور رسمی نمازیں بہت کم آتا ہے اور اس کے قیام و قعود کی طرف نااہل نہیں ہوتا اور وہ سمجھتا ہے کہ لا صلوة للمؤمن الا فی قلبہ (مومن کی نماز اس کے قلب میں ہی ہے) اور یہ پڑھتا ہے

بگو: و باسلام یکساں نگر کہ ہر یک ز دیوان اد فریست

[کفر اور اسلام کو یکساں دیکھو کیونکہ ان میں سے ہر ایک اس کے دیوان کا ایک دفتر ہے] اگرچہ وہ ظاہر میں شرعی حدود سے تجاوز نہیں کرتا اور نماز اور تمام احکام کا پابند ہے اور اگر وہ ان چیزوں کو بھی ادا کرتا ہو تو

ملحد و مردود ہے جو کہ بحث سے خارج ہے اور سچے اور جھوٹے شخص میں صحیح فرق کرنے والی چیز احکام شرعیہ کا بجالانا اور ملتِ مصطفویہ علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والنجۃ کو لازم پکڑنا ہے، یہ (مقام جمع کی) بات تو یہاں ختم ہوئی اور اس فقیر نے اوقات کو معمور رکھنے اور شوق و رغبت کے ساتھ اعمال صالحہ کے بجالانے کے بارے میں جس چیز کی طرف ترغیب دی ہے وہ مقام جمع الجمع اور فرق بعد الجمع کے مناسب ہے جو کہ صحیح کا مقام ہے اس وقت میں آرام (سکون) بندگی میں ہے اور حصول لذت طاعات میں ہے (رحمی یا بلال [اے بلال مجھے راحت پہنچاؤ! بحریث] اسی معام کا ایک رمز ہے اور قرعین فی الصلوٰۃ [میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے، (بحریث) اسی متمنی (مقصود) کی طرف اشارہ ہے، یہ کمال مقام نبوت سے پیدا ہوتا ہے اور جو کچھ اوپر گذر وہ ولایت کی شیط (خلاف شرع کلمات) سے پیدا ہوتا ہے یہ اسلام حقیقی ہے اور وہ کفر حقیقی، اُس کو اس کے ساتھ ایسی ہی نسبت ہے جیسی کہ قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہے بلکہ ایسی نسبت ہے جیسی کہ چھتے کو خرنے کے ساتھ ہے بلکہ ایسی نسبت ہے جیسی کہ موبہم کو موجود کے ساتھ ہے۔ معاملہ کی حقیقت یہاں ظاہر ہوتی ہے وہاں صورت اور نمونہ سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے اور حقیقی سورج سے اس کی مثال کے سوا اور کچھ حاصل نہیں رکھتا۔ کسی نے خوب کہا ہے ۵

تو از خوبی نمی گنجی بعالم مرا بر گز کجا گنجی در آغوش

[تو خوبی کی وجہ سے عالم میں نہیں سما سکتا، بھلا تو میری آغوش میں کہاں رہ سکتا ہے] جب یہ کمال پر تُو (عکس) ڈالتا ہے تو سابقہ کمال پوشیدہ ہو جاتا ہے اور اس کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا بلکہ اس سے نادم ہوتا اور استغفار کرتا ہے، نماز اس (ظاہری) صورت پر منحصر نہیں ہے (بلکہ) عالم غیب الغیب میں اپنی ایک حقیقت رکھتی ہے جو بہت سی حقیقتوں کے اوپر ہے جب تک کوئی اس حقیقت کو نہیں پہنچے گا اس (نماز) کے کمال کو کیا پائے گا اور وہ حقیقت (نماز کی) اس صورت ہی کے ساتھ قائم ہے۔ نماز ایک دلربا معشوق ہے گویا اس کی صورتِ زیبا کو عالم مجاز میں ان مخصوص ارکان کے ساتھ نمایاں کیا گیا ہے اور اس کی رعنائی کی ادائوں کو اس قیام و قعود و آداب و خشوع کے ساتھ ظاہر کیا گیا ہے، جو شخص کہ (نماز کی) اس صورت کا والد و شیدائہ ہو جائے وہ ان ارکان کی حقیقت کو کیا پائے گا اور جو شخص کہ ان ادائوں کا فریفتہ نہ ہو جائے وہ اس قیام و قعود کی حقیقت کو کیا سمجھے گا ۵

چکہ مشک تر از دم چو آن گیسو چنگ افتد و در صبح از گریہ نام گراں مہ در کنار آید

[اگر وہ گیسو میرے بچے میں آجائیں تو میرے ہاتھ سے تر مشک ٹپکنے لگے (اور) اگر وہ محبوب میری آغوش میں آجائے تو میری گریبان سے صبح طلوع ہو جائے] والسلام علیکم۔

مکتوب ۱۸۲

۳۴۶

میرزا عبید اللہ کے نام احوال کی تشریح، استفسارات کے جوابات اور حضرت خضر علیہ السلام کی حیات موت کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ کے معزز گرامی نامہ کے مطالعہ سے مسرور و خوشوقت ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ ”اس مقام سے رہائی حاصل کر لی ہے (اور) اکثر اوقات میں اپنی طرف منسوب نسبت و ہمہ کی جو کہ اصل کے حوالہ ہے ایک مثاب صورت زیادہ کچھ نظر میں نہیں آتا لیکن بہت ہی کم اوقات میں شیخ (مثاب صورت) کا علم بھی نہیں رہتا بلکہ علم اس کے عدم کا (ہوتا ہے)۔“ اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ تنگ کوچہ سے شاہراہ پر آگئے ہیں اور ظل سے اصل کی طرف دوڑ رہے ہیں، یہ کمال جو کہ سالک کے معدوم ہوجانے کے ساتھ وابستہ ہے منتبات (نسبتوں) کے اصل کے ساتھ ملحق ہوجانے کے بعد ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سبحانہ لہو الاقدس کے طریق پر تجلی صفات سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس تجلی کا کمال تجلی ذات کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ ہر مقام کی تکمیل اس مقام سے گزر جانے کے ساتھ وابستہ ہے۔ تجلی ذات کے آثار میں سے یہ بات بھی ہے کہ شیخ (صورت) اور جاد (بے جان چیز) جو کہ عارف کی نظر میں منتبات کے اصل کے ساتھ ملحق ہوجانے کے بعد باقی رہ جاتی ہے وہ بھی زائل ہوجاتی ہے اور عارف بالکل فانی اور محض لاشے ہوجاتا ہے اور وہ شیخ (مثاب صورت) و جاد ایسا عدم واقع ہوا ہے جو کہ کمالات کے انعکاس کے ذریعے تمام عداات سے ممتاز ہو گیا تھا اور جب امانتی کمالات اہل امانات کے ساتھ ملحق ہو گئے تو وہ چیز نہ رہی جو اس عدم کو ان اعدام سے ممتاز کرتی تھی پس ناچار وہ عدم جو کہ کمالات وجودی کا آئینہ رہا تھا اور یہ مجموعہ (سب عداات) ذات ممکن ہو کر عدم مطلق کے ساتھ ہوجا رہی، اس وقت عارف کا نہ عین رہتا ہے نہ اثر، لا شئی ولا تدبر۔ [نہ باقی رہنے دیگی اور نہ چھوڑے گی۔]

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ ”بہت ہی کم اوقات میں شیخ (مثاب صورت) کا علم بھی نہیں رہتا“ شاید کہ اس کمال کا مقدمہ ہو، اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ ”اس کمال کا مقدمہ ہوگا“ یہ اس لئے کہ ذات جب جلوہ گر ہوتی ہے تو اس کے لئے پوشیدگی نہیں ہے اور نیز اس مقام کی علامات میں سے ذکر و توجہ و حضور کا عارف سے بالکل منتفی ہوجانا ہے اور کلمہ آنا کے مورد (مقام) کا قطعاً زائل ہوجانا ہے، کمالات کے اصل کے ساتھ ملحق ہوجانے کے بعد اپنا حضور اپنے ساتھ ہے اور اس مقام سے عارف کا نصیب

استہلاک (فنائیت) اور وہی قیود سے رہائی پانے اور جہل مرکب سے جو کہ خفی شرک اور باطنی مرض ہے نکل جانے کے سوا نہیں ہے۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ وجود اس سے پہلے (قوت) ذات پر وحدت کا مزہ دیتا تھا اور (اس) اُس (اللہ تعالیٰ کا عین جانتا تھا، آج صفات کی مانند تعینات میں سے نظر آتا ہے) (آپ کی کیفیت) تہا بلند ہے اور علمائے اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سبوح و تعالیٰ ان کی کوششوں کو شکر فرمائے کے قول کے مطابق اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے ذوق کے موافق ہے اور یہ تعین وجودی حضرت عالی (قدس سرہ) کے طریق کے مطابق تعین علمی اجمالی کے اوپر ہے جو کہ دوسرے بزرگوں کے طریق کے مطابق تمام تعینات سے اسبق (اول) ہے۔ اور آپ نے وجود کے معاملہ سے ماوراء آگے حیرت و عدم دریافت کا اظہار کیا ہے بیشک اس بارگاہ مقدس جلت عظمت سے جہل و حیرت کے سوا کیا نصیب ہوگا، اگرچہ درک ہوگا لیکن (اُس) درک کا ادراک نہیں ہوگا العجز عن درک الادراک ادراک (ادراک کے درک (حصول) سے عاجز ہونا ہی ادراک ہے) اس مقام کے حال کا نشان ہے، یہ جہل و حیرت جو کہ شہود و معرفت پر نہ اوروں درجے فضیلت رکھتی ہے اعلیٰ مقامات سے ہے، ہرگز پستی کی طرف مائل نہ ہوں اور بلندی سے نشیب کی طرف نہ ٹھکیں اور پانی کی بجائے سراب پر فریقہ نہ ہوں کسی نے خوب کہا ہے۔

اگر نہ ہی بکفت دامانِ یارم گرفتار کسے دیگر مدارم
[اگر تو یار کا دامن میری ہتھیلی (مٹھی) میں نہیں دیتا تو مجھے کسی دوسرے کا بھی گرفتار مت رکھ]۔ ہاں ہستی سے گذر جانا عقل کو ٹھیک نہیں لگتا اور بظاہر ہستی میں کوشش کرنا ہے لیکن کیا کیا جائے عرفت ربی بجمع الاضداد میں نے اپنے رب کو اضداد جمع کرنے سے پہچانا، چونکہ ہستی و نیستی دونوں اعتبارات سے ہیں اس لئے اس بارگاہ سے نیچے کے درجے میں ہوں گے۔

لا دھوناں سرائے روز بہی باز گشتند جیب و کیسہ تہی
[لا اوروں (خدا و بقا) اس بارگاہ مقدس سے اس حال میں واپس لوٹتے ہیں کہ جیب اور کیسہ خالی ہوتی ہے] آپ کا تعجب و تحیر بر محل ہے جبکہ تعین علمی جمالی کے اوپر سیر و سلوک و علم و معرفت جائز نہیں رکھتے، کیونکہ ان بزرگوں کے مطابق بھی تعین حضرت وجود سے نیچے کا ہے، آپ نے حضرت وجود سے اوپر علم کی نسبت کس طرح ثابت کی ہے، اگرچہ ان حضرات کے مطابق یہ حضرت وجود مرتبہ ذات بحت (محض) ہے اور ہمارے مطابق اس کے تعینات میں سے ایک تعین ہے۔ شرح فی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فصوص (الحکم) میں فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ذات کی حقیقی متعلیٰ کی صورت میں ہی ہوتی ہے پس متعلیٰ (جس کو متعلیٰ کا شاہدہ ہو) نے حق کے آئینے میں اپنی صورت کے سوا انہیں دیکھا اور اس نے حق (تعالیٰ شانہ) کو نہیں دیکھا اور یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ اس کو

دیکھئے۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ ”یہ تجلی تمام تجلیات کا تہیٰ (آخری) ہے اور مشاہدات کی انتہا ہے پس تو اس بات کے لئے طبع نہ کر اور اپنے آپ کو اس بارے میں مشقت میں نہ ڈال کہ تو تجلی ذاتی کے اس درجے سے ترقی کریگا“ پھر فرمایا ہے ”اور اس کے ماوراء (آگے) عدم محض کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔“ اس لئے کہ عالم اسما و صفات کا ظہور ہے اسما و صفات سے اوپر جانا اپنے آپ کو عدم میں کھینچنا ہے لیکن جانا چاہئے کہ المرء مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کے بموجب چونکہ محبوب آفاق و انفس اور نسبت و اعتبارات سے ماوراء ہے خواہ وہ علم کی نسبت ہو یا وجود کی نسبت ہو اس لئے سحر کی گذر گاہ اس معیت کے حکم کے مطابق آفاق و انفس سے باہر اور علم و ہستی کی نسبت سے ماوراء ہوگی اور ظل و اصل کے ماوراء نظر گاہ ہوگی (معیت) ہر مرتبہ کی فنا و بقا کے ساتھ اس کے اوپر جانے میں مدد کرتی اور دلیر بناتی ہے اور اصل کو اس کے ظل کی طرح راستہ میں چھوڑ دیتی ہے، اس سے رک جانے کی کیا صورت ہوگی اور اس ذات بحت کے گرفتار کو اس کے ماسوا کے ساتھ تسلی ہونا کس طرح متصور ہوگا، ظلال و اعتبارات کی چاشنی ذات تعالیٰ کے طالب کی قوت ذاتیہ پر لذت نہیں دیتی اور بچوں کی طرح اس اضافی (غیر حقیقی) شیرینی اور عارضی حسن پر بے یقینہ نہیں ہوتا اور تسنیم (جنت کی ایک نہر) کی شراب کا پیسا سہونٹ سراب کی موج کے ساتھ سیراب نہیں ہوتا وَ هُمْ أَجْرٌ مِنْ تَسْنِيمٍ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ؕ [اور اس (شراب) کی آمیزش تسنیم (کے پانی) سے] ہوگی، وہ ایک چشمہ ہے جس سے مقرب بندے پئیں گے] اخص خواص کے درمیان ایک دوسرے پر فضیلت دینے والی چیز اس مقام سے ہے اور کامل ترین بزرگوں کی نظروں کا تفاوت اس مرتبہ میں ظاہر ہے طلب کی طبع اور اس کی مشقت کا تحمل بھی اُس بارگاہ میں زیبا ہے، وَ فِي ذَلِكَ فَلَيْتَنَّا فِى الْمُنْتَنَىٰ فَسُوْنٌ ؕ [اور اس میں رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہئے۔]

میرے مخدوم! اسباب کا استعمال تو کل کے منافی نہیں ہے کیونکہ (اگر) تاخیر حق سبحانہ کی طرف سے جانے اور اسی پر بھروسہ کرے اور یقینی سبب کو درمیان میں لائے تو عین توکل ہوگا، ہاں اگر وہ ہومہ بعیدہ (غیر یقینی) اسباب کے ارتکاب کو توکل سے بعید کہیں تو گنجائش ہے لیکن یقینی اسباب سے چارہ نہیں ہے آگ کو روشن کرے اور جلانے کی تاثیر حق تعالیٰ سے جانے اور کھانا کھائے اور شکم سیری اس سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے سمجھے، اگر کوئی شخص ضرورت کے وقت میں اس قسم کے اسباب کو ترک کرے اور اس وجہ سے (اس کی) تکلیف پہنچے تو گنہگار ہوگا اور اسباب میں قسم کے ہیں: اسباب ہومہ (غیر یقینی) ان کا ترک کرنا لازم ہے اور اسباب متیقنہ جن کو اختیار کرنا واجب ہے اور اسباب مشکوکہ و مظنونہ جو کہ جائز الطرفین ہیں (جن کا اختیار کرنا یا نہ کرنا دونوں جائز ہیں) حق سبحانہ نے مشورہ کرنے کا امر فرمایا ہے جو کہ اسباب میں سے ہے

اس کے بعد توکل کا امر فرمایا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَشَاوِدْهُمْ فِي الْأَرْضِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ
 ۱۰۰ اِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ اور آپ ان سے کام میں مشورہ کر لیا کچھ پھر جب آپ اپنی رائے نچتے کر لیں تو اللہ پر
 توکل کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (البتہ) آخرت کے اعمال میں توکل کرنا کوئی معنی
 نہیں رکھتا کیونکہ وہاں (اعمال آخرت میں) ہم سعی و کوشش کے ساتھ مامور ہیں اور اس مقام (معاہدات آخرت)
 میں خوف و خشیت اور امید محبوب و پسندیدہ چیز ہے (یہ آیت) يَذْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا (وہ اپنے رب کو
 عذاب کے خوف اور بخشش کی طمع رکھتے ہوئے پکارتے ہیں) اس معنی میں کامل تر ہے، اعتماد فضل و کرم پر رکھا
 جائے اور ظاہری اعمال یعنی اوامر کو بجا لانے اور ممنوعات سے بچنے کو ہاتھ سے نہ دے (ترک نہ کرے) بندگی
 کا طریقہ اور توکل کی حقیقت یہی ہے اور راہ (حق) اسی میں منحصر ہے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ بندہ کو کوئی ایسا مقام (کہ جس میں) تمام اوقات میں اپنے آپ ایسا فارغ ہو جائے
 کہ ہرگز کوئی مزاحمت باقی نہ رہے حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟ میرے محذوم! یہ معنی فنا کو ظاہر کرنے والے ہیں کیونکہ
 اس مقام میں اپنے آپ سے بلکہ تمام ماسوا سے دائمی طور پر فراغت حاصل ہے لیکن فنا و بقا باطن کے احوال
 سے ہے جب تک یہ دنیا قائم ہے ظاہر ضروریات بشری کا محتاج ہے اس سے فراغت نہیں رکھنا۔ نیز آپ نے
 پوچھا تھا کہ کیا خواطر (دل کی باتوں) کا کشف اور غیب کی باتوں کا علم اور دعاؤں کا قبول ہونا اس راہ کی
 قبولیت کی علامت ہے؟ میرے محذوم! مذکورہ امور اور اس قسم کی اور چیزیں جو کہ خوارقِ عادت میں سے ہیں
 قبولیت کے دلائل (علامت) نہیں ہیں کیونکہ اہل استدراج بھی ان میں شرکت رکھتے ہیں اور یہ امور (ریاضت
 کے ساتھ مشروط نہیں ہیں کہ ریاضت کے بغیر ہرگز حاصل نہ ہوتے ہوں کیونکہ بعض کو ریاضت کے بغیر بھی
 حاصل ہو جاتے ہیں اگرچہ وہ لوگ قلیل ہیں اور (ان کے) خوارق بھی قلیل ہوں کیونکہ ان کے کثرت سے ظاہر
 ہونے کو کہہ سکتے ہیں کہ ریاضت کے ساتھ مشروط ہے جیسا کہ ولایت بھی ریاضتوں اور کرامتوں کے ساتھ مشروط
 نہیں ہے۔ شیخ الغیورخ (شیخ شہاب الدین سہروردی) قدس سرہ نے عوارف (المعارف) میں خوارق و کرامات
 کے ذکر کے بعد کہا ہے "اور کبھی کوئی بزرگ ان (اہل خوارق) سے اوپر ہوتا ہے جس کو ان (خوارق) سے کچھ بھی
 حاصل نہیں ہوتا الی الخ و ما قال" اور اکثر خواص اولیا عجوب (خود پسندی) سے محفوظ ہیں کیونکہ کامل فنا نے
 عجب کی بنیاد اور دنیا کی جڑ کو ان بزرگوں سے اٹھایا ہے اور نیز جائز ہے کہ مقبول بندوں سے بعض اغرضیں
 بشریت کے تقاضے سے صادر ہو جائیں کیونکہ اولیا اغرضوں سے محفوظ نہیں ہیں لیکن وہ جلدی ہی متنبہ ہو جاتے
 اور ان کا تدارک نیکیوں سے کرتے ہیں اور بعض قدر میں جو کہ نیند یا واقعہ میں حاصل ہوتی ہیں اگر وہ بیداری
 کی حالت میں ظاہر ہوں تو خوارق میں سے ہیں ورنہ نہیں، اگر دم و خیال فکر کے ہاتھ میں کوئی عجیب چیز ہے

(نو) اگر قلب کا اقرار یقین اس کا معاون ہو تو وہ اعتماد کے لائق ہے ورنہ نہیں، کسی دوسرے شخص کو توجہ دینے اور دل کو اس پر مقرر کرنے میں عمدہ (طریقہ) اس کی جانب ہمت (توجہ و قصد) کو جمع کرنا ہے اور کم کھانا اور کم سونا پستیدہ امور میں سے ہے ان کے لئے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس حد تک کم نہ ہو کہ طاعات سے روک دے اور دماغ میں خشکی اور فاسد خیالات لائے اور دوسری ریاضتوں اور مشقتوں میں سے جو چیز سنت کے موافق ہو مبارک ہے۔ رہبانیت (ترک دنیا) کی قسم سے نہ ہو۔ کادھبانیۃ فی الاسلام (اسلام میں رہبانیت نہیں ہے) [صحیح کشف خیالی احکام میں سے نہیں ہے بلکہ الہامی احکام میں سے ہے کہ جن کا مورد (جائز و رد) قلب ہے ہاں کوئی کشف ایسا بھی ہوتا ہے جس کا منشا (منبع) خیال ہوتا ہے وہ کشف اس وقت تک اعتماد کے لائق نہیں ہوتا جب تک قلب کی تصدیق اس کے ساتھ شامل نہ ہو جائے جیسا کہ گذر چکا ہے اس قدر ہے کہ وہم و خیال کو غیبی امور کے ادراک میں کامل دخل ہے کہ وہ اس کی مدد سے جلدی پاسکتا ہے۔ وہم (خیال) ہی ہے جو کہ پچاس ہزار سال کے راستہ کو جو کہ رب تعالیٰ اور مربوب (بندہ) کے درمیان ہے آنکھ جھپکنے میں طے کر دیتا ہے، اور خیال ہی ہے جو کہ باطنی احوال و غیبی امور اور لدنی علوم کو صورت بنا کر اور مثال دیکر اچھی طرح سمجھا دیتا ہے اور جاہلوں کو اہل علم بنا دیتا ہے اور اگرچہ (وہم و خیال) از خود استقلال نہیں رکھتے اور ان کے احکام پر جو کہ استقلال کے ساتھ ہوں اعتماد نہیں ہے لیکن ان سے اس راستہ میں عمدہ خدمات و فروع میں آتی ہیں، طے ارض (زمین کو جلدی طے کر لینا) کو جو کچھ لوگ بعض دعاؤں کے ساتھ وابستہ جانتے ہیں تو اس میں کیا تعجب ہے کیونکہ اسمائے الہی (ان امور) سے (بھی) زیادہ تاثیر ہے لیکن جائز ہے کہ بعض لوگوں کو (یہ بات) دعاؤں کے واسطے کے بغیر حاصل ہو جائے، نماز کی حالت میں جسم کے اعضا جو چھوٹے اور حقیر نظر آتے ہیں اور کبھی اس میں سے کچھ بھی نہیں رہتا بہت اچھی حالت ہے جو حالت کہ نماز میں ظاہر ہوتی ہے وہ نہایت عمدہ حالت ہے اور بغیر نماز کی حالت پر فضیلت رکھتی ہے، کوشش کریں کہ نماز میں لذت یابی اور کجی پیدا ہو جائے کیونکہ نماز میں لذت کا حاصل ہونا خاص کر فرض نمازوں میں انتہا کی علامت ہے نماز کو امر عظیم جاتیں، مستحب اوقات میں جماعت اور تمام شرائط و مستحبات تعدیل ارکان کے ساتھ سکون و وقار سے ادا کریں، آپ نے حدیث کا مضمون سنا ہو گا کہ نماز میں اس حجاب کو جو کہ اس (نمازی) کے اور اس کے پروردگار کے درمیان ہے اٹھا دیتے ہیں اور نیز الساجد سجد علی قدمی اللہ فلیسأل ولیرغب [سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس اس کی طلب و رغبت کرتی چاہئے]

آپ نے جو طرح طرح کی مثالی صورتوں کا کشف ہوتا اور ان کے ساتھ صحبت رکھنا لکھا تھا

عمرہ (حالت) ہے کیونکہ (یہ) علم کی بشارت دینے والا ہے لیکن مطلب حقیقی کے ساتھ کچھ تعلق نہیں رکھتا اور چونکہ باطنی نسبت میں خلل ڈالنے والا نہیں ہے (اس لئے) کیا مضائقہ ہے۔ شہر کابل میں پیش آئی ہوئی جو کیفیت آپ نے لکھی تھی اس نے لطف اندوز کیا زادکمہ اللہ سبحانہ ذوقا و شوقا [اللہ سبحانہ آپ کے ذوق و شوق کو زیادہ کرے]۔

(آپ کی طرف سے) حضرت خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کچھ پوچھا گیا تھا۔ آپ نے لکھا تھا کہ علم کلام (عقائد) کی کتابوں میں ان کی زندگی و اعتقاد کی امور میں شمار کیا گیا ہے۔ میرے مخدوم! اس میں علماء کا اختلاف ہے تو پھر کون سی کتاب میں اس کو اعتقاد کی امور سے کہا ہے، شاذ روایتیں اس بارے میں بہت ہیں جو سب اعتماد کے قابل نہیں ہیں اور بعض مشائخ سے اُن حضرت (خضر علیہ السلام) کی ملاقات اور ان سے صحبت رکھنے اور گفتگو کرنے کے متعلق جو کچھ منقول ہے صحیح مان لینے کی صورت میں (یہ چیزیں) حیات کو ثابت کرنے والی تھیں ہیں کیونکہ اگر ان کی روح کو اجسام کے کاموں کی قدرت دیدی گئی ہو اور جو امور کہ اجسام سے وقوع میں آتے ہیں اُن کی روح متجسّم ہو کر وقوع میں لائے تو مذکورہ امور ناممکن نہیں ہوں گے اور اگر کوئی ایسی روایت وارد ہوئی ہو جو کہ ان کی حیات پر صریحاً دلالت کرتی ہو یا ہم مان لیں کہ سابقہ روایتیں (اُن کی) حیات کو ثابت کرنے والی ہیں تب بھی کوئی تضاد نہیں ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت زندہ رہے ہوں اور اب گزر چکے ہوں اور یہ جو حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جب نبی کریم

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اہل بیت (علیہم السلام) کو دعا دی تو فرمایا: اے اہل بیت! تم میری حیات کی علامت ہو گے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وفات پائے اور تعزیت کا وقت آیا تو اُن (اہل بیت) کے پاس ایک آنے والا آیا کہ لوگ اس کی حس (حرکت کی آواز) سنتے تھے اور اس کی شخصیت کو نہیں دیکھتے تھے پس اس نے کہا: السلام علیکم اهل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! کل نفس ذائقة الموت واما تو فون اجودکم

۳۵۹

یوم القیمۃ والی الخرقولہ! لے اہل بیت! تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں، ہر جان موت کا مزہ چکھے والی ہو اور بیشک قیامت کے دن تم کو تمہارا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہی ہر مصیبت پر صبر دینے والا اور ہر مہلک ہونے والی چیز کا بدلہ دینے والا اور ہر ضائع ہونے والی چیز کا تدارک کرنے والا ہے پس اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد کرو اور اسی سے امید رکھو پس (حقیقت میں) مصیبت زدہ وہ شخص ہے جو صبر نہ کرنے کی وجہ سے) ثواب سے محروم کر دیا گیا ہو۔ حضرت علی (کریم اللہ وجہہ) نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ شخص کون ہے؟ یہ خضر (علیہ السلام) ہیں۔ یہ روایت ہمارے قول کی تائید کرتی ہے کیونکہ حس (حرکت) کی آواز کا سناؤ دینا

اور شخصیت کا نظریہ آنا دلالت کرتا ہے کہ وہ (حضرت خضر علیہ السلام) عالم ارواح میں ہیں۔

اور یہ جو بعض روایات میں آیا ہے کہ ایک شخص دراز قد اور کشادہ شانوں والا ایک تہمند اور ایک چادر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی گردنیں پھلا لگتا ہوا اُن (حضرت علیؓ وغیرہ اہل بیت) کے پاس آیا یہاں تک کہ اُس نے گھر کے دروازے کے دونوں بازو کپڑے اور دو باپھر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی طرف متوجہ ہوا اور کہا بیشک اللہ تعالیٰ ہی ہر مصیبت پر صبر دینے والا ہے الخ۔ پس ابو بکر (صدیق) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا غالباً یہ خضر (علیہ السلام) تھے (جو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی وفات) پر ہم لوگوں سے تعزیت کرنے آئے تھے۔ یہ ان روایتوں میں سے ہے جن کو بخاری نے اور فضلی نے "الاصابت فی معرفۃ الصحابہ" میں ضعیف کہا ہے۔ ابو بکر نقاش نے اپنی تفسیر میں علی بن موسی الرضا اور محمد بن اسماعیل بخاری سے روایت کی ہے کہ بیشک خضر (علیہ السلام) مر چکے ہیں اور امام بخاری (رحمہ اللہ) سے خضر (علیہ السلام) کی حیات کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے انکار کیا اور اس حدیث سے استدلال کیا کہ تو سال کے اختتام پر اُن لوگوں میں سے جو روک زمین پر ہیں کوئی شخص بھی زمین پر باقی نہیں رہے گا اور یہ وہ حدیث ہے جس کو اُتھولام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے اور یہ حدیث اس شخص کے لئے عمدہ ہے جو اس بات کو اختیار کرے کہ وہ (خضر علیہ السلام) مر چکے ہیں اور اس بات کو نہ مانے کہ وہ باقی (زندہ) ہیں۔ اور ابو الحسن ابن المناوی نے اپنی اس کتاب میں جس کو خضر (علیہ السلام) کے حالات میں مرتب کیا ہے ابراہیم الحنفیؒ سے نقل کیا ہے کہ خضر (علیہ السلام) مر چکے ہیں۔ اور ابن المناویؒ نے اس پر اعتماد کیا ہے اور ابن الجوزیؒ نے اپنے رسالہ میں جو کہ اس بارے میں مرتب کیا ہے ابو یعلیٰ ابن الفراء الحنفیؒ سے ذکر کیا ہے اُنھوں نے کہا کہ ہمارے کسی صاحب سے خضر (علیہ السلام) کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ مر چکے ہیں تو اُنھوں نے کہا ہاں، اُنھوں نے کہا اور مجھ کو ابوطاہر البیہاری سے اسی کی مثل پہنچا ہے اور دلیل دیتے تھے کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو ضرور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور ابن الجوزیؒ نے استدلال کیا کہ اگر وہ (خضر علیہ السلام) زندہ ہوتے تو چونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام اور اُن سے پہلے کے زمانہ میں تھے تو ضرور اُن (خضر علیہ السلام) کا قد و قامت اُن کے جسموں کے مطابق ہوتا اور اُن کے اجسام کی مقدار ہمارے اجسام کی مقدار کے مانند نہیں تھی۔ جو لوگ اپنی تمام روایتوں میں خضر (علیہ السلام) کی روایت (دیکھنے) کا دعویٰ کرتے ہیں وہ (روایتیں) اس بات پر دلالت نہیں کرتیں کہ اُن (خضر علیہ السلام) کا جسم اُن (موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے لوگوں) کے اجسام کی مثل تھا، پھر اُنھوں (ابن الجوزی) نے اس چیز سے استدلال کیا کہ جس کو احمد نے المجاہد عن الشعبي عن جابر (رضی اللہ عنہم) کے طریق سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس

قبضہ میں میری جان ہے کہ بلاشبہ اگر موسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو ان کو میرے اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا۔
 اُنھوں (ابن ابی حوزی) نے کہا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کے حق میں یہ بات ہے تو پھر خضر (علیہ السلام) اگر زندہ ہوتے تو کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہ کرتے پس وہ آپ کے ساتھ جمعہ اور جماعت سے نمازیں پڑھتے اور آپ کے جھنڈے کے نیچے چھا کر رہتے جیسا کہ ثابت ہے کہ بیشک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس امت کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اور ابوالحسن ابن المناوی (رحمہ اللہ) سے خضر (علیہ السلام) کی طویل زندگی کے بارے میں پوچھا گیا اور یہ کہ آیا وہ ابھی زندہ ہیں یا نہیں؟ انھوں نے کہا کہ اکثر ضعیف (رائے والے) لوگ اُن روایات کی بنا پر جو اس بارے میں مروی ہیں اس بات کے محض ہیں کہ وہ زندہ ہیں، اُنھوں (ابن المناوی) نے کہا کہ جو مرفوع احادیث اس بارے میں ہیں وہ ضعیف ہیں اور اہل کتاب کی طرف (ان کی) سند (اعتبار) کا ساقط ہے انھوں نے کہا اور اس کے سوا اور سب روایات اختیار سے ہیں پس وہ سب اول و آخر کے اعتبار سے (یعنی بالکل) ضعیف و سست ہیں اُن (روایتوں) کا حال دو امر سے خالی نہیں ہے یا تو ثقہ راویوں پر معمول کی حالت میں (یہ روایات) داخل ہو گئیں یا ان میں سے بعض نے بالفساد ان روایات کو بیان کیا انھوں نے کہا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمَا جَعَلْنَا الْبَشَرَ مِنْ قَبْلِكَ الْخَالِدِينَ ہم نے تجھ سے پہلے (بھی) کسی بشر کے لئے دائمی زندگی نہیں بنائی انھوں نے کہا اور اگر خضر (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے) سے اور ان کی طرف ہجرت کرنے سے پیچھے رہ جانے کی گنجائش نہیں تھی اُنھوں نے کہا اور ہمارے بعض اصحاب نے مجھ کو خبر دی کہ ابراہیم الحارثی سے حضرت خضر (علیہ السلام) کی طویل زندگی کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے اس کا انکار کیا اور کہا پُرانے مرے ہوئے ہیں تم کلام الاصابہ (کتاب الاصابہ کا کلام ختم ہوا)۔

اور یہ جواب نے لکھا ہے کہ ایک بزرگ نے خضر کو مقامات سلوک کے ناموں میں شمار کیا ہے (اور کہا ہے) کہ سالکین میں سے جو شخص اس مقام تک پہنچ جاتا ہے وہ خضر کے نام سے موسوم ہو جاتا ہے اور وہ خضر جو کہ سکندر کا رفیق تھا وہ اسی وقت میں گذرا ہے اور آپ نے لکھا تھا کہ یہ تحقیق حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی تحقیق کے مطابق ہے اور سلف (قدیم بزرگوں) کے اقوال کی تطبیق کے لئے اس مقام کے نام کو خضر کے ساتھ موسوم کیا ہے۔ (یہ بات) شک و شبہ کے مقام میں ہے کیونکہ اختلاف خضر معین علیہ السلام میں ہے اور ان کی حیات ثابت کرنے والے لوگ جو دلائل اپنے مقصد پر لائے ہیں اور جو حدیثیں انھوں نے نقل کی ہیں اور اُن کا آب حیات کو بینا شخص خضر پر دلالت کرتا ہے نہ کہ نوریہ خضر پر جو کہ کلی ہے اور ان دونوں بزرگوں (حضرت خضر و ایسا علیہما السلام) نے حضرت عالی

(مجدد العارف ثانی قدس سرہ) سے ملاقات کے بعد جو یہ فرمایا کہ ہم عالم ارواح سے ہیں اور ہماری ارواح کو اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کے قدرت عطا فرمانے سے اجاد کے کام واقع ہوتے ہیں اور قطب مدار کے اہم معاملات ہماری طرف رجوع رکھتے ہیں۔ اس تطبیق سے بے نیاز ہے کیونکہ جب یہ (دونوں) حضرات اہم معاملات و خدمات میں مستقل ہیں اور ان کی روح نے جسم کا حکم اختیار کر لیا ہے تو پھر ہم اس بنا پر جو کہ پوشیدہ نہیں ہے دوسرے بہت سے خضر کس لئے ثابت کریں فہذا صلعم عن تراخی المخصمین (پس یہ دو جمع کرنے والوں کی ضمانت کی طرح ہے) دیگر آپ نے ارواح کے مشاہدہ کے بارے میں دریافت کیا تھا کہ "صورت کے بغیر ہے یا صورتوں

کے ساتھ ہے الخ" آپ جان لیں کہ ارواح کا مشاہدہ کبھی مثالی صورتوں کے لباس میں ہوتا ہے کیونکہ عالم مثال میں ہر چیز کی ایک صورت کا تئ (موجود) ہے حتیٰ کہ معانی کی بھی وہاں صورتیں ہیں کہ جن کے ساتھ وہ منکشف ہوتے ہیں، یہ دید (مشاہدہ) وہم و خیال سے باہر ہے کیونکہ عالم مثال عالم شہادت کی طرح موجودات میں سے ہے یا ارواح اجسام کے ساتھ متعجم ہو کر صورتوں کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہیں اور اس میں محدود جس سے بچا جائے نہیں ہے اور کبھی ان (ارواح) کا مشاہدہ صورتوں کے بغیر ہوتا ہے اور وہ روحانی ملاقات کی قسم سے ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے خود لکھا ہے اور یہ معنی اور نیز سابقہ معانی فقرہ کی جماعت میں کثیر الوقوع ہیں اور کلام کرنا، دیکھنا اور آوازوں کا سننا جیسا کہ روایتوں سے مقہوم ہوتا ہے ثابت ہے اور روحانی ملاقات کی قسم سے ہے، یا سابقہ دونوں طریقوں کی قسم سے ہے اور واقعات میں آلات کی ضرورت نہ ہونے کو ماننے کی صورت میں بعض کے لئے صورتوں کا واسطہ بننا سمجھنے اور سمجھانے کے لئے ہوتا ہے کیونکہ معانی اور باطنی احوال بھی مثالی صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں تاکہ قریب الفہم ہو جائیں۔

میرے محترم! ارواح اور برزخ صغریٰ کا معاملہ بہت نازک ہے اس بارے میں ظن و تخمین (اندازے) کے ساتھ جرات نہیں کر سکتے، جو کچھ نصوص سے ثابت ہو چکا ہے اس پر محمل ایمان لانا چاہیے اور اس کی تفصیل کو اللہ تعالیٰ کے علم کے حوالہ کرنا چاہیے کیونکہ وَقَالُوا حَتَّىٰ تُمَيِّتَهُمُ الْعِلْمُ الْآفِلُ (اور تم کو صرف تصور اس علم دیا گیا ہے) نص قاطع ہے ہم قبر کی فراخی و آسانی اور عذاب و سزا پر ایمان لائیں اور اس کی تفصیلات میں مشغول نہ ہوں کیونکہ ہم اس پر یامور نہیں ہیں اور اسی طرح اموات (مردوں) کا آپس میں کلام کرنا (روایتوں میں) آیا ہے، اور قبر کے عذاب میں مردوں کا چیخا اور چلانا وارد ہوا ہے کہ جس کو ثقلین (انسانوں اور جنوں) کے سوا ہر وہ چیز جو مشرق و مغرب کے درمیان ہے سنتی ہے (اس کو) مان لینا چاہیے یا تو حرج مجرب جنتی ہے کہ ثقلین (انسان و جن) کے سوا سب سنتے ہیں یا جسدی آلہ

(جسمانی اعضا) کے واسطے سے کہ جس نے ایک طرح کی حیات پائی ہے جتنی ہے۔ اور یہ جواب نے لکھا ہے کہ اگر وہ (ارواح) آلہ کی محتاج ہوں تو وہ عالم حدوث کو ابھی تک اپنے ساتھ رکھتی ہوں گی۔ میرے مخدوم! ممکن سے حدوث کا داغ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی ہرگز زائل ہونے والا نہیں ہے۔

سید روئی ز ممکن در دو عالم جدا ہرگز نہ شد و اللہ اعلم

[مکن سے اس کی رو یا ہی دونوں جہان میں ہرگز جدا ہونے والی نہیں ہے و اللہ اعلم] ممکن اگرچہ اللہ تعالیٰ جل سلطان کا قرب پیدا کر لے اور کمال کے درجہات حاصل کر لے اپنی روحانیت و جسمانیت کے ساتھ جس عالم میں بھی ہو ممکن و حادث ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز کے حادث ہونے پر تمام مذاہب کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اور انھوں نے اس کے منکر کی تکفیر کی ہے۔ حق جل و علایک ماسوا کے قدیم ہونے کا خیال ہرگز نہ کریں اگرچہ کالمین کی ارواح ہی ہوں اور بنیاد میں خلل نہ ڈالیں۔ آخرت کی نجات علماء کے فتوؤں سے وابستہ ہے جو کشف کے علماء کے فیصلے کے برخلاف ہو وہ اعتبار سے ساقط ہے، سیر و سلوک سے مقصود نفس کے پوشیدہ عیوب پر اطلاع ہونا اور احکام شرعیہ کے بجالانے میں آسانی کا حاصل ہونا اور شرک خفی کی باریکیوں کا زائل ہونا ہے جو کما طیمان نفس کے ساتھ وابستہ ہے، دوسرے امور وعدہ کاموں میں ہیں جو کہ بحث خارج ہیں۔

آپ نے عدم اور فنا کے درمیان فرق کے بارے میں دریافت کیا تھا، میرے مخدوم! یہ سالکوں کے قدم پھسلنے کا مقام ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ طالب بیچارہ اپنے آپکے عدم کے وجود کے ساتھ فانی حقیقی سمجھتا اور کامل جانتا ہے شکل ہے کہ وہ اس فرق کی طرف ہدایت پا سکے، اس وقت میں ایسا کامل و مکمل پیر (میسر) ہونا چاہیے جو کہ جذبہ و سلوک دونوں طریقوں سے پرورش یافتہ ہو تاکہ اس بیچارہ کو اس گرداب سے نکالے اور اس کے نقصان پر آگاہ کرے اور فنا کے حقیقی کی طرف رہنمائی فرمائے۔ اس فقیر نے اس فقرہ کو کسی مکتوب میں لکھا ہے اور شاید (وہ) برادر مولانا محمد صدیق کے پاس ہو گا جو کہ تمہارے شاہزادہ کی سرکار سے متعلق ہے اگر میسر آجائے تو راہ میرے کہ مطالعہ کریں گے۔

عدم وہ فنا ہے جو اس جذبہ کی جہت میں ظاہر ہوتی ہے جس کے ساتھ سلوک ملا ہوا نہیں ہے اس وقت میں وہ اپنے آپ کو اور اپنی صفات کو نہیں پاتا اور گم کر دیتا ہے۔ وجود عدم سے مراد وہ بقاء ہے جو کہ اس فنا و عدم پر جہت مذکورہ (جذبہ بے سلوک کی جہت) میں مرتب ہوتی ہے اور فنا سے مراد مطلوب کی ہستی کا غائب ہونا اس قدر غلبہ ہو جانا ہے کہ عارف اپنے اوصاف و اخلاق کو مطلوب کے اوصاف و اخلاق کا پرتو پاتا ہے اس حد تک کہ سب کو اس بارگاہ قدس کے بالکل حوالہ کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو سب سے خالی پاتا ہے پس پہلی صورت (یعنی عدم) میں اوصاف کا استنثار (ٹھپ جانا) ہے جو کہ فنا کرنے والا نہیں ہے اور دوسری

صورت (فنا) میں (اوصاف کا) ازالہ (زائل کرنا) ہے جو کہ فنا کرنے والا ہے، غایت ازلہ کے بغیر دشوار ہے کہ سالک اس فرق کی طرف ہدایت پا سکے اور استقامت کو ازالہ سے جدا کرے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے "جو فرق کہ ان میں کیا جاسکتا ہے افادہ کے بعد ہے کہ عدم وجود بشریت کی طرف عود کرتا ہے اور فنا (عائد) نہیں ہے" میرے مخدوم اعدم میں جس سے غیبت (احساس نہ رہتا) دیکھا نہیں ہے جو وہ افادہ کے بعد وجود بشری کی طرف واپس آئے، لوگ کئی کئی سال عدم اور وجود عدم میں گذارتے ہیں اور اس فنا و بقا کے ساتھ شیخ (پیری) کی گدی پر (متن) رہتے ہیں۔ اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ عدم وجود بشریت کی طرف عود کرتا ہے اس معنی میں ہے کہ وجود فنا والے سالک کے بخلاف وجود عدم والا سالک اس عود سے محفوظ نہیں ہے۔ اور نیز صاف عدم کو وجود بشریت اور وجود مہذب میں فرق کرنا دشوار ہے اور اکثر دفعہ وجود بشریت کو وجود حق جانتا ہے اور اپنے اوصاف کو اس کے اوصاف سمجھتا ہے اور یہ معنی فنا کے حقیقی حاصل ہوئے بغیر مرتبہ کمال میں (سیجے) ہیں۔

آپ نے مریدوں کے احوال لکھے تھے اس پر اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر ادا کریں، مریدین آپ کے آئینے میں آپ کے ہی معانی ہیں جو کہ ان میں ظاہر (ہو رہے) ہیں، ان کے ساتھ اچھی طرح مشغول ہوں اور توجہات کریں اور ان کی ترقیات کے لئے دعا کرتے رہیں اور آپ شرع و آداب سلف اور اپنے بزرگوں کے طریقوں میں سے جو کچھ مناسب جائیں ان کے ساتھ بہترین اور وعظ و نصیحت کے طریقہ کو ترک نہ کریں اور آداب کی تعلیم دیں کہ کسادگی اس کے ساتھ وابستہ ہے، کوئی ایک بے ادب بھی خدا تک نہیں پہنچا ہے اور جب آپ واقعات کی تعبیر اور حال کی وضاحت اور نسبت عطا کرنے کے لئے اچھی طرح متوجہ ہوں گے تو امید ہے کہ بتدریج یہ امور حاصل ہو جائیں گے۔

تو کار بگفت کارداں کن خود کار بگویت کہ آن کن

[تو کام جاننے والے ذخیرہ کاں کے کہنے کے مطابق کام کر، کام تجھ کو خود کہے گا کہ ایسا کر]

آپ نے لکھا تھا کہ "قرآن مجید کی تلاوت ان دنوں میں اچھی لگتی ہے" میرے مخدوم! یہ معنی اور ناز کی حالت دونوں انجام کار (تکمیل) کی بشارت دینے والی ہیں۔ قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا [آپ کہہ دیجئے اے میرے رب میرا علم زیادہ فرما] چاہئے کہ اپنے اوقات ان تین چیزوں سے آباد رکھیں: قرآن مجید کی تلاوت طویل قیام و خضوع کے ساتھ نماز، اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا تکرار اس کلمہ طیبہ کے لئے معین و مددگار رہیں تو اچھا ہے کہ رات اور دن میں اس تعداد تک پہنچائیں۔

آپ نے اولاد و وظائف طلب کئے ہیں، فقیر نے احادیث کی معتبر کتابوں سے اچھی طرح تلاش کر کے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اوراد و وظائف کو جمع کیا ہے لیکن ابھی تک مسودات صاف کر کے

نہیں لکھے گئے ہیں کسی سال ہو گئے کہ مسودات ہی پڑے ہیں ان کو صاف کرنے کی توفیق نہیں ہوئی اگر ہو سکا تو انشاء اللہ تعالیٰ اس میں سے کچھ حصہ لکھ کر بھیج دے گا (فی الحال) اگر حدیث کی کتابوں مثلاً مشکوٰۃ و حسن حصین سے کچھ وظائف انتخاب کر کے عمل میں لائیں تو متحسن ہے، فقیہان دونوں میں طالبوں اور ان کے احوال میں مطلقاً مشغول نہیں ہو سکتا معلوم نہیں اس میں کیا حکمت ہے۔ اس بات کی آرزو لگی ہوئی ہے کہ گوشہ میں بیٹھ جائے شرعی ضرورت کے بغیر کسی شخص کے ساتھ ملاقات کی راہ و رسم نہ ہو۔

رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا اے ہمارے رب! ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لئے ہدایت کا سامان جیسا فرما دوستوں سے سلامتی خاتمہ کی دعا کی امید کی جاتی ہے

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدی والترم متابعة المصطفیٰ علیہ علی اللہ و اخوانہ من الانبیاء والملائکۃ والصالحین الصلوٰت والتسلیمات والبرکات العلیٰ

مکتوب ۱۸۳

اس مقدس درگاہ کے خالق نشینوں میں سب سے کم درجہ فقیر حقیر محمد عبید اللہ عفی اللہ تعالیٰ عنہ زلات کے نام بعض دقیق اسرار کے ذکر اور ان شہادت کے حل میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سو کی بعض تحقیقات پر وارد ہوتے ہیں۔

۳۵۶

الحمد للہ و سلام علی جہادہ الذین اصطفیٰ بعض اعلیٰ درجہ کے اسرار اور واضح تحقیقات تحریر کرتا ہے اچھی طرح سنیں، سب سے آخری چیز جو کہ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدس اللہ سرہ الاقدس نے لکھی ہے وہ مکتوب ہے جو کہ جلد ثالث کے آخری دو مکتوبات سے پہلے ان کے متصل ہی مولانا حسن دہلوی کے نام ہے اور اس مکتوب میں تعین وجودی کے اوپر تعین حقی کو ثابت کیا ہے اور اس سے ترقی کا انکار فرمایا ہے۔ دن کے وقت ان بلند معارف کے لکھنے میں مشغول رہے ہیں اور رات کے وقت حضرت عالی قدس سرہ کو بخار لاحق ہو گیا کہ اس بخار کے چھٹے روز آپ رحلت فرما گئے حضرت عالی کے رحلت فرمانے کے بعد وہ تحریر معرض ظہور میں آئی اور مخلصین اس کے مطالعہ کے شرف سے مشرف ہوئے اور انھوں نے اس کی نقیص کر لیں۔ ان بلند معارف کو تحریر کرنے کے بعد مرض موت کی شدتوں میں بھی بہت سے معارف و اسرار بیان کئے اور وصیتیں فرمائیں بمجملہ ان اسرار کے ایک بہ تھا کہ جس رات کی صبح کو آپ رحلت فرمائیں گے یا اس سے ایک رات پہلے جبکہ حضرت مخدومی بیابانجو سلمہ ربہ

سبھی اُس وقت میں حاضر تھے اور مرض کا غلبہ تھا اور ضعف کمال درجہ پر تھا، آپ نے فرمایا مجھے بٹھاؤ بندہ نے اپنی گود میں اُس پیشوائے اکابر کو بٹھایا چنانچہ حضرت عالی کا مبارک وزن اس ذرہ بمقدار پر تھا اُس وزن سے میں ابید رکھتا ہوں کہ اس خاکسار کی زندگی میں بہت خوشگوار بھل لایکا اور پوشیدہ رکھنے کے لائق نہایت بلند اسرار اس دلفگار پر وارد کرے گا۔ قصہ مختصر حضرت عالی (قدس سرہ) نے فرمایا کہ وصال لائزال کے لئے پکارنے والے نے میرے سر میں نداری کہ سلطان مجھ کو طلب کرتا ہے میری بلند پرواز ہمت کے مرغ نے بارگاہِ قدس کا رخ کیا حتیٰ کہ پہنچا جہان تک پہنچا، اس عالی مرتبہ بارگاہ سے ندا سنی کہ سلطان گھر میں نہیں ہے، اس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ مقام حقیقت کعبہ ربانی ہے میں اس کے ماوراء کی طرف دوڑا اور عروج کیا حتیٰ کہ صفات حقیقیہ کے مقام تک جو کہ وجودِ ابد کے ساتھ موجود ہیں پہنچا، صفات کا یہ مقام صفات کی علمی صورتوں کے ماوراء ہے جو کہ تعینِ علمی کے مرتبہ میں کائن (موجود) ہیں اور ان صفات کی صورتوں کے ماوراء ہے جو کہ تعینِ وجودی و تعینِ حسی تعالیٰ و تقدس کے مرتبہ میں ہیں میں اس مقام سے بھی اوپر توجہ ہوا یہاں تک کہ ان صفات کے اصول کے ساتھ واصل ہوا جو کہ شیون ذاتیہ ہیں اور ذاتِ عزشانہ میں مجرد اعتبارات ہیں اور تم دونوں بھائی ہر مقام میں میرے ہمراہ ہو، اس مقام سے اوپر کی طرف لے گئے اور ذاتِ بحت تک جو کہ نسبتوں اور اعتبارات سے مجرد ہے پہنچا یا اور حضرت مخدومی کو فرمایا کہ تو میری امامت کے تعلق کی وجہ سے اس مقام میں میرے ساتھ ہے کیونکہ اس بیماری کے دنوں میں حضرت عالی قدس سرہ کی امامت وہی کرتے تھے۔ اور فقیر سے فرما دیا تھا کہ تم مسجد میں دوستوں کے ساتھ نماز پڑھا کرو اور (وہاں) امامت کیا کرو۔ یہ بے پرواہ تعبیل ارشاد کی غرض سے دوستوں کی جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھ کر باقی اوقات خدمتِ والا میں موجود رہتا تھا اور روز و شب اسی مکان میں جو کہ محبوب کی ملاقات کا مقام تھا خدمتِ اقدس میں گزارتا تھا۔ مختصر یہ ہے کہ اس احقر کو دوسرے راستہ سے اصالتاً اس انتہائی درجہ تک پہنچنے کا اشارہ کیا۔ اسی مجلس میں یا کسی دوسری مجلس میں اسی مرضِ موت میں فرمایا کہ اس درجہ کمال کا حصول اور اس بلند مرتبہ کا وصول حق سبحانہ و تعالیٰ کے کلامِ مجید کے ساتھ قوی تعلق پیدا کرنے سے وابستہ ہے۔ میں قرآن مجید کے طفیل و توسط سے اس مقام کے ساتھ ممتاز ہوا ہوں کہ قرآن مجید کے حروف میں سے ہر حرف کو ایک ایسا دریابانا ہوں جو کہ کوئی مقصود تک پہنچانے والا ہے اسی اثنا میں اس بیت کو زبان شریف پر لائے کہ جس کے سننے ہی حضرت ابو سعید ابوالخیر قدس سرہ دور دراز کے فاصلے سے اس کے کہنے والے کی زیارت کے لئے گئے تھے اور وہ بیت یہ ہے

لے حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ جو کہ ایام مرض الموت میں حضرت عالی کی امامت کے فرائض انجام دیتے تھے صبر کیا یہاں مذکور ہے

اندر غزلِ خویش نہاں خواہم گشت تا بر لبِ تو پوسہ زخمِ چو نشِ بخوانی
[میں اپنی غزل میں پوشیدہ ہو جاؤں گا تاکہ جب تو اس کو پڑھے تو میں تیرے لب کو پوسہ دوں]
زبانِ شریف پر لائے (پڑھا) اور بہت لطف اندوز ہوئے، اس کے بعد فرمایا ہمارے حال کے موافق
اس طرح کہنا چاہئے ۔

اندر سخنِ دوست نہاں خواہم گشت تا بر لبِ او پوسہ زخمِ چو نشِ بخواند
[میں دوست کی بات میں پوشیدہ ہو جاؤں گا تاکہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لب کو پوسہ دوں]
محب کی بات محبوب کے لب پر کہاں پہنچتی ہے جیسا کہ (خود) اس کی بات کو اس کے ساتھ قرب و منزلت ہے
اس کی بات سے اس تک پہنچا جاسکتا ہے نہ کہ اپنی بات سے کیونکہ اس (محب) کی بات کوتاہ اور راستہ ہی میں
(رہ جانے والی) ہے، یہ حقیر کہتا ہے من عرف الله کل لسانہ [جس نے اللہ کو پہچانا اس کی زبان گوئی
ہوگی] اس کے لئے گواہ ہے ۔

بس سخنِ کوتاہ باید و السلام [پس بات مختصر کرنی چاہئے والسلام]
فصل بالخير: اس مقام میں دو سوال وارد (ہوتے) ہیں: سوال اول یہ کہ
حضرت عالی (قدس سرہ) نے اس مکتوب میں جو کہ سب سے آخر میں اس مرض کے منقل لکھا ہے جیسا کہ اوپر
بیان ہوا ہے لکھا ہے کہ تعین اول سے جو کہ تعین جی ہے ترقی واقع نہیں ہے کیونکہ اس کے اوپر لا تعین ہے
اس مقام میں قدم رکھنا امکان سے باہر نکلتا اور وجوب کے ساتھ متحقق ہونا ہے جو کہ محال ہے اور یہ
عروجات جو کہ واقع ہوئے ہیں سب تعین جی کے اوپر ہیں اس کی کیا وجہ ہوگی ۔ جواب: ہو سکتا ہے
کہ ممنوع قدمی وصول ہوا اور یہاں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ نظری ہو تو اس صورت میں کوئی منافات نہیں ہے
شاید کہ اس فقیر نے اس معنی کو حضرت عالی قدس سرہ سے اسی مجلس میں استفادہ کیا ہے ۔

سوال دوم: یہ کہ حضرت عالی قدس سرہ کی بعض عبارتوں سے مستفاد ہوتا ہے کہ حقیقت کعبہ
شیون و صفات کے اعتبار سے اوپر ہے اور سابقہ عبارت سے اس کے خلاف مفہوم ہوا ہے ۔ جواب
جن صفات و شیون سے حقیقت کعبہ اوپر ہے ان سے مراد صفات کی علمی صورتیں ہیں جو کہ تعین علمی کے مرتبہ
میں ثابت ہیں کیونکہ قوم (اہل تصوف) کی اصطلاح میں صفات و شیون سے مراد یہی علمی تفصیلی صورتیں
ہیں جیسا کہ اس مرتبہ کے اجمال کو مرتبہ ذات کہتے ہیں اور اس کی تجلی کو تجلی ذات جانتے ہیں اور نیز ان
صفاتِ حقیض (نیچے درج کی صفات) سے مراد تعین وجودی کے مرتبہ کی تفصیل کے حصے ہیں کہ ہمارے حضرت
عالی (قدس سرہ) کو اس تعین کے ثابت کرنے کا امتیاز حاصل ہے اور حضرت شیخ محمد الدین ابن عربی اور ان کے

متبعینِ قدس اسرارِ ہم کے نزدیک یہ مرتبہ، مرتبہ لا تعین اور مرتبہ اطلاق ذاتِ تعالیٰ ہے کیونکہ تعینِ علمی اجمالی کے اوپر جو کمال کے نزدیک تعینِ اول ہے مرتبہ لا تعین اور وجودِ بخت ہے اور ہمارے نزدیک یہ مرتبہ جو کہ مرتبہ وجودِ بخت ہے تعین کے ساتھ موصوف ہے اور تعیناتِ صفات بھی اس مرتبہ میں ثابت ہیں کہ متحمل ان تعینات کے تعین علمی بھی ہے لیکن چونکہ علم صفات میں سب سے زیادہ جامع ہے (اس لئے) اس مقام میں بھی وجود کی طرح صفات و حیواناتِ ذاتیہ کا تعین (موجود) ہیں اور اس کے لئے بھی وجود کی طرح دو مرتبے ہیں: مرتبہ اجمال کہ جس کو دوسرے حضرات تعینِ اول اور حقیقتِ محمدی جانتے ہیں اور مرتبہ تفصیل۔ اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ تعین علمی جملی صفتِ علم کا تعینِ اول ہے جو کہ صفاتِ حقیقیہ زائدہ سے ہے نہ کہ حضرت ذاتِ تعالیٰ کا تعینِ اول، بلکہ اس کے خاص صفتِ علم کا تعینِ اول ہونے میں بھی کام ہر کیونکہ اس آخری مکتوب میں انھوں نے تعینِ وجودی کے اوپر تعینِ حسی کو ثابت کیا ہے کہ اس مقام میں بھی اجمال و تفصیل ہے۔

ہم اصل بات بیان کرتے ہیں، حقیقتِ کعبہ ربانی جس طرح کہ صورتِ علمیہ واحدیت کے اوپر ہے جو کہ قوم کے نزدیک شیون و صفات کا مقام ہے اور اجمالِ علم کے اوپر ہے جو کہ ان کے نزدیک وحدتِ تجلی ذات کا مقام ہے، اسی طرح تفصیلِ کمالات کے اوپر حضرت وجود کا مرتبہ ہے کہ ہمارے حضرتِ عالی (قدس سرہ) کے نزدیک اس کا ہر حصہ حضرت ذات کے کمالات میں سے ایک کمال ہے اور اس تعالیٰ شانہ کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور نیز اجمال کے اوپر حضرت وجود ہے جو کہ حضرتِ عالی (قدس سرہ) کے قولِ قدیم کے مطابق تعینِ اول و حقیقتِ محمدی ہے اور حضرتِ عالی کے آخری قول میں تعینِ اول و حقیقتِ محمدی تعینِ حسی ہے جو کہ تعینِ وجودی کے اوپر ہے کیونکہ حُب ہی ہے جس نے کہ وجود و ایجاد کے سلسلہ کو حرکت دی ہے چنانچہ حاجتِ ان اُعرف [میں نے چاہا کہ پہچان جاؤں] اس کا ایک مزی، اور حقیقتِ کعبہ ربانی اس تعینِ حسی سے بھی فوقیت رکھتی ہے اور ان حقائق کی اجمال و تفصیل سے بھی برتر ہے جو کہ بشری و ملکی حقائق کا

۳۵۹

منتہا ہیں اگر یہ کہا جائے کہ کعبہ اگرچہ بیتِ اللہ ہے لیکن مؤمن کا قلب بھی بیسعی النہی کے بموجب اس کا حکم رکھنا ہے پس اس کو اس پر فوقیت کس لحاظ سے ہوگی۔ ہم کہتے ہیں وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْأَعْلٰی [اور اللہ تعالیٰ کے لئے اعلیٰ مثال ہے]۔ عالمِ مجاز (دنیا) میں بادشاہوں کے لئے اگرچہ بہت سے کمالات اور نشنگاہیں ہیں لیکن گھر (پھر بھی) گھر ہے کہ وہ اغیار کی مزاحمت سے محفوظ ہے اور محبوب کی آرام گاہ ہے دوسری نشنگاہ کو گھر کے ساتھ کیا نسبت اور کونسی برابری ہے۔ یہ بات تو یہاں ختم ہوئی رہیں صفاتِ حقیقیہ زائدہ کہ جن کا ذاتِ تعالیٰ شانہ سے انفکاک (جدا ہونا) ہرگز جائز نہیں، وہ اگر بیتِ اللہ سے اوپر ہوں تو

اس کی گنجائش ہے والعلہم عند اللہ سبحانہ [اور اللہ سبحانہ ہی کو علم ہے] پس تضاد دور ہو گیا اور اشتباہ جاتا رہا۔
تنبیہ ۱۸۸: سابقہ بیان سے واضح ہو گیا کہ حقیقت کعبہ ربانی حقیقت محمدی سے اوپر ہے کیونکہ
 حقیقت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والحقہ مراتب تعینات سے ناشی اور حقیقت کعبہ مراتب تعینات
 سے اوپر ہے، یہ بات کہ حقیقت قرآن مجید سبحانی حقیقت کعبہ ربانی کے ساتھ کیا نسبت رکھتی ہے۔ رسالہ
 مبدا و معاد میں جو کہ ہمارے حضرت عالی قدس سرہ کی تصنیفات سے ہے یہ ہے کہ حقیقت قرآنی و حقیقت
 کعبہ ربانی (دونوں) حقیقت محمدی سے اوپر ہیں اور حقیقت کعبہ ربانی حقیقت قرآنی سے اوپر ہے اور مکتوباً
 شریف جلد ثالث کے ایک مکتوب میں انھوں نے لکھا ہے کہ حقیقت قرآنی حقیقت کعبہ سے اوپر ہے اور مذکور
 بالا تحریریں جو کچھ حضرت عالی قدس سرہ سے منقول ہوا وہ بھی اسی معنی کی خبر دیتا ہے، ان ہر دو تحقیق کے درمیان
 جو کچھ تطبیق (میرے) ناقص خیال میں آتی ہے وہ تحقیق سابق سے پیدا ہوئی ہے جس کو شیون و صفات
 واجبی تعالت کے بیان میں مفصل ذکر کیا ہے، کیونکہ قرآن مجید اس سبحانہ و تعالیٰ کی صفت یا شان سے
 ناشی (ظاہر ہوا) ہے اور شیون و صفات میں دو اعتبار بیان ہوئے، اعتبار تعین و اعتبار اطلاق ولا تعین،
 پس ان دو اعتبار پر نظر کرتے ہوئے ان دونوں حقیقتوں میں سے ہر ایک کو دوسری پر سبقت کا حکم ہو سکتا ہے
 ایک حکم ایک اعتبار سے ہوگا اور دوسرا حکم دوسرے اعتبار کے موافق ہوگا پس حقیقت میں کوئی تخالف
 نہیں ہے۔ اور جو کچھ کہ جلد ثالث کے سوئیں مکتوب میں درج ہے کہ کعبہ ربانی کا معاملہ ان ہر دو ظہور اسمی
 یعنی ظہور قرآنی و ظہور محمدی سے بھی عجیب تر ہے کہ وہاں صورتوں اور شکلوں کے لباس کے بغیر حقیقت تنزیہی
 کا ظہور ہے کیونکہ کعبہ جو کہ مخلوق کا مسجود الیہ ہے اس سے مراد پتھر اور ڈھیلے نہیں ہیں اور اسی طرح دیواریں
 اور چھت (عمارت) نہیں ہے کیونکہ اگر یہ چیزیں نہ بھی ہوں کعبہ تب بھی کعبہ ہی ہے اور مسجود الیہ ہے پس اس
 مقام میں ظہور ہے لیکن (اس کی) کوئی صورت نہیں ہے اور یہ نہایت ہی عجیب بات ہے انتہی۔ یہ عبارت
 حقیقت قرآنی پر اس حقیقت (حقیقت کعبہ) کی فوقیت پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ معنی تنزیہی یا الوہیت و
 ربوبیت و وجوب و وجود وغیرہ اسے جو کچھ اُس بارگاہ جل سلطانہ میں اعتبار کیا جائے، صفات حقیقیہ سے جو کہ
 وجود خارجی کی بزرگی سے ملی ہوئی ہے نیچے کے درجے میں ہے جیسا کہ جلد ثانی کے مکتوب ثالث میں یہ معنی واضح
 و شرح بیان کئے ہیں ہاں اس حقیقت کا ظہور صورت کے لباس کے بغیر ہے ظہور کلام مجید و ظہور محمدی کے
 برخلاف کہ یہ حرف و آواز اور انسانی صورت کے لباس میں ہے اور یہ عجائب میں سے ہے اور حقیقت محمدی
 چونکہ اسمائے اضافیہ میں سے ہے ناچار ان دونوں حقیقتوں سے نیچے کے درجے میں ہوگی۔

۳۶۹

سوال: اس بیان سے لازم آیا کہ کعبہ مکرمہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام سے

افضل ہو۔ جواب ہم کہتے ہیں کہ یہ ممنوع ہے کیونکہ ایک حقیقت کو دوسری پر فوقیت ہونا پہلی حقیقت والے کی دوسری حقیقت والے پر افضلیت کا موجب نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نیچے کی حقیقت والے کو اوپر کی حقیقت پر عروج حاصل ہو جائیں اور قرب کے مراتب پیش آئیں اور اوپر کی حقیقت والا اپنی حقیقت کا پابند رہے اور اپنی حقیقت سے عروج (ترقی) نہ کرے اور مراتب قرب کی کثرت کہ جس پر فضیلت کا مدار ہے حاصل نہ کرے، کیا تو نہیں دیکھتا کہ ملازم اعلیٰ (فرشتوں) کی ولایت خواص بشر کی ولایت کے اوپر ہے اور (مالانکہ) ملائکہ کے حقائق سے عروج کے اعتبار سے خواص بشر کو فضیلت ہے اور ملائکہ کو اپنے حقائق سے عروج نہیں ہے، **وَقَامَنَا إِلَّا لَكُم مَقَامٌ مَعْلُومٌ** [اور ہم میں سے ہر ایک کا ایک معلوم معین مقام ہے] اور اس مسئلہ میں بھی جس کو ہم یہاں بیان کر رہے ہیں یہ معنی ظاہر ہیں۔ اور نیز عالم امر عالم خلق سے اوپر ہے اور فضیلت عالم خلق ہی کو ہے کیونکہ عالم خلق کا قرب اصلی ہے اور عالم امر کا قرب ظلی ہے، غرض خاک عالم خلق و عالم امر کے لطائف میں سب سے بہت ہے اور اس کی پستی اس کی بلندی کا سبب بن گئی ہے اور جو قرب کہ خاک کیوں کو حاصل ہے وہ قدسیوں (ملائکہ) کو نہیں ہے۔

زمین زادہ بر آسماں تاختہ زمین وزماں را پس انداختہ

[زمین زادہ (انسان) مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر چلے گئے اور زمین وزماں کو پیچھے چھوڑ گئے]۔

فافهم ولا تنک من القاصرین [پس سمجھ لیجئے اور کوتاہی کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیے]۔

اگر یہ کہیں کہ حضرت عالی قدس اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس نے اس مکتوب میں جو کہ شیخ طاہر جوہر پوری نام لکھا ہے اور وہ مکتوب مکتوبات قدسی آیات کی جلدوں میں شامل نہیں ہوا ہے لکھا ہے کہ حقیقت کعبہ سے مراد ذات بیچون واجب الوجود جل سلطانہ ہے کہ ظلیت اور ظہور کی قدسی گرد بھی اس کو نہیں پہنچی ہے اور مسجد و معبود ہونے کے لائق ہے۔ اس عبارت سے اس حقیقت کی صفات حقیقیہ و حقیقت قرآنی سے مطلقاً فوقیت لازم آتی ہے جو کہ سابقہ تحقیق کے برخلاف ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اولاً چونکہ قوم کے نزدیک مسلم ہے کہ مراتب تعینات کے اوپر جو کظلال و ظہورات کے مراتب ہیں اطلاق ذات تعالیٰ کا مرتبہ ہے اس بنا پر حضرت عالی (قدس سرہ) نے بھی اس مرتبہ کو ذات بیچون کے ساتھ تعبیر کیا ہوگا اور اس تحقیق و تفصیل کو کہ (حقیقت کعبہ ربانی) تعین علمی و وجودی و محیی کے اوپر ہے اس کے بعد افادہ فرمایا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ ہو سکتا ہے کہ اس حقیقت کو اس تعلق کے اعتبار سے جو کہ صاحب بیت کو بیت کے ساتھ (ہوتا) ہے مجازاً ذات بیچون فرمایا ہوگا کیونکہ حقیقت میں مسجد ذات بیچون تعالیٰ ہے اور بیت (گھر) واسطہ ہے اور یہ حقیقت کہ جس کے متعلق یہاں بات کی جا رہی ہے بیت (گھر) کے معنی اس میں ملحوظ ہیں۔ اور تیسرے یہ کہ ہو سکتا ہے

کہ ذات بیچون سے مراد معبودیت و مسجودیت اور اس کے مانند امور کے اعتبار کے ساتھ مقید ہونے کہ ذات مطلقہ جو کہ نسبتوں اور اعتبارات سے خالی ہو جیسا کہ لفظ "سلطان گھر میں نہیں ہے" جو کہ اس مکتوب کے شروع میں لکھا جا چکا ہے اس معنی کی ضرورت ہے یعنی سلطان کو اس بات سے قطع نظر کر کے کہ وہ گھر کے ساتھ نسبت رکھتا ہے ڈھونڈنا چاہئے اور ان اعتبارات سے باہر طلب کرنا چاہئے اور صفات حقیقیہ کو اور اسی طرح شیونات کو جو کہ ان صفات کے لئے اصول کی مانند ہیں ذات تعالیٰ کے تمام اعتبارات پر فوقیت ہے کیونکہ ذات مقید باعتبار میں ملحوظ وہی اعتبار ہے نہ کہ ذات جیسا کہ ارباب معقول نے علم شئی بوجہ کے بارے میں کہا ہے کہ معلوم وہی وجہ ہے نہ کہ شئی اور حقیقت قرآنی تمام کمالات ذاتیہ کی جامع ہے جو کہ اولاً صفات کے مرتبہ میں بلکہ شان کلام کے مرتبہ میں فالص ہوتے ہیں پھر وہاں سے عالم کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور وہ حقیقت (قرآن مجید) اس شان (شان کلام) کے توسط سے لفظی صورت اختیار کر کے جلوہ گر ہوئی ہے جیسا کہ حضرت عالی (قدس سرہ) نے لکھا ہے کہ "مرتبتیونات میں جو کہ اعتبارات کے ساتھ زائد ہونے کے سوا ذات پر زائد نہیں ہیں شان کلام اس معنی کے ساتھ مخصوص ہوگی اور ذات و شیونات کے مرتبہ میں کمالات سے جو کچھ متحقق تھا تمام شان کلام میں فالص ہو گیا اور اس شان (کلام) کی تمام حقیقت حاصل (نچوڑ) ہی قرآن ہے، اسی عربی عبارت اور مصاحف میں لکھی ہوئی مقررہ ترتیب کے ساتھ ہے اور اور جو کتاب بھی جس نبی پر نازل ہوئی ہے اسی قرآن کے اجزائیں سے ایک جز ہے کہ اس کی بعض عبارتوں سے بعض وجوہ کے ساتھ مستفاد ہے اور تمام کائنات کی تخلیق ان کے اول سے آخر تک اسی سے مستفاد ہے۔

إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (بیشک جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہمارا اس کو یہ کہنا کافی ہے کہ ہو جائے وہ ہو جاتی ہے) اس قول کی تصدیق کرتی ہے وہو سبحانہ اعلم (اور وہی سبحانہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) کسی سال ہو گئے کہ یہ خدشہ دل میں جا گزین تھا اور کھلتا رہتا تھا اور اس کے حل کے ساتھ جیسا کہ ہونا چاہئے ہدایت نہیں پاتا تھا: اَحْمَدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لَنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلًا رِيًّا اَلْحَمْدُ (سب اعتراف شریک ہے جس نے ہم کو اس مقام کی طرف ہدایت کی اور اگر شریک کو ہدایت نہ دیتا تو ہم بھی ہدایت نہ پاتے) صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیما تہ سبحانہ و بركاتہ عزہ و جلالہ علی نبینا و علی جمیع الانبیاء و المرسلین و الملائکۃ المقربین و سائر الصالحین اجمعین آمین۔

ارشاد پناہ می محمد نعمان کے نام اپنے اعمال کو ناقص دیکھنے اور ان (مجدد الف نانی) قدس سرہ العزیز کی نسبت کے انکشاف کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حرم صلوٰۃ اور ارسال تسلیمات کے بعد نقابت و نجابت دستگاہ کے خادموں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ کے مکتوب گرامی نے ان دنوں میں شرف کیا۔ آپ نے کسر نفسی کے طور پر کچھ چیزیں لکھی تھیں اور ان فقرے سے دعائیں طلب کی تھیں۔ میرے مکرم! یہ فرقت زدہ کسی چیز کے قابل نہیں ہیں اور اپنے آپ کو بزرگوں کے ساتھ کسی قسم کی کوئی نسبت نہیں دے سکتا ہے

من یتیم و کم زریح ہم بسیارے وزیر و کم از یتیم نیاید کارے

[میں یتیم ہوں اور (بلکہ) یتیم سے بھی بہت کم ہوں اور یتیم سے اور جو یتیم سے بھی کم ہو اس سے کوئی کام نہیں بنتا] آپ نے لکھا تھا کہ مزار فایض الاوار میں توجہ کریں کہ طالبوں کو مشغل بنانا اور حلقہ کرنا پسندیدہ ہی یا پسندیدہ اگر پسندیدہ نہ ہو تو میں اس کام کو ترک کر دوں۔ آپ کے فرمان کے مطابق روضہ منورہ میں جا کر مذکورہ اہل اس کو آپ کی جانب سے پیش کیا، اس امر عظیم کے ترک کرنے میں حضرت عالی قدس سرہ کی مرضی کسی طرح ظاہر نہیں ہوئی اور پورا مبالغہ اس مقصد کے ساتھ مشغول ہونے میں معلوم ہوا، اس اثنائے آپ کی نسبت کی بلذی اور اس کی موجوں کا ناظم نظر آیا و العلم عند اللہ سبحانہ [اور صرح علم اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کو ہے] والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم [اور آپ پر اور آپ کے نزدیک والوں پر سلام ہو]

مکتوب ۱۸۵

میرک عطاء اللہ کے نام سالک کی عدمیت اور ممکن کی ماہیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ دونوں جہان کے مقاصد کے حصول کے ساتھ سر بلند رکھے۔ میرے مخدوم! مطلوب کے لطائف بیان سے بالاتر اور محبوب کے نفائس تحریر سے باہر ہیں جب تک وہ ظاہر نہیں ہے اس کا طالب ظاہر اور اس کی طلب میں بے چین ہے، جب وہ ظاہر ہو جاتا ہے تو عاشق بیچارہ ہستی کا سامان درمیان سے اٹھا لیتا ہے (یعنی محبوب میں فنا ہو جاتا ہے) کیونکہ ممکن کی ذات عدم ہے جس نے کہ کمالات وجودی کے انعکاس سے عارضی نمود پیدا کر لی ہے اور اس تجلی نمود کے ساتھ اپنے آپ کو کامل اور بہتر خیال کر لیا ہے اور اس بے بنیاد پر طویل بنیاد رکھی ہے اور جب کرم کی سبقت سے کمالات اصل پر تو ڈالتے ہیں، اور اللہ کی حقیقت کھل جاتی ہے تو انعکاسی کمالات اصل کی طرف لوٹ جاتے ہیں اور امانتیں

اہل امانات کے سپرد ہو جاتی ہیں اور عارف صحرائے عدم کی طرف رُخ کر لیتا ہے اور ہستی موہوم سے نکل جاتا ہے
اسوقت وہ فنائے حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے ظل بیچارہ کہ مطلوب سے جس کا حصہ استہلاک و اضمحلال کے
سوالور کچھ نہیں ہے اس کے کمالات سے کیا حاصل کرے اور اس کے حسن و جمال کا کس طرح پتہ لگائے
گیرم کہ بغم خانہ مایا رخسارِ امرد کو حوصلہ و طاقت دیدار کہ دارد
[تیس مانتا ہوں کہ ہمارے غم خانہ (دل) میں محبوب خوش خرام ہے لیکن اس کے دیدار کا حوصلہ و طاقت کس کو ہے]
حق سبحانہ تعالیٰ نبی کریم اور آپ کی آل کرام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والبرکات الی یوم التئاد کے طفیل ہم جیسے فرقت
کو ان معانی کے ساتھ کچھ ایمان نصیب کر دے اور اس چشمہ سے کچھ شربت غایت فرمائے۔

مکتوبات ۱۸۶

میرزا علان اللہ کے نام اس بارے میں تحریر کیا یا لگا اگرچہ قرب ولایت میں اطمینانِ نفس (کا حصول)
ہے لیکن اس کا کمال قُرب نبوت میں ہے :

بسم اللہ الرحمن الرحیم الواحد اللہ سبحانہ و مصلیاً علی رسولہ الکریم حضرت حق سبحانہ تعالیٰ
آپ کو کمال و اکمال کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز فرمائے اور نفسِ امارہ کو مطمئنہ بنائے مطمئنہ ہونے سے پہلے نفس
شرعیہ کی صورت کے ساتھ متلبس ہے مثال کے طور پر اگر نماز ادا کرتا ہے تو وہ نماز کی صورت ہے اور اگر
روزہ رکھتا ہے تو وہ روزہ کی صورت ہے، اور (نفس کے) اطمینان کے بعد شریعت کی حقیقت تک
ترقی کرتا ہے اور ایمان و نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ وغیرہ کی حقیقت کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے، کمال درجہ کا
اطمینانِ نفس قُرب نبوت پر موقوف ہے قرب ولایت میں بھی اگرچہ ایک قسم کا اطمینان ثابت ہے لیکن
اس کا کمال، کمالاتِ نبوت میں ہے، اہل ولایت قرب ولایت کے اندازے کے مطابق حاصل کرتے ہیں
ہر چند کہ نفس مطمئنہ گردد ہرگز صفاتِ خود نگر گردد

[اگر نفس مطمئنہ ہو جائے (بچر بھی) وہ اپنی صفات سے ہرگز نہیں پھرتا] قرب نبوت حاصل ہونے کے بعد اصالتِ
وراثۃ و تبعیۃ بُری اور خراب صفات کا نام و نشان نہیں رہتا اور مخالفتِ کامل طور پر اور خبر نیاد سے اُس
ساتھ جاتی ہے اور عالمِ امر کے لطافت کی مانند مطلوب میں فانی اور مستغرق ہو جاتا ہے، مستہلک
(نہیں و نابود) سے مخالفت نہیں ہوتی اور فانی سے خلاف ظاہر نہیں ہوتا۔ پس قرب ولایت میں
اطمینان کے مطابق شریعت کی حقیقت سے حصہ پاتا ہے اور شریعت کی حقیقت کے ساتھ کامل درجہ کا

تحقق کمال نبوت کے ثمرات سے ہے یہ وہ کمال ہے کہ جس میں تمام انبیاء علیہم السلام والصلوات البرکات شریک ہیں جو خصوصیت کما نبیائے مرسل اور انبیائے اولوالعزم اور خاتم الرسل علیہم التحیات والصلوات التسلیمات کے درمیان ان کے درجات کے فرق کے مطابق ثابت ہے وہ جدا ہے اور شریعت کی صورت حقیقت سے ماورائے اگرچہ شریعت اصل اور بنیاد ہے۔

مکتوب ۱۸۸

آغاز شیعہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ انسان کی پیدائش مقصود حق تعالیٰ اہل شان کی معرفت حاصل کرنا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم الله تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَهُ (اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے) حق سبحانہ و تعالیٰ نے آدمی کو اپنی عبادت اور بندگی کے لئے پیدا کیا ہے اور وہ عبادت کہ عابد کا وجود جس کے درمیان میں اہل اللہ کے نزدیک اعتبار کے دائرہ سے خارج ہے جو عبادت کہ حضرت بے نیاز (تعالیٰ شانہ) کی قبولیت کے لائق ہے وہ ہے کہ عبادت کرنے والا اس کے درمیان میں نہ ہو اور یہی معنی معرفت کو ادا کرنے کے مترادف ہیں کیونکہ معروف میں فنا ہو جانا معرفت ہے جو کہ ادراک بسیدہ ہے پس معرفت عبادت کے لئے شرط ہوئی اور معرفت کے بغیر عبادت صورت پذیر نہیں ہوتی اور جس چیز کے بغیر مطلوب پورا نہیں ہوتا وہ چیز بھی واجب اور مطلوب ہے پس اللہ تعالیٰ کی معرفت بھی انسان کی پیدائش کا مطلوب ٹھہری اور جو عبادت کہ معرفت حاصل ہونے سے پہلے ہے معرفت مطلوبہ کے وسائل میں سے ہے پس وہ عبادت بھی مطلوب ہوئی لیکن یہ عبادت سالک کی ہے اور وہ عبادت عارف کی ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ رَبَّنَا آتِنَا لَنَا نَافِعًا وَغَيْرَ نَافِعٍ نَافِعًا نَافِعًا عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا (ہمارے رب ہمارے لئے ہمارا نور (ہدایت) پوری فرمادے اور ہمیں بخش دے جس تک تو ہر

چیز پر قادر ہے۔)

مکتوب ۱۸۸

خواجہ عبدالصمد کمالی کے نام اس بارے میں کہ مرید سیر کے کمال کا آئینہ اور ضیوں کی بیان میں تحریر فرمایا۔ گرامی نامہ پہنچا، آپ نے سلسلہ کے دوستوں کی سرگرمی کے بارے میں لکھا تھا کہ بعض حاضر ہو کر نفی خطرات کی خبر دیتے ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ کا بید حمد و شکر ہے، آپ کے دوست آپ کے آیتھے ہیں آپ کے

احوال ہیں جو کہ ان کے آئینے میں منعکس ہوتے ہیں اپنے کام میں دل سے مشغول رہیں، دوستوں کے احوال میں بھی متوجہ رہیں اور اپنے احوال میں بھی مصروف رہیں، ایک دو وقت خلوت کے لئے مقرر کریں اور کلمہ طیبہ کے تکرار کے ساتھ بہت زیادہ رغبت رکھیں اور کلام کے ساتھ مرادوں اور مقاصد کی نفی کریں اور اپنی ذات سے وجود اور اس کے توابع کا سلب تلاش کریں تاکہ پوری طرح نفی ہو جائے اور ذاتی عدمیت اور فطری فقر ظاہر ہو جائے اور بندگی کی حقیقت اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کا کمال جلوہ گر ہو جائے۔

مکتوب ۱۸۹

مخدوم زادہ عالی قدر شیخ محمد صبغة اللہ سلمہ ربہ کی خدمت میں اس پاکیزہ کلام کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی قدس سرہ کو الہام کیا گیا ہے کہ میں نے تیری دنیا کو آخرت بنا دیا۔

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین والحمد للہم جمیعاً حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ہمارے حضرت عالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بشارت دی گئی تھی کہ میں نے تیری دنیا کو آخرت بنا دیا۔ چند سطریں اس بشارت عالیہ کی شرح اور مکاشفہ غیبیہ کے حل میں لکھی جاتی ہیں گوش ہوش کے ساتھ سماعت فرمائیں۔ آگاہ جان لیں کہ جو کچھ دنیا میں مشہود ہوتا ہے وہ ظلیت کی آمیزش کے بغیر نہیں ہے کیونکہ دنیا ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل کے ظہور کی طاقت نہیں رکھتی اور اصل کے ظہور کا مقام آخرت ہے اور چونکہ اُن (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی دنیا نے آخرت کا حکم لے لیا ہے اس لئے جس چیز کا وعدہ آخرت میں ہے (وہ اُن کے لئے) اس دنیا میں جلوہ گر ہو گئی اور ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل سے کچھ حصہ حاصل ہو گیا اور تیز ہو سکتا ہے کہ اس فانی دنیا کے بعض منافع جو کہ آخرت کے درجات کی کمی کا باعث ہیں ان کے حق میں اس طرح سے نہ ہوں بلکہ درجات کی ترقی کا باعث ہوں جیسا کہ آخرت کی نعمتیں کہ ان کے ساتھ نفع اٹھانا ترقی کا موجب ہے، اس کا بیان یہ ہے کہ بہشت اشجار و انہار اور اسی طرح اس مقام کی حور و عثمان اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے تنزیہی و تجہیدی معانی کے مظاہر ہیں کہ اس دنیا میں وہی معانی حروف کے لباس اور کلمات کی صورتوں میں مثلاً سبحان اللہ اور الحمد للہ میں ظاہر ہوئے ہیں، اور جس طرح کہ ان کلمات کا استعمال اس دار دنیا میں ترقی کا سبب ہے اسی طرح بہشت میں اُن میوؤں اور پھلوں سے فائدہ حاصل کرنا اور ان لذتوں اور نعمتوں کا استعمال کرنا درجات بلند ہونے اور مقامات کی ترقی کا موجب ہے اور جب اللہ تعالیٰ عم احسانہ کے کرم سے اُن کی

دنیا آخرت ہوگی تو یقیناً اس جگہ (دنیا) کی نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنا اُس جگہ (آخرت) کی لذتوں کے استعمال کی مانند ہو گیا۔ اور نیز ہو سکتا ہے کہ اس راستہ کا سالک وصول کی خواہ کتنی ہی منازل طے کر لے اور خواہ اصل اصول تک پہنچ جائے اور تجلیات ثلاثہ سے مشرف ہو جائے اور باکیف و بے کیف مشاہدات اور ولایت کے تمام لوازم حاصل کر لے لیکن جب تک اس دنیاوی زندگی کی قید میں ہے اور جسم کے کوجے میں مقید ہے وہ خیال کی رسی میں مقید ہے اور اس دنیا میں خیال سے بالکل رہائی ہونا محال ہے جیسا کہ مولانا نے روم قدس سرہ نے مرنے کے قریب فرمایا ہے

من شوم عریاں ز تن اواز خیال تا خرامم در نہایات وصال

[میں بدن سے عاری ہو جاؤں وہ خیال سے عاری ہو جائے تاکہ میں وصال کی انتہاؤں میں چیل قدم کروں] یعنی خیال کی قید سے رہائی جسم کی تنگنائے سے رہائی حاصل ہوئے بغیر ممکن نہیں ہے اور جب اُن کی دنیا نے آخرت کا حکم حاصل کر لیا تو ناچار مطلوب اس دنیا میں خیال کی تلاش خراش سے پاک اور وہم کی اختراع سے بری ہو کر جلوہ گر ہوگا اور نیز ہو سکتا ہے کہ جس رویت کا وعدہ آخرت میں کیا گیا ہے اور سرورِ دین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی اور شخص کے لئے اس کا کچھ بھی حصہ دنیا میں نہیں ہے اور ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) نے تحقیق کیا ہے کہ جو کمال بھی نبی کو حاصل ہے اس کے کامل متبعین کو بھی تبعیت و طفیل کے طور پر وہ ثابت ہے پس اگر اس خوشگوار نعمت کے دسترخوان کے بچے ہوئے کھائیں سے بھی کچھ حصہ عنایت فرما دیتے ہوں تو ہو سکتا ہے اگرچہ وہ رویت نہیں ہوگی کیونکہ وہ اجمالِ امت کے مطابق (اس دنیا میں) ہونے والی نہیں ہے کیونکہ اصل چیز کا حاصل ہونا اور چیز ہے اور اس سے کچھ حصہ پانا دوسری چیز ہے جیسا کہ حضرت عالی (قدس سرہ) نے لکھا ہے کہ اگرچہ رویت نہیں ہے لیکن رویت کی مانند ہے پس تو سمجھ لے کیونکہ بیشک ہمارا کلام تیرے لئے اشارات و شباحت ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس عبارت شریفہ کا مورد یہ ہو کہ دنیا عمل اور کسب کی جگہ ہے اور آخرت جزا و اجر کا مقام ہے پس اس جگہ (دنیا) میں زیادہ نفع دینے والے وہ اعمال ہیں جو کہ مقربات (نزدیک کرنے والے) اور ترقی بخشنے والے ہیں اور افعال کے ثمرات میں سے جو کہ عمل کی جزا ہیں کوئی چیز اس دائرہ (دنیا) میں عنایت فرما دیں تو وہ ضرور آخرت کے درجات میں کمی کا باعث ہوگی۔ اور اسی لئے تو دیکھتا ہے کہ بعض بزرگ جن کو اس دنیا میں ثمراتِ اعمال دیئے گئے ہوں موت کے وقت تمنا کرتے ہیں کہ ان کو ان امور میں سے کوئی چیز نہ ملی ہوئی۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے زیادہ احوال (کیفیات) ظاہر نہ ہونے میں یہی وہ ستر (بھید) تھا حالانکہ وہ ولایت کے بلند درجہ میں ہیں۔

یہ بات تو ختم ہوئی لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کی دنیا کو آخرت بنا دیا تو ان کو اس عالم میں ثمرات کا حاصل ہونا ان کے آخرت کے درجات میں کمی کا باعث نہیں ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے غلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں فرمایا: **وَاتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لِمَنِ الصَّالِحِينَ** [اور تم اس کو اس کا اجر دنیا میں دیدیا اور بیشک وہ آخرت میں ضرور صالحین میں سے ہے] اور شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ زمانہ آخرت سے قریب و نزدیک ہونے کی وجہ سے اس دار (آخرت) سے ملحق ہے پس اس میں وہ چیز ظاہر ہوتی ہے جو آخرت کے ساتھ مخصوص ہے لیکن یہ حکم اس شخص کے ساتھ مخصوص ہے جو اس سعادت عظمیٰ و دولت قصویٰ کے ساتھ مشرف ہے اور سوائے اس شخص کے جس کو اس (اللہ تعالیٰ) کے فضل و کرم سے اس حکم میں داخل کر لیا گیا ہو کسی دوسرے شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے آپ کو اس پر قیاس کرے جیسا کہ حضرت عالی قدس سرہ نے مخدومی و مکرمی شیخ محمد سعید (قدس سرہ) اور اس فقیر کے بارے میں فرمایا ہے کہ تم دونوں کو اس حکم میں داخل کر دیا گیا ہے، الحمد للہ رب العالمین علی ذلک وعلیٰ جمیع نعمائہم کثیراً طیباً مبارکاً۔

مکتوب ۱۹

مخدوم تاج محمد سیف الدین کے نام اس معرفت کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت پیر دستگیر (مجدد الثانی قدس سرہ) سے سنی گئی تھی۔

الحمد للہ و سلام علی جوادہ الذین اصطفیٰ: ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں (ایک روز) چاشت کی نماز پڑھ رہا تھا میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی بلا میرے سینہ سے نکلی اور اس کا آشیانہ بھی اس جگہ سے باہر کر دیا گیا اور جو ظلمات کہ اس کے ارد گرد تھیں وہ بھی دور ہو گئیں اور سینہ کو ایک عجیب انشراح (کشادگی) حاصل ہوا، اس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ (بلا) عظیم) و سواس خناس تھا کہ قرآن مجید میں جس کے شر سے پناہ مانگنے کا امر فرمایا ہے جو خطرات و وساوس کہ دین کے اصول میں پیدا ہوتے ہیں ان کا منشا (سرچشمہ) یہی خناس ہے جو کہ سینہ میں آشیانہ رکھتا ہے اور ہر وقت نیش زنی کرتا رہتا ہے اور کمال درجہ کا شرح صدر اس کے دور ہونے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد آپ (قدس سرہ) نے فرمایا کہ میں حلقہ میں قرآن مجید سن رہا تھا میں نے دیکھا کہ سننے کے دوران بعض نامناسب وساوس میں نے اپنے اندر پائے، میں نے استغفار کیا اور حیران ہوا

کہ خناس جو نازل ہو چکا تھا شاید پھر لوٹ آیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ سینہ اسی صفائی و لطافت کے ساتھ ہے اس کے بعد ظاہر ہوا کہ یہ خناس سینہ کے خناس کے علاوہ ہے اور اس کا آشیانہ قلب میں ہے، میں اس کے دور کرنے میں متوجہ ہوا، میں نے دیکھا کہ یہ خناس بھی بالکل قلب سے باہر ہو گیا، والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

مکتوب ۱۹۱

فقیر خیر محمد عبداللہ عرفی عنہ کے نام کامل معرفت والے عارف کی ذات مہوبہ کے کمالات بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، ایک عجیب ستر (بجید) اور ایک دقیق رمز (اشارہ)

پر درہ بطون سے منصف شہود پر پہنچتا ہے پوری طرح متوجہ ہو کر شیں، چونکہ عالم کو جو اعراض کا مجموعہ ہے اور کوئی ذات اور کوئی جوہر اس میں کاٹن نہیں ہے کہ جس کے ساتھ اعراض کا قیام ہو اور تمام معرفت عارف کی ذات مہوبہ کو ایک گونہ قیام دیتے ہیں اور اس کو ان کا مقوم (درست رکھنے والا) بنا دیتے ہیں (اس لئے) اس مہوبہ ذات کو بچونی سے کچھ حصہ حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اس بحث کی تحقیق دوسرے مکاتیب میں کی جا چکی ہے اور جب اس نے بچونی سے کچھ حصہ حاصل کر لیا، دید و دانش (عقل و سمجھ) سے باہر چلا گیا اور فہم و ہم سے خارج ہو گیا، عقل سلیم خواہ کتنی ہی اس کی جستجو کرے اس سے کچھ نتیجہ حاصل نہیں کرے گی اور ہم نیز قناری کے باوجود خواہ کتنی ہی دوزنگ جائے اس کا کچھ پتہ نہیں لگا سکے گا اور اس کو وراہ الوراہ، پلے گا اور جوہریت امکان کے باوجود اس میں جوہریت و امکان کا حکم نہیں کر سکتے اور ہستی کے حکم کے سوا دوسرا حکم قبول نہیں کرتا۔ والسلام علی من اتبع الهدی والترم متابعتہ المصطفیٰ علیہ وآلہ وصحبہ الصلوٰت والتسلیمات والقیامات والبرکات العلی۔

مکتوب ۱۹۲

یہ بھی فقیر خیر محمد عبداللہ عرفی عنہ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت ایشاں سلمۃ اللہ تعالیٰ کے

بارے میں اصالت کی بشارت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوة والسلام علی رسول اللہ، ہمارے حضرت عالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ سرور دین و دنیا علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والبرکات العلی کی پیدائش جو مودادہ، باقی روگیا تھا مثل

پس خوردہ اس کو آپ کی امت کے سچا دوروں میں سے ایک فرد کو عطا فرمایا ہے اور اس کی طینت (شریت) کو اس سے خمیر کیا (گوندھا) ہے اور اس کے ذریعہ اس فرد کو اصالت سے بہرہ ور کیا ہے، اس بقیہ سے اس فرد کی طینت کو خمیر کرنے کے بعد بھی کچھ تھوڑا سا بقیہ رہ گیا تھا وہ بقیہ اس فرد کے منتسبین میں سے ایک شخص کے حصہ میں آیا ہے اور اس کی طینت کی خمیر اس سے کی گئی ہے اور اس نے اس کے اندازے کے مطابق اصالت سے بھی کچھ حصہ پالیا ہے **إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ** [بیشک تیرا رب وسیع مغفرت والا ہے] شاید کہ اصالت کا جو حصہ حضرت مہدی موعود رضی اللہ عنہ کے لئے ہے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ہوا و نیز ان عالی حضرت اعلیٰ منقبت نے فرمایا ہے کہ جب محفل عالی یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کی محفل میں پہنچا تو اہل مجلس کے ہجوم کی وجہ سے کسی دوسرے کے بیٹھنے کی گنجائش نہیں تھی، حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کہ اس جگہ میں خاص شان رکھتے تھے اہل مجلس کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا یا ایہا الذین امنوا انفضحوا فی المہاجس [ایمان والو! مجلسوں میں کشادگی کیا کرو]۔ اہل مجلس نے حرکت کی بیٹھنے کے لئے وسیع جگہ میسر آگئی میں اس جگہ بیٹھ گیا۔

۳۶۲

۳۶۹

تنبیہ ۱۸: امت کے بعض خاص افراد کو تبعیت و وراثت کے طور پر کمالات نبوت کے حامل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خاص فرد نبی ہو جائے یا نبی کے برابر ہو جائے کیونکہ کمالات نبوت کا حاصل ہونا اور بات ہے اور منصب نبوت کا حاصل ہونا اور بات ہے جیسا کہ اس معنی کی تحقیق حضرت عالی لا مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات قدسی آیات میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

مکتوب ۱۹۳

مقدم زادہ بلند مرتبہ خواجہ محمد نقشبند سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض کمالات و کمکاشات کے بطریق اجمال بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

خواجہ محمد نقشبند کے نام

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسببہ الاقدس کو مرض وفات سے پہلے کچھ بخارا اور کھانسی کی شکایت ہو گئی تھی، چند روز میں اس مرض سے صحت حاصل ہو گئی چنانچہ اصلی حالت پر آ گئے اور بے تکلف مسجد میں حاضر ہوتے تھے، کم و بیش ایک ماہ کے بعد ایک (ایسا) بخار لاحق ہوا کہ اس کے چھ روز دار السور (آخرت) کی طرف رحلت فرمائے۔ پہلے مرض کی کمزوری کے ایام میں فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے کمالات میں مستغرق ہوں اور

اُن کمزوریوں (کی حالت) میں نہایت مسرت کے ساتھ بیان فرماتے تھے کہ مجھ کو اہل بیت کے بارغ میں چھوڑا گیا ہے اور اس مقام کے عجائب و غرائب کے ساتھ مشرف کرتے ہیں اور ان میں سے کچھ حصہ کا اظہار بھی فرمایا اور حضرت امیر (علی) کرم اللہ وجہہ کی بعض خصوصیات و کمالات کہ جن کے خیال کرنے سے فکر و ہم کی آنکھ خیرہ و عاجز ہے مفصل بیان فرمائے۔ اسی طرح حضرت فاطمہ زہرا اور حضرات حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کمالات بیان فرمائے اور علیٰ ہذا القیاس بارہ اماموں کے تمام کمالات کو بیان فرمایا۔ اسی تقریب کے ساتھ حضرات شیخین (سیدنا ابوبکر صدیق و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما) اور حضرت ذوالنورین (سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ) کے کمالات و خصوصیات ظاہر فرمائے اور خلفائے اربعہ و اہل بیت میں سے ہر ایک کی آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ و صحبہ وسلم کے ساتھ نسبت و منزلت تفصیل کے ساتھ بیان فرمائی، اور اپنی بعض خدایات شایستہ کو جو کہ وقوع میں آئی تھیں بیان فرمایا۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سبحانہ بسوا الاقدس کے بعض کمالات کو بھی بیان فرمایا چنانچہ آخری مرض میں اس ذرہ حقیر کو ان اسرار میں سے بعض اُن اسرار کو جو کہ اظہار کے قابل تھے لکھنے کی وصیت فرمائی۔ چنانچہ اس فقیر نے وصیت کے مطابق حضرت عالی (قدس سرہ) کے ایام غم میں اپنی قہم قاصر کے موافق روتی ہوئی آنکھوں اور زخمی (غمگین) دل کے ساتھ روضہ منورہ کے سامنے بیٹھ کر اُن ناسفہ (بغیر پروئے ہوئے) موتیوں کو نظم (ترتیب) کی لڑی میں پرویا اور حضرت عالی (قدس سرہ) کے مکتوبات قدسی آیات میں شامل کر دیا، چنانچہ جلد ثالث کے مکتوبات کا ختم انہی مرقومات کے ساتھ مقرر ہوا۔ والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

مکتوب ۱۹۲

مولانا محمد افضل کے نام حضرت ایشاں سید اللہ تعالیٰ کے بعض مقامات علیہ اور اس اشارے کے بیان میں

تحریر فرمایا کہ یہ مقام عالی اصالت اور محبوبیت کے ساتھ مربوط ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم وَاَمَّا مِنْ عِمْرَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (اور تیرا کہ رب کی نعمت کو بیان کرنا) بتاریخ سوم ماہ شعبان روزہ شبہ (مکمل) ۱۳۸۵ھ کو عصر کی نماز میں نہایت عظیم بستر و نما ہوا اور بلند مقام اور بہت ہی عجیب کیفیت کے ورود سے مشرف ہوا کہ جس کی مثل کبھی بھی پیش نہیں آئی تھی اور خیال و تصویریں بھی نہیں آئی تھی، اور وہ امور پیش آئے جو کہ لاعین رأت و لا اذن سمعت و لا خطر علی قلب احد [نہ کسی آنکھ نے دیکھے، نہ کسی کان نے سنے اور نہ کسی کے دل پر گزندے] کا مصداق تھے، نہ زبان کو اُن کے بیان کرنے

کی طاقت ہے اور قلم کو اُن کے لکھنے کی مجال ہے۔

قریبا حافظ ایں ہمہ آخو ہرزہ نیست ہم قصہ غریب حدیث عجیب ہست

[حافظ کی یہ تمام فریاد آخر فضول تو نہیں ہے یہ تو نادر قصہ اور عجیب بات ہے]

میں سمجھتا ہوں کہ اس کا حصول عالم اصالت و محبوبیت سے ہے، شاید کہ اس مقام کو کتاب کے ساتھ ایک خصوصیت تھی کہ اس بارگاہِ معلیٰ میں اپنے آپ کو منفرد دیکھا، کلمہ طیبہ اور ذکر کے تمام الفاظ مثلاً تسبیح و تحمید و تکبیر کے نتائج کے لئے اُس حریمِ قدس میں گنجائش نہیں پائی اگر گنجائش ہے تو قرآن مجید کو ہے اور ناز کو بھی قرآن مجید کے تعلق سے گنجائش ہے، قرآن مجید کی تلاوت اور نماز کی ادائیگی کے سوا اس مقام کے ساتھ نسبت کو معطل و بیکار پانا ہے اور سمجھتا ہے کہ کسی کسب و عمل کو اس نسبتِ عالیہ کے حصول میں دخل کی گنجائش نہیں ہے (یہ محض موبہت و بخشش) ہے اور عنایت کا واسطہ ہونا چاہئے اور سب کچھ بیچ کر شاید کہ ریاضات و مجاہدات قریب ولایت کے مبادی میں دخل رکھتے ہیں، جب تک کہ سیرِ اصول اور اصولِ اصول میں ہے اعمالِ صالحہ فائزہ مند اور نتائج بخشش ہیں کہ ان کے وسیلہ سے سالک مستعد ترقیات کرتا ہے اور کلمہ طیبہ نفی و اثبات کے تکرار سے ظل سے اس کے اصل کی طرف راستہ کھلتا ہے اور اصول سے اصولِ اصول کی طرف عروج کرتا ہے اور جو کچھ مذکور ہوا وہ قریب نبوت سے تعلق رکھتا ہے اس مقام میں اصل کو ظلال کی طرح راستہ میں چھوڑنا چاہئے، سخت ریاضتیں اس بارگاہِ معلیٰ کے آس پاس کوئی راستہ نہیں کھولتیں اور اس مقام تک پہنچنا محض عنایت یا صرف محبت سے ہے، خصوصیت اور کسی کا شریک نہ ہونا جو کہ اوپر بیان ہو چکا ہے جب اچھی طرح غور کیا تو دیکھا کہ (سیرات) اس اساتذہ میں پیش آتی ہے کہ جو شخص بھی اس مقام تک پہنچا اپنے آپ سے ایک مقام رکھتا ہے کہ کسی دوسرے کو اصالت کی طور پر اس میں شرکت نہیں ہے اگرچہ اس مقام کو پہنچنے والے بہت ہی کم ہیں اُن میں سے حضرت عالی (مجددِ ثانی قدس سرہ) کو میں نے دیکھا نہایت عظمت اور بے شکوت کے ساتھ نظر آئے چنانچہ عقل و دہم اس کے ادراک میں حیران و پریشان ہے اور زبانِ قلم و قلمِ زبان اس کے بیان میں عاجز و قاصر ہیں۔

جاننا چاہئے کہ عالم کو حضرت حق سبحانہ کا ظل جاننا یا اس تعالیٰ شانہ کا آئینہ تصور کرنا اور مہووم دیکھنا اور ظل کے منعکسہ کمالات کو اصل کے سپرد کرنا اور ظل کو خالی بلکہ معدوم سمجھنا اس کے بعد اس کو اصل کے کمالات کے ساتھ متحقق پانا ان سب کو قرب و ولایات میں سمجھتا ہے جو کہ ظل سے اصل کے ساتھ مل جاتا ہے اس کے بعد جبکہ اصل کو ظل کی طرح راہ میں چھوڑ دیتا ہے اور اس حریمِ قدس کے ارد گرد پہنچ جاتا ہے تو ان امور میں سے کچھ بھی رد کار بلکہ متصور نہیں ہوتا، اس مقام میں ظل کو جاننا نہیں ہے اور اوصاف کو

اصل کے حوالہ کرنا اور اپنے آپ کو فانی و متہلک دیکھنا نہیں ہے، اس کے ساتھ بقا و تحقق پیدا کرنا مشہور نہیں ہوتا اور اس مقام تک پہنچنے کا راستہ جبراً ہے اس راہ سے اس مقام تک پہنچنا دشوار ہے، وہ ظہورِ جمال و رضا کا مقام ہے اگر اس کی تعبیر ضخک (متہ بندگی جو ذرا سی کھلی ہو) کی جائے تو گنجائش رکھتا ہے۔
والعلم عند اللہ سبحانہ [اور علم اللہ سبحانہ ہی کو ہے] والسلام۔

مکتوب ۱۹۵

حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد نقشبند (قدس سرہ) کی خدمت میں حضرت خیر البریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اتباع کرنے کے بعد کو ظاہر کرنے اور بعض پوشیدہ اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔ یہ معرفت حضرت مجدد الف ثانی کے ملفوظات میں سے ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم و السلام علی رسولہ الکریم ہمارے پیغمبر علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام
کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کے اتباع کا امر ہونے اور آنسود صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صلوٰۃ بروکات کی مثل صلوٰۃ بروکات طلب کرنے سے مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کو اس مقام کا حصول ہے کہ جس مقام تک وصول حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے مقام سے گزرے بغیر
میسر نہیں ہے اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے مقام تک پہنچنا ان کی ملت کی متابعت کے ساتھ وابستہ کر
کیونکہ ان کی ملت کی متابعت کو بغیر اس مقام کیلئے راہ نہیں ہے اور ان دونوں مقامات میں سے ایک کی نسبت
دوسرے کے ساتھ ایسی ہے جیسی کہ محراب کو مسجد کے ساتھ نسبت ہے اور (یہ) یقینی بات ہے کہ محراب تک
پہنچنا جو کہ امام کا مقام ہے بقیعہ مسجد کی مسافت طے کئے بغیر متصور نہیں ہے کیونکہ پہلا مقام مرکز ہے اور
دوسرا مقام اس مرکز کا محیط ہے اور نظر کشفی میں اسی قسم کے محیط پر مرکز کو فوقیت ہوتی ہے اور مرکز تک پہنچنا
محیط کی مسافت طے کئے بغیر میسر نہیں ہے اور جب اس دعا کی قبولیت کا وقت آیا حضرت سید الاولین
والآخرین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات نے اس مقام سے کہ جس میں آپ تشریف فرما تھے عروج فرمایا یا تاکہ
کامل شوق کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام میں پہنچے اور اس بزرگ مقام میں توقف فرمایا
اور وہاں موریش آئے جو ان اسرار میں سے ہیں جن کا پوشیدہ رکھنا ضروری ہے اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم اس مقام میں داخل ہوئے جو کہ ملت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی متابعت کے ساتھ
وابستہ تھا وہ نادر مقام ایک نہایت عجیب مقام ہے کہ کسی رسول کا کوئی مقام اس مقام کی مانند

نہیں ہے، جب اس مقام میں قرار پذیر ہو گئے تو جو نظر کہ پسماندگان کے حال پر رکھتے تھے بہت کم ہو گئی اور کئی طور پر بارگاہِ قدس کی طرف متوجہ ہو گئے اور خاص خلوت خانہ میں محبوب کے ساتھ خلوت پذیر ہوئے، اور نیز محسوس ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عروج کے دہے تھے بعض اصحاب کرام علیہم الرضوان بھی آپ کی متابعت کی وجہ سے اس عروج میں شریک تھے، اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام خاصہ میں داخل ہو گئے اصحاب کلام مقام حضرت ابراہیم علیہ السلام میں اُن علیہ السلام کے زیرِ قدم رہ گئے اور انھوں نے مقام خاصہ میں گنجائش نہ پائی، اس کے بعد ظاہر ہوا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متوجہ ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقام خاصہ میں داخل فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تردد رہے کہ داخل فرمایا یا نہیں لیکن گمان غالب یہ ہے کہ ان کو بھی مقام خاصہ میں کچھ گنجائش ہو گئی، والسلام۔

۳۸۳

مکتوب ۱۹۶

مخدوم تادہ عالی مرتبہ شیخ محبصۃ اللہ کی خدمت میں اس مقالے کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ فقہائے ائمہ کچھ اللہ و سلام علی جہادہ الذین اصطفیٰ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے مکتوبات جلد ثانی کے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ مقام رضا کے اوپر کوئی مقام نہیں ہے مگر خاتم الرسل علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہے۔ یہ عرفت حضرت عالی (قدس سرہ) کی پہلے کے معارف میں سے ہے اس کے بعد فرماتے تھے کہ میں ایک وقت انبیاء علیہم الصلوٰۃ پر درود بھیج رہا تھا میں نے دیکھا کہ انبیاء علیہم السلام باجمہم نے اپنے مقام سے عروج فرمایا اور ان بزرگوں میں سے ہر ایک چند واسطوں کے ساتھ اس مقام کے ساتھ جلا جوا کہ مقام رضا سے اوپر تھا اور سرور دین و دنیا علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مقام تک عروج فرمایا جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی متابعت کے ساتھ وابستہ تھا اور اس بزرگ مقام سے جا ملے۔ الحمد للہ رب العالمین، والسلام۔

مکتوب ۱۹۷

ملا سجاد لکھا ان کے غرضیہ کے جواب میں جو کہ درازات پر مشتمل تھا اور بعض سوالوں کے جواب میں جو کہ انھوں نے پوچھے تھے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ برادر عزیز کے مکتوب مرغوبہ وصول ہو کر خوش وقت کیا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حمد و شکر ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور باطنی نسبت و معنوی رابطہ میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ امید ہے کہ روز بروز ترقی میں اضافہ ہوتا ہے، رابطہ قوی ہونے کی وجہ سے ہے کہ آپ حضور و غیبت (موجودگی و عدم موجودگی) میں واردات کا فرق محسوس نہیں کرتے اور یکساں تصور کرتے ہیں، حضور و غیبت میں (واردات کے) فرق کا ہونا اکثر ثابت ہے لیکن نسبت کے قوی ہونے کی صورت میں فرق کم ہوتا ہے اور جقدر (نسبت میں) قوت زیادہ ہوگی اسی قدر (فرق میں) کمی ہوگی، اگر اس قسم کی کمی معدوم کے عنوان کے ساتھ ظاہر ہو اور حضور و غیبت یکساں معلوم ہونو بعید نہیں ہے، اگر لوگ کہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ طالب رشید غیبت (عدم موجودگی) میں ترقیاں کرتا ہے اور حالت حضور سے زیادہ بلند چلا جاتا ہے پس غیبت کے واردات اس کے حق میں حضور کے واردات سے زیادہ اور کثیر ہوتے (تو) ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ حضور میں ہوتا تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ ترقی کر لیتا۔
 آپ نے لکھا تھا کہ میں اس سے پہلے حق جل و علا کا حضور اپنے بانیہ پاتا تھا اب اپنے اندر پاتا ہوں ہاں، اس بزرگ گروہ کے نزدیک معتبر انفسی شہود ہے اور جو شہود کہ اپنے سے باہر ہوتا ہے اتنا معتبر نہیں ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے ۵

ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست با تو در زیر گلیہست ہر چہ ہست

[نابینا کی طرح ہر طرف ہاتھ مت بجا جو کچھ بھی ہے وہ میرے ساتھ کبیل کے نیچے ہے] لیکن اس شہود کا گرفتار نہیں ہونا چاہئے اور اس کو مطلوب کے ظلال میں سے ایک ظل تصور کرنا چاہئے۔ حضرت حق سبحانہ جس طرح کہ آفاق سے ماوراء ہے (اسی طرح) انفس سے بھی ماوراء ہے، اس (حق تعالیٰ) عز و جہانہ کو اندر اور باہر کے ماوراء تلاش کرنا چاہئے اور آفاق و انفس کے باہر طلب کرنا چاہئے یہ معاملہ محدود عقل کے ساتھ نہیں سمجھا جاسکتا اور ظلی ولایت والوں کے کشف سے مکشوف و درک نہیں ہوتا، فراست (دانائی) کا وہ نور جو کہ مشکوٰۃ نبوت سے مقبوس ہوا اس معنی کا ادراک کر سکتا ہے اور آیہ کریمہ **فَخَشِعْ أَوْتَارُكَ لِلَّهِ** میں **جَبَلٍ** اور **سِدِّ اِہِم** اس کی طرف اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں [اس معاملے کا بھید کو کوئی واد جات (آپ کو) فرض نماز ادا کرنے کے وقت میں پیش آتی ہے عالی و اسیل ہے اس کے مطالعہ سے محفوظ ہوا۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس علاقہ کے لوگ بخجوتہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے ہیں اور اس عمل کو اپنا پر لازم کر لیا ہے اور اس کے ترک کرنے والے سے اعتراض کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ میرے مخدوم! اس طرح سے فاتحہ پڑھنا ہمارے بزرگوں کا عمل نہیں ہے (اس لئے کہ) پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

اعمال میں (یہ چیز) نظر نہیں آئی ہے۔ خزانۃ الروایات میں خلاصہ سے منقول ہے "قرآنۃ الفاتحۃ کاجل المہمات بعد الفرائض بدعت" [مہمات کے لئے فرائض کے بعد فاتحہ پڑھنا بدعت ہے]۔

آپ نے نمازِ جمعہ کے بعد مصافحہ کرنے کے متعلق جو وہاں مروج ہے دریافت کیا تھا میرے محترم! مصافحہ فی نفسہا مسنون اور اچھا عمل ہے اور اُس وقت کا متعین کرنا بدعت ہے پس یہ عمل (نمازِ جمعہ کے بعد مصافحہ کرنا) وجہِ حسن بھی رکھتا ہے اور وجہِ قبح بھی (ایک لحاظ سے اچھا ہے اور ایک لحاظ سے بُرا) اگر اس کا معاملہ زیادہ سے زیادہ مبلح ہونے تک ہی پہنچ جائے جیسا کہ بعض نے کہا ہے تو (یہ بھی) غنیمت ہے۔ خزانۃ الروایات میں ہے کہ شیخ محی الدین نووی رحمہ اللہ نے الاذکار میں کہا ہے کہ ہر ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا مستحب ہے لیکن یہ جو لوگوں نے صبح اور عصر کی نماز کے بعد اس کی عادت کر لی ہے تو اس کی کوئی اصل نہیں ہے لیکن اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اصل مصافحہ تو سنت ہے اور لوگوں کا بعض مواقع میں اس کی پابندی کرنا اور ان میں سے بعض مواقع میں حد سے تجاوز کرنے والا ہونا یہ بعض حالات اُس کو اس مصافحہ سے خارج نہیں کرتے جو شرع میں وارد ہوا ہے۔

مکتوب ۱۹۸

۳۵۵

آغا رشید کے نام اس بارے میں کہ اس طریقہ عالیہ میں فیض کا اخذ کرنا رابطہ و محبتِ شیخ سے تعلق رکھتا ہے اور آدابِ شیخ کی رعایت اور دوامِ ذکر پر ترغیب دینے اور فرائضِ قلبیہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد للہ و مصلیا علیٰ رسولہ، اللہ تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے آزاد کر کے قرب کے مدارج میں ترقیات عطا فرمائے صحیفہ گرامی نے مشرف کیا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد ہے کہ فقراء دور افتادہ کو بھلایا نہیں ہے، اور محبت کی نسبت اور باطنی رابطہ بدستور قائم ہے، اس گروہ سے محبت کرنے والا اس گروہ کے ساتھ ہے المرحوم من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] ہمارے طریقہ میں کمال کے درجہ تک وصول کا مدار شیخِ مقتدا کے ساتھ محبت کا رابطہ رکھنے سے وابستہ ہے طالبِ صادق شیخِ مقتدا سے اس محبت کے ذریعہ سے جو کہ وہ شیخ کے ساتھ رکھتا ہے اس کے باطن سے فیوض و برکات اخذ کرتا ہے اور ساعت بساعت اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے، یہ بات مسلم ہے کہ فتاویٰ الشیخ فتاویٰ اللہ کا مقدمہ ہے، ذکر اگرچہ وصول کے اسباب میں سے ہے لیکن غالب طور پر وصول رابطہ محبت اور فتاویٰ الشیخ پر مشروط ہے، اس راستہ کے سالک کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں، آدابِ صحبت کی رعایت

کرتے ہوئے شیخ مفتی کے ساتھ محبت رکھنا اور دوام ذکر و قیام پر اس قدر پابندی کرے کہ دوام حاصل ہو جائے اور اس کے بعد غفلت نہ رہے اور تکلف کے ساتھ یاد کرنے سے چھوٹ جائے اور حضورِ دل کا ملکہ اور اس کی صفت ہو جائے جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کی اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے اس وقت میں ظاہر کی غفلت باطن کے حضور پر اثر انداز نہیں ہوتی اور ظاہری نیند باطنی توجہ کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے جب حضور کی یہ کیفیت غالب آجائے اور قوی ہو جائے تو نفسِ حاضر (ذاتِ سالک) درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور صحرائے عدم کی طرف اپنا سامان لیجاتا ہے اس وقت حضور خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے ولا ینکر اللہ الا اللہ [اللہ ہی اللہ کا ذکر کرتا ہے] جلوہ گر ہوتا ہے۔ ص

ایں کار دولت است کنوں نا کراد ہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو غایت کرتے ہیں] و آخر میرے مخدوم! دشمنوں اور حاسدوں کا شر و دھرم ہونے کے بارے میں عادت توجہ کی جاتی ہے امید ہے کہ وہ یل و خوار ہو جائیں، والسلام علیہ

مکتوب ۱۹۹

حاجی حسین کے نام ان اذواق و مواجید کی خراج میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے لکھے تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم برادرِ محترم حاجی محمد حسین کے گرامی نام نے وصول ہو کر خوشوقت اور مسرور کیا، آپ نے اپنی فنا و عدمیت کے بارے میں لکھا تھا سہ

بلے ہر جا شود مہر آشکارا سہارا جز نہاں بودن چہ یارا

[بیشک جس جگہ سورج نکلا ہوا ہو وہاں) سہا سہا سے کو پو شید بخنے کے سو کوئی چارہ نہیں ہے]۔ احدیتِ غیب کے انوار طلوع ہونے کے وقت کثرتِ موموں کے، طور کے استحال و استہلاک و مضمحل و فنا ہونے میں کیا شک و شبہ ہے لیکن اس عدمیت (فنایت) و اضحوال میں سالکوں کے قدموں میں بہت فرق ہے، ان میں سے محمدی المشرب کو یہ فنا و استہلاک عین و اثر کے دور کر دیتے تک پہنچاتی ہے کذا و کذا، اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ ”یہ بات مشخص ہو چکی ہے کہ یہ تمام واردات و حرکات و سکنات عدم پر ہیں جو کہ اس (اللہ) سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ملے سے ظاہر فرمائی ہیں کام (یعنی یہ ظہور) خود بخود ہے اور عجیب و غریب چیزیں اس معدوم پر وارد فرمائی ہیں جو کہ تحریر میں نہیں آتیں۔“ ہاں تعلقات کو ساقط کر دیتے اور انتسابات کو اس کے اہل کی طرف رد کر دینے کے بعد معاملہ از خود بخود ہے، اگر حضور ہے تو حضور خود بخود (اپنا حضور اپنے ساتھ) ہے اور اگر توجہ ہے تو وہ بھی از خود بخود ہے اور عارف کو اس مقام سے استہلاک و اضحوال و

انعام کے سوا کچھ بھی نصیب نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ ”ان ایام میں تجدید امثال ظاہر ہوا ہے (اس طرح پر) کہ ہر آن میں تمام عالم عدم میں جاتا ہے اور اس کی مثل وجود میں آتا ہے اس بارے میں حیرت بڑھ گئی ہے۔“ میرے مخدوم! ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) قدس اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس معاملہ کا حل مکتوبات میں فرمایا ہے اگر آپ اس کا حل چاہیں تو وہاں مطالعہ کریں اور آپ نے جو بعض مقامات سبز رنگ کے اور بعض سورج کے رنگ کے ظاہر ہونا لکھا ہے واضح ہوا، مختصر یہ کہ تمام احوال و مواجید درست و پسندیدہ ہیں حق سبحانہ تزییات عطا فرمائے اور دوستوں سے دعا کی درخواست ہے۔

مکتوبات

صوفی نور بیگ کے نام دوام ذکر اور خلوت اختیار کرنے پر ترغیب دینے اور ناقص کو طریقہ سکھانے کی اجازت دینے کے برترین اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ جو کچھ دعاوات میں ظاہر ہوتا ہے کچھ اعتبار نہیں رکھتا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی جلالہ النور اصطفیٰ اللہ تعالیٰ فتوحات کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، برادر گرامی مولانا نور محمد کے کو مکتوب مرغوب نے ایک ساتھ پہنچا کہ خوشوقت کیا چاہئے کہ آئندہ بھی اسی طرح اپنے ظاہری و باطنی احوال سے مطلع رہوں اور سب کو اطلاع دیتے رہوں آپ نے لکھا تھا کہ ”سبق باطنی کی تکرار میں کوتاہی ہے اور نفی و اثبات بھی ورد میں ہے، نیک و مبارک ہے، ذکر کے تکرار (مشق) میں اس طرح پابند رہیں کہ مذکور کے ماسوا سب کچھ سینہ کے میدان سے غصت ہو جائے اور ماسوا کا نام و نشان دل کے آئینے سے محو اور لاشی ہو جائے، اکثر اوقات نامرادی کے گوشہ میں خلوت سے رہیں اور مخلوق کے ساتھ بہت کم میل جول رکھیں اور قلبی و لسانی ذکر کے ساتھ مشغول رہیں اور ذکر کرنے میں مخلوق میں قبولیت یا احوال و مواجید کا حاصل ہونا وغیرہ) میں سے کوئی غرض نہ ہونی چاہئے بے غرض ہو کر ذکر کریں اور نشاط (رغبت) کے وقت میں اتنے لوگوں کو جن کی تعداد آپ کو بتائی گئی ہے ذکر کی تلقین کریں، بطریق سفارت (تعلیم دیں) نہ کہ بطریق اصالت و خلافت۔ اور جو شرائط آپ نے لکھے تھے وہ تو اس صورت میں ہیں جبکہ بطور خود ذکر سکھائیں، اگر بطور سفارت چند لوگوں کو ذکر سکھائیں تو بشرط اضطرار ضروری نہیں ہیں کیونکہ آپ ایک ترجمان (کی حیثیت) سے زیادہ نہیں ہیں اور یہ ذکر بتانا بھی (آپ پر) جبر نہیں ہے آپ کے اختیار کے ساتھ ہے اگر کسی تکلف کے بغیر دل متوجہ ہو اور مشرح صدر حاصل ہو جائے تو ذکر بتائیں

ورنہ کوئی ضروری نہیں ہے جو چیز ضروری ہے وہ دائمی ذکر و مراقبہ ہے، کسی دوسرے کی تکمیل اپنے کمال کی فرع ہے اور یہ چند اشخاص کے لئے اجازت اس لئے (دی گئی) ہے کہ چند لوگ جمع ہو کر ذکر میں مشغول ہوں تو بہتر ہے کیونکہ آپس میں ایک کا فیض دوسرے پر منعکس ہوتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ اگر واقعہ (حال) میں پیر کسی سالک کو تلقین (ذکر سکھانے) کی اجازت دیدے اور گزرے ہوئے بزرگوں کی ارواح سے بھی (اجازت) ظاہر ہو تو یہ اس سالک کے لئے تلقین کی اجازت ہے یا نہیں، میرے مخدوم بطریقت کی تعلیم و تلقین کی اجازت ایک اہم معاملہ ہے خواب و واقعہ سے صورت پذیر نہیں ہوتا، تاوقتیکہ بیداری میں اجازت نہ دیں اجازت صورت پذیر نہیں ہوتی، اور اسی طرح احوال و مواجید و قطبیت و فردیت و غوثیت وغیرہ جو کچھ کہ خوابوں اور واقعات (احوال) میں ظاہر ہو، ان اکابر کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔ احوال و مواجید میں سے جو چیز بیداری میں رونما ہو یہ شخص اس کا مالک ہے۔ قطب و غوث وہ شخص ہے جو کہ خارج و بیداری میں ان دونوں منصبوں کے ساتھ سرفراز ہو، اگر کوئی شخص اپنے آپ کو خواب میں بادشاہ دیکھے تو وہ بادشاہ نہیں ہو جاتا تاوقتیکہ خارج میں بادشاہ نہ ہو۔

چو غلام آفتابیم ہمہ از آفتاب گویم نہ شبنم نہ شب پرستم کہ حدیث خوا گیم

[چونکہ میں آفتاب کا غلام ہوں (اس لئے) سب کچھ آفتاب سے کہتا ہوں، میں شب اور شب پرست نہیں ہوں کہ خواب کی بات کروں] اتنا ہے کہ وقائع و منامات صادقہ بشرات ہیں اور اولیاء کی استعدادات کی خبر دینے والے ہیں، کبھی وہ حقیقت استعدادی ظہور میں آجاتی ہے اور کبھی ظہور میں نہیں آتی، کوشش کرنی چاہئے کہ معاملہ قوت سے فعل میں آجائے اور گوش سے آغوش تک پہنچ جائے۔ آپ جن بزرگ کی صحبت میں وقت گزارتے ہیں اپنے انکی خوبیاں تحریر کی تمھیں جو کہ اس زمانہ میں بہت غنیمت ہے اور ان کے بارے میں توجہ و فاتحہ (دعا) طلب کی تھی، ان بزرگ کے بارے میں توجہ کی گئی اور ان کی توفیق کی زیادتی کیلئے (دعا کی گئی) اللہ تعالیٰ قبول فرما۔

مکتوبات ۲

مولانا محمد صیف کے نام ان کی نسبت کے بیان اور نصیحتوں کے ذکر میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذين اصطفى: اخوی و اعز می مولانا محمد حنیف کے گرامی نامہ نے پہنچ کر خوشوقت کیا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور دور افتادوں کی یاد سے

فارغ اور مطلب کے شوق سے خالی نہیں ہیں، دل آپ کی طرف متوجہ رہتا ہے نہیں جانتا کہ کس روش زندگی بسر کرتے ہیں اور کن طریقوں پر عمل کرتے ہیں۔

خوابم بشد از ریدہ درین فکر جگر سو کاغوش کہ شد منزل و آسایش خوابت

(اس جگر سو فکر میں میری آنکھوں سے نیند اڑ گئی کہ تیری میند کی منزل و آسایش کس کی آغوش بنی)۔ ان قریبی دنوں میں اس جانب سے کسی دوست کا ایک مکتوب پہنچا ہے کہ (جس میں) آپ کے اطوار کی شکایت ظاہر کی ہے آپ کا نام نہیں لکھا ہے لیکن غالباً آپ کی مخالفت کی ہے اور شکایت بھی محل پیش کی ہے، اس کے پڑھنے سے دل بہت رنجیدہ ہوا کہ اس نے آپ سے کیا دیکھا ہو گا جو لکھا ہے اگرچہ ظاہر کو دیکھنے والے لوگ اہل باطن کے متعلق کیا خبر رکھتے ہوں گے لیکن چونکہ طبیعت کو آپ کے ساتھ محبت اور ایک گونہ میلان ہے اور دل آپ کے کمال کا خواہاں ہے (اس لئے) معمولی چیز سے بھی بے چین ہو جاتا ہے اور قلق پیدا ہو جاتا ہے خط لکھنے کے دوران کچھ توجہ آپ کے باطن کی طرف کی گئی حاصل کی ہوئی نسبت سے معمول پایا اور توقع سے زیادہ مفہوم ہوا، کوئی غبار دل میں نہیں رہا الحمد للہ سبحانہ علی ذلک و علی جمیع نعمائے [اس بات پر اور اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں پر اس کی حمد ہے] اہل حقوق کی خوشنودی کے لئے ہرگز کوئی ایسا کام نہ کریں جو کہ مالک حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی ناراضگی کا باعث ہو، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حق تمام حقوق پر غالب ہے اس کے حق کی پوری طرح رعایت کرتے ہوئے دوسروں کے حقوق میں مشغول ہونا چاہئے اپنے اوقات کو مضبوط رکھیں اور اہل غفلت و اہل دنیا کے ساتھ حتی الامکان تعلق نہ رکھیں اور طالبین کے احوال میں اچھی طرح مشغول ہوں کسی کو ضمنی بنانے اور کسی دوسرے شخص کا مرض سلب کرنے وغیرہ کے بارے میں عمدہ چیز سمیت (توجہ) کا جمع کرنا اور وحدانی التوجہ (توجہ کی یکسوئی والا) ہونا ہے اور اگر اس قسم کے امور درمیان میں نہ ہوں تو کوئی نقص نہیں ہے اور ولایت اس سے وابستہ نہیں ہے یہ زائد خوبیوں میں ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۰۲

حافظ محمد شریف کے نام نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

خدام حافظ چچا اس دور افتادہ کا سلام عافیت انجام پڑھیں اور دعائے خیر سے (مجھ کو) نہ بھلائی اور اس چند روزہ عمر کو اہم امور میں صرف کریں اور راتوں کو عبادت کرنے اور صبح کے وقت کے رونے کو غنیمت جانیں اور تاریک راتوں کو انوارِ اذکار کے ساتھ روشن رکھیں اور تجارت میں سچ بولنے اور امانت کو

محوظ رکھیں حدیث شریف ان اللہ یحب التاجر الصدوق [بیشک اللہ تعالیٰ اپنے تاجر کو پسند فرماتا ہے] آپ نے سنی ہوگی اور عقود فاسدہ دربوہ (فاسد اور سودی لین دین) سے بچتے رہیں اس بارے میں پورا اہتمام رکھیں کہ یہ علماء کی لغزش کا مقام ہے چہ جائیکہ غیر علماء، اس زمانہ میں ایسا کون عالم ہوگا جو ان عقود (بیع و شرا) سے بچا ہوا ہو، الا من عصمہ اللہ سبحانہ [مگر جس کو اللہ تعالیٰ بچائے]۔ متدین علماء سے ہمیشہ ان عقود کی معلومات حاصل کرتے اور اس معیشت کی تحقیق کرتے رہیں اور حق سبحانہ و تعالیٰ سے اس مہلک گرداب سے نجات کے طالب رہیں۔ والسلام علی من اتبع الهدی [ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلام]

مکتوبات ۲۰۳

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کما افتاد بقا کے پیچیدہ اسرارِ قیومیت کے دقائق اور انسان کامل کی جامعیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ! لئے نقابت دستگاہ! انسان کامل کی جامعیت کے بارے میں کچھ تحریر کیا جاتا ہے غور سے سنیں، کوئی عارف فناء کے کامل کے بعد جو کہ حقیقتِ عدمیہ کہ اس کی انا کا مورد ہے کے دور ہو جانے سے وابستہ ہے جب اسم الہی جل شانہ کے ساتھ بقا پیدا کر لیتا ہے اور حقیقتِ نبوتیہ حقیقتِ عدمیہ کی جگہ لے لیتی ہے تو اس میں تدریج و تصرف کرنے والا وہی اسم ہوگا اور وہ اس اسم کے اوصاف کے ساتھ مقف و آراستہ ہو جائے گا اور اس اسم کی حیات، و علم و سمیع و بصیر کلام و ارادہ و قدرت کے ساتھ حی و عالم و قادر و سمیع و بصیر و متکلم ہو جائے گا کیونکہ ہر اسم الہی جل سلطان اسماء و صفات کو متضمن ہے اور چونکہ وہ اسم دوسرے اسم کا ظل ہے اور اس اسم کی جزئیات میں سے ایک جزئی ہے (اس لئے) عارفِ قلل کی راہ سے اصل کے ساتھ مل جائے گا اور اسم سابق کی طرح اسم لاحق کے اوصاف کے ساتھ منصف ہو جائے گا اور پھر اُس اصل سے اس (اصل) کی اصل کے ساتھ مل جائے گا اور دوسری اصل سے تیسری اصل اور تیسری سے چوتھی اور پانچویں اصل تک الی ماشاء اللہ تعالیٰ (اور اس سے آگے جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے گا) متحقق ہو جائے گا اور چونکہ ہر اسم کو دوسرے اسم کے ساتھ ایک مشا کرت (اسم) مابہ الماشترک (جزو مشترک) کی راہ سے دوسرے اسم کے ساتھ بھی جو کہ اس (اسم) کے اصول سے مختلف ہیں بقا حاصل کر لے گا اور یہ تمام بیشمار اور لاتعداد اسماء عارف کے اجزائی مانند ہو جائیں گے یہاں تک کہ وہ حضرت ذات تعالیٰ و تقدس تک پہنچ جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ صدیوں کے بعد

ہزاروں میں کسی ایک کو بقائے ذات کے ساتھ مشرف کرتے ہیں اور اس مرتبہ مقدس سے اس عارف کو ایک ذات جو کہ چوٹی سے کچھ حصہ رکھتی ہے عطا فرماتے ہیں جو کہ عارف کی کنہ (حقیقت، ماہیت) ہوتی ہے اور اور یہ تمام اوصاف اُس ذات کے ساتھ قائم ہوتے ہیں بلکہ افرادِ عالم بھی اس ذات کے ساتھ قائم ہوتے ہیں کیونکہ افرادِ عالم اس کے بالمقابل ہیں، چونکہ اسما و صفات کے مظاہر ہیں (اور) کوئی ذات ان میں کائن (کار فرما) نہیں ہے اس لئے وہ عارف خلیفۃ اللہ ہونے کے حکم سے قیومِ عالم ہو جاتا ہے اور وزیرِ کا حکم حاصل کر لیتا ہے۔ فَاَنْظُرْ اِلٰی اٰتَارِ رَحْمَتِ اللّٰهِ کَیْفَ یُخْرِجُ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (پس نوادہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانیوں کی طرف دیکھ کہ وہ زمین کو اس کے مردہ ہوجانے کے بعد کس طرح زندہ کرنا ہے)۔ اس وقت وہ ذات حقیقتِ ثبوتیہ کی جگہ قائم ہو جاتی ہے اور مدبر و متصرف (تدبیر و تصرف کرتے والی) ہو جاتی ہے۔ یہاں سے اس عارف کی جامعیت کو سمجھنا چاہئے کہ تمام افرادِ عالم اس کے مقابلہ میں حقیر جزو کا حکم رکھی نہیں رکھتے قطرہ کو دریا کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے اور ان (افرادِ عالم) کو اس (عارف) کے ساتھ وہ (نسبت) بھی نہیں کیونکہ اوصاف کو ذات کے ساتھ لاشئ اور مستہلک ہونے کی نسبت ہے، ذکر کرنے کے وقت گویا وہ کسی ہزار زبانوں کے ساتھ ذکر کرتا ہے، ہر ایک اسم اپنی زبان کے ساتھ ذکر ہے اور عارف ان سب کے کل کی جگہ ہو اور تحریم (نماز کی نیت) یا نہ ہونے کے وقت گویا کسی ہزار اشخاص تحریمہ باندھے ہیں اس کے بعد یہ سب اشخاص قرابت کرتے ہیں اور رکوع و سجود میں جاتے ہیں اور اس عالم امکان کے حقائق میں سے اکثر بھی عارفِ مذکور کے ساتھ ان امور میں شریک ہو جاتے ہیں۔ دوسرے لوگ ایک زبان کے ساتھ ذکر کریں اور وہ بھی چونکہ نفسِ امارہ کی انانیت (میں پن) سے پاک نہیں ہے (اس لئے) وہ ذکر بھی اُنہی (لوگوں) کی طرف ٹوٹنے والا ہے اور بارگاہِ قدس کے لائق نہیں ہے اور یہ عارف چونکہ انانیت سے رہائی حاصل کر چکا ہے (اس لئے) ہزاروں زبان کے ساتھ ذکر ہے اور کسی میں بھی خود درمیان میں نہیں ہے۔ ظاہر ہیں عوام ان دونوں کو ذکر و عابد جانتے ہیں اور فرق کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں بلکہ عارف کا مل طور پر حضور ہو گیا ہے اور وہ غفلت میں بھی حاضر ہے کیونکہ علمِ حضوری میں کسی وقت بھی غفلت نہیں پائی جاتی اور غافل لوگ اس سے غافل ہیں، پس عارف مذکور غفلت میں بھی حضور کے ساتھ ہے اور دوسرے لوگ عینِ حضور میں بھی غافل اور وہ میں یلما مر (گذشتہ بیان کی وجہ سے) اور نیز ان کے حضور کی انتہا حصول میں ہے اور حصولِ عینِ غفلت ہے اور عوام ان لوگوں کو حاضر و ذکر جانتے ہیں اور اُس کو غافل ہذا ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ الصراط (راستہ) سبحانہ و تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے)۔

پری ہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ بوالعجبی است
 دپری نے چہ چھپایا اور دیو کرشمہ و ناز میں مصروف ہے، حیرت سے عقل جل گئی کہ یہ کتنی عجیب بات ہے۔

ایک نکتہ ہے گوش ہوش سے سُنیں کہ جب عارف اپنے آپ کو کلمہ اَنَا (میں) کے اطلاق سے پاک اور بری کر لیتا ہے اور نفسِ امارہ کی انانیت سے پوری طرح رہائی حاصل کر لیتا ہے تو ہلّ جَزَاءِ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانِ (کیا احسان کی جزا احسان کے سوا کچھ اور ہے) کے مطابق معشوق کا احسان آپہنچتا ہے اور اس گم شدہ کو اپنی انامیس جگہ دیتا ہے اور وہ عاشق صادق غیریت کی کشاکش سے چھوٹ کر ایک معشوق کی اَنَا کے خلوت خانہ میں آرام پاتا ہے، اس گروہ کی ایک جماعت ہے جو چاہتی ہے کہ معشوق کو اپنی اَنَا میں سمولے اور اپنی اَنَا کے خرابے اور دیرانے میں مطلوب کو اتارے اور اس کے ساتھ خوش ہو جائے، وہ نہیں جانتے کہ انھوں نے مطلوب کے ظلال میں سے ایک ظل کے ساتھ آرام حاصل کیا ہے اور اس بے پایاں ذات سے سولے نمونہ کے کچھ حاصل نہیں کیا ہے۔

تو از خوبی نمی گنجی بعالم مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

[جب تو خوبی کی وجہ سے عالم (دنیا) میں نہیں ہما سکتا تو میری آغوش میں بھلا کہاں ہما سکتا ہے]

ہم اہل بات بیان کرتے ہیں، جو ذات کہ عارف کو بخشی گئی ہے چونکہ وہ بیچونی سے کچھ حصہ رکھتی ہے اس کی جامعیت ظاہری نگاہ میں چون کے درک میں نہیں آتی، لیکن حقیقت میں تمام اسماء و صفات سے جو کہ عارف کے اجزائی مانند ہو گئے ہیں زیادہ جامع ہے بلکہ اس جامعیت کو اس جامعیت کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں ہے اور اس کے مقابلے میں لاشے ہونے کا حکم رکھتی ہے سبحان اللہ و بحمدہ اس قسم کی وسیع مملکت کو حقیر شخص کی صورت میں ظاہر کیا گیا ہے اور ملک و ملکوت کے ان تمام خزانوں کو اس طرح کے بے قدر و قیمت و برانہ میں ودیعت فرما دیا گیا ہے اور ان سب بے رنگ حسن و جمال اور بے کیف انوار و اسرار کو اس ظلمانی ڈھانچہ میں جو کہ ذیل (گند) پانی سے پیدا ہوا ہے نہاں کر دیا گیا۔ وَمَا ذَلِكْ عَلَى اللَّهِ بَعِزٌ (اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے) اور اس نہاں کرنے میں حکمت ابتلا و اختبار (آزانا اور جانچنا) لَيْمِزُ الْحَيِّثُ مِنَ الطَّيِّبِ (تاکہ ناپاک کو پاک سے الگ کرے) جس شخص کی نظر نے عارف کے باطن و حقیقت میں نفوذ کیا اس کی برکات سے وہ پُر اور سیراب ہو گیا اور جس کی نظر اس کی صورت پر رہی پھری رہی اور اس نے اپنی بے حقیقت صورت کی طرح تصویر کیا وہ اس کی برکات سے محروم رہا اور لبردی خسارہ کے ساتھ داغدار ہو گیا اُس نے یہ نہیں جانا کہ یہ عارف کا بل طور پر مغر ہے کہ کوئی چھلکا درمیان میں حائل نہیں ہے اور اس کی چھلکا ہونے کی صفت پوری طرح مغز میں تبدیل ہو گئی ہے اور دوسرے سب لوگ بے مغز چھلکا ہیں لیکن اس تبدیل شدہ چھلکے کو چونکہ اس کے چھلکے والے جسم پر باقی چھوڑ دیا گیا (اسلئے) ہر وقت بے مغز چھلکے کے ساتھ ظاہری مشارکت رکھتا ہے اور اس ظاہری

مشارکت کے ساتھ کہ جسمانی قید سے وابستہ ہے جو کہ جسم کے ٹوٹنے کے بعد باقی ہے مجبوروں کی آنکھ میں خاک ڈال کر اپنے دوستوں کو بخود کر کے اپنے ساتھ رکھتا ہے، اولیائی تخت قبائی لایعزہمہ غیری [میرے اولیاء میری قبلے نیچے ہیں ان کو میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا] قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلَىٰ بَصِيْرَةٍ اَنَا وَّمَنْ اَتَّبَعْنِي وُسْبُحْنَ اللّٰهُ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ [آپ کہہ دیجئے کہ میرا راستہ ہے میں اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح بدعت دینا ہوں کہ قبلہ ویرا اتباع کرنیوالے اچھے ہیں اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں]۔

مکتوب ۲۰۲

اسد اللہ بیگ کے نام ممکن کے فقرا اور واجب تعالیٰ عزوجل کے غنا کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل جو کہ کمال عبودیت کے ساتھ متحقق ہیں اور جنہوں نے ربوبیت کے اسرار کو ظاہر فرمایا ہے نیستی و بندگی کے حسن جمال کو (آپ کے باطن کے آئینے پر جلوہ گر کرے اور ہم ساری وضار و ندی کے دعوے سے نجات و رہائی دے، بندہ بندگی کے احکام میں جتنا زیادہ پختہ ہوگا اور ذاتی نیستی اور پیدائشی فقر کی دید اس پر جھنڈ غالب ہوگی، ہستی اور کمالات و جوبی کا ظہور اس کے حق میں اسی قدر زیادہ ہوگا اذ بندھا تبیین الاشیاء [کیونکہ چیزیں اپنی صندے پہچانی جاتی ہیں] حسن و جمال و غنا اور تمام کمالات کا بوجہ کمال ہونا ذات لم یزل ولا یرال (اللہ تعالیٰ) کا خاصہ ہے، فقر و نیستی و احتیاج و ذلت و فقر و نقص تجھ میں ہونا چاہئے تاکہ اُس کا ظہور اس کے ساتھ ہو، اُس نے مخلوق کو ذلت و نیستی اور احتیاج کی صفت کے ساتھ پیدا کیا اور اپنے وجودی کمالات کا کچھ پر تو بھی اس میں یہاں فرمایا، جس شخص نے اپنے آپ کو اس عاریتی کمال اور نمود بے بود کے باوجود کامل و خیر خیال کیا وہ نفس امارہ کی قید میں پھنس گیا اور قرب کی سعادت سے محروم ہو گیا اور بعد (دوری) و حرمان (بے نصیبی) کے داغ میں گرفتار ہو گیا پس اس کے لئے پوری طرح ہلاکت ہے اور جس شخص نے عاریتی کمالات کو اس کے اہل کے سپرد کیا اور اپنے ذاتی فقر و نیستی کی دید کے ساتھ متحقق ہوا اُس نے قرب وصال کی دولت کی طرف ہدایت پائی، اور اس نے نیستی کے جال کے ساتھ ہستی کو شکار کیا اور ذلت کی راہ سے عزت کے مقام پر پہنچ گیا پس اس کے لئے شادمانی و خوشخبری ہے اور اس کی پیدائش سے جو کچھ مقصود تھا وہ اس نے پورا کر دیا اور نعمت اس کے حق میں پوری ہو گئی۔ اَوْ مَن كَانَ مُبْتَلٰی فَاَجَبْنٰهُ وَجَعَلْنٰهُ نُوْرًا یَّمْشِیْ فِیْ النَّاسِ ۝ [یا ایسا شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے

نور پیدا کیا کہ وہ اس نور کے ساتھ لوگوں میں چلا ہے اُس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جس کا عالم یہ ہے کہ ظلمات میں مبتلا ہے جس سے وہ ہرگز نکلنے والا نہیں [یہ آیت کریمہ اُس شخص کے حال کو بیان کرتی ہے اور وصیت من قتلته فاذا دیتہ [جس شخص کو قتل کروں تو اس کی میت (خونہا) میں ہی ہوں] اس کی شان کو ظاہر کرتی ہے اور یہ کمال سید کوئین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع کا مل پر موقوف ہے۔ اللہ عزوجل ارزقنا کمال متابعتہ و الثبات علیٰ محبتہ و یرحم اللہ عبدالہ اقال امیناہ [اے اللہ! ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی اور آپ کی محبت پر ثابت قدمی مرحمت فرما اور اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے آمین کہی]۔

مکتوبہ ۲۰۵

میرزا امان اللہ برہنپوری کے نام مخ سجادہ تعالیٰ کی درایت اور ولایات اللہ صغریٰ و کبریٰ علیا کے بعض کمالات و کمالات نبوت اور جو کمال کہ اس سے اوپر ہے ان سب کا مجمل و مختصر بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً للہ اولاً و آخراً و مصلیاً علیٰ رسولہ محمد و آلہ دائماً و سروراً اما بعد، صحیفہ شریفہ نے مشرف کیا آپ نے روشن احوال اور بلند واقعات کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا اس نے باطنی ذائقے اور عقلی (ذہنی) لذتیں بخشیں اللہ تعالیٰ مزید درمیر عطا فرمائے اور نور علی نور کرامت فرمائے اور دوستوں کے جو حالات و واقعات آپ نے لکھے تھے ان کے مطالعہ سے بھی حظوظ حاصل ہوئے: اللہم اکثر اخواننا فی الدین و وثیننا و ایاہم علی متابعتہ سید المرسلین علیہ و علیہم الصلوٰۃ و البرکات الی یوم الدین [اے اللہ! ہمارے دینی بھائیوں کو زیادہ کر دے اور ان کو ادرم کو سید المرسلین جن پر یاقاً اقیامت اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں گی متابعت پر ثابت قدم رکھ] امید ہے کہ اسی طریق پر دور افتادہ دوستوں کو یاد کرتے رہیں گے اور تازہ کیفیات و واردات (کی اطلاع) ارسال کر کے خوشوقت کرتے رہیں گے، ہمت کو بلند رکھیں اور وقائع کو بشارت جانیں جو کچھ بیداری میں حاصل ہو وہ اس شخص کی ملکیت ہے۔ ع

انہرچہ می رود سخن دوست خوشتر است [دوست کی جو بات بیان کی جائے پسندیدہ ہے] میرے محمد و! اس فانی دنیا میں ہم سے اور آپ کو کچھ طلب کیا گیا ہے وہ حق جل و علا کی معرفت ہے چونکہ مطلوب حقیقی آفاق و انفس سے ماورائے ہے (اس لئے) اس کا طالب جب تک آفاق و انفس سے نہ گزر جائے معرفت کی طرف راہ نہیں پاتا اور آفاق و انفس سے گزرنا ایک وجدانی امر ہے جب تک آدمی اس سے نہ گزرے اس کی حقیقت کو جیسی کہ وہ نہیں سمجھ سکتا من لم یذق لم یدر [جس نے نہیں چکھا اس نے نہ گزرتا ہے] یہ نسبت عالیہ

”نسبت جذبہ وسلوک“ و ”معاملہ دخول و خروج“ و ”انصال و انفصال“ و ”قرب و بُعد“ و ”غیبت و حضور“ و ”توحید و اتحاد“ و ”لفظ و معنی“ اور ”وہم و خیال“ سے ماوراء ہے پس وہ سبحانہ و تعالیٰ و راہ الہیہ و راہ انوار کی جاسکتی ہے حتیٰ کہ اس شخص کی ذات سے (بھی) نزدیک تر ہے مشکل ہے کہ محدود عقل اس کا پتہ لگا سکے اور وہم و خیال اس کو محال جانتا ہے اور اپنے آپ سے نزدیک تر تصور نہیں کر سکتا، وراثت کا بُعد کی جانب ہونا وہم کی جولانگاہ ہے، فالحق تعالیٰ اقرب فی الوجود و ابعد من الوجدان [پس حق تعالیٰ وجود میں اقرب اور وجدان سے ابعد ہے] یہ کمال ولایت کبریٰ کے کمالات میں سے ہے جو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ و البرکات کی ولایت ہے اور ولایت صغریٰ جو کہ اولیاء کی ولایت ہے قرب کے مراتب میں منحصر ہے کیونکہ قرب کی غایت (انتہا) متحد ہونا اور دوی کا رفع ہونا ہے اقربیت کا معاملہ اس سے زیادہ نازک ہے اور اتحاد گزر جانا چاہئے تاکہ اقربیت رونما ہو، رع

لذت نے شناسی بخدا تا نہ چشتی [خدا کی قسم، جب تک تو شراب کو نہیں چکے گا اسی لذت نہیں پہچانتا] عالم امر کے کمالات اس جگہ ختم ہو جاتے ہیں اور اطمینان نفس کی حقیقت اس مقام میں حاصل ہو جاتی ہے اور ولایت کبریٰ سے گزرنے کے بعد ولایت علیا ہے جو کہ ملار اعلیٰ علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ و البرکات کی ولایت ہے اور اس ولایت کے کمالات سے کامل حصہ غصہ خاک کے سوا باقی تین عناصر کے کمالات سے گزرنے کے بعد کمالات مرتبہ نبوت سے ہے، ان تینوں ولایتوں (ولایت اولیاء و انبیاء و ملائکہ علیہم السلام) سے گزرنے کے بعد کمالات انبیاء علیہم الصلوٰۃ و البرکات میں بسر شروع ہوتی ہے جو کہ اصالت کے طور پر انبیاء علیہم البرکات و الصلوٰۃ کا حصہ ہے اور تبعیت کے طور پر ان کے وارثین کو (بھی) اس سے حصہ ملتا ہے، اس مقام میں عارف صورت شریعت سے حقیقت شریعت کی طرف ترقی کرتا کر اور صورت اعمال سے حقیقت اعمال تک پہنچتا ہے پہلے ترقیات اعمال کی صورت کے ساتھ وابستہ اور ان کا نتیجہ تھیں اور اس مقام میں عروج (ترقی) اعمال کی حقیقت کے ساتھ وابستہ ہے اور (عارف) حقیقت کے ثمرات و نتائج حاصل کرتا ہے یہاں سے کمالات ولایت اگرچہ وہ ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ و البرکات ہی کی ہو اور کمالات نبوت میں فرق معلوم کر لیجئے کہ صورت کا حقیقت کے مقابلہ میں کیا قدر و اعتبار ہے پس ہر ایک کے نتائج بھی اسی انداز پر ہوں گے اور اس حالت کے گزر جانے کے بعد ایک ایسا معاملہ پیش آتا ہے کہ جوارح (اعضا) و قلوب کے اعمال اس مقام میں اثر نہیں رکھتے اور صورت و حقیقت (دونوں) راستہ میں رہ جاتی ہیں ترقی اور کمالات کا افاضہ (حاصل ہونا) اس مقام میں محض فضل و احسان کے ساتھ

وابستہ ہے، یہ نہ کہا جائے کہ اس وقت میں عارف کا شریعت سے استغناء لازم آتا ہے اور (حالانکہ) کوئی شخص کسی وقت میں بھی شریعت سے مستغنی (بے نیاز) نہیں ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ جو کچھ ممنوع ہے وہ تکالیف شریعت کا سا قطم ہوتا ہے اور یہ غیر واقع ہے کیونکہ کامل عارفین (بھی) عوام کی طرح ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں اور اوامر کے بجالانے اور نہیات سے بچنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رکھتے اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ شریعت معاملہ کی اصل و بنیاد ہے اور اصل و بنیاد کی ہر وقت ضرورت ہوتی ہے درخت خواہ کتنا ہی بلند ہو جائے اور عمارت خواہ کتنی ہی اونچی چلی جائے بحر اور بنیاد سے چارہ نہیں رکھتی، یہ معاملہ بالاصالت انبیاء و اولوالعزم علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے اور ان اکابر کی تبعیت (پیروی) کے طفیل میں دیکھئے کس کو اس دولت سے نوازتے ہیں اور جب معاملہ تفضل (فضل و کرم کرنا) سے اوپر چلا جاتا ہے تو کمالات کا فاضل اس مقام میں محبت ذاتیہ کی راہ سے ہوتا ہے اور محبت میں دو کمال ہیں محبت ذاتیہ جو کہ بالاصالت حضرت کلیم (موسیٰ) علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے اور محبوبیت ذاتیہ جو کہ بالاصالت حضرت خاتم الرسل و شفیع الامم علیہ و علی جمیع الانبیاء و اتباعہم الصلوٰۃ والتسلیمات و البرکات کا حصہ ہے، معلوم نہیں کون صاحب نصیب ہے کمان کے طفیل اُن کے اس کمال سے بہرہ یاب ہوا و اُن کے خاص پس خوردہ (جھوٹے) سے کوئی گھونٹ نوش کرے۔

ورقافہ کہ اوست دائم نرسم ایں بسکہ رسد ز دور بانگ جرم
[میں جانتا ہوں کہ جن قافلہ میں وہ ہے میں وہاں نہیں پہنچ سکتا، یہی کافی ہے کہ دور سے جوں (گشتی) کی آواز تک پہنچ رہی ہے]
مختصر یہ ہے کہ یہ تمام قرب و معرفت کے درجات ہیں جس درجہ سے بھی حصہ غایت فرمایں
بہت بڑی نعمت ہے اور ہمیشہ آنسو بہاتے ہوئے (گریہ و زاری کرتے ہوئے) کرمیوں کے دسترخوان پر
آنکھیں لگا دینی چاہئیں اور صاحبان اولش (اہل پس خوردہ) سے ہمیشہ امیدوار رہنا چاہئے۔
باکرمیاں کار ہادشوار نیست (کرمیوں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے)
چشم دارم کہ دہرا شک مرا حسن قبول آنکہ در ساختہ است قطرہ بارانی را
[میں امید رکھتا ہوں کہ وہ (اللہ) جس نے بارش کے قطرے کو موتی بنا دیا ہے میرے آنسوؤں کو حسن قبول عطا فرمایگا]
والسلام علیکم وعلیٰ ائمتہ الہدیٰ و الذین تابعوا المصطفیٰ علیہ علی الصلوٰۃ والتسلیمات الطیبات البرکات العلیٰ۔

حقائق آگاہ خواجہ محمد باشم کشی کے نام اپنے اور ان قدر سو کے بعض کمالات کے تعلق اشارات کے بارے میں درج ہوا۔
 حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد حقائق دستگاہ و معارف آگاہ کے ضام سے عرض کرتا ہوں کہ اس ضرورت کے فقر کے احوال حمد و شکر کے لائق ہیں: **المستول من اللہ سبحانہ و بیدونہ خیر القناد** [اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے آپ کی سلامتی اور آپ کے مشائخ کے راستہ پر ظاہری اور باطنی طور پر استقامت کی دعا کی گئی ہے پس بیشک یہ کام کی اہل اور فیوض کا مدار ہے اور اس کے بغیر سب بیکار درج اٹھنا ہے]۔

۳۸۶

آج اصحابِ یسار (بائیں ہاتھ والے) چشم براہ ہیں کہ اصحابِ یمن (دائیں ہاتھ والوں) کے اسرارے آگاہی پائیں اور ان خزانوں سے کوئی موتی حاصل کریں، امید ہے کہ ازراہ کرم دریغ نہیں فرمائیں گے اور کل پر نہیں چھوڑیں گے اور تلخ دہنوں کو اپنے کریمانہ دسترخوان کی شیرینی سے نوازیں گے۔
 در سرم سودائے شیریں دلبرے ست تلخ کا ماں را بشیرینی سرے ست
 [میرے سر میں ایک شیریں دلبر کا سودا ہے۔ تلخ کاموں کو شیرینی کا ایک جنوں ہے]

امید ہے کہ جب اہلِ یسار کی باری آئے گی اور اس عالم کا معاملہ ظاہر ہوگا سب اس بات کی تمنا کریں گے کہ ان کے راستہ کی گرد کو اپنی چشم بصیرت کا سرمہ بنائیں اور ان کے حسن کے دسترخوان کے نمک کا ایک ذرہ طلب کریں۔

آں دارد آں نگار کہ آنست ہر چہ بہت آنرا طلب کنید حریفان کہ آں کجا ست

[وہ نگار (معشوق) وہ کیفیت رکھتا ہے جو کچھ بھی ہے میں وہی ہے، لے لے ہم مشروا اس کو طلب کرو۔ وہ کہاں ہے]

مختصر یہ ہے کہ المحسنۃ بعشرۃ امثالہا بل تسعائة [ایک نیکی کا دس گنا بلکہ نو سو گنا اجر ملتا ہے] مسلمہ فیصلہ ہے اس کے بموجب جو کچھ ہونے کے ایثار کریں اور بخل نہ کریں۔ **وَيُؤْتِي ثَوْرًا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ دَلْوًا مِّنْ حَمِيمٍ** [وہ ان کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو] ورنہ اصحابِ یسار [حسبِی اللہ] [اللہ تعالیٰ میرے لئے کافی ہے] کہتے ہوئے صباحت کی نعیم (نعمت و راحت) اور غلّت (غلیل ہونے) کے سرچشمہ سے ملاححت کی نسیم اور محبت کے گھونٹ پر کفایت کر لیں گے۔

ھنیئاً الارباب النعیم نعیہا وللعاشق المسکین ما یتجرع

[نعمت والوں کو ان کی نعیمیں مبارک ہوں اور غربت عاشق کیلئے جو گھونٹ دگھونٹ وہ پیتا رہی کافی ہے]

والسلام و لا و آخراً

مکتوب ۲۰۷

شیخ عبداللطیف شکر خانی کے نام وعظ و تذکر اور رضا کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حرم و صلوة کے بعد یہ محب اپنے لئے اور تمام دوستوں کے لئے اکمل المکونات (محمد مصطفیٰ) علیہ افضل الصلوات و اشمل التحیات والتسلیمات و اتم البرکات کے اتباع سنن کے طفیل آفات و مخات اور تعلقات سے تخلیہ (خالی ہونا) اور قبولات سے قطع تعلق اور سفلیات (پستوں) سے بلندیوں کی طرف اور بلند درجات سے بارگاہ صفات کی طرف اور ان سے ذات کی بلند بارگاہ کی طرف تخلص و منتقل ہونا کی دعا کرتا ہے۔ بھائیوں (دوستوں) سے ایسہ ہے کہ وہ ہوا و شیطان کے ابتلا کے باعث لٹائے رحمن کو فراموش نہ کریں گے اور صحت و امن کے زمانہ کو اللہ المنان کے ذکر کی کثرت کے ساتھ غنیمت جانیں گے اور کچھ وقت قرآن مجید کی تلاوت کے لئے مقرر کریں گے اور ان (برادران) کو جان لینا چاہئے کہ نفس بکثرت برائیوں کا حکم کرنے والا ہے اور دنیا ایک بہت بڑی جادوگر محبوبہ ہے اور اس کی لذتیں پسندیدہ ہیں اور آخرت فراموش کی ہوئی چیز ہے اور اس کی نعمتیں پوشیدہ ہیں اور شیطان نقد (حاضر فائدہ) کو رواج دیتا ہے اور مفلسی و محتاجی سے ڈراتا ہے، تو کیا عاقل کو خبر نہیں کہ بیشک دنیا عاجلہ (جلدی ملنے والی) ہے اور اس کا متاع فانی ہے جو واپس نہیں آتا اور آخرت کا فائدہ باقی ہے فوت ہونے والا نہیں ہے ﴿اَفَرِئِیْ یَوْمَ یُنْذِرُ بِمَا کَسَبَ رَہِیْثٌ﴾ [آج کے دن ہر شخص اپنے اعمال کے ساتھ گروی دھنسا ہوا] اپنے جوڑے (دوست) کے ساتھ ہمنشین ہے (وہ ساتھی) یا تو شیطان لعین ہے یا حور عین ہے تیرے اعمال پر فریاد ہے پھر اس چیز پر فریاد ہے جس کو تو نے ترجیح دی ہے تو نے تین چیزوں کو تین چیزوں پر ترجیح دے رکھی ہے تو نے تعب نفس و شغل قلب اور ثقل حساب کو راحت نفس و فراغ قلب اور خفت حساب پر ترجیح دی ہے، تو فانی جسم کی تعمیر میں مشغول ہے اور ظالم نفس کا پیٹ بھر رہا ہے، بارگاہ سبحانی کی جانب روحانی توجہات کرنے کو فراموش کر دیا ہے، تو نے اپنے قلب کو فانی چیزوں کی یاد اور ان کی لذتوں سے پُر کر دیا ہے اور ابھی تک تجھ کو تیری آرزوئیں حاصل نہیں ہوئی ہیں، عقلندر سے یہ بات تعجب خیز ہے کہ وہ امور عاجلہ (دنیاوی کاموں) میں تو تدبیر کا اہتمام کرے اور آخرت کے امور کو تقدیر کے سپرد کر دے، کیا اس کو اس بات کا یقین نہیں کہ امور دنیا کی تدبیر کو ساقط کر دینے اور امور آخرت میں کوشش کرنے اور کوتاہی کو ترک کرنے میں ہے، کیا اس نے یہ نہیں سنا کہ دنیا کی ہر حاجت کو ترک کرنا ہی

اس کا پورا ہونا ہے (اور آخرت کی حاجتوں کا پورا ہونا ان کو حاصل کرنا ہے) پس اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جو دارالغور و دنیا کے ساتھ مطمئن ہے اور اس پر خوشی کے ساتھ فریفتہ ہے تو برکی وحشت اور یوم نشور (قیامت) کی شدت کو بھول گیا ہے اور باطل میں ڈوبا ہوا ہے اور کتاب مسطور فی رق منشور ہے (اس کتاب سے جو اشارہ اوراق میں لکھی ہوئی ہے) اعراض کر رہا ہے ابھو و لعب کی طرف چل رہا ہے اور بیت المعمور کی طرف نہیں چلتا، اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعِثَ رَمَافِی الْقُبُورِ وَ حُصِّلَ فَاِی الصُّدُورِ لَاتَ رَحْمٌ بِھِمْ یَوْمَئِذٍ تَخْیِرُہُ (کیا اسوقت کو انسان نہیں جانتا جبکہ قبروں سے مردوں کو اٹھایا جائے گا اور ان بھیدوں کو جو سینوں میں چھپے ہوئے ہیں ظاہر کیا جائے گا، بیشک ان کا رب اس دن اُن کے احوال سے باخبر ہے) والسلام علی من اتبع الهدی۔

مکتوب ۲۰۸

محمد یوسف خادم کے نام حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کے مکاشفہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ حامداً و مصلياً، ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بعض ظاہری تفرقوں (عدم حضور) سے جو کہ باہم زندگی بسر کرنے اور دل جل کر رہنے کے لئے لازم ہے تنگ آ گئے تو خلوت و گوشہ نشینی کا قصد کیا، فرماتے تھے کہ میں نیت کی تصحیح اور جگہ کے تعین کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا اور تضرع کر رہا تھا، اس اثنا میں اس طرح ظاہر کیا گیا کہ اچھا اور پسندیدہ و زیادہ مناسب و لائق وہی طریقہ ہے کہ جس پر تو ہے نہ گوشہ نشینی و خلوت گزینی۔ اس دوران میں سرسبز نظر ٹپری، میں نے دیکھا کہ گویا یہ مقام ایک گہرا کنواں ہے اس کنوئیں سے کوئی چیز باہر نہیں آتی پس سمجھ لیجئے، والسلام علی الیہ السلام و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین۔

مکتوب ۲۰۹

۳۹۹

میرزا اسماعیل خان بیگ کے نام نصیحت اور طریقہ تعلیم و تہذیب قدس سرہ اربابا بہا کی تعریف میں تحریر فرمایا۔ میرے مخدوم! دنیا دارِ عمل اور کاشتکاری کی جگہ ہے، عیش و فراغت دار آخرت کے لئے تیار کی گئی مقبول بندہ وہ ہے جو کہ اس چند روزہ زندگی کو طاعات کے وظائف سے آباد رکھے اور غفلت کے ساتھ نہ گذارے اور عیش و آرام میں مشغول نہ ہو کیونکہ اس کا نتیجہ آخرت میں بے فائدہ حسرت و تلامت کے سوا نہیں ہوگا، قلبی ذکر کی اس قدر پابندی کرنی چاہئے کہ وہ دائمی ہو جائے اور دل کی صفت لازم رہے جائے

جیسا کہ سناکان کی صفت اور دیکھنا آنکھ کی صفت ہے اور یہ بات طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں آسان عمل کے ساتھ میسر ہے کیونکہ ان بزرگواروں نے سیر کی ابتدا عالم امر سے کی ہے اور اس کی نہایت کو ہدایت (ابتداء) میں درج فرمایا ہے پس طالب صادق کو اس طریقہ عالیہ کا اختیار کرنا اولیٰ واسبب ہے اور نیز اس طریقہ کے اکابر نے سنت کے اتباع اور بدعت سے اجتناب کو اختیار کیا ہے جو کہ برکات کا ثمرہ عطا کرنے والا اور محبت ذاتیہ کا نتیجہ دینے والا ہے جو کہ اہل سلوک کا بلند ترین مقام ہے آیت کریمہ **قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ** (آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا) اسی معنی کی شاہد ہے، والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۲۱

میرک عباد اللہ ولد قاضی محمد زکریا کمالی کے نام علم کے رقوم میں منقسم ہونے اور جو علم واجب سے تعلق رکھتا ہے اور جو علم ممکن سے تعلق رکھتا ہے ان دونوں میں تمیز کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله رب العالمین والسلام علی سیدنا محمد و آلہ اجمعین، علم جو کہ انکشاف سے تعبیر کیا جاتا ہے دو قسم پر ہے، ایک قسم یہ ہے کہ انکشاف کے ساتھ احاطہ بھی ہو اور دوسری قسم یہ ہے کہ محض انکشاف ہو اور احاطہ نہ ہو، جو علم ممکن کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وہ قسم اول میں داخل ہے اور جو علم واجب سے متعلق ہے وہ دوسری قسم کا ہے اور اس (دوسرے) علم کو ادراک بسیط کہتے ہیں اور عدم احاطہ کی علامت (دشمن) یہ ہے کہ کیفیت ادراک میں نہ آئے اور دوسری آخری (آخرت میں دیدار الہی ہونا) علم کی قسم ثانی کے مائل (مانند) ہے کہ وہاں کیفیت معلوم ہوئے بغیر محض انکشاف ہے اور (کیفیت) معلوم بھی کیسے ہو کہ اُس تعالیٰ شانہ و عزت پرانہ کی بارگاہ میں کوئی کیفیت نہیں ہے (یعنی کیفیت سے منزہ و پاک ہے) والسلام

مکتوب ۲۱

میر محمد خانی کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً و مصلیاً، برادر عزیز! وقت بہت ہی عزیز ہے، نہایت عزیز اور اشرف چیز میں صرف ہونا چاہئے اور وہ (چیز) مولائے حقیقی جل شانہ کی عبادت اور اس کے پسندیدہ

کاموں کو بجا لانا اور شرعی محرمات و ممنوعات سے اجتناب کرنا ہے، مالک حقیقی کی طاعت و فرمانبرداری کی لذت کو محرمات کی لذت سے زیادہ جاننا چاہئے، کونسی نعمت اس سے زیادہ خوشگوار ہے کہ نعمتوں مالک جل و علا اس شخص سے اور اس کے عمل سے راضی ہو جائے اور اس سبحانہ و تعالیٰ کی ناراضگی سے زیادہ اور کونسا رنج و غم ہے، وصال کی لذت جناتِ نعیم کی لذتوں سے زیادہ ہے اور جہائی کا غم دوزخ کے عذاب سے بدتر ہے، فطوبی للرفیقین وویل للمسوفین [پس توفیق یافتہ لوگوں کیلئے عیش ہے اور زائل شمول کرنے والوں کے لئے افسوس ہے] والسلام ادکلا واکثرا۔

مکتوب ۲۱۲

ملاگل محمد مفتی پشاور کے نام عزائم امور (اہم کاموں) پر رہنمائی کرنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔
میرے محروم! آپ نے عظیم کام سامنے رکھا ہے اور بڑی خدمت کو اختیار کیا ہے اس کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا خصوصاً زمانہ کے اس حصہ میں بہت ہی مشکل ہے، کمال درجہ کا علم و دانش اور بہت زیادہ تقویٰ دینیہ اور حکام و اہل اقتدار کی موافقت اس بزرگ کام میں درکار ہے، اہل زمانہ کے دل میں اس قدر سستی جاگزیں ہوگئی ہے کہ امر و نہی کو ان کے سامنے بیان کرنا بہت دشوار ہے ڈرتے اور کانپتے رہنا چاہئے ظہور المفتی جس جھنڈ [مفتی کی پیٹھ جھم کھیل ہے] آپ نے سنا ہوگا۔ حدیث اجراکم علی الفتی اجراکم علی النار [تمہیں سے فتویٰ پر زیادہ جرأت کرنے والا دوزخ پر زیادہ جرأت کرنے والا ہے] آپ کے کانوں تک پہنچی ہوگی عقلمندوں سے تعجب ہے کہ اس قسم کے نازک کام میں داخل ہوتے ہیں بظاہر ان کی نیت نیک ہوگی اگرچہ ہم نہیں جانتے اپنے اہل و عیال کی خوراک کے لئے کوئی عقلمند جائز نہیں سمجھتا کہ اس طرح کی عظیم ہلاکت میں اپنے آپ کو ڈالے، کوئی اور بات ہوگی، اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔ رَبَّنَا لَا تُزِمْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ يُسْرًا رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ [اے ہمارے پروردگار! جبکہ تو نے ہمیں ہدایت دی ہے تو اب ہمارے دلوں کو کج نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما بیشک تو بہت عطا کرنے والا ہے]۔

مکتوب ۲۱۳

حاجی محمد عازم کے نام درجائے لایمت لطائف عالم اور ان کے مناسب امور اور لطائف عالم خلق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، برادر گرامی حاجی عارف کے مکتوب مرغوب نے پہنچ کر خوشوقت کیا، حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیشہ ترقیات کے دروازے کھلے رکھے اور اپنی مرضیات کے کسب کے ساتھ سر بلند کرے، آپ نے فنائے لطائف حاصل ہونے کے بارے میں لکھا تھا حمد اللہ سبحانہ علیٰ ذلک [اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے]۔

آپ جان لیں کہ ولایت کے پانچ درجے ہیں جو کہ عالم امر کے پانچ لطائف کے طے کرنے اور ان لطائف میں سے ہر ایک کے مناسب کمالات تک وصول اور ہر ایک کی فنا و بقا کے حصول سے وابستہ ہیں، اگرچہ نفس ولایت ان لطائف میں سے بعض کی فنا کے ساتھ وابستہ ہے لیکن اس کا کمال لطیفہ اخفی کی فنا پر موقوف ہے، نیز ہو سکتا ہے کہ لطیفہ قلب دروح کی فنا حاصل ہو جائے اور ولایت حاصل ہو جائے اور لطیفہ ستر فنا کی دولت سے بے بہرہ ہو، اور فنائے ستر حاصل ہو جائے اور فنائے خفی و اخفی حاصل نہ ہو، جب کل کو (قیامت میں) حقایق اشیاء ظہور کریں گے تو وہ لطیفہ جو اس عالم (دنیا) میں فنا و بقا کو نہیں پہنچا ہے ان ثمرات و نتائج سے جو کہ فنا و بقا پر مرتب ہوتے ہیں بے بہرہ رہے گا اور اس کچے دانے کی طرح رہ جائیگا جو کہ پختہ دیگ میں رہ گیا ہو، مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ آخِئَةً فَبِئْسَ مَا لَهَا فِي الْآخِرَةِ آخِئَةً وَأَصْلُ سَبِيلِهِ [جو شخص اس دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستے سے بھٹکا ہوا ہوگا]

آپ نے لکھا تھا کہ "لطیفہ کے رب (مرئی) تربیت کرنے والا کی سیر بھی واضح ہوگئی، قلب سے کہ جس کا رب (مرئی) تکوین ہے ظلال تکوین کا دائرہ طے کر کے ذات سے واقف کر لیا گیا، قدرت و ارادت میں (بلکہ) ذات بخت تک اسی طرح ہوا اور جب سیر علم میں واقع ہوئی تو میں نے دائرہ علم کے عجائب کو پایا کہ تمام اشیاء کو احاطہ کئے ہوئے ہیں الخ" میرے مخدوم آپ نے لطائف خمسہ کے اصول میں سے قلب و روح کی اصل میں جو کہ افعال و صفات زائدہ ہیں سیر کی بابت لکھا ہے اور لطیفہ سیر کی اصل کا بھی جو کہ شیونِ ایتہ ہے آپ کی عبارت میں احتمال ہے لیکن چوتھے اور پانچویں لطیفہ جو کہ خفی و اخفی ہے کے اصول میں سیر کی بات آپ نے کچھ نہیں لکھا ہے، ولایت عیسوی لطیفہ خفی سے تعلق رکھتی ہے اور ولایت محمدی علی صابہا و سائر النبیین الصلوٰۃ و التسلیمات اخفی سے متعلق ہے۔ جان لیں کہ عالم امر کے پانچوں لطیفوں میں سے ہر ایک لطیفہ کو عالم خلق کے کسی نہ کسی ایک لطیفہ کے ساتھ مناسبت ہے، لطیفہ خفی کو خاک کے ساتھ اور خفی کو ۳۹۱ آگ کے ساتھ اور ستر کو ہوا کے ساتھ اور روح کو پانی کے ساتھ اور قلب کو نفس کے ساتھ مناسبت ہے جب وہ معاملہ جو کہ لطائف عالم امر کے ساتھ وابستہ ہے انجام کو پہنچ جاتا ہے اور سیر ان کے اصول اور اصول اصول میں پہنچ جاتی ہے تو عالم خلق کے کمالات اور ان کے اصول میں سیر پیش آتی ہے، لطائف عالم امر کو

کمالات ولایت کے ساتھ مناسبت ہے اور لطائف عالم خلق کو کمالات نبوت کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ ”تحقیق کے ساتھ جو کچھ اس فقیر کے کشف میں آیا ہے کہ (اس) فقیر کا مبداء علم ہے اور میں نے اپنے آپ کو علم میں پایا اور میں نے اہم علم کو اپنے سر کے اوپر لکھا ہوا دیکھا۔ میرے مخدوم! فقیر نے بھی ایک دفعہ اسی طرح پایا تھا اور لکھا ہوا دیکھا تھا اللہ تعالیٰ اس شانِ عظیم الشان (شانِ علم) سے کامل حصہ عنایت فرمائے۔ آپ نے فقیر زادوں کے بارے میں جو بشارت پائی اور لکھی ہے واضح ہوئی، اُس (اللہ) سجانہ کے کرم سے بعید نہیں ہے۔ انہ قریب عجیب [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے]۔

مکتوب ۲۱۴

مولانا محمد صدیق و مولانا حسن علی کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم بلور ان کرام! مولانا محمد صدیق و ملا حسن علی کمال و اکمال (کامل ہونے اور کامل بنانے) کے درجات پر ترقی حاصل کریں اور کمالِ نیستی کے ساتھ موصوف ہوں اور آخرت کے اعمال میں جان سے کوشش کریں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جَاءَتِ الرَّاحِفَةُ تَتَّبِعُهَا الرَّادِفَةُ (قیامت کیلئے پہچل بچا دینے والی حضرت اسرافیلؑ کی پہلی پھونک آگئی جس کے پیچھے دوسری پھونک ہے) اسی جہالتِ الموت بجزا فبرہ (یعنی موت پوری طرح آگئی) حتی الامکان مخلوق سے یکسو رہیں اور نامرادی (عدم خواہشات) کے خزانے کو غنیمت جانیں، برے لوگوں کی صحبت اختیار نہ کریں اور نیک لوگوں کی صحبت کے ساتھ اللہ سبحانہ تعالیٰ سے قطع تعلق نہ کریں۔
کنج غارے خلوت گزینم از ہمہ خلق گراں لطیف جہاں یار غار ما باشد
(اگر وہ لطیف جہاں ہمارا یار ہو جائے تو میں ایک غار کے کونے میں تمام مخلوق سے تنہائی اختیار کروں) والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۱۵

صاحب کمالات صوری و معنوی مخدوم زادگی شیخ محمد صغفہ اللہ سلمیہ کے نام موت اور نبیندگی

نسبت کو حیات و بیلاری بہتر جمع کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، الموت جبر یوصل العجیب الی العجیب [موت ایک پس ہے جو درست کو درست سے ملاتا ہے] و دنیا دارِ عمل ہے، دارِ بقا آخرت ہے اور آخرت کا معاملہ موت

شروع ہوتا ہے من مات فقد قامت قیامت۔ [جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہوگئی] پس جو قرب و حالت کہ موت اور اس کے بعد پیش آتی ہے دنیاوی حالت پر کئی وجہ فوقیت رکھتی ہے بعض کا ملین ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو النوم اخ الموت [نیند موت کا بھائی ہے] کے مصداق سونے کے وقت میں ایک ایسی حالت پیش آتی ہے جو کہ بیداری کی حالت سے بہتر ہوتی ہے، اگر یہ کہیں کہ نیند تو سر غفلت (ہوتی) ہے اس حالت میں اس قرب و حالت کے ظاہر ہونے کے کیا معنی ہیں اور اس کا بیداری کی حالت پر جو کہ عبادت کا وقت ہر فوقیت رکھنا کس طرح درست ہو سکتا ہے (تو ہم کہتے ہیں کہ خواص کی نیند کا سر غفلت ہونا اور عبادت سے خالی ہونا ممنوع (غیر مستم) ہے نوم العلماء عبادۃ [علماء کا سونا عبادت ہے] آپ نے سنا ہوگا من لم یدق لم یدر [جس نے نہیں چکھا اس نے نہ گزر نہیں جانا]۔

جان لیں کہ نسبت باطن جعفر ظاہر کے ادراک میں نہ آئے اور اس کی آغوش سے جعفر زیادہ دور۔ اسی قدر زیادہ جلوہ گر ہوگی، باطن ظاہر سے محبوب (پوشیدہ) ہے اور اس کے مطلع ہونے سے جاکرنے والا ہے اگرچہ اس اُس کو اندازیں پہنچتی ہیں لیکن جیا ونازا اور استغنا معشوق کا خاصہ ہے باطن کو ظاہر کے ساتھ وہی نسبت ہے جو معشوق کو عاشق کے ساتھ ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

نہ تنہا آفتم زیبائی اوست بلائے من زنا پروائی اوست

[صرف اس کی خوبصورتی ہی میرے لئے آفت نہیں ہے بلکہ میری مصیبت اس کی لاپرواہی کی وجہ سے ہے] ظاہر ہمیشہ باطن سے نالاں و گریاں ہے اور وہ اس کے ناز و استغلا سے جگر کیاب اور دیدہ پر آب ہے اس کے باوجود اس کی خدمت گاری میں جان قربان کرتا رہتا ہے اور نیند کے وقت جب ظاہر کو ایک طرح کی غفلت پیش آتی ہے تو باطنی نسبت میدان خالی پا کر آسانی ہر چیز سے پوری طرح بے حجاب کر ظاہر ہوتی ہے اور سینکڑوں آب و تاب کے ساتھ پردۂ ناز چہرہ سے اتار کر صحن گلشن میں اپنے خرام کا اظہار فرماتی ہے، اگر کہیں کہ اس سے نیند کی حالت کو نماز کی حالت پر برتری لازم آتی ہے اور حالانکہ نماز مومن کی معراج ہے کہ وہ اس کی ادائیگی کے وقت میں دنیا سے آخرت میں چلا جاتا ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ (یہ تو) ممنوع کا لزوم ہے کیونکہ نیند کی حالت کی برتری صرف بیداری کی حالت پر ثابت ہوتی ہے نہ کہ نماز یا اس کے مثل پر جبکہ وہ بیداری کے ساتھ جمع ہو جائے۔ والسلام علیکم۔

مکتوب ۲۱۶

ممریضاں کے نام قاضی مل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

سعادت آثار میاں ممریضاں نے ان دُور افتادوں کو اس طرح فراموش کر دیا ہے کہ کبھی کبھہ سلام و پیام کے ساتھ بھی یاد نہیں کرتے، ہر حال میں اللہ تعالیٰ اجل شانہ (کی یاد و فرمانبرداری) کے ساتھ رہیں اور اس کے ماسوا سے روگرداں رہیں، کوشش کریں کہ ہمیشہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ حضور و آگاہی اس حد تک پیدا ہو جائے کہ اس کے ماسوا کا ہر گز کوئی خیال نہ آئے اس طرح پر کہ اگر تکلف سے ماسوا کو یاد کرنا چاہیں تب بھی یاد نہ آئے، اس کے بعد اپنے آپ سے حضور کی اس صفت کی بھی نفی کریں تاکہ مطلوب کا حضور خود بخود میر ہو جائے اور عارف کا نفس (ذات) درمیان میں نہ رہے، یہ ہے سیر و سلوک کا خلاصہ۔ ع

ایں کار دولت است کنوں تا کرد ہند [یہ صیب کی بات ہو دیکھئے اب کس کو غایت کرتے ہیں]

مکتوب ۲۱۷

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام عینیت و زیادتی وجود کے بارے میں مذہب علماء و صوفیہ کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس مسئلہ شریف میں اُن کا اپنا مختار کیا ہے۔

از ہر چہ میر و سخن دوست خوشتر است [دوست کی جو بات بیان کی جائے پسندیرہ ہے] میرے مخدوم! حضرت وجود اور اس کے تابع کمالات رب مجہود جل سلطانہ کا خاصہ ہیں اور ممکن میں جو کچھ دیکھتے ہیں اس مرتبہ عالیہ سے متعارف و مستفاد ہے، ایک جماعت چونکہ ان کمالات کو ممکن میں مشاہدہ کرتی ہے اور اصالت و ظہور کے تعلق نے ان لوگوں پر پردہ نہیں کھولا ہے (اس لئے) وہ لوگ ان پوشیدہ کمالات کو اس میں اصالت کے طور پر جانتے ہیں اور وجود کو مشترک معنوی اور بعض مشترک لفظی کہتے ہیں اگرچہ اس کو قادر قدیم کی صنعت کے ساتھ مستند سمجھتے ہیں اور دوسرا گروہ جو کہ اہل سلوک ریاضت ہیں اور انھوں نے صفائی باطن بلکہ محض مہمبت (غایت الہی) کی وجہ سے وجود اور تمام کمالات کو واجب الوجود تعالیٰ کی بارگاہ کے ساتھ مخصوص سمجھا ہے بلکہ ہر کمال کو اس کا عین جانا ہے اور اس سبحانہ و تعالیٰ کو وجود مطلق یقین کیا ہے اور صحیفہ کائنات کو اس مطلق کے ظہورات و تقیدات تصور کیا ہے اور چونکہ مفید عین مطلق ہے (اس لئے) وہ توحید و جود اور اتحاد ذاتی کے قابل ہوئے ہیں اور ممکنات کی صفات و ذوات کو واجب تعالیٰ کی صفات و ذات کے ساتھ متحد جلتے ہیں اور اطلاقی اور تقید کے ساتھ فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں، ریاضی:

بر شکل بتاں رہن عشاق حق است لا بلکہ عیاں در سہمہ آفاق حق است
چیز کے بود ز روئے تفسیر جہاں و اندہماں ز وجہ اطلاق حق است

[مثنوی (محبوبوں) کی شکل میں عشاق کا رہن (اپنے اوپر فریفتہ کرنے والا) حق ہے، ہمیں بلکہ تمام آفاق میں عیاں (ظاہر) حق ہے۔ جو چیز کہ تفسیر کی رو سے جہاں ہے و اندہ اطلاق کی رو سے ہی حق ہے۔ وہ حضرات فرماتے ہیں کہ مطلق مقید کے مراتب میں عین مقیدات ہیں اور مقیدات مرتبہ مطلق میں عین مطلق ہیں۔ رباعی

ہستی کہ ظہور می کند در سہمہ شے خواہی کہ بری بسوئے او با ہمہ پے
رو بر سرے حجاب را میں کہ چساں مے وے بودہ و وے بودا ندر مے

۹۴

[جو ہستی (اللہ تعالیٰ) کہ ہر چیز میں ظہور کرتی ہے (اگر) تو چاہتا ہے کہ اس کی طرف سب (اشیاء) کے ساتھ کھوج لگائے تو جاو و شراب کے اوپر ٹیلے کو دیکھ کہ وہ شراب کس طرح بلبہ بن گئی ہے اور وہ (بلبل) کس طرح شراب میں ہے۔]

اور ایک اور ذنیسرا (گروہ غایت الہی کی پیش قدمی اور محض فضل و کرم کے ساتھ وجود اور تمام کمالات کے اختصاص (اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص کرنے) میں دوسرے گروہ کے ساتھ شریک ہے لیکن وہ حضرات اس (وجود) کو عین ات نہیں کہتا و ذات تعالیٰ کو اس کے علاوہ ثابت کرتے ہیں اور (ذات کو) اس وجود کا محتاج نہیں جانتے جیسا کہ انھوں نے اس کی تحقیق میں تفصیل کی ہے اور (حضرات) ممکن کے وجود و صفات کو اس وجود اور ان کمالات کے ظلال کہتے ہیں کہ عدم کے آئینے میں جو کہ ممکن کی ذات کے درجے میں ہے منعکس ہو کر ظاہر ہو گئے ہیں، پس اس تقریر پر ممکن کی ذات عدم ہوئی کہ (جس نے) کمالات کے انعکاس کے واسطے سے تمام اعدام سے امتیاز حاصل کر لیا ہے بلکہ واجب تعالیٰ جل شانہ کے علم میں انوکھا سے پہلے بھی ممتاز رہا ہے اور صفات کمال اس میں ایک غاریت سے زیادہ نہیں ہیں، چونکہ خیر و کمال کا مبداء وجود ہے اور شر و فساد کا مبداء عدم ہے اس لئے خیر و کمال سب اس عزوجل کی طرف رجوع کرے گا اور شر و نقص تمام ہی ممکن کی طرف راجع ہو گا کہ اس کی ذات کا منقضا (یہی) ہے آیت کریمہ مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ [جو بھی اچھائی تجھ کو پہنچی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو بھی بُرائی تجھ کو پہنچی ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے] اس کی تصدیق کرتی ہے اور دوسرے گروہ کے نزدیک شرارت ذاتیہ کسی چیز میں موجود نہیں ہے اگر ہے تو صرف نسبتی و اعتباری ہے اور تحقیق یہ ہے کہ عدم لاشع محض ہے اس کا کمالات کے لئے آئینہ ہونا کس معنی سے ہے۔ (یہ بات) اس مکتوب میں جو کہ مخدوم زارگی خواجہ محمد عید اللہ کے نام اس احقر نے لکھا ہے درج ہو چکا ہے اگر کوئی شبہ باقی رہ جائے تو وہاں رجوع کریں، پس ان نزگوں کے طریقہ پر ذات ممکن ذات واجب تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں ہوئی

۹۵

کیونکہ اتحاد کا منشا ذات واجب تعالیٰ کو اور ذوات ممکنات کے وجودات مفیدہ کو وجود مطلق کہنا ہے اور ان حضرات کے طریق پر ان دونوں امر میں سے کوئی ایک امر بھی ثابت نہیں ہوا ہے اگرچہ کوئی دوسرا وجود درمیان میں نہیں آیا ہے ایک ہی وجود ہے کہ جس نے ظلیت کے طریق پر اتنی جگہ ظہور فرمایا ہے۔ پس میرا گروہ وحدت وجود کے قول میں دوسرے گروہ کے ساتھ شرکت رکھتا ہے لیکن وہ حضرات اتحاد کی طرف گئے ہیں اور یہ حضرات اس طرف نہیں گئے، ان کے طریق پر وحدت وجود اس معنی میں ہے کہ وجود حضرت معبود کا خاصہ ہے ممکن فی نفسہ وجود سے خالی ہے ایک عدم ہے کہ جس نے انعکاس کے سبب سے کمالات ظہور پیدا کر لئے ہیں لیکن چونکہ خداوند تعالیٰ جل سلطانہ کی صنع سے ہے (اس لئے) خلل سے محفوظ ہے اور ابہری معاملہ اس کے ساتھ وابستہ ہے اس لئے وحدت وجود ہوگا اور ممکن میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے ساتھ واجب تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں ہوتا، کسی نے خوب کہا ہے

۳۹۵

نہ آں این گردد و نہ این آں شود ہمہ اشکال گردد بر تو آساں

(نہ وہ یہ ہو جاتا ہے اور نہ یہ وہ ہو جاتا ہے یہ مان لینے سے تمام شکوک قلع ہو جاتے ہیں) اور اس عدم سے اتحاد تغیر (متضاد چیزوں کا متغیر ہونا) جو کہ ہم سب کو لازم کرنے والا اور شرکت و مساوات کا موجب ہوتا ہے لازم نہیں آتا کیونکہ نیست کو ہست کے ساتھ کوئی ہم سب سے ہے اور شر و نقص کو خیر و کمال کے ساتھ کیا شرکت و مساوات ہے اس کی بوجہ ہونا) نمود (ظہور) میں ہونے کے سوا نہیں ہے اس بُود سے کیا حاصل ہوتا ہے اور اس نمود سے کیا کھلتا ہے اگر خیر و کمال اس میں نمود ہے تو وہ سب بارگاہِ ذوالجلال کو مستفاد و مستعار ہے والسلام علیکم علی من یرکم۔

مکتوب ۲۱۸

ہمت خاں کے نام اس بارے میں کہ عارف کے لئے تمام امور ترقی کا زینہ ہو جاتے ہیں اور آیت کریمہ

وَاذْكُرْ رَبَّكَ إِذْ أَنْشَيْتَ كِي تَادُلْ فِي تَحْرِيرِ رِبَايَا۔

اے محمد و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، طاعات و عبادات سے مقصود اور سلوک و ریاضات مطلوب حقیقت میں یہ ہے کہ سالک اپنی ذات کے عدم ہونے کو جانے اور سمجھنے اور وجدانِ خاص سے یہ بات معلوم کر لے کہ ہستی اور جو کمالات کہ اس کے تابع ہیں وہ حق جل سلطانہ کے سوا کسی اور کے لئے نہیں ہیں، اور جہاں کہیں ان کا توہم ہوتا بھی ہو تو وہ اسحق تعالیٰ کا اثر و نمونہ ہیں نیز نگاہِ شخص جس جگہ ہستی کو دیکھتا ہے اس کی ہستی کا پتہ نشان دیتا ہے اور جہاں کہیں حسن و کمال پاتا ہے اُس کو

ذات لایزال (جل جلالہ) کے حسن و کمال کا زینہ قرار دیتا ہے بلکہ شرف و نقائص کو بھی اس تعلق کی بنا پر کہ اس کی نمایاں قدرت کا اثر ہے اس کے موثر اثر پیدا کرنے والے یعنی اللہ تعالیٰ کا زینہ بنانا ہے اس صورت میں سالک کو کوئی چیز مطلوب حقیقی سے روکنے اور مٹانے والی نہیں ہے اور خطرات جو کہ تفرقہ کا سبب ہیں اثر و موثر کے تعلق سے مقصد کی طرف ایک راستہ اور جمعیت کے لئے ایک وسیلہ ہیں ۔

در دل ما غم دنیا غم معشوق بود بادہ گر خام بود بختہ کنشیشہ ما

[ہمارے دل میں دنیا کا غم معشوق کا غم بن جانا ، اگر شراب کچی ہو تو ملامت نشہ (صریح) اس کو بچتہ کر دیتا ہے]

شاید کہ آیت کریمہ **وَإِذَا تُرِيتَ إِذَآئِیَّتِ** (اور اپنے رب کو یاد کر جبکہ توجھول جائے) میں اس مراقبہ کی طرف اشارہ ہے یعنی جو چیز کہ بھول اور غفلت کا سبب ہے تو اس کو حجابِ بیت کے عنوان کے ساتھ تصور مت کر کہ تو بھولنے والوں اور محروموں میں سے ہو جائے، بلکہ اس کو تذکرہ بالا تعین کے ساتھ مطلوب کی طرف ترقی کا زینہ بنا، پس اس تقدیر پر **وَإِذَا شِیَّتِ** کے معنی **اِذَا بَاثَرَتْ** اسباب النسیان [جب نسیان کے اسباب کے ساتھ تیرا سابقہ پڑے] ہوا اور تیر نوم العلماء عبادۃ [علماء کا سونا عبادت ہے] اسی معنی میں ہے، ہو سکتا ہے کہ جو کچھ دوسروں کے لئے سترِ راہ ہے وہ ان کے لئے ہادی و شاہ راہ ہے اور کسی چیز کے ساتھ اس سے عاجز نہیں ہوتے اور ہر چیز کو وصول کا زینہ بناتے ہیں۔ آیت کریمہ **رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَآلَ بَیْعٍ عَنْ ذِکْرِ اللَّهِ** (وہ لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی) میں ان کے حال کا بیان ہے، اور **لَا یُصِیْبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا يَخْمَصُهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ** (ان کو اللہ کی راہ میں پیاس یا محنت یا بھوک کی جو بھی تکلیف پہنچتی ہے یا وہ ایسی جگہ چلتے ہیں کہ کافروں کو غصہ آئے یا دشمنوں سے کوئی چیز لے لیتے ہیں تو ہر بات پر ان کے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے) ان کا پتہ دینے والی ہے، ان کی دنیائے آخرت کا حکم لے لیا ہے، ان کی آخرت (کے احوال) سے کیا بیان کرے، جہان تک ہو سکے آپ اس عظیم دولت کو ہاتھ سے نہ دیں اور جہاں کہیں اس عنایت کی بو پہنچے اس کے پیچھے جائیں۔ آج ہر چیز حاصل ہو رہی ہے اور طالب بقیقہ راہِ آمد و رفت کی راہ کشادہ ہے کل (مرنے کے بعد) جبکہ خوشی کے دروازے قحط سے کام نہ لینے والے شخص پر مسدود ہو جائیں گے بے فائدہ ندامت کے سوا کچھ اضافہ نہیں ہوگا۔ واللہ یحییٰ المتح و یموت السبیل [اور اللہ تعالیٰ حق کو ثابت کرے اور پی سبیل لڑے

کی ہدایت دیتا ہے] کسی نے خوب کہا ہے۔ رباعی

در قدر جرمہ و ما ہشیار

در جہاں شاہدی و ما فارغ

بعد ازین گوش ما و حلقہ یار

بعد از ان دست ما و دامن دوست

[دنیا میں ایک شاہد (معشوق) ہے اور ہم بے پرواہ ہیں، پیالہ میں کچھ شراب ہے اور ہم ہشیار ہیں، اس کے بعد ہمارا ہاتھ دوست کا دامن پکڑے گا اور ہمارے کان میں معشوق کی غلامی کا حلقہ پڑا ہوگا] والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

مکتوب ۲۱۹

کمترین درویشاں محمد عید اللہ کے نام اُن عارف کے بیان میں جو نزول سے متعلق ہیں اور بشر کے شہود کی فرشتے کی شہود پر فضیلت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

جو عارف کہ وصول کی منزل میں طے کر کے اپنے اصول تک پہنچ چکے ہیں، جب اس کو دنیا میں واپس لوٹنا اور ہدایت و ارشاد کے لئے نزول کے ساتھ مشرف کرنا چاہتے ہیں تو قدم (قدامت) کے انوار کی شعاعوں میں سے ایک نور اس کے قلب میں جو کہ غیب ہوتی ہے کا دریچہ ہے رکھتے ہیں، اور اس نور کے ساتھ جو کہ مرتبہ و جوب سے مستفاد ہے ایک بقا عطا کرتے ہیں یہاں تک کہ یہ عارف اس نور کے ساتھ پوری طرح منور ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے رنگ کے ساتھ رنگا جاتا ہے اور طابوں کو بھی اس رنگ کے ساتھ رنگ دیتا ہے اور جب تک یہ عارف اس دنیاوی زندگی کی قید میں مقید اور بدنی تعلقات کے ساتھ متعلق ہے اُس ودیعت کے ہوئے شعلہ (محبت) کے ساتھ خوش اور کھلی سے جزئی کے ساتھ قانع ہے اور الجواز قنطرۃ الحقیقۃ [محاز حقیقت کا پل ہے] کے مطابق محاز میں بھی جب عشق انتہائی کمال تک پہنچ جاتا ہے اور عاشق اپنے اندر معشوق کا کوئی نشان پاتا ہے اور معشوق کے آثار (نشانات) عاشق کے ویرانے (باطن) میں ظاہر ہوتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ اسی نشان سے وہ خوش ہو جائے اور معشوق سے روگردانی کر لے جیسا کہ مجنون عامری کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ جب یسلیٰ اس کے نزدیک ہوئی تو اس نے کہا تو مجھ سے دور ہو جا کیونکہ تیری محبت نے مجھ کو تجھ سے بے نیاز کر دیا ہے۔

۳۹۰ گفت رور و کہ آں چنانم من کہ بجز عشق تو ندانم من
عشق تو اے نگار فرزانہ آں چناں کرد در دلم خانہ
کہ ترا ہم نمائد گنجائی بعد ازین خوشتر م بہ تنہائی

[اُس نے کہا تو جلی جا تو جلی جا کہ (اب) میری یہ حالت ہے کہ میں تیرے عشق کے سوا کچھ نہیں جانتا، اے دانشمند محبوب! تیرے عشق نے میرے دل میں اس طرح گھر گھر کر لیا ہے کہ تیرے لئے بھی اس میں گنجائش نہیں رہی ہے اس کے بعد میں تنہائی میں زیادہ خوش ہوں]۔

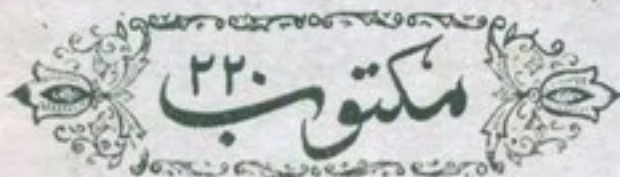
ہم اصل بات کی طرف جاتے اور کہتے ہیں کہ اس نزول میں جو کچھ عارفِ مرجع کا مقصود ہوتا ہے وہ اس کو انجام تک پہنچاتا ہے اور اس کے وصال کا وقت آپہنچتا ہے اور بدن کی رفاقت سے کہ جس کے ساتھ ایک مدت تک الفت اختیار کئے ہوئے تھارو گردانی کرتا ہے اور اللہم الرفیق الاعلیٰ [اے اللہ جو کہ رفیقِ اعلیٰ ہے] کی صدا بلند کرتا ہے اس وقت الموت جبر پو صل الحبيب الی الحبيب [موت ایک پہل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے] کے مصداق پوری طرح بارگاہِ قدس غنم جلالہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور شہودِ جزئی کے کوچے سے رہائی پا کر شہودِ کلی کے میدان میں خرام تازہ ہوتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ ملائکہ کرام علی نبینا وعلیہم السلام اگرچہ اصل کا مشاہدہ کرنے والے ہیں اور ہمیشہ شہودِ کلی رکھتے ہیں لیکن جو شہود کہ انسان کو اس مرتبہ میں میسر ہوا ہے فرشتے کے شہود سے بلند ہے بلکہ جو شہود کہ عارف کو دنیا میں (ماصل ہوتا) ہے اگرچہ جزئی ہے لیکن وہ ایک ایسی خصوصیت رکھتا ہے جو فرشتے کو ماصل نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کے مشہودِ جزئی کو جزو کی مانند کر دیا گیا ہے اور انسان کو اس کی ذات سے گذا کر اس جزئی کے ساتھ بقا بخش دی گئی ہے اور فرشتے کا مشاہدہ اس طرح کا نہیں ہے کیونکہ وہ باہر سے نظارہ کرتا ہے اور اپنے مشہود سے کوئی چیز ماصل نہیں کرتا، شتان مابین المشاہدین [ان دونوں مشاہدوں میں بہت فرق ہے]۔

سنئے، وہ جو اوپر مذکور ہوا کہ انسان کا مشہودِ جزئی ہے (یہ) مراتبِ نزول کے مرتبہ اول میں ہے اگر مراتبِ نزول کے خصائص میں سے کہ انسان جن کے ساتھ ممتاز ہے تھوڑا سا بھی بیان کرے اور انسان جو کہ افضل المخلوق ہے کہ پوشیدہ کمالات اور مخصوص اسرار کو نمایاں کرے تو قریب ہے کہ نزدیک والے لوگ دوری تلاش کریں اور اوصیلین ہجری راہ اختیار کریں۔

ومن بعد هذا ما يدق صفاته وما كتمه احظ له دیر واجمل

[اور اس کے بعد وہ مقام ہے کہ جس کی صفات کی بیان بہت مشکل ہو اور وہ مقام ایسی جہاں کا چھپانا اس کے نزدیک زیادہ مانتا ہے بہتر ہے] والسلام علی من اتبع الهدی۔



مولانا محمد رفیع کے نام، اس بیان میں کہ کفار کیلئے دوزخ میں پیدا ہوا ہے اور ان کے حق میں (ایک) جنت کے ذکر میں تحریر فرمایا۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ کمال و اکمال کے درجات تک پہنچائے (آپ کے) مکتوبِ مرغوب میں

درج تھا کہ اس (اللہ) جل ذکرہ کے فضل و احسان کے مشاہدہ کا غلبہ کفار کی تعذیب (عذاب دینے) پر تعجب کا باعث ہوتا ہے اور تعجب کو دور کرنے کے لئے اس قدر دل میں آتا ہے کہ اس تعذیب میں بھی رحمت ہے کہ تعذیبات سے اوپر عذاب نہیں دیا جائے گا جیسا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں ۵

روم بدوزخ و شکر بہشت باید گفت کہ این بمرز مکافات من بہشت من است

[میں بدوزخ میں جاتا ہوں اور بہشت کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ یہ میرے بدلے کی مزدوری میں میری بہشت ہے] میرے مخدوم! حق سبحانہ نے قرآن مجید میں کافروں کے عذابوں کو جزائے وفاق (پورا پورا بدلہ) فرمایا ہے پس جعفر عذاب و عقاب (سزا) کے یہ بدین مستحق ہیں ان سے فرو گذاشت نہیں ہوگی اور عمل کے موافق سزا کو پہنچیں گے جبکہ حق سبحانہ و تعالیٰ تعذیب کے تمام درجات پر قادر ہے اور یہ لوگ (کفام) (اس) مستحق ہیں اور رحمت یا یوس ہیں تو پھر وصول رحمت اور درجات تعذیب میں سے کسی درجہ کی فرو گذاشت کا ہونا کس راستے سے ہوگا ہاں اُن اہل توحید کے بارے میں جو کہ دوزخ میں جائیں گے یہ قول بظاہر گنجائش رکھتا ہوگا کیونکہ وہ رحمت سے مایوس نہیں ہیں اور امیدوار ہیں اور جو بزرگ کہ شعر مذکور کے کہنے والے ہیں چونکہ اہل توحید میں سے ہیں اور رحمت کے امیدوار ہیں اگر اس طرح کہتے ہیں تو کچھ بعید نہیں ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد ہے کہ آپ (اپنے) خط کے آخر میں متنبہ ہو گئے ہیں اور لکھا ہے کہ چونکہ شرع کی اصطلاح میں یہ اطلاق جائز نہیں ہے، اس توجیہ اور اس استعجاب سے استغفار کرتا رہتا ہوں اور جس واقعہ میں آپ نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خلعت دلوائی ہے اور آپ اچک لینے والی بجلی کی طرح پل صراط سے گذر گئے ہیں اور مخلوق کو پل صراط سے گذرنے کی آپ کو اجازت دی گئی ہے، بہت بلند و روشن بشارت دینے والا ہے حق سبحانہ و تعالیٰ قوت سے فعل میں لائے، رات قریب عجیب [بیشک وہ قریب اور قبول کرنے والا ہے]۔ یہ مکتوب لکھنے وقت متوہم ہوا کہ ایک خلعت اس جانب سے آپ کو پہنچا ہے پورا غور واقع نہیں ہوا کہ یہ خلعت کس بارے میں ہے ظاہر یہ ہے کہ مداریت ارشاد کا خلعت، لیکن مداریت و ارشاد جزئی اور ایک بقعہ (حصہ) کیلئے ہوگی دوسرے بقعہ کیلئے نہیں ہوگی نہ کہ مطلق مداریت و ارشاد۔ والسلام علیکم۔

مکتوب ۲۲۱

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام! اس عارف کی بلند حق کے بیان میں جو کج جویت سے پروردگار اس کے مناسب عارف کے بیان میں تحریر فرمایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم بعد الحمد والصلوة وتبلیغ الدعوات [حمد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بعد]
 سیادت و نقابت دستگاہ مخدومی ملاذی کی خدمت میں عرض رساں ہے کہ اس جانب کے فقرائے احوال
 حمد کے لائق ہیں المستؤل من اللہ سبحانہ سلا متکم وعافیتکم واستقامتکم (اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے
 آپ کی سلامتی وعافیت واستقامت کی دعا کی گئی ہے) جن معاملات کے ساتھ اس عالم فانی میں تسلی دیتے
 اور خوش رکھتے ہیں اُن میں سے کیا بیان کرے کہ ایک شیخ (صورت) سے زیادہ نہیں ہیں اور نمونہ نمونے سے
 زیادہ کچھ حصہ نہیں رکھتے اور انتزاعات (نکالی ہوئی چیزوں) کے دائرے سے قدم باہر نہیں نکالا ہے، کوئی بلند
 ہمت شخص اس قسم کی چیزوں کے ساتھ والہ و شفیقتہ نہیں ہوتا اور ہلّٰل من مَرَّ یُدّ (کیا اور بھی ہے) کہتے
 ہوئے منتزع مندرجہ کالی گئی ہے) کی طرف دوڑتا ہے، اگرچہ یہ بھی تعمیر ہی ہے اور وہ سبحانہ و تعالیٰ تعبیراً
 سے ماوراء ہے لیکن کیا کیا جائے کہ عبارت کا میدان تنگ ہے وَاللّٰهُ وَاَمِیْعٌ عَلَیْمٌ (اور اللہ تعالیٰ وسعت والا
 داد علم والا ہے) اور چونکہ منتزع منہ کا احاطہ (دائرہ) بشر کی طاقت سے باہر ہے وَکَلَّا یُحِیْطُوْنَ بِہِمْ
 [اور مخلوق علم کے ذریعہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتی] پس مجبوراً جو کچھ اس مرتبہ سے حاصل کر سکا وہ ضرور اس کی
 استعداد دریافت کے ساتھ مقید ہوگا مطلق ان قیود سے معرا (غالی) ہے اور ان تقیدات سے مبرا
 (پاک) ہے پس بلند ہمتی کا نقاضا حصول و وصول کی تمنا کا نہ ہونا ہے کیونکہ وصول بھی واصل کے
 حوصلہ کے اندازے سے ہے۔ ع

آن لقمہ کہ درد بان مکتبہ طلبید [وہ فقر طلب کرتا ہے جو نہ میں نہیں سمانا]

اور ظاہر ہے کہ جو چیز ممکن کی استعداد دریافت کے ساتھ مقید ہے وہ مطلق محض نہیں ہے، اگرچہ ممکن
 اپنے آپ سے رہائی حاصل کر چکا اور اپنی اصل کے ساتھ مل گیا ہو اور فنا و بقا کے ساتھ متحقق ہو گیا ہو کیونکہ
 اس کی اصل بھی تقیید (مقید ہونے) کے بغیر نہیں ہے اور یہی حال اصل الاصل کا ہے، الیٰی ما شاء اللہ تعالیٰ
 اور اگر صدیوں کے بعد ہزاروں میں سے کسی ایک کی حقیقت کو اُن سرورِ عالم علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام
 کی حقیقت کے ساتھ کچھ انطباق و اتحاد حاصل ہو جائے اور اس مرتبہ عالمیہ کے ساتھ فنائے اکل حاصل
 کرنے کے بعد کچھ بقا پیدا کر لے تو چونکہ وہ حقیقت بھی اطلاق صرف سے نیچے ہے (اس لئے) وہ بھی اطلاق
 صرف سے بہت کم حصہ پائے گا کیونکہ آن سرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بزرگی کے باوجود امکان
 ذاتی سے رہائی نہیں پائی ہے اور وجوب کے ساتھ متحقق نہیں ہوئے ہیں پس لازمی طور پر اُن (صلی اللہ علیہ وسلم)
 کی حقیقت واجب لذاتہ کی حقیقت سے نیچے ہوگی اور حسب قدر امکان ممکن میں باقی ہے اطلاق محض سے
 اسی قدر عدم حصول پایا جائے گا۔ چونکہ آن سرور عالم علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بلند ہمتی میں

فرد کامل تھے اور ان کمالات اور بزرگیوں کے باوجود جو کہ آپ کو حاصل تھیں خوش اور سرور نہیں تھے شاید
 اسی لئے آپ کے حال سے اس طرح خبر دی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم
 باراد دائم الحزن متواصل الفکس [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غمگین اور متواتر فکر مند رہتے تھے] کیونکہ
 کمال محبت کا تقاضا محب و محبوب کے درمیان سے دوئی کا دور ہو جانا ہے اور یہ محال ہے اور اس سے
 قلب حقائق (حقیقتوں کا بدل جانا) لازم آتا ہے پس دائمی حزن دائمی غم و اندیشہ عطا فرماتا ہے
 نبی بینی کہ شاہ ہے چوں پیمبر نیافت او فقر کل تو رخ کم ہر

[ایسا تو نہیں دیکھتا کہ پیغمبر جیسی عظیم ہستی کو کامل فقر حاصل نہیں ہوا اس لئے تو بھی بخیر و بہت] فقر کل سے مراد بشریت و امکان
 کلی اختلاص (پوری طرح نکل جانا) ہے۔ سوال اُردنی کے مواعیل میں عدم عین سے اور اثر ممکن سے
 زائل ہو جانا ہے اور وجود صرف کے سوا اس میں کچھ نہیں رہتا پس چاہئے کہ وجوب کے ساتھ متحقق ہو جا
 کیونکہ امکان عدم کی آمیزش کے ساتھ وابستہ ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ مقدرہ اخیر ممنوع ہے اس لئے کہ
 صفات واجبی جل سلطانہ عدم کی شان سے پاک ہیں اس کے باوجود چونکہ ذات واجب تعالیٰ کے ساتھ
 احتیاج رکھتی ہیں (اس لئے) امکان ذاتی سے میرا (پاک) نہیں ہیں اور اس عارف کا وجود صفات
 اضافیہ کے مرتبہ میں موجود ہے اگرچہ اس کا وجود ممکنات کے تمام افراد سے جبراً ہے اور صوری
 (ظاہری) مشارکت کے سوا ان کے درمیان اور کچھ ثابت نہیں ہے اور اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ
 عدم کا زوال اور وجوب کا حصول اس عارف کے حق میں چونکہ کسب سے ہے جو کہ سیر و سلوک اور فنا
 بقائے حاصل ہوا ہے وجوب لذاتہ نہیں کہ حقیقت کا بدل جانا لازم آئے اور وجوب بالغیر دائرہ امکان
 میں داخل ہے اور استحالہ (محال ہونا) نہیں رکھتا، یہ کمال بلکہ ہمتی جو کہ اوپر بیان ہوئی مقام محبوبی
 سے وابستہ ہے کیونکہ محب جو کہ ہمیشہ محبوب کے مشاہدہ کا طالب ہے اور اس کے وصل و اتصال (ملاقات)
 کا ہر وقت متلاشی ہے کہاں اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ محبوب کا کچھ پر تو (سایہ) اس پر ظاہر ہو
 اور وہ اپنے آپ کو قابو میں رکھ سکے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں ۵

بہوئے توازا جہم مست و بخود نہر سو کہ آواز پائے برآید

[جس طرف سے کسی پاؤں کی آواز آتی ہے میں تیری خوشبو مست و بخود نہر سو کہ آواز پائے برآید] (اس طرف چل پڑتا ہوں)
 محب (محبت کرنے والا) محبوب کے جلال و جمال کے آثار و افعال و صفات پر شیفہ ہے، محبوب ہی ہے جو کہ اصل سے
 کچھ نشان (تپہ) رکھتا ہے اور اس گرفتاری کے باعث دوسرے امور کی طرف متوجہ نہیں ہے اس قسم کے
 بزرگ کو عالم آخروی میں بہت سی امیدیں ہیں جو کہ دوسروں کو نہیں ہیں۔

ہم اصل بات کی طرف جاتے اور کہتے ہیں کہ آنسو و دین و دنیا علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ اس عالم میں ہمیشہ غمگین اور متواتر فکر مند رہے ہیں لیکن ہم امیدوار ہیں کہ عالم اخروی میں آپ کے ساتھ وہ معاملات پیش آئیں گے جو کہ اس حزن و فکر کو دور کر دیں گے کیونکہ وہ مقام حزن و اندوہ کا مقام نہیں ہے حزن و اندوہ کا مقام یہ عالم فانی ہے جس قسم کا حزن و اندوہ بھی ہو اس جگہ کا حزن و اندوہ اس جگہ میں فرحت و سرور کا وسیلہ ہے۔ روایات میں ہے کہ دو حزن ایک دل میں جمع نہیں ہوں گے یعنی ایک حزن دنیا میں اور ایک حزن آخرت میں، اگرچہ دونی کا رفع ہو جانا محال ہے لیکن ایک امر عطا فرماتے ہیں جو اس بلند ہیئت فطرت کے باوجود آنحضرت علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی تسلی اور رضا مندی کا باعث ہو اگرچہ ہم نہیں جانتے کہ وہ امر کیا ہوگا اور آیہ کریمہ وَلَا تُخْزِیْ خَیْرٌ لَّكَ مِنْ اَدْنٰی وَّلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی (اور بیشک آخرت زندگ تیرے لیے بہتر زندگی ہے ہر چیز اور غریب تجھ کو تیرا پرہیزگار وہ کچھ دے گا جس کو تو اپنی خواہش سے مانگے گا) اس معنی کی شاہد ہے اور اُس مقام کی رضا جس کا کہ آیت کریمہ میں وعدہ کیا گیا اور بشارت دی گئی ہے حزن و اندوہ کے منافی ہے اگرچہ مطلق رضا اس کے ساتھ منافات نہیں رکھتی اور (یہ بات) ثابت ہے کہ ہر وہ کمال جو کہ خاص طور پر نبی کو حاصل ہوتا ہے اس نبی کے کامل قبیحین کے لئے اس کمال سے وراثت کے طور پر حصہ ہے خواہ وہ اس عالم (دنیا) کا کمال ہو یا اُس عالم (آخرت) کا کمال ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملہ کی ابتدائی تمہید موت سے (شروع) ہوگی الموت جس پر وصل الحجیب الی الحجیب [موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے] اور اس معاملہ کا ایک پرتو اور نمونہ اگر نماز میں بھی جو کہ مؤمن کی معراج ہے اور دنیا سے قطع تعلق کرنا اور آخرت کے ساتھ مل جانا کہ متحقق ہو جائے تو گنجائش رکھتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ حجاب جو بندہ اور اللہ تعالیٰ جل و علا کے درمیان ہے نماز کی ادائیگی کے وقت میں دور کر دیا جاتا ہے اور نماز کے باہر گویا بیکار و معطل ہے مگر یہ کہ نماز کی حالت کا کچھ پرتو نماز کے باہر بھی باقی رہے۔ مختصر یہ ہے کہ وصل اور خوشی کا مقام آخرت ہے اور تردد و نایافت کا مقام دنیا ہے، اس مقام کا بہترین ساز و سامان درد و اندوہ ہے آرام یہاں کی بے آرامی میں ہے اصل آرام و وصل یہاں طلب کرنا اور اس کے ساتھ خوش رہنا بے حاصلی سے ہے، ملاقات کا مقام آخرت ہے مَنْ کَانَ یَرْجُو الْهَاقَاءَ اِنَّہٗ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَا یَمُوتُ (جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تمنا کرتا رہے تو (جان لے کہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت ضرور آنے والی ہے) یہ عالم اُس عالم کے لئے کھیتی سے زیادہ نہیں ہے کھیتی میں جس قدر نیا دتی اس عالم میں کی جائیگی بے اندازہ ثمرات کی توقع ہے یہ گھر (دنیا) عمل کا گھر ہے بدلہ کا گھر آگے آنے والا ہے عمل کے وقت میں جزا طلب کرنا حاصل ہے والسلام علیکم علی من لیرکم۔

مکتوب ۲۲۲

یہ بھی ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام آئیہ کریمہ وَ قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخْرَجَهُمْ مِنَ الْأَرْضِ الْمَوْعُودَةِ

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، کریم وقہار (اللہ تعالیٰ) سے امیر و وار ہے کہ اس
 ہیکل امکانی (جسم) کی طرف منسوب اخلاق کو احدیت جلالت کے طلوع سے ہبائے ممتوڑا (خاک کے اُڑتے
 ہوئے ذرات) کر دے اور تجلیات رحمن اور وارداتِ منان (اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی کیفیات) کے قدم (ظہور)
 سے اس ویرانہ کو رہائش گاہ و آبادیادے اور (قرآن پاک میں) وارد ہوا ہے وَ قَدْ مَنَّ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ
 عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَاءً مَّنتُوْرًا (اور ہم اُن کے اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے تو ہم اُن (اعمال) کو خاک کے اُڑتے ہوئے
 ذرات جیسا کر دیں گے) پس جب وہ نسبتوں سے چھوٹ گیا اور خالی ہو گیا اور اپنے عین کے سخت پر جلوه گر
 ہو گیا اور اُس نے اپنی دلہن کے چہرہ کھٹ میں اغیار سے فارغ ہو کر کہا اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ (جنت والوں کیلئے)
 یعنی جو کہ اپنی قیود کے مقامات سے خارج ہیں (اور) وصال و اطلاق کی جنت کا قصد کرنے والے ہیں
 یَوْمَئِذٍ (آج کے دن) (یعنی) ربانی اور قطع تعلق کے دن خَبْرٌ مُّسْتَقَرٌّ (بہترین ٹھکانا ہے) کیونکہ تختِ عین
 پر متمکن ہونا اس کی استغداد کے مراتب میں کمال ہے وَ اَحْسَنُ مَقِيْلًا (اور دوسرے قیلولہ آرام) کے لئے بہتر
 جگہ ہے (اپنے حبیب متعال (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ تنہا ہو کر) پس (قرآن مجید میں) وارد ہوا ہے وَ تَحْسَبُوْهُمْ
 اَبْقَاظًا وَ هُمْ رُفُوْدٌ وَ نَقَبَتْهُمْ ذَاتُ الْیَمِیْنِ وَ ذَاتُ الشِّمَالِ (اور رلے دیکھنے والے) تو خیال کرے گا کہ وہ
 جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور ہم ان کو دائیں طرف اور بائیں طرف کر ڈالتے ہیں) پس وہی احوالِ اغفال
 میں تبدیلی لانے اور تصرف کرنے والا ہے پس وہ اس کے ساتھ سنتا اور دیکھتا ہے اور اس کی زبان پر
 کلام کرتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے یَوْمَ تَشْقُقُ السَّمَاۗءُ (جس دن آسمان شق ہو جائے گا) (یعنی) طبائع و
 موائع کا آسمان بالغام (بالوں کے ساتھ) (یعنی) عزت و کبر بانی کی قناتوں کے ورود کے ساتھ وَ نُزِّلَ
 الْمَلٰٓئِکَةُ (اور فرشتے نازل کے جائیں) (یعنی) واردات و مہیبہ اور الہامات غیبیہ تَنْزِیْلًا (بکثرت نازل ہوں گے)
 امانتوں کو ان کے اہل کی طرف لوٹانے کے بعد اپنے پاس سے زندگی اور اخلاق عطا کرنے کے لئے۔
 حدیث قدسی میں ہے مَنْ قَتَلْتُمْ فَلَانَا دِیْنَهُ (جس کو میں قتل کروں اس کا خونہا میں خود ہوں) پس اس وقت
 طبائع مختلفہ کی مملکت میں اُس کے سوا کسی کے لئے بھی تصرف نہیں ہے پس وہی فاعل ہے اس کے سوا
 اور کوئی فاعل نہیں اور اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں جو اس کو کرنا ہو، اَلْمَلٰٓئِکَةُ یَوْمَئِذٍ (بادشاہت

آج کے دن (یعنی) مقتول کی ریت کے دن یا الحق (حقیقی بادشاہت) بخلاف اس کے کہ اُس کے قوی
 اُس کے نفس کے آگے کار تھے و لمرحمین (رحمن یعنی اللہ تعالیٰ کیلئے ہے) پس بجلی معنی (فنا کرنے والی) جس کا ذکر پہلے ہوا جلالی ہے
 جیسا کہ وارد ہوا ہے اِنَّ الْمُلُوكَ اِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً اَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا اَعْرَازَ اَهْلِهَا اِذْ لَنَدَّ
 [بیشک و ایان ملک جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ و برباد اور اس کے رہنے والوں میں جو عزت
 ہیں ان کو ذلیل کر ڈالتے ہیں] اور یہ تجلی رحمانی ہے حق اور بقا عطا کرنے والی ہے پس پہلی (تجلی) میں علم و
 عین میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے حجاب ہے اور دوسری (تجلی) میں حجاب مرتفع ہو گیا اور لب الالباب
 کے ساتھ متحقق ہو گیا و السلام علی من اتبع الهدی و التزم متابعة المصطفیٰ علیہ علی اللہ الصلوٰۃ البرکات العلیٰ

مکتوب ۲۲۳

شیخ فیض اللہ بنگالی کے نام لُن شہادت کے صل میں جو کہ انھوں نے امام ابانی مجدد الف ثانی (قدس سرہ)
 کے کلام پر لکھے تھے اور جو حق کے معاملات منکشف ہونے کی کیفیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ و سلام علی عبدہ الذین اصطفے۔ آپ نے دریافت کیا

تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بعض عباراتوں میں مرتبہ اصل کے بیان میں یہ جو
 لفظ مرکز و محیط اور اس کے مثل واقع ہوتا ہے کس معنی میں ہے اور اسی طرح حضرت عالی کی عبارات شریفہ
 میں واقع ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے مقامات مرتبہ اصل میں ہیں ہر ایک کا مقام دوسرے سے
 ممتاز ہے، یہ عبارات بھی تجزی (اجزاء والا ہونا) کا وہم پیدا کرتی ہیں۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک (اللہ تعالیٰ
 کی شان اس سے بلند ترین ہے)۔

آپ جان لیں کہ مرتبہ اصل میں جس طرح کہ اجمال اور بساطت (بسیط ہونا) ہے اسی طرح تفصیل و
 وسعت بھی ثابت ہے لیکن وہ اجمال و تفصیل نہیں جو کہ ہماری سمجھ میں آ سکے اور نہ وہ وسعت و بساطت جو
 ہمارے حوصلہ کے لائق ہو کہ وہ تجزی و تخریر (اجزاء والا اور محدود ہونے) کا باعث ہے بلکہ اس مقام کا
 اجمال اور اسی طرح اس مرتبہ کی تفصیل ذاتِ اقدس کی طرح بیچون و بیچگونہ (بے کیف و باس) ہے، یہ معاملہ
 نظرِ عقل کے طریقہ سے ماورائے ہے کیونکہ جو کچھ چون کے حوصلہ میں سما جائے وہ چون ہوگا اس لئے کہ چون کو
 بیچون کی طرف راہ نہیں ہے پس (اس سے) دوسرا سوال دور ہو جاتا ہے، رہا پہلے سوال کا جواب،
 تو جان لیں کہ ہر ایک پیغمبر کا اپنے پروردگار کے ساتھ علیحدہ معاملہ ہے اور جدا بھید ہے کسی دوسرے کو
 علیہ فارسی مطبوعہ سنہ ۱۲۸۱ھ بمطابق ۱۸۶۵ء لکھا ہے راقم کے خیال میں یہ لفظ المعنی ہر اسی کے لحاظ سے توجہ کیا گیا ہے (ترجمہ)

اس معاملہ میں اصالت کے طور پر شرکت نہیں ہے مثلاً جو نسبت و قرب کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو ہے اُن کے غیر کو میر نہیں ہے اور اسی طرح جو قرب کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ مخصوص ہے وہ دوسرے کے لئے نہیں ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔ لیکن اُس نسبت و قرب کی کیفیت کسی کو معلوم نہیں ہے اور جب کسی عارف کے لئے چاہتے ہیں کہ اس نسبت و قرب کے علم سے جو کماں اکابر میں سے کسی ایک کے لئے ثابت ہے سرفراز کریں اُس قرب و نسبت کو مثالی صورت میں اُس امر (معاملہ) کے ساتھ جو کماں قرب کے مناسب اور اس نسبت کے مشابہ ہے ظاہر کرتے ہیں کیونکہ اس نسبت کے حقائق پر مطلع ہونا صورتِ مثالی کے بغیر دشوار ہے پس قرب و اتصال کی غایت کو مرکز کی صورت میں ظاہر کرتے ہیں اور دوسرے قرب کو محیط کی صورت میں، وعلیٰ ہذا القیاس۔ لیکن جانتا چاہئے کہ وہ مشہود نفی کے قابل نہیں ہے کیونکہ وہ عارف اس وقت میں جانتا ہے کہ جو کچھ مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے وہ اس معاملہ کی مثالی صورت ہے نہ کہ اُس معاملہ کی حقیقت اور جو کچھ اس صورت میں ظاہر ہے نفس امر کے مطابق ہے پس وہ نفی نہیں کر سکتا بخلاف اس شخص کے جو کہ صورت کو عین حقیقت خیال کرتا ہے اور شیخ (جسم) قد و قامت کو صاحبِ شیخ کا عین جانتا ہے کہ اس کا مشہود نفی کے قابل ہے، والسلام ولا اکرام۔

مکتوب ۲۲۴

میرزا عبد الرشید گنگوہی کے نام بعض مواجید و جد کیفیات کی شرح و تفسیرات کے لیں تحریر فرمایا۔

۴۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین و
الوصحیہ جمعین (آپ کے) مکتوب گرامی کو ملا غازی نے پہنچایا، اس کے مطالعہ سے اذواق و مواجید اور
معنوی لذات حاصل کیں، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ نے شریعتِ منورہ کے مضبوط حلقہ کو ترک نہیں کیا ہے
اور اُن اعمال و عقائد پر جو کماں (شریعت) سے ماخوذ ہیں استقامت رکھتے ہیں و ارباب (کیفیات) کو شرع
کی ترازو پر تولتے ہیں اور مغائرت بہت کم واقع ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "واحدیت دیکھنے بلکہ احدیت کی گہرائی میں فنا ہو جانے کے حصول کے باوجود
دل کا رنج عروج کی طلب سے باز نہیں آتا" اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "اس حال میں حوالہ و استہلاک و اسقاط
کا امتیاز و قوت اور ظل و اصل کا شعور نہیں ہے" میرے مخدوم اسالک جب تک کہ اسماء و صفات اور اپنے
تعیینات کے مبادی میں میر رکھتا ہے وہ (اس وقت تک) اصول اور اصولِ اصول میں میر رکھتا ہے اور جب

معاملہ اس سے اوپر چلا جاتا ہے اور اصول کو ظلال کی طرح راستہ میں چھوڑ دیتا ہے (تو) ہو سکتا ہے کہ اصل اور ظل میں شعور کا نہ ہونا اسی وجہ سے ہو کہ اصالت و ظلیت درمیان میں نہیں ہے اصل اس بارگاہ سے ظل کی طرح راستہ میں رہ گئی ہے اور یہ حالت کس طرح کسی اسم کے ساتھ مسمی ہو سکتی ہے جبکہ تمام اسماء واعتباراً اُس مقام سے ساقط ہو گئے ہیں اور چونکہ کلام مجید کو اس بارگاہ میں کامل دخل ہے اس لئے چاہئے کہ تلاوت کے ساتھ یہ حالت طاقت پکڑے۔

آپ نے لکھا تھا کہ روح و نفس کی حقیقت مراتب کے تعلق سے واضح ہوتی ہے ورنہ حقیقت میں (یہ) دو موجود نہیں ہیں اگر شرکاً مصدر (جائے صدور) ہے تو وہ نفس سے موسوم ہے اور اگر خیر (کا مصدر) ہے تو اس کو روح کا نام دیا گیا ہے اور اسی قیاس پر سرور خفی ہیں، بیشک بعض اکابر اس طرف گئے ہیں لیکن ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدس اللہ سبحانہ و بصرہ الاقدس کا مختاریہ ہے کہ ان لطائف شہ (چھ لطیفوں) میں سے ہر ایک خاصہ راجعہ کی طرح جدا حقیقت رکھتا ہے اور یہ ایک دوسرے کے ساتھ حقیقی مغایرت رکھتے ہیں لیکن ہر ایک کے ساتھ معاملہ علیحدہ و وابستہ ہے اور نیز عالم امر کے جواہر خمسہ (پانچوں لطائف) میں سے ہر ایک کی ولایت جدا اور ہر ایک کا سیر و سلوک و فتا و بقا علیحدہ ہے اور ان (لطائف) میں سے ہر ایک کو انبیاء و نبیوں علیہم الصلوٰۃ و البرکات میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک خاص خصوصیت ہے، پانچوں لطائف کی ولایات کے طے کرنے کے بعد معاملہ اطمینانِ نفس کے ساتھ واقع ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ، چنانچہ اس کی تفصیل طریق جدید کے بیان والے مکتوب سے واضح ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ اضافات کو ساقط کرنے والی یہ نسبت جیسا کہ بیداری میں ہے نیز میں بھی ایسا ہونا لازم ہے کہ نہیں انجہ میرے محذور! اگر اضافاتوں (نسبتوں) کا اسقاط و رد کسب و عمل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جس کو طریقت کہتے ہیں تو خواب بیداری یکساں نہیں ہے اور اگر فعل (عمل کرنے) و تکلف کے بغیر ہے جو کہ حقیقت کا مقام ہے تو یکساں کیونکہ ہمارے نزدیک فتا و بقا دائمی ہے۔ اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ اولیاء محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت اور انبیاء سابقین علیٰ اجمعین عموماً علیٰ افضلہم و اہم خصوصاً الصلوٰۃ التسلیماۃ البرکات کی ولایت کے طریقہ میں کیا فرق ہے انجہ میرے محذور! اس استفسار کا جواب حضرت پیر و سنگر (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے مکتوبات قدسی آیات صریحہ میں ہے کہ ان میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے، آپ نے لکھا تھا کہ بعض لوگ طریقہ نقشبندیہ کے علاوہ دوسرے طریقہ کی استدعا کرتے ہیں، میرے محذور! اگر کوئی طالب طریقہ قادریہ کی استدعا کرے تو حضرت شیخ عبدالقادر (جیلانی بغدادی) قدس سرہ کی روح مبارک کی طرف متوجہ ہو کر اس کو خرقہ دیدیں اور شجرہ بھی دیں، والسلام۔

مکتوب ۲۲۵

حاجی محمد عارف کے نام بعض حالات و مقامات کی تفصیل میں تحریر فرمایا۔

بسم الله الرحمن الرحيم حامداً ومصلياً على رسولہ الکریم ہرادر عزیز زائر حرمین شریفین
حاجی عارف کے مکتوب مرغوب نے مسرور کیا، سرور کائنات علیہ السلام افضل الصلوات واکمل التحيات
کی زیارت اور آپ سے بشارت پانا واضح ہوا الحمد للہ سبحانہ علی ذلک حمداً کثیراً [اس بات پر اللہ سبحانہ
و تعالیٰ کا بہت زیادہ حمد و شکر ہے]۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ ”بار بار الہام ہوا اللہ ہمارے حضرت عالی قدس سرہ
سبحانہ بسرہ الاقدس کا نام لیکر فرمایا کہ جو شخص قیامت میں اپنی نجات چاہتا ہے وہ اُن کا دامن پکڑ لے۔“
(یہ حضرت عالی کے الہام کے موافق ہے کیونکہ آپ کو الہام کیا گیا ہے کہ میں نے آپ کو اور قیامت تک ہونے
والے ہر اس شخص کو بخش دیا جس نے میری طرف تیرے ساتھ بالواسطہ یا بلا واسطہ توسل حاصل کیا۔
اور آپ نے لکھا تھا کہ حقیقت نماز کے متعلق کیا عرض کرے اس کی ادائیگی میں وہ لذت حاصل ہوتی ہے کہ
جس کی شرح بیان نہیں کر سکتا، تکبیر اولیٰ کے وقت ہی محویت طاری ہو جاتی ہے اور مشاہدہ حق جل
علا کے سوا شعور باقی نہیں رہتا اور بعض اوقات ایک (ایسا) نور قلب سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا
اس نے تمام عالم کو منور کر دیا ہے۔“ میرے مخدوم! نماز میں لذت کا حاصل ہونا بڑی نعمتوں میں سے ہر
ہمارے حضرت عالی (محمد الف ثانی) قدس سرہ الاقدس نے اپنے مکتوبات قدسی آیات میں
لکھا ہے کہ نماز میں لذت کا حاصل ہونا غیر منتہی کو میر نہیں ہے خاص طور پر فرض نمازوں میں، کیونکہ
نتہایت کی ابتداء میں نقل نماز کی ادائیگی کے ساتھ لذت بخشے ہیں اور نہایت انتہایت (نتہایت کی انتہا)
میں یہ نسبت فرائض کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہے اور بس۔ ع

ایں کار و دولت است کنوں تا کرا دہند [پسب کی بات ہے دیکھیے اب کس کو دیتے ہیں]

اور نیز حضرت عالی (محمد الف ثانی) قدس سرہ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ”جو لذت نماز ادا کرتے وقت حاصل
ہوتی ہے نفس کا اس میں ہرگز کوئی حصہ نہیں ہے، یعنی اس لذت کی حالت میں وہ (نفس) نالہ و فریاد
میں ہے۔“ سبحان اللہ کتنا بلند مرتبہ ہے۔ ع

هينئذ لا ريب النعيم نعيمها [نعمت والوں کو اُن کی نعمتیں مبارک ہوں]

اور انھوں (مؤلف ثانی) نے یہ بھی لکھا ہے کہ دنیا میں نماز کا رتبہ ایسا ہے جیسا کہ آخرت میں رتبہ باری تعالیٰ کا۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ تمام عبادات نماز کے لئے وسائل ہیں اور نماز مقاصد میں سے ہے اور آپ نے لکھا تھا کہ ”دوسرے طریق کے اکثر مشائخ مہربانی فرماتے ہیں اور فقیر سب کو اسی جانب سے جانتا ہے اور جہاں کہیں سے فیض پہنچتا ہے اسی جانب منسوب کرتا ہے۔ بیشک اسی طرح (ہونا چاہئے تاکہ قبلہ توجہ منتشر نہ ہو جائے) ہر کہ کچا ہمہ جا“ [جو ایک جگہ ہے دوسرے جگہ ہے] آپ نے سنا ہوگا، دوستوں سے سلامتی خاتمہ کی دعا کا امیدوار ہے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائرین اتبع الہدیٰ والترمذ متابعتہ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ الصلوٰت والتسلیمات والبرکات العلی۔

مکتوب ۲۲۶

مولانا محمد صدیق کے نام (شیخ) پر ہونے کے لئے بعض ضروری امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ حامد اللہ ومصلیا علی رسولہ الکریم اما بعد، تمام احوال لائق شکر ہیں اور اُس (اللہ) سبحانہ و تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور سنت مصطفویہ علی مصدرہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ پر استقامت کی دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم، ایمان جمید دوستوں میں سے ہیں دوستی محبت کے طریق کی رعایت کریں گے۔ آپ نے لکھا تھا کہ ”صوفی محمد شریف آیا ہے“ فقیر اس کے بارے میں حضرت حق سبحانہ سے اسی معنی کی استدعا کرتا تھا جو کہ ظاہر ہوا ہے حمد اللہ سبحانہ علی ذلک [اس پر اللہ سبحانہ کا حمد و شکر ہے] آپ نے کابلی دوست کے لئے پیرا میں طلب کیا تھا بھیجتے وقت استخارہ کیا، بظاہر اس امر کے ساتھ کچھ زیادہ ۴۱۹ قلب کا رجحان ظاہر نہیں ہوا اور منع بھی معلوم نہیں ہوا، بہر حال پیرا میں آپ کو بھیج دیا ہے، جب وہ دوست دوبارہ آپ کی صحبت میں پہنچے کچھ عرصہ اس کو رکھیں اور اس کے طور طریقوں میں استقامت معلوم ہو اور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی تیاری اس کے اطوار سے ظاہر ہو طوالبین کو اس کی صحبت میں کچھ نفع حاصل ہو تو استخارہ اور رجحان قلب کے بعد پیرا میں اس کو دیدیں اور طریقہ کی تعلیم کی اجازت میں جعفریہ تاجروافعہ اور زیادہ مناسب ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ابتدا میں انتہا کے احوال اندراج کے طریق پر ظاہر ہوتے ہیں لیکن وہ احوال زوال و محفوظ نہیں ہوتے اور بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ (وہ احوال) شریعت طریقت کے طور طریقوں پر استقامت کا ثمرہ نہیں دیتے اور تاخیر میں دلائل نہ ہونے کا امتحان ہو جاتا ہے اور استقامت و عدم استقامت معلوم ہو جاتی ہے۔ الشیخ فی قومہ کا النبی فی ائمہ [شیخ اپنی جماعت میں ایسا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں] آپ نے سنا ہوگا والسلام

مکتوب ۲۲۴

میرزا امان اللہ کے نام درد و محبت کی فضیلت اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ جو شخص آخرت کی تعمیر میں مشغول ہے وہ اس درد و الم و محبت کے ساتھ موصوف ہے۔

بسم اللہ حامداً للہ العظیم ومصلیاً علیٰ رسولہ الکریم اس ناپایا یدار دنیا میں خوشگوار نعمت، شوقِ احدیت کا انتظار اور پیاسا رہا و بے آرامی ہے اور محبت کی طلب میں درد و حزن و اضطراب ہے کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب ہے جب سکون حاصل ہوا تو تصوف نہیں رہا، یہ شوق و اندوہ سعاد توں کا سرمایہ ہے اور یہ اضطراب و بے چینی یافت (پالینے) کا سرچشمہ ہے، ع

بادرد و بازو جوں دو اے تو منم [درد کے ساتھ موافقت کر جبکہ تیری دوا میں ہوں]
جو دنیا زو فضیلت کہ بنی آدم (انسان) کو تمام اقسام موجودات پر ہے وہ عشق و درد کی وجہ سے ہے، ع
درد را جز آدمی در خورد نیست [درد کا اہل آدمی کے سوا اور کوئی نہیں ہے]

انسان جس قدر زیادہ درد و محبت کا مؤرد ہوگا معیت و قرب میں اسی قدر زیادہ کامل ہوگا، المء مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] معیت ذرا سا وقت بھی ایسا باقی نہیں چھوڑتی جبکہ وہ محب صادق کو حاصل نہ ہو یعنی ہر وقت معیت نصیب ہوتی ہے۔ سرور کائنات مفرج موجودات علیہ و علی آلہ الصلوٰت و البرکات محبوبیت ذاتیہ کے باوجود دائمی حزن اور متواتر فکر کے ساتھ موصوف تھے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے، جو شخص کہ اس درد سے بے نصیب ہے وہ چوپایوں کے حکم میں ہے بلکہ چوپایوں سے بھی زیادہ گرا ہوا اور زیادہ گمراہ ہے کیونکہ اس نے قابلیت کے باوجود استعداد (قابلیت) کی زمین کو معطل و بیکار رکھا اور جس چیز کی ویرانی کے لئے مامور ہے اس کی تعمیر میں مشغول ہوا اور اس سے اس عالم فانی میں جس چیز کا مطالبہ کیا گیا ہے وہ بجا نہیں لایا کل (قیامت کے روز) کس منہ سے اس کی بارگاہِ صمدیت میں (اللہ تعالیٰ کے سامنے) پیش ہوگا اور کس تہذیب سے جواب کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوگا۔

فیا ویلتا علی من اعرض عن اللہ ویا حسرتا علی من فرط فی جنب اللہ

[اے اس شخص پر افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی اور اس شخص پر حسرت ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی تجاؤز کیا]
دنیا میں دوبارہ آنا نہیں ہے، مَنْ کَانَ فِیْ هَذِهِ الْعَالَمِیَّةِ فَهُوَ فِی الْآخِرَةِ اَعْمٰی وَاَصْلُ سَبَبِهَا [جو شخص اس دنیا میں آئے رہا رہا وہ آخرت میں بھی آئے رہا اور راستہ سے بھٹکا ہوا ہوگا] اور درد و محبت اس چیز میں منحصر نہیں ہے

جو کہ مشہور ہے، جو شخص بھی آخرت کی تعمیر میں مشغول رہتا ہے وہ اس درد و محبت کے ساتھ موصوف ہے کیونکہ اس کے باطن پر محبت کا غلبہ ہی تو ہے کہ جس نے اس کو مرغوبات کے ترک پر آمادہ کیا ہے اور نفس کی مخالفت اور اس کی تخریب پر دلیر بنایا ہے اگرچہ وہ نہیں جانتا کہ وہ کیا رکھتا ہے، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و علیہ وسلم نے آیت کریمہ اَوْ مَن كَانَ مِيتًا فَآخِيْنَهُ وَجَعَلْنَا كَذٰلِكَ فَايْشِيْ بِهٖ فِى النَّآثِيْثِ (کیا بات نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور اس کے لئے تو رہنمایا جس کے ذریعہ سے وہ لوگوں میں چلتا ہے) کے بارے میں فرمایا النور اذا دخل الصدر انفتح الحديث (جب وہ نور سینہ میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ سینہ کھل جاتا ہے) پس عرض کیا گیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اس کے لئے کوئی علامت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نشانی دار الغرور (دنیا) سے علیحدگی اختیار کرنا اور دارالقرار (آخرت) کے لئے تیاری کرنا ہے۔ پس آنسو و رعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخرت کی تیاری اور دنیا سے روگردانی کو نور اور وہ حیات قرار دیا جو کہ اس موت پر مرتب ہوتی ہے جو مرنے سے پہلے ہے جس کو کہ معرفت کہتے ہیں کیونکہ معرفت ان حضرات کے نزدیک فنا فی المعروف سے عبارت ہے اور یہ موت و معرفت درد و محبت کا نتیجہ ہے، رزقنا اللہ سبحانہ وایاکم قطرة من هذه الحجة وجرعة من هذا الخبز وبقایا عن دار الغرور وروتا ہلدارالقرار امین۔ (اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس محبت کا کوئی قطرہ اور اس غم جن کا کوئی گھونٹ اور دار الغرور (دنیا) سے علیحدگی اور دارالقرار یعنی آخرت کی تیاری نصیب فرمائے، آمین۔)

مکتوب ۲۲۸

مولانا محمد صدیق کے نام سنت کو زندہ کرنے اور بدعت کو مٹانے پر ترغیب دینے اور ابہام کے نطفی ہونے اور بندگی کے پسندیدہ طریقے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً للہ العظیم و مصلیاً علی رسولہ الکریم اس وقت میں عہد نبوت کے بعد اور قیامت کے قرب کی وجہ سے بدعت شائع ہو گئی ہے اور اس کی ظلمتوں نے دنیا کا احاطہ کر لیا ہے اور سنت اجنبی (آن جانی) ہو گئی ہے اور اس کے اتوار پوشیدہ ہو گئے ہیں، متروکہ سنتوں کو زندہ کرنے اور شرعی علوم کو شائع کرنے میں کمر ہمت کو خوب مضبوط باندھیں اور اس امر کو بارگاہ خداوندی جل سلطانہ کی کمال رضامندی کا وسیلہ بنائیں اور بارگاہ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قرب کو اس عمل کے ذریعہ تلاش کریں، حدیث شریفہ کا مضمون ہے کہ جو شخص میری ایسی سنت کو زندہ کرے گا کہ جس پر عمل متروک ہو چکا ہے

تو اس کے لئے سوشیدوں کا ثواب ہے۔ اچانک سنت کا پہلا درجہ یہ ہے کہ اس پر خود عمل کرے اور اس سنت کے زندہ کرنے کا اعلیٰ درجہ اس کو رواج دینا اور دوسروں سے اس پر عمل کرنے میں کوشش کرنا ہے۔ خاتمہ کے مہم ہونے کے دروغم کا اظہار جو آپ ہمیشہ کرتے رہتے ہیں بجائے یہ ابہام کم شکن ہے آج اس درد سے خواہ تصور ابویا زیادہ کوئی شخص خالی نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ اپنے بارے میں قبولیت کا کچھ اثر یقین و حزم کے ساتھ مشاہدہ نہیں کرتا ہے۔ میرے مخدوم! اس قسم کے امور میں حزم و یقین نزول وحی کے زمانہ میں دھل رہا ہے اور اس زمانہ کے علاوہ اور وقت میں علامات و آثار و بشارات جو کہ طمانیت قلب کا سبب ہوں ہوتی رہتی ہیں اور چونکہ ابہام (دو معنی ہونے) کا وہم و خیال میں ہے (اس لئے) درد و اضطراب دانگہ ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ اپنی عبادات و طاعات کو قبولیت کے لائق نہیں جانتا اس بنا پر بعض اوقات اُن کے ادا کرنے سے سستی برتا ہے۔ میرے مخدوم! اس عالم (دنیا) میں عمل مطلوب اور ضروری ہے خواہ قبولیت کے قابل جائیں یا نہ جائیں عمل کرنا چاہئے اور اس سے استغفار کرنا چاہئے گریہ و زاری کے ساتھ اس کی قبولیت طلب کرنی چاہئے تاکہ قبولیت کے لائق ہو جائے اور تورانیت پیدا کرے اعمال و استغفار عمل کو اور استغفار کا بندگی کا طریقہ یہی ہے اور اس کے علاوہ شیطان لعین کا بہکانا ہے۔ دیگر جو محبت و دلی توجہ کہ فقیر کو آپ کی جانب ہے اس کا کیا اظہار کرے جو محبت کہ آپ کو ہمارے ساتھ ہے وہ اسی کا اثر ہے فرع میں جو کچھ ہے وہ اصل کی طرف سے آیا ہے، شروع سے اسی طرح ہوتا آیا ہے، آیت کریمہ **يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ** [وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں] اور آیت کریمہ **رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ** [اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے] میں اپنی محبت و رضا کو ان کی محبت و رضا پر مقدم رکھا ہے اور صریحاً قدسی وانا الیہم لاشد شوقاً [یقیناً میں ان کی طرف زیادہ شدت کا شوق رکھتا ہوں] میں اپنے اشد شوق کو ثابت کیا ہے۔

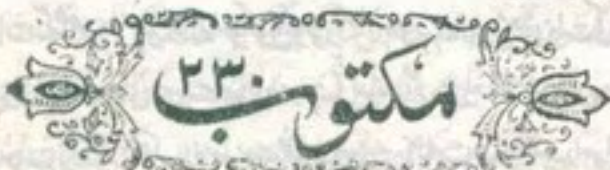
مکتوب ۲۲۹

مخدوم زادہ خواجہ محمد اشرف کی خدمت میں اپنے حضرت پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

بعض الہامات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **هَذَا كِتَابُنَا يُنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنبِئُكُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ**

۴۱ [یہ ہماری کتاب تہذیب متعلق سچائی کے ساتھ دل ریز ہے۔ ٹیک جو کچھ لکھا کرتے تھے ہم اس کو لکھوا لیتے تھے] علمائے کرام اس استنسخ (لکھ لیتے) سے فرشتے کا لکھنا مراد لیتے ہیں اور اسناد کو مجازی کہتے ہیں، ہمارے حضرت عالی (محمد رالف ثانی قدس سرہ) فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ اس آیت کو بار بار پڑھ رہا تھا دل میں یہ خیال آیا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ لکھنے کی نسبت کو اپنی مقدس ذات کی طرف فرماتا ہے اس کی کوئی حقیقت ہے یا نہیں مشہور ہو گا اس مرتبہ مقدسہ میں بھی فرشتے کے استنسخ (لکھنے) کے علاوہ ایک استنسخ (لکھائی) ثابت ہے۔ اس فقیر (خواجہ محمد معصوم قدس سرہ) نے عرض کیا کہ کیا اس مرتبہ عالمیہ کا استنسخ بعض اشخاص کے ساتھ مخصوص ہے یا عام ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مخصوص حضرات کے ساتھ مخصوص ہے، ان کے اور حضرت حق سبحانہ کے درمیان بعض ایسے امور گزرتے ہیں کہ وہ سبحانہ و تعالیٰ نہیں چاہتا کہ فرشتے کو بھی اس پر اطلاع ہو۔ ذَلِکَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ [یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے یہ عنایت فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے]۔ شاید کہ یہی بھی ہو گا کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ بعض خواص سے اپنے کرم کے ساتھ کاتبین کرام کو دور رکھتا ہے حضرت عالی (محمد رالف ثانی قدس سرہ) کو اپنے بارہ میں (بھی ایسا) الہام ہوا تھا اور اسی طرح حق سبحانہ و تعالیٰ نے ایک کرم میں توفی (جان قبض کرنے کو) کو اپنی ذات کی طرف منسوب فرمایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا (اللہ تعالیٰ نفسوں (جانوں) کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے) حالانکہ جان قبض کرنے والا ملک الموت (موت کا فرشتہ) ہوتا ہے جیسا کہ اس پر دوسری آیت دلالت کرتی ہے یا یہ احتمال ہے کہ بعض خواص کے لئے (جان کا قبض کرنا) فرشتے کے توسط کے بغیر ہو اور یہ جو بعض روایات میں (روح کا قبض کرنا) مذکورہ فرشتے کے واسطے سے بعض خواص کے لئے آیا ہے تو اس کا ادنیٰ تاویل و توجیہ کے ساتھ اس معنی پر محمول ہونا ممکن ہے نہ کہ مباشرتہ کے طور پر اور وہ تاویل یہ ہے کہ بعض کاتبین کی وفات کے وقت فرشتے کے حضور پر محمول ہونے کی وفات دینے کے اسباب کو اس کے فعل پر حمل کیا جائے، پس غور کر لیجئے۔



پیرزادہ خواجہ محمد عبید اللہ (صاحبزادہ خواجہ باقی باللہ قدس سرہ) کی خدمت میں آنجناب کے

لے کسی شاعر نے خوب کہا ہے میں عاشق و معشوق رمزے ست، کوٹا نا کاتبین را ہم خبر نیست - مترجم

مکتوب کے جواب میں اور اُس مکتوب کے بعض معاملات پر اعتراض اور حکم کے اس قول کو دور کرنے میں کہ موجود معدوم نہیں ہوتا اور معدوم موجود نہیں ہو جاتا اور نماز کے کمالات کے ذکر میں اور اس تحقیق میں تحریر فرمایا کہ وجود خدا ہے یا نہیں ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسول الله محمد
واله اجمعين حضرت مخدوم زادہ گرامی سلمہ ربہ کے بزرگ غایت نامہ عالی نے اس گنہگار کو مشرف
و ممتاز کیا۔ اشفاق پناہ! مسئلہ وحدت وجود ہمارا موروثی مسئلہ ہے کہ باپ دادا کے واسطے سے یہ بزرگ
مسئلہ ہم تک پہنچا ہے ان بے حاصلوں کو بار بار اس کی تلقین کرنا تحصیل حاصل اور زیرہ کو کرمان بھیجے گا
مصدق ہے۔ سابقہ تکلیف دی سے مقصود یہ تھا کہ معلوم ہو جائے کہ اس معرفت کے علاوہ دوسرا
معاملہ بھی ہے کہ ان دونوں کے درمیان وہی نسبت ہے جو چھلکے اور مگر کے درمیان ہے، اُس مشفق کو
(آپ) کو پسند نہیں آیا اور آپ نے اس کو محال و مخمینی باتیں تصور فرمایا حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ
[ہیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے]۔

آپ نے لکھا ہے کہ تجلی ذات کے بعد تمام کاروبار تجلیات صفات کے ساتھ ہے کہ جس کی
نہایت نہیں ہے۔ تجلی ذات کے بعد عالی ہمت کو چاہئے کہ ذات تجلی کا طالب رہے اور ایک ایسے
معاملہ کا گرفتار ہو جو کہ ان تجلیات سے ماوراء ہے وہ تجلیات صفات کی طرف نزول کیوں کرے اور
اس بات کی جرأت کرنا کہ کامل نزول کے بعد مطلق حقیقی کمال اطلاق و تنزیہ کے ساتھ ذات وجود کے
ہر ذرہ سے ظاہر و روشن ہے بہت گراں ہے آپ نے کہاں سے یقین کر لیا ہے کہ وہ مشہود مطلق حقیقی اور
ذات حق جل و علا ہے، وہی معاملہ ہے (کہ) ع

بخواب اندر مگر موٹے شتر شد [شاید کوئی چوہا خواب میں اونٹ بن گیا]
شراب کوثر سے سوائے سراب کے ان کو کچھ حاصل نہیں ہے اور مطلق حقیقی کو غیر و غیریت سے تنزیہ کرنا
اور غیریت کو تعینات میں منحصر کرنا شاید کہ یہ دونوں مقدمے اس بات پر مبنی ہوں کہ مطلق حقیقی کیلئے
مقیدات و تعینات کے ضمن میں ہونے کے سوا کوئی وجودِ صلی نہیں ہے اور یہ معنی ذات کی نفی کو لازم کرتے
ہیں تعالیٰ عن ذلک [اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے] کیونکہ اگر وجود متاصل ہو تو روئی ثابت ہوگی اور
الاثنان متغاثران [دو چیزیں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں] ثابت شدہ قضیہ (اصول) ہے، اطلاق و
تقیید کے قضیہ (اصول) کو ماننے کی صورت میں اس کا حکم تمام اطلاقات و تقییدات سے جدا ہے کیونکہ مطلق
کے لئے مقیدات کے ضمن میں ہونے کے سوا وجود نہیں ہے اور اس جگہ ایسا نہیں ہے کیونکہ مطلق وجود

مائل رکھتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل اُس مخدوم (آپ) کے مکتوب کے جواب میں جو کہ بہت سے مسائل پر مشتمل ہے تحریر ہو چکی ہے اور تنزیل (تجلیات صفات میں نزول کرنے) کو مان لینے کی صورت میں جو شخص کہ مطلق کا اس حیثیت سے گرفتار ہے کہ وہ مطلق ہے، مقیدات کے ساتھ ہرگز خوش نہیں ہوگا اگرچہ وہ اس کا عین ہی ہوں۔ مقیدات اگرچہ مطلق ہوں لیکن ہر ایک کے احکام جدا اور معاملات الگ ہیں، ایک کو دوسرے کے ساتھ مخلوط کرنا اور ایک کی گرفتاری کو بعینہ دوسرے کی گرفتاری جاننا لنگاہ کی تیزی سے بعید ہے، اگرچہ اس مرتبہ میں تمیز مفقود ہے لیکن اس گرفتاری سے اُس گرفتاری تک بہت فرق ہے، حیوان کا طالب اس حیثیت سے جیسا کہ وہ (حیوان) ہے ہرگز ناشی (چوپایہ) اور فرس (گھوڑا) سے خوش نہیں ہوتا، ہر چندان کے درمیان نسبت اتحاد موجود ہے، حیوان کے مرتبہ میں تمیز مفقود ہوتی ہے۔ اور جو کچھ کہ حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ) کے کلام کی توجیہ میں آپ نے فرمایا کہ غیر سے مراد مطلوب کا غیر ہے نہ کہ حق (اللہ تعالیٰ) عز و جہانہ کا غیر، تو یہ سابقہ بیان کے منافی ہے کیونکہ جب ذرات میں مطلق حقیقی کا وجود کمال اطلاق و تنزہ کے ساتھ مشہود ہوگا (وہ) غیر مطلوب کس طرح ہوگا اور نفی کے قابل کس وجہ سے ہوگا اور غیر سے غیر اعتباری مراد لینا خلاف متبادر (جلدی ذہن میں ملاحظہ) آنے کے خلاف ہے، ہاں اگر اُن حضرت (قدس سرہ) کا مشرب جزم (یقین) کے ساتھ وحدت وجود جو تو اس قسم کے جیلوں اور زندا سیر کی گنجائش ہے ورنہ نہیں۔

اس کے باوجود ہم یہ کہتے ہیں کہ مطلق جو کہ (خواجہ بزرگ کی) عبارات شریفہ میں واقع ہے اس سے مراد اگر مرتبہ لاتعین اور غیب ہوتا ہے جیسا کہ عبارتوں سے متبادر (جلدی ذہن میں آتا) ہے کیونکہ مطلق حقیقی کمال اطلاق و تنزہ کے ساتھ اسی مرتبہ کے مناسب ہے تو یہ مرتبہ اس بلند مرتبہ گروہ کے طاق پر اس سے زیادہ بلند ہے کہ علم و معرفت و شہد کو متعلق بنے اسی لئے اس مرتبہ منزہ کے طلب و شوق سے منع کرتے ہیں اور اس کے طلب کرنے کو وقت کا ضائع کرنا سمجھتے ہیں، پس ذرات میں سے ہر ذرہ کے اندر اس کے مشاہدہ کرنے کا قول کوئی معنی نہیں رکھتا اور جس وقت وہ غیریت سے منزہ ہوگا تو تمام مشاہدات اسی کا مشاہدہ ہوں گے پس اس کے شوق و طلب کو منع کرنا صورت پذیر نہ ہوگا اور اگر مراد مرتبہ وحدت ہے جیسا کہ قوم کا کلام اس کا پتہ دیتا ہے جیسا کہ انھوں نے کہا ہے ”اور وہ مشہود کل ہے اور وہ تجلی ذاتی ہے اور اس کے لئے اعلیٰ توحید کا مقام ہے“ اگرچہ اس کو مطلق حقیقی کہنا کوئی زیادہ مناسب نہیں رکھتا کیونکہ یہ ایک لحاظ سے مرتبہ مطلق ہے کمال اطلاق اور پر کے مرتبہ کے لئے ہے، پس ہم کہتے ہیں کہ مطلوب ابھی تک اس کے ماوراء ہے

اور سالک راستہ میں ہے مطلب سے راستہ میں رک جانا طلب کامل کا مقتضی نہیں ہے اگرچہ اس تعین کو متعین پر زائد نہیں جانتے لیکن تعین (بہر حال) تعین ہے، عالی ہمت شخص اس پر فریقہ نہیں ہونا اور محمدی المشرب جو کہ محبوبیت کے زیادہ قریب ہے اس کے ساتھ عاجز نہیں رہ جاتا اور تمام اشیاء کے لئے اس تعین کی عینیت کے ساتھ اور غیریت سے اس کے تنزہ کے ساتھ لا تعین کی طلب سے فارغ نہیں بیٹھتا۔

عراق دوست اگر اندک است اندک نیست (دوست کا فراق اگر معمولی سا تو وہ بھی معمولی نہیں ہے)

اگر کہیں کہ "یعین عین متعین ہے پس ایک کی یافت و شہود بغینہ دوسرے کی یافت و شہود ہے" (جواب میں) ہم کہتے ہیں تو پھر اس کے اوپر کے مقام سے کیوں ڈرتے ہیں اور اس کی طلب سے منع کیوں کرتے ہیں کیونکہ اس کی یافت (تو) اس تعین کی یافت کے ضمن میں حاصل ہو گئی۔ پس معلوم ہوا کہ اُس مرتبہ کی یافت اس مرتبہ کی یافت سے جُدا ہے اسی لئے وہ ممنوع ہوا اور یہ ممنوع نہیں ہوا اور اگر وہ لوگ کہیں کہ جب اُس مرتبہ کا وصول و یافت محال ہے تو اس کا گرفتار کیوں ہوا اور اس کی طلب میں وقت کیوں ضائع کرے، (جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ اس کو مان لینے کی صورت میں عشق و گرفتاری اختیاری امر نہیں ہے کہ مقدراً عقلیہ کے ساتھ اس سے منع کیا جائے اور عاشق صادق کو ایسے محبوب سے باز رکھا جائے جس تک پہنچنا محال ہو۔

۴۱۳

باسر زلف تو بار اسر سودا کی ہست وصل ہر چند محال است تمنائی ہست

[تیری زلف کے سرے کے ساتھ ہمیں جنونی خیال ہے اگرچہ وصل محال ہے (لیکن پھر بھی) تمنائے بیچارے عاشق کی تمنائے ہے کہ اپنے آپ کو معشوق کی طلب میں جلائے اور برباد کر دے بلکہ اپنا کوئی نام و نشان چھوڑے اور اس کے بغیر نہ رہے اگرچہ معشوق کچھ بھی اس کے ہاتھ نہ آئے اگرچہ عتاب نہ کریں اور خواہ رد کر دیں کہ یہ رد کرتا نہیں ہے بلکہ نار ہے کسی نے خوب کہا ہے۔

اگر نہ ہی بکف دامن یا رم گرفتار کسے دیگر مدارم

(اگر تو دوست کا دامن میرے ہاتھ میں نہیں دیتا تو مجھے کسی دوسرے کا گرفتار (بھی) مت رکھ)۔ عاشق درد مند اس سب کچھ کے باوجود نہایت خوش ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ معشوق اس آوارہ کی طلب سے آگاہ ہے اور اس بیچارہ کے دردِ فراق سے باخبر ہے فان لم تکن تراه فانہ یزالک (پس اگر تو اس کو نہیں دیکھتا تو بلاشبہ وہ تجھ کو نہ کہہ رہا ہے)۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ عشق سے مقصود محض درد و غم ہوتا ہے اور وصل ہرگز منظور نہیں ہوتا، طلب کے اس درد کو وقت کا ضائع کرنا کس طرح کہا جائے گا کہ اس غمگین مبتلا کی عمر کا سرمایہ یہی درد و اندوہ ہے۔

بے غم و درد و تصدیف ز عمرے کے گذشت پیش ازیں کاش گرفتار غمت می بودم

(جو عمرے سے درد و غم کے بغیر گزری اس پر صدافوس ہے کاش کہ میں پہلے ہی سے تیرے غم میں گرفتار نہ ہوتا)

اور یہ جواب نے فرمایا ہے کہ اس معرفت کی کچھ خاصیتیں اور علاماتیں ہیں، چونکہ توحید حقیقت

میں شہودی ہے و وجودی نہیں ہے اس لئے ان علامات کے ساتھ متحقق ہونا ضروری نہیں ہے یہ تمام

معاملہ سالک کے شہود (مشاہدہ) میں ہے حقیقت میں اس (سالک) کی صفات پابندی کی اسی حالت پر

ہیں واجب تعالیٰ کی صفات نہیں ہو گئی ہیں، قلب حقیقت (حقیقت کا بدل جانا) محال ہے اور اگر بلا فرق

ممکن کی صفات بعینہ واجب کی صفات ہو جائیں تو چاہئے کہ ہدایت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور

ہدایت خداوندی جل شانہ میں کوئی فرق نہ ہو پس آیت کریمہ اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ

اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (بیشک تو جس کو چاہے ہدایت نہیں دے سکتا ولیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت دیتا)

کس معنی میں ہوگی و نیز حدیث انتم اعلموا بامور دنیا کما تم لم یمن دینا کے کاموں کو بہتر جانتے ہو کی کیا

وجہ ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ عز و جل مانے کے علم کے بارے میں اس طرح نہیں کہا جاسکتا، اور آیت کریمہ وَكُنْتُ اَعْلَمُ

الْغَيْبِ (اگر میں غیب کو جانتا) اور آیت کریمہ لَا اَدْرِیْ مَا یَفْعَلُنَّ فِیْ وَاوَاکِیْمُ (میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ

کیا سلوک ہوگا اور نہ یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک ہوگا) کس اعتبار سے ہوگا اور اس شہود (مشاہدہ)

میں صاحب استعلا و سالک کو بہت سے منافع ہیں کیونکہ سیر و سلوک اور ریاضات و عبادات و مقصود

ماسوی اللہ تعالیٰ کی گرفتاری (تعلق) کا زائل ہونا ہے اس شہود کے ذریعہ حصول سے جالتے ہیں،

اور اس سعی و کوشش سے مقصود بندگی کا حاصل ہونا اور اپنی عاجزی و احتیاج و دگامی کا مشاہدہ ہے

نہ یہ کہ بندہ بندگی کے راستہ سے پاؤں کھینچ لے اور خدا ہو جائے اور اس کے کمالات ذاتیہ کے ساتھ

متحقق ہو جائے کہ ان امور کی تمنا کرنا کمال خودی اور انانیت کا پتہ دیتا ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ

(خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ) نے فرمایا ہے کہ بندگی خواجگی کے ساتھ راست نہیں آتی۔ اور یہ جو

آپ نے لکھا تھا کہ مرتبہ وحدت میں فناے حقیقی (کا حاصل ہونا) اس راستہ کی تہایت ہے، وحدت

وجود کے قائل حضرات چونکہ ہمیشہ انفس کے گرفتار ہیں، اس گروہ کے لئے کامل طور پر خدا (کا حاصل ہونا)

کس طرح کہا جائے کیونکہ فنا ماسوی اللہ تعالیٰ کی گرفتاری کا زائل ہونا ہے اور یہ لوگ ہر وقت ذرات

میں سے ہر ایک ذرہ کے ساتھ گرفتار ہیں اگرچہ وہ غیریت کے عنوان کے ساتھ نہیں جانتے لیکن حقیقت میں

وہ غیر ہے کمال درجہ کی تجربہ و نیستی اس وقت ظاہر ہوگی جب وہ اس بھروسے نکل جائیں اور آفاق

و انفس کے ماوراء و دلیں۔ اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ مذکورہ خاصیات و علامات ساتھ متحقق اس فنا کی

حالت میں ثابت نہیں ہے کیونکہ یہ تحقق مقام بقا میں ہے اس لئے کہ فنا و استہلاک کے وقت میں ممکنات کا ہولی (مادہ) بن جانا اور جوہریت و عرضیت کی صورتوں کے ساتھ متمثل ہونا نہیں ہے پس اس تقدیر پر جائز ہے کہ مرتبہ توحید کی نہایت تک پہنچ جائے جو کہ فلسفے حقیقی ہوتی ہے اور ان علامات میں سے کوئی چیز بھی اس میں نہ ہو اور اگر ان علامات کے ساتھ تحقق ہونا نہایت و کمال ہو تو پھر فنا کو نہایت کہنا کس طرح درست ہوگا۔

ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں، فنا و بقائے وجودی اس صورت میں ہوگی جبکہ ممکنات کا کوئی وجود ہو، اس (وجود) کا ہونا شہود میں ہونے کے سوا نہیں ہے، امانتیں ہمیشہ اہل امانات کی ہیں اس جگہ سوائے اس کے نہیں کہ علم بدل جاتا ہے لیکن انا عند ظن عبدی بنی [میں اپنے بندہ کے گمان کے نزدیک ہوں] کے مطابق اس کمال کے اندازے سے اس کے ساتھ معاملہ فرماتے ہیں اور مذکورہ آثار و علامات اس میں ظاہر کرتے ہیں اور تسلیم کر لینے کی صورت میں دوسروں سے ان معاملات کی نفی کس طرح معلوم ہوگی اور کہاں سے معلوم کیا جائیگا کہ دوسرے حضرات اس حد تک اس کے حقائق میں غور و فکر کرنے اور اس کے دقائق میں غوطہ لگانے کے باوجود کس مسئلہ کی تحقیق کی بلند جوئی اور تدقیق کے انتہائی درجہ تک پہنچ چکے ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ جل شانہ کی امداد سے اس سے گزر چکے اور علوم و رات حاصل کر چکے ہوں ابھی تک توحید کے راستہ میں ہیں۔

میرے مشفق! معارف توحید وجودی کے متعلق جس قدر آپ جانتے ہیں (شوق) لکھیں کہ (۱) حال شریف ہے، کس کو اس مقام میں کلام سخن ہے کیونکہ اکابر اہل اللہ نے اس کے ساتھ کلام کیا ہے اگرچہ انھوں نے شکر و غلبہ محبت کی وجہ سے ہی کہا ہو۔ میرے جد امجد (حضرت شیخ عبد الاحد قدس سرہ) اس مقام (توحید وجودی) میں مضبوط قدم رکھتے تھے اور انھوں نے تصانیف عالیہ بھی تالیف فرمائی ہیں لیکن انھوں نے آداب شریعت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا جیسا کہ محققین کا طریقہ ہے لیکن دوسروں کی نفی کرنا اور حق کو اپنے علم میں ہی محصور (محدود) رکھنا اور اس (علم) کے ماسوا کو محال جاننا آپ جیسے حضرات سے بہت زیادہ محلِ تعجب ہے اور اسی طرح شیخ ابن عربی کو خاتم ولایت محمدی تعین کرنا اپنے تمام پیران نقشبندیہ سے اس ولایت کی نفی کرنا ہے، ان امور کی جرأت کرنا بلند فطرت حضرات سے نہایت ہی مستبعد ہے اور (اس سے بھی) زیادہ عجیب یہ ہے کہ آپ نے ابن سینا کو کامل محبت کے ساتھ یاد کیا ہے حالانکہ اس کے فاسد عقائد اہل حق کے عقائد کے مخالف اور اس کی تکفیر و تضلیل کا باعث ہیں، اور ایام غزالی (قدس سرہ) نے حکماء کے عقائد بیان کرنے کے بعد کہا ہے پس ان کی

نکفیر و تشیع (ان کو کافر و کبرکنا) واجب ہے جیسا کہ فارابی و ابن سینا۔ اور آنسور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ و التسلیمات واقعہ میں ایک بزرگ کو اس (بوعلی سینا) کے بارے میں فرماتے ہیں: رجل اصلہ اللہ علی علمہ (وہ ایک ایسا آدمی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے علم کے باوجود گمراہ کر دیا ہے) اور کسی دوسرے بزرگ کو بھی کسی دوسرے واقعہ میں اسی کے مثل فرمایا ہے۔ اگر غیروں سے اس قسم کے امور مطالعہ کئے جائیں تو چنداں شکایت کا مقام نہیں ہے لیکن اگر آپ جیسے حضرات (کی جانب) سے مخلصوں اور دوستوں کے کان میں اس قسم کے امور کی ذرا سی پھسک بھی پڑے تو اس کی گنجائش ہے کہ شکایات کی جائیں اسی بنا پر یہ سب جرأتیں کرتا ہے، معافی کی امید ہے۔

میرے مخدوم! جبکہ ہمارے خواجہ حضرت قطب عرفا مویبا الدین الرضی (قدس سرہ) انجام کار میں فرماتے ہوں کہ یقین کامل کے ساتھ معلوم ہو گیا کہ توحید ایک تنگ کوچہ ہے شاہراہ کوئی اور ہی ہے پھر بھی وہ مخدوم (آپ) تحریر فرماتے ہیں کہ وہ حضرت (خواجہ باقی باللہ قدس سرہ) وحدت درکثرت کے مشاہدہ میں رہے ہیں، شاید کہ وہ جائے پناہ (آپ) ان حضرت عالی قدس سرہ سے اس عبارت شریفہ کے صادر ہونے کے قصہ پر مطلع نہیں ہوئے ہیں جو اس کی تاویل میں جلدی کر رہے ہیں، ایسا نہیں ہوا ہے کہ صرف یہی عبارت ان (حضرت قدس سرہ) سے واقع ہوئی ہو تاکہ اس کی تاویل کریں اور ظاہر سے اس کو دوسری طرف لے جائیں اگرچہ وہ تاویل کے قابل نہ ہو، اس عبارت عالیہ کا صدور (کچھ معاملات کی خبر دیتا اور چند مقدمات پر مبنی ہے۔

آسودہ شبے باید و خوش مہتابے تابا تو حکایت کنم از ہر بابے

[ایک آرام و راحت کی رات ہو اور چاندنی خوب چمکی ہوئی ہو تاکہ میں تجھ سے ہر طرح کی گفتگو کروں]

جبکہ حضرت خواجہ (قدس سرہ) اس طرح فرمائیں اور اس مقام میں ہوئی انتخاب ان کی متابعت کے زیادہ حقدار ہیں، آپ اگرچہ مغلوب حال ہوں پیر کی تقلید کو ترک نہ کریں۔ اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ "عقلی و نقلی دلائل اس معرفت کی تائید کرتے ہیں، ————— جو نقلی دلائل اس بارے میں لوگ لاتے ہیں ان میں سے اکثر تشابہات کی قسم سے ہیں کہ وہ لازمی طور پر ظاہر سے دوسری طرف پھیرے ہوئے اور تاویل کئے گئے ہیں اور دلائل عقلیہ اقاہیات (قانع اور قائل کر دینے والے ہونے) کے سوا جن میں کہ کلام کی اور کیا چیزموں کے محقق دقانی (علامہ جلال الدین) رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ یہ مسئلہ طریقہ عقل سے ماوراء ہے اور مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ طریقہ عقل کے علاوہ ایک اور طریقہ ہے کہ جس طریقہ میں مکاشفہ و مشاہدہ کے طریق پر چند چیزیں منکشف ہو جاتی ہیں کہ عقل ان کے ادراک سے عاجز ہے جس طرح کہ جو اس محقولات کے ادراک سے جو کہ عقل سے معلوم ہوتے ہیں عاجز ہیں اور اس طریقہ میں یہ ثابت ہو چکا ہے

کہ حقیقت وجود جو کہ عین واجب الوجود ہے نہ کلی ہے نہ جزئی لہذا

اور یہ جو حکم لکھتا ہے کہ معدوم موجود اور موجود معدوم نہیں ہوتا اور ان دونوں مقدمات میں بدیہی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ناقابل تسلیم ہے اور بدیہی ہونے کا دعویٰ ناقابل سماعت ہے کیونکہ (یہ) وہم کا حکم ہے بلکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی کھلی ہوئی قدرت کا انکار ہے اگر وہ (اللہ تعالیٰ) معدوم کو موجود کر دے اور عالم کو کسی چیز کے بغیر پیدا فرما دے یا سب کو معدوم اور لاشے بنا دے تو اس کی قدرت سے کوئی تعجب کا مقام نہیں ہے یہ مقدمہ عالم کے قدیم ہونے کی طرف لے جانے والا ہے کہ جس کا قائل ہونا کفر ہے کیونکہ (تمام) اہل مذاہب کا اجماع ہے کہ عالم اپنے تمام اجزاء کے ساتھ محدث (غیر قدیم) ہے اور یہ آیت کریمہ **وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْمُ اللَّهِ تَجْزَعُونَ** (اور یہ کہ تم کہہ سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو یاد نہیں کیا کہ ہم نے ابتداءً اس کو پیدا کیا حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں تھا) کے بھی مخالف ہے (علامہ بیضاوی رحمہ اللہ) نے اپنی تفسیر میں کہا ہے بلکہ وہ عدم محض تھا، اور نیز اس سے صانع مختار (اللہ تعالیٰ) شانہ کا معطل (بیکار) ہونا لازم آتا ہے کیونکہ ان لوگوں کے طریق پراس سجانہ و تعالیٰ کی صنعت معدوم کی ایجاد نہیں کرتی اور موجود کو ایجاد کرنا خود محال اور تحصیل حاصل ہے، اور دوسرے مقدمہ (یعنی موجود معدوم نہیں بنتا) کے مطابق موجود محال ممکنہ کو بقا میں بھی صانع کا محتاج نہیں ہونا چاہئے بلکہ (چاہئے کہ) وہ تعالیٰ شانہ اشیاء کے فنا کرنے پر (بھی) قادر نہ ہو۔ اور نیز اعراض غیر قارہ (ایک حالت پر قائم نہ رہنے والے اعراض) میں کہ جن کا وراثت بھی مشاہرہ میں آثار رہتا ہے اور ان کا فنا ہونا بھی مشاہرہ میں آثار رہتا ہے یہ لوگ کیا کہیں گے۔ اس بات کا قائل ہونا حقیقت میں صانع مختار (اللہ تعالیٰ) کی نفی کرتا ہے، تعالیٰ عن ذلک علواً کبیراً (اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے) اور صفات کا (ذات پر) نازل نہ ہونا بھی ناقابل تسلیم ہے کیونکہ اہل سنت کے مسئلہ عقیدے کے خلاف ہے۔ صاحب تعرف صفات کے بارے میں کہ وہ کاہو و کاخیر میں [نہ وہ ذات ہیں اور نہ غیر ذات ہیں] صوفیہ کا اجماع بیان کرتا ہے، اور یہ بات مان لینے کی صورت میں ان صفات کے بالمقابل اعدا کو تمیز کرنے کے لئے تمیز علمی کافی ہے۔ اور زیادتی وجود کے بارے میں کلام آنجناب (آپ) کے اُس مکتوب کے جواب میں جو کہ بہت سے مسائل پر مشتمل ہے تفصیل کے ساتھ موجود ہے لیکن چونکہ اس جگہ بھی بات آگئی ہے تو کچھ مختصراً لکھا جاتا ہے۔

میرے مکرم! جب یقین کا طالب ہو کہ فطرت سلیمہ رکھتا ہوا اپنے صحیح وجدان کی طرف رجوع کرے اور اپنی درست سمجھ کے ساتھ صحیح طور پر غور کرے تو معلوم کر لے گا کہ اللہ تعالیٰ کو ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ وہ اپنے موجود ہونے کے لئے اپنی ذات مقدس کے علاوہ کسی اور کا محتاج ہو اور فی نفسہ (اپنی ذات میں)

ہستی سے خالی اور وجود کی احتیاج رکھتا ہوا و نیز وہ شخص معلوم کر لے گا کہ اُس تعالیٰ شانہ کی حقیقت و ماہیت عین وجود ہستی نہیں ہوتی ہے کیونکہ ہستی جو کہ فی نفسہ مصادر و احداث (جس سے دوسری چیزیں نکلیں اور جو نئی پیدا ہونے والی ہوں) سے ہے اس کو غیر کی جانب عدم احتیاج کے واسطے ہی باری تعالیٰ کی حقیقت جاننا اور اس پر اصطلاح باندھنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور جو ذات کہ خارج میں وجود حقیقی کے ساتھ موجود ہے کیا ضرورت ہے کہ ہم اس پر ایسے لفظ کا اطلاق کریں جو کہ اس معنی کا لغوی مفہوم ہو غیر کے ساتھ قائم ہو اور عوارض سے ہوا اور معقولات ثانویہ سے ہوا اور اس کے باوجود شرع اس کے اطلاق کے ساتھ وارد نہ ہوئی ہو، صوفیہ کرام جبکہ تمام نسبتوں اور اعتبارات کی اُس بارگاہِ قدس سے نفی کرتے ہیں تو ان کی ایک جماعت وجود کی بھی نفی کیوں نہیں کرتی اور وجود کی نفی سے عدم کا ثابت ہونا لازم نہیں آتا کہ وہ بھی ایک نسبت ہے اور وہ سبحانہ و تعالیٰ نسبتوں اور اعتبارات سے ماوراء ہے اور عنایت وجود کے ان برہ نگاروں کی مراد اس معنی میں وجود کی نفی نہیں ہے کہ وہ تعالیٰ شانہ خود بخود ہے اور جو ایک تعبیر سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ ایک بار حق سبحانہ کی حقیقت کو وجود مطلق جانتے ہیں اس سے وجود کی نفی کی کیا صورت ہے کیونکہ کسی چیز کی اس کی اپنی ذات سے نفی کرنا محال ہے پس حق یہ ہے کہ وجود کے علاوہ اس کی ایک حقیقت اور ایک ذات ہے اور وہ بنفسہ اپنے موجود ہونے میں وجود کے عارض ہونے سے بے نیاز ہے بلکہ وہ ایک ایسی شان کے ساتھ ہے کہ یہ عارض ہونا وہاں نہیں پہنچتا اور وہ خود بخود موجود ہے غیر کا محتاج ہونے کی نفی کرنے کے لئے کیا ضروری ہے کہ ہم اس کو عین وجود کہیں وجود سے برتر کیوں نہ کہیں اور (لفظ وجود کے اطلاق استعمال) کی اس بارگاہِ قدس میں اجازت نہ دیں اور عادت اللہ (اس طرح) جاری ہو کہ جو کچھ عالم حقیقت میں ہے اس کا نمونہ اور مثال عالم مجاز میں ظاہر کرتا ہے تاکہ وہاں سے حقیقت کی طرف قدم پڑھائیں اور چونکہ اُس ذات مقدس کے لئے ایک خاصیت ہے کہ وہ خود بخود موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ اور وجود کو اس کا نمونہ بنایا کہ اگر موجود ہو تو خود موجود ہو نہ کہ وجود کے ساتھ، المجاز قنطرۃ الحقیقۃ [مجاز حقیقت کا پل ہے]۔

اور یہ جو ہم کہتے ہیں کہ ذات مقدس خود بخود موجود ہے یہ محض تعبیر ہے نہ یہ کہ وہاں اس کے ساتھ قائم ایک وجود ہے جو اس کے ساتھ قائم ہے، اور یہ جو شیخ امان نے کہا ہے کہ "حق تعالیٰ کی حقیقت وجود ہے اور اس کے علاوہ سوائے عدم کے اور کچھ نہیں ہے، عدم اشیاء کا مبداء اور ان کی اصل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس سے حقیقت کا بدل جانا لازم آتا ہے اس لئے وجود کا ہونا لازمی ہے اور وہ متجزی (اجزائے ہونے والا) نہیں ہے اس لئے تمثیل کے ساتھ ہوگا" (اس قول میں) چند وجوہ کی بنا پر بحث کی گئی ہے: اول یہ کہ

وجود کو حق سبحانہ کی حقیقت کہنا اہل سنت و جماعت شکر اللہ سبعمہم کے عقیدہ کے خلاف ہے۔
دوسرے یہ کہ صفات واجبی جل سلطانہ اہل سنت کے طریقہ پر ذات تعالیٰ و تقدس پر زائد ہیں پس اس بنا پر
یہ کہنا کہ اس کے علاوہ عدم کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ درست نہیں آتا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس تقدیر
پر صفات مبدیوں۔ تیسرے یہ کہ قلب حقیقت (حقیقت کا بدل جانا) اس وقت ہوگا جبکہ عدم وجود
ہو جائے لیکن اگر موجود ہو جائے تو اس میں کیا استحالہ ہے۔ علمائے کہا ہے کہ وجود معدوم ہے اور کوئی
قلب حقیقت نہیں ہے۔ چوتھے یہ کہ قلب حقیقت اس وقت ہوگی جب عدم موجود ہو جائے لیکن اگر
عدم موجود نہ ہو جائے تو قلب حقیقت نہیں ہوگی۔ پانچویں یہ کہ لفظ مبدی اس عبارت میں واقع ہوا،
اس کا محمل مادہ و ہیولی ہے اس لئے اس (لفظ) نے اس (تعالیٰ شانہ) کو تجزی و تخیل میں منحصر کر دیا حتیٰ
جل و علا کو کمالات کا مادہ و ہیولی کہنا نہایت ہی بُری بات ہے، اور مبدی بمعنی موجود ذات حق سبحانہ ہی
اور ایجاد میں تجزی و تخیل کی ضرورت نہیں ہے اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَا ارَدْنَاهُ اَنْ نَّقُولَ لَكَ فَيَكُونُ
[پیش جب ہم کسی چیز کا ارادہ کریں تو اس کیلئے ہمارا کہنا یہ ہوتا ہے کہ کہیں ہو جاوہ (فورا) ہو جاتی ہے]۔
چھٹے یہ کہ ذات حق کو عدم کے مقابل کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا، وہ وجود و سرائے کہ جس کے مقابل میں
عدم ہے کہ وہ کون و حصول (ہست ہونا اور پیدا ہونا) کے معنی میں ہے۔ ساتویں یہ کہ وجود عدم کی
تقیض (ضد) نہیں ہے کہ عدم کی نفی کرنے سے وجود لازم آئے بلکہ ان دونوں کے درمیان تضاد کی نسبت
ہے والضدان برفضعان [اور دو ضدیں مرفع ہو سکتی ہیں] کسی عارف نے کہا ہے: فوق عالم الوجود
عالم الملك الودود [عالم وجود کے اوپر ملک الودود خدا کا عالم]۔ اور یہ جو کہا ہے کہ اعدام اضافیہ علم میں
حصول رکھتے ہیں یہ بھی اشیاء کے اصول نہیں ہو سکتے کیونکہ اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ جب علم حضور کی
ہوگا اعدام کا حصول نہیں ہوگا کہ وہ اصول ہو جائیں۔ یہ اعدام علم میں کہاں سے آئے کیونکہ
"معلوم من وجہ ثابت ہونے کے سوا (اور کچھ) نہیں ہوتا" کامل طور پر ساقط ہو، اول اسلئے کہ علم واجبی
کو (علم) حضور کی کہیں یا اس کا غیر، اعدام اضافیہ سے اللہ تعالیٰ کے علم کی نفی کرنا اُس تعالیٰ شانہ،
کے لئے اُن اعدام سے جہل کو ثابت کرنا ہے تعالیٰ اللہ عن ذلک علو کبیر [اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے
بلند و بالا تر ہے]۔ دوسرے اسلئے کہ ہم نہیں مانتے کہ معلوم من وجہ ثابت ہونے کے سوا نہیں ہے کیونکہ ہم بلاشبہ
اعدام متمازہ (منفادہ) کو جانتے ہیں اگرچہ وہ ثبوت نہ رکھتے ہوں۔ تیسرے اس لئے کہ اعدام متمازہ کا
کسی بھی لحاظ سے ثابت نہ ہونا ناقابل تسلیم اور محمل نظر ہے۔

حضرت شیخ صدر الدین قونوی قدس سرہ نے کہا ہے کہ "شیئیت (شے ہونا) دو طریق پر ہے

شیئیت ثبوتی و وجودی۔ شیئیت وجودی، شیء کا مراتب میں سے کسی مرتبہ اور عوالم میں سے کسی عالم میں اپنے آپ کو ظاہر کرنا ہے اور شیئیت ثبوتی شیء کا علم میں ثابت ہونا ہے نہ کہ خارج میں، اور یہ شیئیت بنانے والے کے بنانے سے بنائی نہیں گئی ہے پس معدوم مطلق مطلقاً کسی اعتبار سے بھی شیء نہیں ہے نہ ثبوت کے اعتبار سے اور نہ وجود کے اعتبار سے لیکن معدوم ممکن کے لئے وجود عینی سے پہلے شیئیت ثبوتی ہے اور (وہ) امر گن سے اسی شیئیت کے ساتھ مخاطب ہوتا ہے اور افر قبول کرتا ہے اور خارجی و نحو میں آجاتا ہے۔ اور کسی دوسری جگہ حضرت شیخ (قدس سرہ) نے فرمایا کہ "علم واجب کا معدومات ممکنہ کے ساتھ وجود خارجی سے پہلے متحقق ہونا حقیقت میں معدوم کے ساتھ تعلق نہیں ہے کیونکہ تمام لامتناہی ممکنات ام الکتاب میں ہیں اور قلم اعلیٰ جو کہ روح قدسی اور عقل کل ہے اس کے بعض کا مجمل ہے اور محو اثبات کی لوج (لوج محفوظ) جو کہ نفس کل ہے اس مجمل کا مفصل ہے محقق دوانی (جلال الدین) رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ "عدم بھی وجود حقیقی کے مظاہر میں سے ہے۔ چنانچہ امام حجتہ الاسلام (امام غزالی رحمہ اللہ) کسی رسالہ میں فرماتے ہیں کہ "تمام کائنات کی اصل فنا ہے پس فنا پر بھی ایجاد کے ساتھ رحمت کی گئی ہے کیونکہ فنا اصل میں موجود نہیں تھی، وجود فنا کا پہلا درجہ فنا کا پیدا کرنا ہے کیونکہ کائنات کی فنا قدیم نہیں ہے، فنا اصل میں خود فنا فی تھی جب اس کو موجود کیا گیا تو فنا کا نام اس پر صادق آیا۔ اگر ہم کائنات کی فنا کو قدیم جانیں تو باری سبحانہ و تعالیٰ کی صفت قدیم کے ساتھ شریک کرنے والے ہوں گے۔ پس صحیح بات یہ ہوتی کہ فنا قدیم نہیں ہے بلکہ فنا محدث (نئی پیدا شدہ ہے) پس فنا جو کہ کائنات کی اصل ہے اپنی فنا میں محدث ہے قدیم نہیں ہے اور خاک جو کہ جماد کی اصل ہے اور اپنے جماد و مواد (مادہ) ہونے میں محدث ہے قدیم نہیں ہے، اہل سنت کے قول المعدوم لیس ہستی (معدوم کوئی چیز نہیں ہے) کے یہی معنی ہیں۔ امام الاسلام (امام غزالی رحمہ اللہ) کا قول یہاں تک ہے: "چوتھے اسلئے کہ بظاہر یہ کلام متناقض (متضاد) ہے کیونکہ اول جس جگہ یہ کہا ہے کہ "اعدام اضافیہ جو کہ علم میں حصول رکھتے ہیں یہ بھی اشیاء کے اصول نہیں ہو سکتے۔" تو اس قول میں اعدام کے حصول کو علم میں مسلم رکھا ہے اور پھر اس کی نفی کی ہے، پہلے علم حضوری کے اثبات کے ساتھ اور پھر اس کے ساتھ کہ معلوم من وجہ ثابت ہونے کے سوا نہیں ہوتا۔ پانچویں اسلئے کہ صوفیہ کلام اعیان ثابتہ کو اعدام اضافیہ کہتے ہیں اور ممکنات کے خفایق تصور کرتے ہیں اور یہ جو اس کے بعد لکھا ہوا ہے کہ معلومات کی اصل تو ظاہر ہو گئی کہ علم بلکہ عالم ہے لیکن اعدام کی کوئی اصل ہے۔"

ہم کہتے ہیں کہ اعدام کا منشاء (اصل) کمالات الہی ہیں جو کہ بالاتفاق علم میں تمیز رکھتے ہیں اس مقام میں کس کو اختلاف ہے، ہذا (یہ بات تو یہاں ختم ہوئی)۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ

”بندگی کی حقیقت اس کے ساتھ گرفتاری اور اس کے غیر سے گزر جانا ہے جو چیز بھی ہو خواہ دنیا ہو یا آخرت بیشک اسی طرح ہے لیکن سچا اور چھوٹا اس معنی کا دعویٰ کرنے میں شریک ہیں ان ہر دو فریق کے درمیان انصاف کے ساتھ فرق کرنے والا امر احکام شرعیہ سے آراستہ ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسندیدہ سنتوں کے ساتھ مزین ہونا ہے، اُس (اللہ سبحانہ و تعالیٰ) کے ساتھ کمال گرفتاری اور اس کے غیر کو چھوڑنے کی علامت کمال طریق پرست کی پیروی اور بدعت سے پرہیز کرنا ہے جس قدر وہ زیادہ ہوگا یہ بھی زیادہ ہوگا ورنہ اُس گرفتاری (تعلق) کو پسند نہیں کرتے اور اس ترک (چھوڑنے) کو عین گرفتاری شمار کرتے ہیں۔

میرے مکرم! آپ نے جو اخراجات کہ حضرت خواجہ نزرنگ (خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ) کے کلام پر کئے ہیں اگرچہ تمام اعتراضات سندھیں پرکلائی جو کہ مدفوع (دفع کئے ہوئے) ہیں اس کے باوجود بطریق تنزیل (نیچے کے درجہ پر اتر آنے کے طریق پر) ہم کہتے ہیں کہ چونکہ خطرات و وساوس کا غود (لوٹ آنا) علم کے غود کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتا کیونکہ نسیان کے وقت خطرات و وساوس نہیں ہوتے، اس بنا پر کلام کی بنا اشار کے علم اور اشیا کے نسیان پر رکھی گئی ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان تلازم ہے، اس تعلق کی وجہ سے کہ اس (مخلوق) کا وجود اور تمام صفات اس سبحانہ و تعالیٰ کی واضح قدرت کا اثر ہیں مخلوق سے خالق کی طرف ایک کشادہ راستہ ہے کہ موثر حقیقی تک وصول کے بعد قوی بصیرت والوں پر وہ پوشیدہ راستہ اور وہ معنوی تعلق محسوس و ظاہر ہو جاتا ہے رہنمائی میں اتحاد کی کیا ضرورت ہے دھوئیں کو آگ کے ساتھ کیا اتحاد ہے جس جماعت نے کہ نسبت کو درست کر لیا ہے اور محبت کو کمال تک پہنچایا ہے وہ لوگ محبوب کے ادنیٰ سے تعلق کے ساتھ کھینچ جاتے ہیں اور کسی چیز کے ساتھ اس سے عاجز نہیں رہ جاتے اور تمام اشیا کو مذکورہ تعلق کے ساتھ ملاحظہ کرتے ہیں اس صورت میں کوئی چیز عارف کو اپنی طرف نہیں بلاتی بلکہ اپنے ماوراء کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نظر بصیرت عارف کو اپنے سے باہر ڈالتی ہے اتحاد کی صورت کے برخلاف کہ اس میں سالک بیچارہ کو ہر چیز اپنی طرف بلاتی ہے اور اپنی گرفتاری کی طرف رہنمائی کرتی اور اپنے آپ کو محبوبیت کے عنوان کے ساتھ ظاہر کرتی ہے اور ہر شکل اور بود و نہوت (معشوق کے ناز و انداز کے ساتھ سامنے آتا ہے اور سدا سکندری بن جاتا ہے۔

پہری ہفتہ رخ و دیود کر شمع و ناز بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ بولایم

[پہری نے اپنا چہرہ چھپایا اور دیود کر شمع و ناز میں مصروف ہے عقل حیرت سے جل گئی کہ کیا بولایم ہے] اور نیز اگر ممکنات میں وجود اور تمام کمالات اس مرتبہ مفرد کے ظلال ہوں تو ظل سے اصل کی طرف شاہراہ ہے ظل کے لئے اصل کا عین ہونا ممنوع ہے اور اس فقیر نے عارف کے علم کو جو کہ کمال کے بعد اشیا سے

تعلق رکھتا ہے کمال حضوری نہیں لکھا ہے علم حصولی کی نفی سے علم حضوری لازم نہیں آتا کیونکہ حق سبحانہ کا علم جو کہ اشیاء سے متعلق ہے حضوری و حصولی سے ماوراء ہے محض انکشافی ہے جو کہ حصول صورت کے بغیر معلوم کی تمیز کا سبب ہے اور موجودات علمی اس معنی سے ہیں کہ علم ان کی تمیز کا باعث ہوا ہے اشیاء جس جگہ بھی ہوں اس سبحانہ و تعالیٰ پر نیکشف ہیں، اشیاء کے ساتھ علم واجب تعالیٰ کو علم حضوری یا علم حصولی کہنا ضیاع اہل توجید و جود کی طرف پر درست آتا ہے اور عارف کا علم کمال کے بعد اسی طریق پر ہو جاتا ہے اور اشیاء جس جگہ بھی ہوں عارف کے نفس میں اُن کی صورتوں کے حصول اور تاثر کے بغیر عارف پر نیکشف ہو جاتی ہیں، یہ علم حصولی اور حضوری کے علاوہ ہے اگرچہ محدود عقل کے گرفتار اس کا یقین نہ رکھیں اور قبول نہ کریں کہ یہ لوگ بحث سے خارج ہیں، اس قسم کے امور ذوقی اور وجدانی ہیں الزامی نہیں ہیں، اس معنی کا نام ہونا اسی وجہ سے ہے کہ (یہ علم حضوری نہیں ہوتا اور صورت کے حصول سے آزاد و فارغ ہے۔ من لم یذق لمیدر) جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا۔

میرے مخدوم اہل نماز کو تجلیات و مشاہدات سے بہتر کہتا اس اعتبار سے ہے کہ کامل یقین سے معلوم ہو گیا ہے کہ مطلوب ان تجلیات و مشاہدات سے ورا را ورا ہے ان کے ساتھ گرفتاری ظلال کے ساتھ ^{۴۲۱} گرفتاری ہے بلکہ شبہ و مثال کے ساتھ (گرفتاری) ہے جو کہ حقیقت میں غیر مطلوب ہے اور تمام اشیاء کو مطلوب کا عین ہونے کا حکم لگانا سکر کی وجہ سے ہے، نمازی ہے جو کہ مطلوب کی خبر دیتی ہے اور اُس بے نشان کا کچھ نشان رکھتی ہے، جو قُرب نگاہ کی ادائیگی کے وقت (ہوتا) ہے اس کے باہر نہیں ہے، حدیث نبوی علی مصدرہ الصلوٰۃ والسلام والتجہ میں آیا ہے کہ نمازیں اُس حجاب کو جو کہ بندہ اور خدا کے درمیان ہے اٹھا دیا جاتا ہے اسی لئے اس کو معراج فرمایا ہے پس جس قدر کوشش اس زمانہ کی تکمیل میں کی جائے یہ اُس نسبت کی تکمیل میں کوشش ہے کہ یہ تجلیات و مشاہدات اُس کی گرد کو نہیں پہنچے۔ ذَلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَن یَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ [یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے غایت فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے]۔ اس معاملہ نماز کا کمال قُرب نبوت کے ساتھ وابستہ ہے کہ اکثر ارباب ولایت کا ہاتھ اس بلند و بالا درخت سے کوتاہ ہے، انھیں تمام ورق پلٹ دینا چاہئے تاکہ معاملہ اس سے اُس تک پہنچ جائے اُس کا قُرب جُدا ہے اور اُس کے علوم و اسرار علیحدہ ہیں، اس (قُرب نبوت) تک پہنچنے کا راستہ اس راستہ کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا (وہ) ایک شاہراہ ہے کہ انبیاء اکرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات والبرکات اور اُن کے اصحاب کرام نیز اس امت کے خال خال فرما اس راستہ سے مطلوب تک پہنچے ہیں، ہو سکتا ہے کہ ہمارے خواجہ حضرت قطب العارف

(خواجہ محمد باقی بائیں قدس سرہ) نے اسی راہ کی نشاندہی فرمائی ہے، اس جگہ جہاں انھوں نے فرمایا ہے کہ شاہراہ اور یہی ہے اگرچہ جائز ہے بلکہ واقع ہے کہ ولایت کی راہ سے کوئی شخص اس بلند چوٹی پر پہنچ جائے تو بصلش نارسم صدا بلار یا افگند شوقم کہ تو پر وازم و شلخ بلند آشیان ارم

(اس کے وصل کو پہنچے تک میرا شوق مجھ کو سوار پاؤں سے گرانا ہے کیونکہ میں نیا اڑنے والا ہوں اور ایک بلند ترغ پر اشیان کشتا ہوں)

نماز کو اس صورت پر مقصور (محدود) نہیں جانتا چاہئے، (یہ) عالم غیب الغیب میں ایک حقیقت رکھتی ہے جو کہ تمام حقیقتوں سے اوپر ہے جب تک اس حقیقت کو نہ پہنچے اور اس (حقیقت) کے اہل کما تہ آشنا ہو جائے نماز کے کمال سے کیا پائے گا، شاید حدیث قدسی فت یا محمد فان اللہ یصلی [اے

محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ٹھہر جا پس بیشک اللہ تعالیٰ نماز میں ہے] میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہو۔

نماز ایک دلربا معشوق ہے گویا اس کی صورت زیبا کو عالم مجاز میں ان مخصوص ارکان کے ساتھ دکھایا

گیا ہے اور اس کی خوبصورتی کی اداؤں کو اس خشوع و آداب کے ساتھ ظاہر کیا گیا ہے جو شخص کہ اس

صورت کے ساتھ گرفتار اور فریفتہ نہ ہو وہ ان ارکان کی حقیقت کو کیا پائے گا (اور) جو شخص کہ ان

اداؤں کا والہ و شیفتہ نہ ہو جائے وہ اس خشوع و طمانیت کا کیا ادراک کرے گا۔ مختصر یہ ہے کہ اس کی

لطافتیں اس سے کہیں زیادہ بلند ہیں کہ اس فضول گو کی زبان پر جاری ہوں اور اس کی خوبیاں اس سے

کہیں بڑھتی ہیں کہ اس بواہس کا قلم اس کی ترجمانی کا خیال کرے لیکن اس دولت عظمیٰ کے اہل حضرات کے

پاکیزہ انھاس سے بہت امیدیں اور ان کی محبت و خدمت کی برکت بہت بشارتیں رکھتا ہوں۔

چکہ رشک تراز دستم گراں گیسو بچنگ افتد در صبح از گریہ بام گراں مہ در کنار آید

[اگر وہ گیسو میرے بچے میں آجائیں تو میرے ہاتھ ترشک چکے گئے اگر وہ محبوب میری آنکھوں میں آجائے تو میرے گریبان سے

صبح طلوع ہو جائے]، سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

[تیرا رب جو کہ عزت و اہمیت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں اور رسولوں پر سلام ہو اور

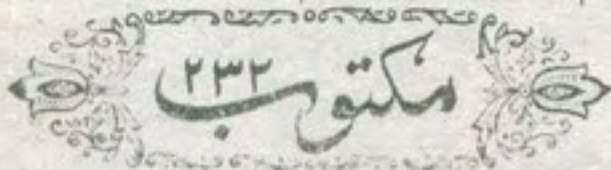
تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے] آپ بندہ گوار کی عام شفقوں سے امید یہ ہے کہ اس کے بعد

گفتگو کے دروازے کو اس فرقت زدہ گنہگار پر بند کر دیں گے اور حضور دیں گے کہ نامرادی کے گوشہ میں اپنے گناہوں کا

ماتم اور جلدی کا غم رکھتا رہے، والسلام علی من اتبع الهدی۔

حقائق و معارف آگاہ و مزارعہ گرامی شیخ محمد صنفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام حضرت مجدد الف ثانی
رضی اللہ عنہ کے مکاشفہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى. عالی حضرت متعالی منقبت ہمارے حضرت عالی
(مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ میں ایک روز فجر کے حلقہ میں بیٹھا تھا ایک قسم کی
خاص فنا ظاہر ہوئی اور جو تعین کہ میں رکھتا تھا زائل ہونے لگا اور اس مشاہدہ نے طول کھینچی یہاں تک
کہ میں اسی روز کی نماز عصر میں بیٹھا تھا میں نے دیکھا کہ امام ہمام حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اپنے تمام شاگردوں کے ساتھ بلکہ ان تمام علماء و مجتہدین کے ساتھ جو کہ ان کے مذہب میں ہیں میرے گرد
جمع ہو گئے اور مجھے گھیر لیا، اور حضرت امام (رضی اللہ عنہ) کے بعض اساتذہ مثلاً حضرت ابراہیم نخعی (رضی اللہ عنہ)
وغیرہ بھی اس وقت نظر آ رہے تھے، میں دیکھتا ہوں کہ گویا ان سب کے انوار مجھ میں آ گئے اور میں نے
ان انوار کے ساتھ تعین اور بقا پائی اور پوری طرح ان اکابر کے ساتھ متجمع ہو گیا۔ یہ مکاشفہ تو یہاں
ختم ہوا۔ اس واقعہ کے دو تین روز کے بعد آپ نے فرمایا کہ جیسا تعین و بقا علمائے حنفیہ کے ساتھ ہوا تھا
اُسی قسم کا تعین و بقا علمائے شافعیہ کے ساتھ بھی متحقق ہوا چنانچہ میں نے دیکھا کہ حضرت امام شافعی
(رضی اللہ عنہ) اپنے مذہب کے تمام علماء و مجتہدین کے ساتھ میرے گرد جمع ہیں محسوس ہوا کہ علمائے حنفیہ
مجھ سے باہر آ گئے اس وقت میں علمائے شافعیہ کے انوار کے ساتھ متحقق ہو گیا جیسا کہ پہلے علمائے حنفیہ
کے انوار کے ساتھ متحقق ہوا تھا، اس کے بعد مشہود ہوا کہ جو کچھ مجھ سے چلا گیا تھا یعنی انوار حنفیہ پھر
مجھ میں عود کر آیا، اس وقت میں ان دونوں فرقوں میں سے ہر ایک کے انوار کے ساتھ متحقق ہو گیا، اس
محاذ سے اگر حضرت عالی (قدس سرہ) کو حنفی الشافعی کہیں تو گنجائش ہے، فرماتے تھے کہ اس وقت
ایسا معلوم ہوا کہ حق ان دونوں اماموں سے باہر نہیں ہے اگر حنفی سے کسی جگہ حق رہ گیا ہے تو امام
شافعی نے لے لیا ہے اور امام شافعی سے آگے نہیں بڑھا ہے، اس معنی کو کامل بالغہ کے ساتھ فرماتے
تھے اور نیز فرماتے تھے کہ حق سے دو تہائی یا تین چوتھائی حق امام اعظم کے ساتھ مسلم ہے اور ایک تہائی
یا ایک چوتھائی امام شافعی کے ساتھ ہے، والسلام علی من اتبع الهدی۔



میرٹھس الدین علی غلغالی کے نام کمالات فنائے نفس کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ہم بے سرو سامانوں کو حضرت محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقبال کی حقیقت کے ساتھ آراستہ کر کے اس وہمی خلعت کو کہ جس کی طرف التفات
توجہ کرنا اُس (اللہ تعالیٰ) کے خاص بندوں کے نزدیک شرک ہے اور وہ ہمارے نفس سے کنایہ ہے جو کہ
مطلوب کے لئے حجاب و پردہ ہو گیا ہے بلکہ اپنے آپ کو مطلوب اور معبود ہونا کہتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے
انت الغامۃ علی شمسک فاعرف حقیقتک (تو اپنے سورج پر بادل ہے پس تو اپنی حقیقت کو پہچان)
پوری طرح ہم سے الگ کر دے تاکہ (یہ بات حاصل) ہو جائے کہ مطلوب حقیقی کو اغیار کی مزاحمت و شریک
کے بغیر مطلوب ہونے کے ساتھ جانا جائے اور پرستش کی جائے اور اس بادل کے ٹکڑے کو جو کہ اپنے
آفتاب کے چہرے پر اپنے لئے پردہ ہو گیا ہے درمیان سے اٹھا دے اور آفتاب کے نور کی روشنی کے
بالمقابل اس کو محو اور لاشعے کر دے کہ ڈھونڈنے والا اس کا کوئی نام و نشان نہ پائے اور کلمہ انا میں
کے لئے کوئی مورد (وارد ہونے کی جگہ) نہ رہے، اس معنی میں نہیں کہ اس وقت میں اپنے آپ کو عین مولا
تصور کرے بلکہ اپنے آپ کو درمیان سے نکال لے اور نہ پیلے، مولا مولا ہے، غیروں کو دلہن کے چہرے بھٹ
سے نکال، دلہن دلہن ہے نہ یہ کہ اغیار کو عین دلہن تصور کرے اور اغیار کے مشاہدہ کے ساتھ دلہن کے
جمال کے مشاہدہ سے محروم و عاجز رہ جائے، اور جب اللہ تعالیٰ بندہ کو اس قسم کی فتنے کے ساتھ جو کہ
اس راستہ کا پہلا قدم ہے مشرف کرنا ہے اور بندہ آیت کریمہ لَنَ اللَّهُ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ
إِلَىٰ أَهْلِهَا [اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو دیدو] کے حکم کے مطابق امانات کو اہل
امانات کے سپرد کر دیتا ہے یعنی عاریتی کمالات کو مالک کمالات کے حوالہ کر دیتا ہے اور عدم مقید کو
جو کہ ان کا آئینہ نقاعدم مطلق کے سپرد کر دیتا ہے اگرچہ یہ انعکاس و عاریت کی دیر بھی فقط وہی
ہونے کے اعتبار سے ہے کیونکہ حقیقت میں کوئی کمال بھی اس بارگاہ سے الگ نہیں ہوا ہے اور
عدم حقیقت میں عدم مطلق سے جدا نہیں ہوا ہے اس جگہ علم کا بدل جانا ہے اور بس کیونکہ اس وہمی
انعکاس کے ساتھ جو اپنے آپ کو کامل اور اچھا جانتا تھا، جب اس کی نظر اپنی اصل پر پڑی
اور اچھی طرح ملاحظہ کیا تو دیکھا کہ تمام کمالات وہاں ثابت ہیں اس جگہ وہمی دکھاوے اور قدرت
کی نقاشی سے زیادہ کچھ نہیں تھا جیسا کہ وہ صورت جو کہ آئینہ میں منعکس ہے چونکہ اپنی اصل کی طرف نظر
نہیں رکھتی (اس لئے) وہ جانتی ہے کہ صورت آئینہ کے باہر ہے آئینہ میں کوئی صورت ثابت نہیں ہے
اس وقت اس کا کوئی نام و نشان نہیں رہتا کیونکہ ممکن کی حقیقت بھی وہی علم ہی ہے جو کہ حقیقت میں جہل مرکب ہے
ع لے برادر تو ہمیں اندیشہ [لے بھائی تو یہی وہم و خیال ہے]

پس اس وقت میں آیت کریمہ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا [جو لوگ ہمارے (راستہ) میں مجاہدہ کرتے ہیں تو ضرور ہم ان کو اپنے راستوں کی ہدایت کرتے ہیں] کے مطابق اس لائق ہو جاتا ہے کہ اس کو بارگاہِ قدس میں ایک راستہ دیتے ہیں اور بقا باللہ و تجلی ذات کے ساتھ جو کہ دوسرا قدم ہے مشرف کرتے ہیں اور جب تک وہ عدم کی آمیزش کے ساتھ آلودہ ہے اس بارگاہ کے قرب کی لیاقت نہیں رکھتا بلکہ جب تک عدم کی کچھ بوا اس کی حقیقت کے ساتھ ملی ہوئی ہے اس دولت سے وہ کم نصیب ہے، والسلام علی من اتبع الهدی [اور اس شخص پر سلام ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی]۔

مکتوب ۲۳۳

شیخ عبدالہادی براہوی کے نام درویشوں کی خدمت اور ان کے ساتھ محبت کی فضیلت میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم و حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بغیر اشفاق پناہی کے خدمتگاروں کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ اس حدود کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں المستول من اللہ سبحانہ سلامتکم و امتقا منکم [اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی و استقامت مطلوب ہے] مدت ہو گئی کہ آپ نے (اپنے) احوال نیک انجام سے کوئی اطلاع نہیں دی ہے (خدا کرے) اس (اطلاع) سے روکنے والے امور خیر (بھلائی) والے ہوں، یہ سفر (عجیب) نعمت ہے کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو بڑھاپے کی عمر و ضعف کے زمانہ میں دوستوں کی قبولیت کے آثار کے ساتھ آراستہ و فرین کرے اور اس کی پیشانی کے نور کو شاہد عدل بنائے۔ منقول ہے کہ ایک شخص نے کسی فاسق کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا اور اس کے حالات دریافت کئے اس نے کہا کہ مجھ کو بخش دیا گیا، سائل نے تعجب کرتے ہوئے پوچھا کہ کس عمل کی وجہ سے؟ اس نے کہا کہ ایک روز حضرت بایزید بسطامی (قدس سرہ) نے نماز عصر کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تھے میں بھی اس دعا میں شریک تھا اور ہاتھ اٹھا کر آمین کہتا جاتا تھا، اس دعا کے طفیل میں مجھے بخش دیا گیا۔ پس آپ جیسے بزرگوں پر رشک کرنا چاہئے کہ آپ نے اُس (اللہ تعالیٰ شانہ کے دوستوں کی دوستی کی خدمت میں اپنے) کالے بالوں کو سفید کیا ہے اور اپنے لئے اُن کے دل میں جگہ بنائی ہے، اس عظیم القدر عمر کو تصور فرمائیے کہ کسی عمل کو اس عظیم اجر و ملے عمل کے برابر تصور نہ کریں کیونکہ اس عمل کی جرات حق سبحانہ و تعالیٰ ہے، دوسرے اعمال کا حاصل اس عمل کی حقیقت سے آگاہی کے بغیر اعمال کی جزا اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچتی، دوسرے اعمال کا حاصل اس عمل کی حقیقت سے آگاہی کے بغیر

صورت و قشر (چھلکا) سے تجاوز نہیں کرتا، اس عمل کی حقیقت ہے کہ لب (مغز) کے ساتھ متحقق کر کے لب الالباب (مغزوں کے مغز تک پہنچاتی ہے اور وہاں سے اوپر کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور اس امر کی حقیقت ہے جو کہ نفس امارہ کو طغیان (حد سے تجاوز کرنا) اور سرکشی سے فرمانبرداری و اطاعت و فنا و بقا کے ساتھ مشرف کرتی ہے اور اس عمل کی حقیقت ہے جو کہ دوسرے اعمال مثلاً نماز روزہ زکوٰۃ اور حج وغیرہ ظاہری اعمال کو اعمال کی صورت سے اُن کی حقیقت تک لے جاتی ہے، ابتدا میں جو کچھ اُس واقع ہوتا ہے وہ اعمال کی صورت ہے اور حقیقت کار تک پہنچنے کے بعد اعمال کی حقیقت کو بجا لاتا ہے مثلاً حقیقت نماز و حقیقت روزہ بجا لاتا ہے علیٰ ہذا القیاس۔ پس اس قسم کی نعمت عظمیٰ کا شکر بجا لانے میں پوری پوری کوشش ملحوظ رکھنی چاہئے اس کے باوجود اپنے آپ کو اس کا حق ادا کرنے میں قاصر سمجھنا چاہئے اور جو کوتاہیاں کہ ان برہنگوں کی صحبت و خدمت کا حق ادا کرنے میں واقع ہوئی ہیں اُن کی تلافی کا صل تضرع و زاری کے ساتھ اُس (اللہ تعالیٰ شانہ کے کرم سے طلب کرنی چاہئے تاکہ قبولیت کا اثر معلوم ہو جائے رَبَّنَا أَنْتُمْ لَنَا نُورٌ نَاوَاغْفِرُ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [اے ہمارے رب! ہمارے لئے ہمارے نور (ہدایت) کو پورا کر دے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔] والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدی واللازم متابعتہ المصطفیٰ علیہ علی اللہ واصحابہ وَاخوانہ من الانبیاء والمرسلین والاملا شکتہ المقربین وسائر الصالحین الصلوات والتسلیمات والبرکات العلی۔

مکتوب ۲۳۳

خواجہ محمد کاظم کے نام ان کے والد خواجہ محمد یاشم کی تعزیت کے بارے میں اور تحصیل کمالات کی طرف اشارہ اور نصائح کے ذکر میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم قرۃ العینین (آنکھوں کی ٹھنڈک) و سترۃ الازنین (کانوں کی مسرت) خواجہ محمد کاظم مع ہم شیرگان و برادران اخیر زمانے کی آفات اور شیطان کے مکر سے حضرت حفیظ منان (اللہ تعالیٰ) کی حفظ و امان میں رہ کر صبر و رضا و تسلیم کے مقام میں رہیں، نہیں جانتا کہ کمالات دستگاہی واقف اسرار الہی جل شانہ برادر مرحوم کی تعزیت کے بارے میں کیا لکھے اور جدائی کے درد و غم اور اس باطنی معاملات کو کھولنے والے کی ظاہری عدم ملاقات کو کس طرح ظاہر کرے اس مسکین کے غمگین دل کو اس مریخ السیر اور بلند پرواز خواجہ کے ساتھ طبعی محبت اور عزیزداری کا تعلق رہا ہے اور اسی طرح اس کا عکس بھی (یعنی

حضرت خواجہ کو بھی میرے ساتھ ایسا ہی تعلق رہا ہے چنانچہ اس سے پہلے خواجہ کی زندگی کی حالت میں (بھی) خواجہ کی معمولی سی جدائی سے دل مضطرب رہتا تھا اب جبکہ اس قسم کی جدائی واقع ہوئی ہے خیال کرنا چاہئے کہ کس قسم کا غم و سوز دل پر وارد ہوتا ہوگا۔

میانِ ماکہ پیرا میں یوں بار دو عالم درمیاں شد چوں شود کار
(ہمارے درمیان تو پیرا میں ہی ایک یا ر تھا اب جبکہ دو جہان درمیان میں داخل ہو گئے (فی کام کس طرح چلے گا)
حق تعالیٰ جلّ سلطانہ کے دوستوں کے غم کو (دوسرے) عام لوگوں کے غم کی طرح نہیں جانا چاہئے
دوسروں کا غم زمین کے ایک جزو میں ہے اور ان حضرات کا غم تمام زمین و آسمان میں ہے، دوسروں کا غم بعض جسمانی مخلوق میں ہے اور ان بزرگوں کا غم جسمانی اور روحانی مخلوقات کو شامل ہے، دوسروں کا غم ظاہر و صورت پر محدود ہے اور ان بزرگوں کا وجود چونکہ فیوض معنوی اور افادات باطنی کے لئے واسطہ ہے (اس لئے) ان کا غم ظاہر و باطن پر غلبہ رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود چونکہ اس قسم کے افعال جمیل مطلق کا فعل ہیں (اس لئے) جمیل ہیں۔

ہرچہ خوباں کنند خوب آید [جو کچھ محبوب کرتے ہیں وہ محبوب ہوتا ہے]
اور محبت کرنے والوں اور مشاہدہ کرنے والوں کی نظر میں اس کا فعل ہر وقت خوب صورت اور اچھا نظر آتا چاہئے جس شخص کو یہ دید (نظر) دی گئی ہے اور اپنے دوستوں کے باطن سے فیوض کے دروازے اس پر کھول دیئے گئے ہیں اور صورت کی قید سے اس کو رہائی دیدی گئی ہے کیونکہ معنی کو معنی کے ساتھ ایک راہ اور باطن کو باطن کے ساتھ ایک نگاہ ہے جو رکاوٹ کہ تخی وہ صورت و ظاہر کے ساتھ اس کی گرفتاری تخی جب حق جلّ و علا کا فعل و تکوین جلوہ گر ہوا دل جو کہ گرفتاری (تعلقات و انتسابات) کا محل ہے گرفتاری سے چھوٹ گیا کیونکہ فنائے قلب جو کہ برزخ اور حقیقت جامعہ ہے تجلی فعل سے وابستہ ہے کیونکہ فعل بھی برزخ جامعہ ہے قلب کو اس کے ساتھ کامل مناسبت ہے اور اس تجلی فعلی کے ساتھ اس شخص نے یقین سے جان لیا کہ فیوض و برکات کا جاری کرنا اس (تعالیٰ شائے) کا فعل ہے درمیان کے وجود و واسطے بہانہ سے زیادہ نہیں ہیں درمیانی واسطہ کی موت و حیات یکساں ہے اس وقت اموات (مردوں) سے اجا (زندوں) کی طرح بہرہ ورتنا ہے ع

گردے بستہ شدلے دل دیگرے بکشائند [لے لے دل اگر ایک دروازہ بند ہوا تو کوئی دوسرے کھول دیتے ہیں]
حقیقت میں فیض دینے والی ذات کوئی دوسری ہے اور زندوں کا واسطہ نہیں ہوگا تو مردوں کا وسیلہ ہوگا اور جب یہ تجلی کمال کو پہنچ جاتی ہے تو واسطہ کا وجود بالکل نظر سے اٹھ جاتا ہے اور محبوب کے خلوت خانہ

میں اغیار کے مشاہدہ کی روک ٹوک کے بغیر جا بیٹھتا ہے۔

بعد ازیں خوشترم بہ تنہائی [اس کے بعد میں تنہائی میں بہت خوش ہوں]

بات دوسری طرف چلی گئی، مطلب یہ ہے کہ اُس (اللہ تعالیٰ شانہ کے فعل پر راضی اور خوش رہیں اور راہ شریعت کو مضبوط پکڑیں اور پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا ہوں اور اپنے والد (قدس سرہ) کے سنجیدہ عادات و اطوار کو ترک نہ کریں اور پانچوں نمازوں کے لئے اول وقت میں حاضر ہوا کریں اور (اپنی) والدہ (ماجدہ) اور تمام اہل حقوق کی رضا جوئی میں کوشش کریں اور جوانی کے زمانہ کو غنیمت جانیں اور حق تعالیٰ جل و علا کی مرضیات کو حاصل کرنے میں پوری پوری کوشش ملحوظ رکھیں جو ان کی قوتوں کو اپنے مالک (حقیقی) کی خدمات (طاعات) میں صرف کریں، کمزوری اور بڑھاپے کے دنوں میں کیا کام ہو سکے گا ایسا نہ ہو کہ ان دنوں کو سستی میں گزار دیں اور اہل بول و لعب میں ضل کر دیں اور عیش و عشرت میں پڑ جائیں کیونکہ عیش کا وقت آگے (آخرت میں) آئے والا ہے۔ اللہم ان العیش عیش الاخرۃ [اے اللہ! بیشک آخرت کا عیش ہی (اصل میں) عیش ہے] یہ وقت کام کرنے کا وقت ہے نیک کاموں کے کرنے میں (اچھی طرح کمزرت باندھیں اور مولیٰ تعالیٰ اور اس کی رضا کے سوا اور کوئی غرض نہ رکھیں، فقر و سبکی کو جان و دل سے عزیز رکھیں اور نامرادوں اور دردمندوں کی صحبت اختیار کریں اور نیک لوگوں اور درویشوں کو دل و جان کے ساتھ عزیز رکھیں اور ان کے ساتھ ہم نشینی اختیار کریں، وَاصْبِرْ نَفْسًا مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهًا وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدَ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا] [اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ پابند کئے ہوئے صبح و شام اپنے رب کے مرضی کی رضا جوئی کیلئے یاد کرتے ہیں اور نیک اور اہل دنیا اور اس کی جھوٹی آرائش پر گوشہ چشم سے بھی نہ دیکھیں اور اس کو حقیر و ناچیز جانیں اور تہر قاتل تصور کریں اور اہل باطن حق کی خدمت حتی الامکان خود اپنے ذمہ لیں اور جہاں تک ہو سکے دوسروں پر نہ چھوڑیں اگر فردِ خط (قبر مبارک حضرت محمد و اہل بیت ثانی قدس سرہ) نورنا اللہ سبحانہ بآلوانہ السالطۃ [اللہ سبحانہ ہم کو ان کے بلند و روشن انوار سے منور کرے] کی زیارت کی نیت سے سر نہ بند (شریف) کا سفر کریں تو مبارک جانیں اور اپنا گھر تصور کریں اور کچھ وقت روضہ منورہ کے قرب میں صرف کریں، اور بعض کمالات کا کسب کریں اور اہل غفلت اور طریقہ کے مخالف لوگوں سے ہم نشینی نہ رکھیں اور اہل و عیال کے ساتھ اچھا سلوک اور بھلائی کریں لیکن ان کے ساتھ کامل انبیت پیدا نہ کریں تاکہ اُس بارگاہ مقدس سے روگردانی کا باعث نہ ہو جائے اور اُنہ گان فی اہلہ مَسْرُورًا [بیشک وہ اپنے اہل میں خوش و خرم تھا] کی وعید کا مستحق نہ ہو جائے۔ مختصر یہ ہے کہ جو چیز بھی اللہ تعالیٰ اہل سلطنت کی

۴۴۳

نہایت پروردگار تعالیٰ کی طرف سے فرستائی گئی ہے اس کو چھوڑنا اور اس کی نافرمانی کرنا گناہ ہے

مقدس بارگاہ کی طرف دائمی توجہ کے منافی ہے وہ نامبارک ہے اور جو چیز ایسی نہیں ہے وہ محمود و مبارک ہے کلیہ (قاعدہ) یہی ہے دیگر اپنے اور جماعت کے ظاہری و باطنی احوال تحریر کرتے ہیں، والسلام علیکم وعلیٰ من لیکم

مکتوبہ ۲۳۵

مخدوم زادہ محمد سیف الدین (قدس سرہ) کے نام حق سبحانہ کی نعمت کے بیان کرنے اور اعمال کی کوتاہی کو دیکھنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

۲۲۵
اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ جلّ سلطانہ کے کرم سے اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے طفیل اور پیر دستگیر قدسنا اللہ سبحانہ لبسہ الاقدس کی توجہ کی برکت سے سلوک طے کرنے اور تکمیل کا معاملہ نہایت آسان ہو گیا ہے اور وصول الی اللہ کا راستہ بہت ہی قریب ہو گیا اور برسوں کا کام رتوں اور مہینوں میں طے ہوتا قرار پا گیا اگرچہ مریدوں کی کمیّت (تعداد) کے اعتبار سے یہ معاملہ کمی پر ہے (یعنی بہت کم مرید اس کی صلاحیت رکھتے ہیں) کیونکہ یہ وقت اس کی کثرت کی نایاب نہیں رکھتا لیکن کیفیت کے اعتبار سے بکثرت اور بہت ہی زیادہ ہے بالواسطہ مریدوں میں سے ایک شخص تعلیم طریقہ کی ابتداء سے سات روز میں اپنے اندر فنائے قلبی کا پتہ دیتا تھا اور ایسی چیزیں بیان کرتا تھا کہ گویا وہ فنائے نفس کے اندر گریہ پہنچ گیا ہے وَحَاقَ لَکَ عَلَی اللّٰهِ یَعْرِیْزُ (اور یہ بتا اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ شکل نہیں ہے) فقیر کے اکثر صاحب اجازت حضرات اپنے مریدوں کے جو احوال بیان کرتے ہیں اور وصول الی اللہ تیزی کے ساتھ ہونے کے واقعات کی وضاحت کرتے ہیں محدود عقل حیران رہ جاتی ہے۔

اگر پادشہ بردبر پیر زن بیاید تو اے خواجہ سبیلت مکن

[اگر بادشاہ بوڑھی عورت کے دروازے پر آجائے تو اے خواجہ توحسنہ کر]

جاننا چاہئے کہ حقیقت میں تربیت کرنے والا وہ سبحانہ و تعالیٰ ہے۔

ازما و شما یہاں برساختہ اند [ہمیں اور تمہیں تو بہانہ بنایا گیا ہے]

تنبیہ: اس قدر انوار کا فیض اور اسرار کا فائدہ پہنچانے کے باوجود اس زخمی دل کا کام روز بروز خرابی میں ہے اور اس کے وقت کا حاصل دوری و محرومی ہے اور غفلت اور گناہوں کے کسب میں اضافہ ہے، حیرت کی گہرائی میں نیچے چلا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ جلّ شانہ کے مکر سے ڈرتا اور کانپتا ہے، نہیں جانتا

۱۴۴۰ھ کے کل (قیامت کے روز) اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں اور کس گروہ میں داخل فرماتے ہیں: رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَلَا تَجْعَلْ فِي أَمْرِنَا حَبَلًا وَمَا وَضَعْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿۱۴۴﴾
ہمارے رب ہمارے گناہ اور ہمارے کام میں ہماری تباہی نہ کر دیکھے اور ہمیں ثابت قدم رکھے اور کافروں کی عتاب ہماری طرف فرمائیے۔

مکتوب ۲۳۶

فقیر حقیر محمد عبید اللہ عفی عنہ کے نام حقیقتِ صلوة کے اسرار کے ایک رمز کو اجمال کے طور پر بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

سُبْحَانَكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَعْلَمُ الْغُيُوبَ ﴿۱﴾ (تو پاک ذات ہے ہمیں اس علم کے سوا جو تو نے دیا ہے اور کچھ علم نہیں ہے) [حدیث شریف میں آیا ہے: فقہ یا صحیح فان الله يصلي] (اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم) ٹھہرایے پس بیشک اللہ تعالیٰ نماز پڑھ رہا ہے۔ بلند مرتبہ اور اعلیٰ تعریف والے ہمارے حضرت عالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخری مرض سے پہلے اور اسی طرح مرض موت میں نماز کے حقائق و اسرار اور حقیقتِ صلوة کے متعلق اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور اولیائے کاملین (قدس اللہ اسرارہم) کی نماز کے بیان اور اس خصوصیت کے بارے میں جو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام والبرکات کو دوسرے کاملین پر ہے اور انبیاء و ملائکہ بلا راہ اعلیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام والبرکات کی صفوفِ اربعہ (چاروں صفوں) کے بیان میں جنہوں نے (معالج کے واقعہ میں) اقتدا کی ہے اور بزرگواروں کے صف باندھنے کی کیفیت اور قرب و منزلت کے اعتبار سے آپس میں ان کے درمیان درجات کا فرق اور یہ کہ صفِ اول میں ان برگزیدیوں میں سے کون ہے اور وہ انبیاء کرام جن کا ذکر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے کلام مجید میں مذکور ہے اس مجمع میں کیا خصوصیت رکھتے ہیں اور درجہ دین و دنیا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خاص مقام جو کہ دوسروں کے مقامات پر سرداری اور بزرگی رکھتا ہے اور اس مقام کی وسعت کے بیان میں اور (یہ کہ) اس امت کے سابقین میں سے کون ہے جو طفیل و تبعیت کے طور پر اس مقام کے وصول سے مشرف و سعادت مند ہے اور اپنے مقام کا تعین اور اس کی خصوصیت کا بیان اور جو کچھ مخدومی استادی کے متعلق اس دولت سے کچھ حصہ حاصل ہونے کے بارے میں فرمایا اور نیز جو کچھ اس گنہگار بیکار کے بارے میں بشارت دی اور اس دولت کے اصالت کے طریق پر اور ضمانت کے طریق پر حاصل ہونے میں جو کچھ فرق ظاہر فرمایا اور اس سے مناسبت رکھنے والی بہت سی چیزیں بیان فرمائیں کہ فکر و عقل و وہم ان کے ادراک سے حیران و پریشان ہوتا ہے۔ چونکہ مذکورہ بالا اکثر امور

کی تفصیل ان اسرار میں سے تھی جن کا چھپانا لازمی ہے اس بنا پر اس مقام کے ذکر میں اجمال کے ساتھ کفایت کی گئی ہے، والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۲۳۷

مخدوم زادہ خواجہ محمد نقشبند سلمہ ربیہ کی خدمت میں حضرت ایشاں سلمہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقامات کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: حضرت پیر و تکیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مخدوم زادہ کلاں خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات کے ایام میں ایک روز فرمایا کہ سابقین کے گروہ میں کہ جن کی شان میں حضرت حق سبحانہ نے ثَلَاثَةُ مِائَاتٍ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَقَلِيلٌ مِنَ الْآخِرِينَ [ایک گروہ قرونِ اولیٰ کے حضرات میں سے اور تھوڑے آخر زمانہ کے حضرات میں سے] فرمایا ہے میں نے نظر کی (تو) اپنے آپ کو اس جماعت میں دیکھا اور اپنے منسوبین میں سے بھی ایک شخص کو اس مقام میں اپنے ساتھ پایا اور اسی کی مثل تشابہات کے اسرار میں بھی اس مخدوم زادہ (خواجہ محمد صادق قدس سرہ العزیز) کے رحلت فرماتے کے بعد لکھا ہے کہ "تشابہات معاملات سے کنایہ ہیں جائز ہے کہ کسی شخص کو معاملہ حاصل ہو اور اس معاملہ کے متعلق علم نہ ہو" اس معنی کو اپنے منسوبین میں سے ایک فرد میں مشاہدہ کیا ہے تو پھر دوسرے کو تو کیا پہنچتا ہے کسی نے خوب کہا ہے

سعادۃ ہاست اندر پردہ غیب نگہ کن تا کرا رہی ز ند در حجب

[پردہ غیب کے اندر ہیبت سی سعادتیں ہیں دیکھنے کس کی حجب میں ڈالتے ہیں] الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ [سُبْحَانَ اللَّهِ تعالیٰ کے لئے جو جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا بیشک ہمارا رب ضرور غفور و شکور ہے۔] والسلام

مکتوب ۲۳۸

مخدوم زادہ خواجہ محمد شرف کی خدمت میں حضرت ایشاں (خواجہ محمد معصوم ندس سرہ صاحب مکتوبات شریف) کے بارے میں بعض بشارات حاصل ہونے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ حامداً و مصلیاً، ہمارے حضرت عالی رضی اللہ تعالیٰ عنہا جمیر کے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے ایک روز بادشاہ وقتؔ ہمراہ صوبہ پنجاب میں دریائے چناگ بالائی کنارے پر ایام تشریق میں (جگہ) خریف (خزاں) کا معتدل موسم تھا فواو بقاء کے اسرار اور عین واثر کے زائل ہونے کے دقائق اپنے خاص طرز میں بیان فرما رہے تھے اور کعبہ مقصود تک پہنچنے اور اس کی علامت کے متعلق کلام آپ کی زبان مبارک پر جاری تھا اور ایک ماہ سے زیادہ گزر چکا تھا کہ اسی قسم کے معارف بیان ہو رہے تھے اور روز بروز اس کے عجائب و دقائق واضح فرما رہے تھے، یہ فرقت زدہ حضرت عالی کی توجہ مبارک سے اس دریا میں غوطہ زنی کر رہا تھا اور حضرت عالی ہمیشہ اس عاجس کے وصال (مقصود تک پہنچنے) کی جانچ پڑتال اور اس کے اظہار کے منتظر رہتے تھے اور اس کی ترقی کی امید رکھتے تھے اور اس پر توجہ فرماتے تھے یہاں تک کہ جس وقت میں مذکورہ دقائق بیان فرماتے تھے اور اس فقیر کے سوا کوئی دوسرا شخص خدمت شریف میں نہ ہوتا تو اس ناکارہ کے حالات و کیفیات دریافت فرمانے کے بعد اس کے حق میں عنایات ظاہر فرماتے اور مذکورہ بالا معاملات کے حصول کی بشارت فرماتے اور اس کے بارے میں یہ شعر اپنی زبان الہام ترجمان پر لاتے۔

مورے سیکس ہوئے داشت کہ در کعبہ رسید دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید
[ایک سیکس چوٹی خواہش رکھتی تھی کہ کعبہ میں پہنچ جائے کبوتر کے پاؤں میں چپٹ گئی اور یکایک پہنچ گئی]
حمد اللہ سبحانہ علی ذلک و علی جمیع نعمائے تعالیٰ [اللہ تعالیٰ کی اس نعمت اور تمام نعمتوں پر اس کی حمد و شکر ہے] والسلام والا کرام۔

مکتوب ۲۳۹

میرک عباد اللہ ولد قاضی محمد زاہد کابلی کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ سے مکتوب ہوئی ایک معرفت کی شرح میں صادر فرمایا۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد و آلہ اجمعین
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث میں آیا ہے کہ جو عالم اپنے علم کے مقتضایا پر عمل نہ کرے وہ علم اس پر حجت ہو جاتا ہے اور اسی کے مناسب وہ ہے جو کہ علمائے کہا ہے کہ وہ اس عالم کو جو کہ عمل کا تارک ہر جاہل کی مانند قرار دیتے ہیں، ہمارے حضرت عالی اس معنی میں غور و فکر فرماتے تھے

ادارۃ محمدیہ کی جملہ مطبوعات

- اثبات النبوة :- (عربی مع اردو ترجمہ) حضرت مجدد الف ثانی کا مشہور رسالہ۔
- انوار معصومیہ :- حضرت خواجہ محمد معصوم کی جامع سوانح مع اذکار معصومیہ و حیات الحزین۔
- تبلیلیہ :- (عربی مع اردو ترجمہ) حضرت مجدد الف ثانی کا مشہور رسالہ۔
- حضرت مجدد الف ثانی :- حضرت مجدد کی جامع اور مفصل سوانح۔
- حیات سعیدیہ :- حضرت خواجہ محمد سید احمد پوری کی جامع سوانح۔
- ریڈیو تقاریر :- حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب کی جملہ ریڈیائی دینی و اخلاقی تقاریر۔
- زبدۃ الفقہ :- خلاصہ عمدۃ الفقہ، حصہ اول کتاب الایمان و کتاب الطہارہ۔ حصہ دوم کتاب الصلوٰۃ۔
- حصہ سوم کتاب الزکوٰۃ و کتاب الصوم۔
- طریقہ حج اور دعائیں مع حج کا مختصر اور حج کی دعاؤں کا مفصل مجموعہ مع اردو ترجمہ۔
- عمدۃ السلوک :- تصوف پر جامع کتاب جو متعدد بار شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔
- عمدۃ الفقہ :- فقیر بہت جامع کتاب۔ حصہ اول کتاب الایمان و کتاب الطہارہ۔ حصہ دوم کتاب الصلوٰۃ۔ حصہ سوم کتاب الزکوٰۃ و کتاب الصوم۔ حصہ چارم کتاب الحج۔
- گلدستہ عربی :- عربی سیکھنے کے لئے بہترین رسالہ۔
- گلدستہ مناجات :- عربی فارسی اور اردو مناجات کا بہترین رسالہ۔
- مبداء و معاد :- حضرت مجدد الف ثانی کا مشہور رسالہ (فارسی مع اردو ترجمہ)۔
- معارف لدنیہ :- (فارسی مع اردو ترجمہ) حضرت مجدد الف ثانی کا مشہور رسالہ۔
- معجم القرآن :- لغات القرآن پر بہترین کتاب، الفاظ القرآن ترجمہ اور حوالہ جات۔
- مقامات زواریہ :- حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب کی جامع سوانح۔
- مکتوبات معصومیہ :- حضرت خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات ہر سہ دفتر کا اردو ترجمہ۔
- ہدایت الطالبین :- فارسی مع اردو ترجمہ۔

ملنے کا پتہ : ادارۃ محمدیہ : ۵/۲-ایچ۔ ناظم آباد لاہور کراچی ۱۵